الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم

آگاہ حقیقت و علم آدم الاسماء کلہا و کشاف رموز علمہ شدید القویٰ سیدنا و مولانا

حضرت سید غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس سرہ کی تعلیم

معروف بہ

تعلیم غوثیہ

و موسوم بہ

مقالات وحدت

بتدوین و تالیف شریف خلیفہ خاص و وصی بالاختصاص آئینہ تجلیاتے حضرت

شیخ مکمل ممدوح مرشدی و مولائی حضرت سید شاہ گل حسن صاحب قلندر قادری

جی اینڈ سنز برقی پریس دہلی میں

سنہ ۱۹۱۹

بفرمائش ... حسن صاحب قادری نے بسعی ... طبع کرایا

فہرست مضامین کتاب تعلیم غوثیہ الموسوم بہ مراۃ الوحدت



بنام آنکہ او نامے ندارد	بہر نامی کہ خوانی سر برآرد
کہ ذات اوست در ہر ذات ساری	کہ نام اوست در ہر اسم جاری
بہر ذاتی کہ دانی ذات او خوان	بہر اسمی کہ خوانی اسم او دان

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۝ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۝ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ۔ یعنے کوئی شاندار کام جو خدا کی حمد کے ساتھ شروع نہ کیا جائے سو وہ مقطوع البرکت ہے۔ **حمد** بمعنے ستودن یعنے کسی کی بزرگی یا تعریف یا صفت و ثنا بیان کرنا اور یہ دوئی میں ہو سکتا ہے کیونکہ ایک واصف ہو ایک موصوف ایک حامد ہو ایک محمود پس شریعت میں اس دوئی کے بغیر چارہ نہیں اس لیے عبد و معبود یا خدا اور رسول کا اثبات واجب ٹھہرا کما قال اللہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا

سلہ پ ۵ ع ۱۷ - ۱۲

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ؕ[۱] یعنے اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اوس کے رسول پر یعنے اللہ اور رسول کو بیقین دل مان لو۔ اور جو ان دونوں کو نہ مانے وہ کافر ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ؕ[۲] یعنے جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اوس کے رسولوں کے ساتھ اور ارادہ کرتے ہیں یہ کہ جدائی ڈالیں اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں بعض کے ساتھ اور ہم کفر کرتے ہیں بعض کے ساتھ اور چاہتے ہیں یہ کہ پکڑیں درمیان اوس کے کچھ راہ یہ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار یعنے جو خدا کو یا رسول کو نہیں مانتے اور جدائی ڈالتے ہیں وہ کافر مطلق ہیں غرضکہ خدا اور رسول دونوں کو بلا فرق ماننا فرض عین ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔[۳] اور جو لوگ کہ یقین لائے اللہ پر اور اوس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا کسی کو ان میں سے ان کو دیگا ثواب ان کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اسی پر گواہ ہے **کلمہ** لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مگر طریقت میں دوئی شرک ہے اور شرک سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ لَا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا۔[۴] یعنے مت شریک کر میرے ساتھ کسی شے کو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شریک کرے گا اوسکو کبھی معافی نہ ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا[۵] یعنے تحقیق اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک لایا جائے اس کے ساتھ اور بخشتا ہے سوا اوس کے جس کے واسطے چاہے اور جو کوئی شریک لائے اللہ کے ساتھ پس گمراہ ہوا گمراہی دور کا شریعت میں عبدیت و معبودیت کا

[۱] پ ۶ [۲] پ ۶ [۳] پ ۶ [۴] پ ۱۱ [۵] پ ۵ – ۱۵۶ – ۱۲

ثابت کرنا ہے اور طریقت ہیں دونوں کو مٹانا وہ شریعت کا حکم یہ طریقت کا گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل لیکن اہلِ طریقت وہ لوگ ہیں کہ شرک کی بیخ و بنیاد تختہ دل سے اوکھاڑ کر گلبنِ توحید لگاتے ہیں اور رسول علیہ السّلام کو مرتبہ وحدت میں نزول اول قرار دیتے ہیں اور اونکو خدا سے جُدا نہیں جانتے بلکہ مرتبہ احدیت میں اسم و مسمی کا فرق بھی اُٹھا دیتے ہیں اور شریعت کو لباس و پردہ پوش طریقت جانتے ہیں کہ ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا بہتر ہوتا ہے اور اگرچہ شریعت نزول میں مؤخر ہے مگر عروج میں مقدم۔ لہٰذا تقدم شریعت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ؎

شریعت را مقدم دار اکنون۔	طریقت از شریعت نیست بیرون
کسے کو در شریعت راسخ آید۔	حقیقت راہ بروے خود کُشاید

اَلْکِنَایَۃُ اَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِیْحِ ؎

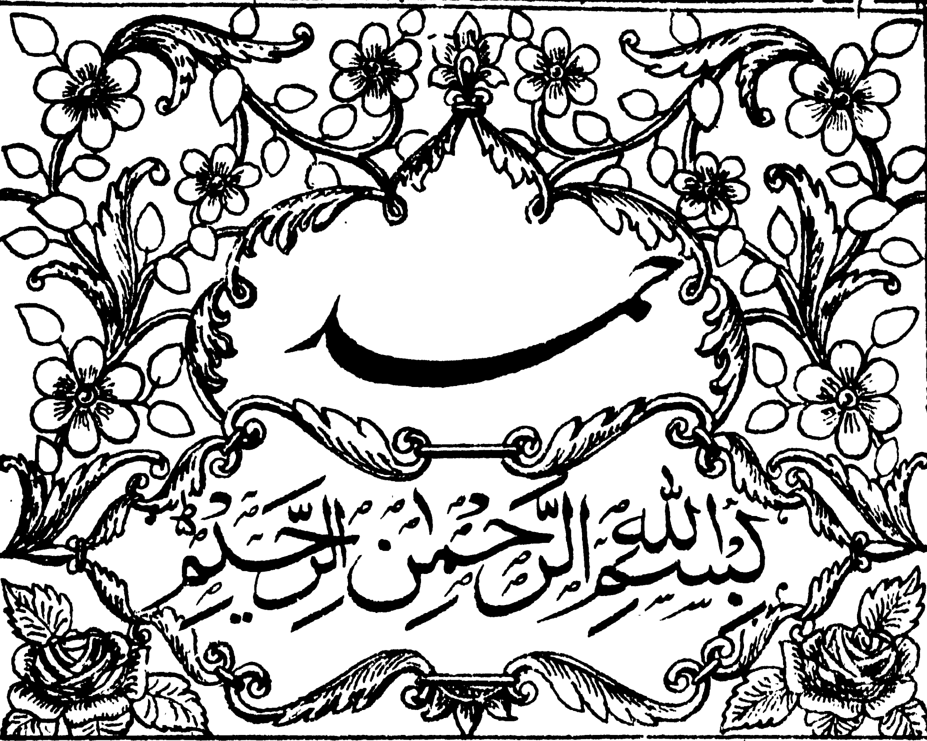
خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیثِ دیگران

پس میں بھی بمقتضائے آداب شریعت اول حمد میں رطب اللسان ہوتا ہوں ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب	بے ادب محروم گشت از لطفِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝





الحمد لمن ھو الاول بالباطن والاخر بالظاھر وھو واحد الوجود غیرہ لیس بموجود لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم ۝

پس حمد وثنا کمال وجمال پر نظر کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مرتبہ احدیت میں وحدت وواحدیت اور صفات واسما سب گم ہیں نہ علم ہے نہ خبر نہ بے علمی کا علم نہ بے خبری کی خبر نہ حمد ہے نہ حامد نہ محمود نہ خدا نہ رسول نہ عبد نہ معبود نہ عدم نہ وجود نہ عبارت نہ اشارت نہ بیان ہے نہ زبان کیونکہ احدیت حقیقت ہستی ہے جبکی ساتہ کوئی شے نہیں وہ اوسکی حقیقت بھی جدا نہیں بلکہ متحد ہے نہ کل ہے نہ جزو نہ عام ہے نہ خاص ہے۔ اوسی کا نام ذات مطلق ہے بلکہ اطلاق سے بھی پاک۔ محال ہے کہ عقل اوسکو پاسکے نہ اوس کا اثبات کرسکتی ہے نہ نفی وہ خود شاہد وخود مشہود ہے اور خود ظاہر وخود مظہر اپنے ظہور کی شدت میں آپ مخفی ومستور ہے کوئی غیر نہیں جو باعث ظہور ہو ماسوا نہیں جو اس کا حجاب ہوسکے وہ اپنا حجاب آپ ہی ہے اسلئے حجابات میں ظاہر تر ہے اور بے حجابی میں نہاں تر ظہور عین خفا ہے اور خفا عین ظہور اطلاق میں مخفی تعینات میں ظاہر پس عقول وافہام

تقریر و تحریر حقیقت ہستی کا خاکہ نہیں کھینچ سکتی اور تا وقتیکہ حامد کو محمود سے آگاہی نہو حمد و ثنا ممکن نہیں اگر آگاہی اجمالی حاصل ہوئی تو احدیت نر ہی مرتبہ وحدت میں نزول ہوا۔ جہاں سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں سب کچھ اس اعتبار سے کہ جمع و اجمال محیط کل ہے اور کچھ بھی نہیں اس لحاظ سے کہ نہ تفرقہ ہے نہ تفصیل حامد و محمود جدا نہیں اس لئے اِنِّیْ اَنَا اللہ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ یہی اس مرتبہ کی حمد ہے اور اگر آگاہی تفصیلی ہے تو مرتبہ وحدت سے واحدیت میں نزول ہوا جہاں عابد و معبود ساجد و مسجود حامد و محمود میں فرق و امتیاز ہے اس لیئے یہاں کی حمد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے پھر بلحاظ احوال حامد حمد کی تین قسمیں ہیں اگر کمال و جمال محمود کو ملاحظہ کرکے صرف اسکی بیان پر اکتفا کی اور کوئی عمل اوس کے اوصاف جمیلہ کے مناسب نہ کیا تو یہ حمد قولی ہے اور اگر ایسے اعمال و افعال بجا لایا جو اس کے کمال اوصاف کے شایاں ہوں تو یہ حمد فعلی ہے اور اگر ان اوصاف کاملہ سے جو محمود میں پاتا ہے خود بھی متصف ہوگیا اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ کے رتبہ پر پہونچا تو یہ حمد حالی ہے ۵

حمد قولی چیست اقرار زبان	حمد فعلی طاعت و اعمال دان
حمد حالی اتصاف جان و دل	بر صفات پاک برتر ز آب و گل
در حقیقت حمد آن باشد کہ تو	بودہ باشی در کران از غیر او
گفت پیغمبر کہ لا احصی ثنا	حامد تو ہم توئی یا ربنا
چون بعالم نیست غیر یار کس	حامد و محمود ہم خود بود و بس
جملہ ذرات جہان مرآت اوست	ہر چہ بینی مصحف آیات اوست

اشعار

خدایا اوّل و آخر بھی تو ہے	خدایا باطن و ظاہر بھی تو ہے
وہ اوّل تو کہ ہے آخر سے آخر	وہ آخر تو کہ ہے اول سے فاخر
وہ اول تو کہ نامحرم بدایت	وہ آخر تو کہ ناپیدا نہایت
نہیں اول کو آخر سے جدائی	ورائے عقل ہے تیری خدائی

جو آخر ہے وہی اول بھی تھا تو — وہی جو آج ہے سو کل بھی تھا تو
ہے تیرا اول و آخر مطابق — نہ تیرے ساتھ لاحق ہے نہ سابق
جو اول ہے تو پہلی اور تھا کون — جو آخر ہے تو پیچھے رہ گیا کون
جو باطن ہے تو باطن کا پتہ کیا — جو ظاہر ہے تو ہے تیرے سوا کیا
ہے تو باطن میں ظاہر بلکہ اظہر — بظاہر بن گیا تو عین مظہر
ترا اخفا ہے گویا عین اظہار — ترا اظہار ہے اخفائے اسرار
کھلا جتنا ہوا اتنا ہی مستور — چھپا جتنا رہا کھلتا بدستور
ازل سے تا ابد ہے ایک ہی شان — ترا طغرا ہے الآن کما کان
مبرا قید اور اطلاق سے تو — منزہ انفس و آفاق سے تو
مگر مطلق میں ہے تو عین مطلق — نہ جامد ہے نہ مصدر ہے نہ مشتق
مقید میں مقید ہے تری ذات — نہیں ہوتا کسی خانہ میں تو مات
ہے اصل روح تو روحانیوں میں — ہے قید جسم تو جسمانیوں میں
اگر ناسوت میں ہے موج پر جوش — تو ہے لاہوت میں دریائے خاموش
اگر جبروت میں بانگ انا ہے — صف ارواح میں حمد و ثنا ہے
تو ہی ہے علم و عالم بلکہ معلوم — تو ہی ہے رحم و راحم بلکہ مرحوم
تجھے نسبت ہے لاشے سی نہ شی سے — غنی ہے تو نہیں سے اور ہے سے
تری وحدت ہے کثرت میں ہویدا — کہ بے کثرت نہیں وحدت کا اظہا
نہ ہو وحدت تو کثرت بھی عدم ہے — حدوث آئینہ حسن قدم ہے
زمین و آسمان کا نور ہے تو — مگر خود ناظر و منظور ہے تو
سوا تیرے نہیں موجود کوئی — نہ عابد ہے نہ ہے معبود کوئی
ازل سے دایم المعروف ہے تو — ابد تک خود بخود موصوف ہے تو
تری رحمت ہے یہ جلسے دکھاتی — ہے قہاری تری سب کو مٹاتی
مسلم ہے تجھی کو حکمرانی — کہ تیری سلطنت ہے جاودانی

ہو الموجود ہے تجھ سے عبارت | ہو المقصود ہے تجھ سے اشارت
احد ہے تو نہیں زنہار معدود | صمد ہے تو نہ والد ہے نہ مولود
عیاں دیکھا تو پہونچا غیب ہو میں | نہاں ڈھونڈا تو آیا رنگ بو میں
نہ پایا ہے نہ پائے گا کبھی تو | کہ ہے معروف عارف آپ ہی تو
تصور قرب کا دوری ہے تجھ سے | خیال بعد مہجوری ہے تجھ سے
نہ دوری ہے نہ نزدیکی نہ مابین | عبارت منقطع لاغیر و لاعین
حقیقت سے نہیں ہے کوئی آگاہ | مشبہ اور موحد سب ہیں گمراہ
نہو جب فرق ہی تو راہ کیونکر | نہو کوئی تو پہر آگاہ کیون ہو
پتہ لگتا نہیں تنزیہ میں بھی | خبر ملتی نہیں تشبیہ میں بھی
یہ ہنگامہ اور اسپر بے نشانی | ہوا ہے عقل کل کا خون پانی
تیمم کر کہ خاکستر ہے دریا | لگا غوطہ کہ ہے گرداب صحرا
نہ صحرا ہے نہ دریا ہے نہ میں تو | نہ یاد و بود باقی ہے نہ ما ہو

نعت

احدیت ذات مرتبہ لاتعین ہے جبکہ صفت علم کا ظہور ہوا تو اوس نے اپنی ذات وصفات کو آپ ہی جانا اور جملہ موجودات کو بر سبیل اجمال اپنی آپ ہی میں پایا۔ اس مرتبہ کا نام وحدت حقیقی ہے اور یہ برزخ ہے احدیت و واحدیت کا جہاں ظہور و بطون برابر ہے وہ ہر ظاہر میں ظاہر ہے اور ہر باطن میں باطن جمادات میں جمادات نباتات میں نباتات حیوانات میں حیوانات انسانوں میں انسان فرشتوں میں فرشتہ صورت میں صورت معنی میں معنی روحانیوں میں وہی روح ہے تو جسمانیوں میں وہی جسم ہے کیونکہ وہ ہستی مطلق ہے جس قید میں چاہے مقید ہوجائے غرض کہ جملہ صفات و تعینات اجمالی کے ساتھ اپنے آپ کو جاننا وحدت حقیقی ہے مگر اس تعین میں تفصیل نہیں ہے بلکہ اسماء

وصفات ارواح و مثال سب متحد ہیں بلا فرق و امتیاز مثلاً تخم میں اجزائے شجر یعنے تنہ شاخ و برگ وغیرہ بالاجمال سب موجود ہیں اور وہ سب متحد ہیں وحدت و حقیقت محمدی ہے کیونکہ وہ اصل ہے حقیقت انسانی کی اور حقیقت انسانی اصل ہے شہود عالم کی یعنے جو ظہور عالم میں بالتفصیل ہے اس کا خلاصہ حقیقت انسانی میں موجود ہے اور حقیقت انسانی میں جو کمال و جمال مندرج ہے وہ سب ختم ہے حقیقت محمدی پر اور وہی اصل الاصول ظہور و شہود ہے شعر

من بمعنے جد جد افتادہ ام	اگرچہ در صورت با خرزادہ ام

پس حقیقت محمدی کی نعت حقیقی کیا ہے اَنَا اَحْمَدُ بِلَا مِیمٍ۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔ اِس لئے کہ اِس کا اتصاف سے مجرد ہونا احدیت ہے اور متصف بصفات ہونا واحدیت +



وصف پیر کامل



اے ضیاء الشمس نجم الدین حسن
لب پہ آیا نام شہ غوث علی
پھر صبا سبزہ کو لہرانے لگی
پھر لگا دی ابر رحمت نے جھڑی
پھر وہی محمل وہی ہے کاروان
پھر اسی منزل میں جا کھولی کمر
پھر کھلا در حجرۂ انوار کا
پھر وہی صحبت وہی لیل و نہار
پھر خزانہ غیب کا لٹنے لگا
پھر لگی ساپخہ میں ڈھلنے بات بات
پھر الاپے نے نئے اسرار قدم

مشرق الانوار نور ذو المنن
بے تکلف کھل گئی دل کی کلی
باغ معنی میں بہار آنے لگی
پروہی بادِ بہاری چل پڑی
ناقہ سرمست و حُدی خواں سارباں
دشت چٹیل اور ویرانہ نگر
قفل ٹوٹا قبۂ اسرار کا۔
پھر لگی ہونے دُرِ معنی نثار
رشک سے حاتم کا دم گھٹنے لگا
عارفانہ رمز و مردانہ نکات
ذرہ ذرہ بن گیا منصور دم

پھر وہی ساغر وہی بزمِ سُرور
پھر لگا بہنے وہی دریائے نور

پھر وہی ساقی وہی دیرینہ خُم
کفر و ایماں کا ہوا سررشتہ گُم

ہو گئے مِل جُل کے پھر سب ایک شے
دور ساغر دست ساقی مست مے

مدح حاضر میں بھی لکھا اب چند بیت
تُو ہی لکھ خود مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ

اے تجلّیٔ خیر ذُو الجلال
تھا کمالِ بندگی تیرا کمال

ہاں محمدؐ وار تو نامِ خُدا
کر گیا ہے بندگی کا حق ادا

ترک دنیا ترکِ عقبیٰ ترکِ جاں
قول و فعل و حال سے تیرے عیاں

خوب توڑا تو نے پھر بندِ کہن
تھا مگر تو حیدرؓ خیبر شکن

ہر توسل سے تجھے اعراض تھا
شیر خوارِ مبدأ فیاض تھا

دادِ حق تھی تیری قوت اور قُوت
تھا خیالِ غیر بیت عنکبوت

فقر فخری کی صدا بھائی تجھے
حق نے بخشی ارث آبائی تجھے

مدتوں کے بعد ایک آدم بنا
ہفت خوانِ فقر کا رستم بنا

شاذ و نادر کوئی شہباز جلال
کھولتا ہے اِس ہوا میں پر و بال

شیخ و صوفی پارسا زاہد بہت
ہے مگر مردِ خدا عنقا صفت

غوث اعظم یا جنیدؒ و بایزیدؒ
یا نظام الدین یا بابا فرید

یا معین الدین و عطار و شہابؒ
اپنے اپنے وقت کے تھے آفتاب

مجمع البحرین تجھ سا بعد ازاں
گردشِ دوراں نے دیکھا تھا کہاں

لاکھ چکر کھائیگا جب چرخِ پیر
لائیگا تجھ سا کوئی مہرِ منیر

اے محیطِ اولیں و آخرین
آفریں صد آفریں صد آفریں

ذات کا آئینۂ کامل بنا
یہ امانت تھی کہ تو حامل بنا

حامل و محمول میں یاں فرق کیا
شمس ربانی کو غرب و شرق کیا

تھا نہایت معتبر پکا امیں
تیرا پیمانہ کبھی چھلکا نہیں

ظرف عالی بسکہ دریا نوش تھا
خمکدے خالی کیے پر ہوش تھا

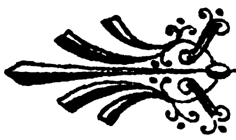
اے تیری آواز آوازِ خدا — اور خاموشی تری رازِ خدا
تھے لبِ شیریں لبِ دریائے ذات — اسلیئے ہر بات تھی آبِ حیات
جو حکایت جو مثل جو بات تھی — عالمِ معنی کی اِک سوغات تھی
مُردہ روحوں کے لیئے تھی زندگی — زندگی وہ جس کو ہو پائندگی
تیرے دم سے حشرِ روحانی ہُوا۔ — صاف و صیقل گوہرِ کانی ہُوا
صُور پھونکا تو نے جس کی جا نہیں — جو ہوا سو ہو گیا اِک آن میں۔
جذبِ حق ہو یعنی طالب سے غلط — چشمِ حق بیں کا اشارہ تھا فقط
جس کسی پر تُو نے پھونکا ہی فسوں — اِک نہ اِک دن اسکو اُبھریگا جنوں
رسم و عادت کا گریباں پھاڑ کر — دینِ تقلیدی سے دامن جھاڑ کر
کفر پر یاروں کے ایماں لائے گا — وار فردوں کا نہ خالی جائے گا
اے مشکک تجھ کو ایماں کی قسم — کافرِ دیرِ فنا کے لے قدم
جو ندائے تجھ کو کھُلا کافر بنا — تو مری تکفیر کا محضر بنا
فقر کو ہے کفر سے نسبت قوی — ہے مگر وہ کفر کفرِ معنوی
فقر محتاجِ خدا ہرگز نہیں — فقر عینِ ذاتِ حق ہے بالیقیں
ہے یقین بھی عینِ یکتائی میں عار — فقر سے بھی چاہیئے پھر افتقار
فقر فقر آیا تو کیا باقی رہا — بادہ کش باقی نہ خود ساقی رہا
سر گیا تو دردِ سر جاتا رہا — اُٹھ گئی اُمید ڈر جاتا رہا
اے فنائے فقر تجھ کو مرحبا — عین عریانی ہے بس تیری عبا
مرحبا اے خازنِ اسرارِ غیب — کیا چھُپایا ہے ہنر کو مثلِ عیب
ہاں خزانہ کا چھُپانا فرض تھا — گرچہ بیرونِ سماء و ارض تھا
یہ چھپانا کم نہ تھا اظہار سے — آگ بھڑکی گرمیِ بازار سے
وہ چھپے کیا جو کہ ہو خود پردہ در — باہمہ بے پردگی ہو مستتر
دیکھ کیا کہنا تھا کیا کہنے لگا — نالہ بل کھا کھا کے کیوں بہنے لگا

کچھ نہ تھا واں کچھ نہ ہونے کے سوا — کچھ نہ ہونا بھی وہاں باقی نہ تھا
تو نہ تھا کچھ عین عین اللہ تھا — ظاہرا بندہ نہانی شاہ تھا
بندگی کے بھیس میں آ جامہ زیب — دے گیا واللہ تو سب کو فریب
تجھ کو دیکھا پر نہ دیکھا خلق نے — لب نے چکھا پر نہ کہا یا حلق نے
تو دہنتر بید تھا کھاتے اگر — سب دہنتر بید بن جاتے مگر
کسکی طاقت تھی کہ تجکو دیکھتا — لاکھ پردوں میں ہیں خاصانِ خدا
سب گنوں میں تو فرید دہر تھا — جانفزا امرت سے تیرا زہر تھا
تو قلندر رند تھا کونین سوز — سیف قاطع تھا نہ تھا تو بخیہ دوز
تو بھری محفل میں سب کچھ کہہ گیا — گوش جان میں کہ جو باقی رہ گیا
مَن رَاٰنِی کے معانی صاف صاف — شرح فرما تو ہی اے عنقائے قاف
مَن رَاٰنِی منہ زبانی جس کے ہے — ہے اُسیکا آئینہ ہر ایک شے
تو ہی خود کہہ یا نکہہ سن یا نہ سن — لوٹ ہے جب آسماں برسائے ہُن
نغمۂ لیلی ہے ہر بانگِ جرس — ہے چمن کا آئینہ ہر خار و خس
سطح پر جاری ہے ساری لہر بہر — قعر میں چپ رہ کہ ہے دریائے قہر
سطح کیسی قعر کیا ساحل کجا — بحر ہے لا ابتدا لا انتہا
تیری مجلس مجلس اللہ تھی — دونوں عالم کی جہاں گم راہ تھی
اوس کے ہوتے ہستی عالم کہاں — دن نکل آیا تو پھر شبنم کہاں
آپ غالب ہے وہ اپنے امر پر — لیکن اکثر آدمی ہیں بیخبر
تالب دریا ہیں آثار طریق — عین دریا میں ہیں سب امیں غریق
راہ گم ہونا ہے راہِ مستقیم — حاش للہ ثم یا اللہ العظیم

آپ کو گم کر کہ تو ہی راہ ہے
راہ کو طے کر حریم شاہ ہے



غزل



ساقی خم خانہ تھا جو صبح و شام
روز آدینہ تھا مسجد میں امام

جسنے چشم مست ساقی دیکھ لی
تا قیامت اوسپہ ہشیاری حرام

اوس لب جاں بخش کی باتیں تھیں یا
معجزات عیسیٰ گردوں مقام

ہوگیا اوسکو قیامت کا یقیں
جسنے دیکھا سروقامت کا خرام

چشمۂ آب بقا کی لہر تھی
وہ عبارت وہ اشارت وہ کلام

مرحبا عطر گریباں کی شمیم
ہے معطر جس سے روحانی مشام

تھی زباں یا قاطع اوہام یا
ذوالفقار حیدری تھی بے نیام

جسنے دیکھا نرگس شہلا کا خواب
اوسنے پایا رمز قلبی لا ینام

قال اشممت علیکم نعمتی
ہوگئیں سب خوبیاں اسپر تمام

جسنے چاٹی عتبۂ علیا کی خاک
تلخی دوراں سے ہو کیوں تلخ کام

اے صبا صحرائے جانیں کر تلاش
کس طرف ہیں وہ سرادق وہ خیام

خلوت لیلی میں تو گذرے اگر
تو یہ کہدینا ہمارا ابھی پیام

تشنگان شوق ہیں گم کردہ راہ
تو بھی چل بہر خدا دو چار گام

بحر میں برپا ہوا جوش و خروش
حبذا رشحات کاسات الکرام



سونپدی تھی دست قدرت نے تجھے
ناقۂ لیلائے معنی کی زمام



بعد ادائے ماوجب یہ خاکسار خادم الفقراء بندہ شاہ گل حسن قلندر قادری اہل بصیرت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگر یہ کتاب سرمایہ دارین نظر سے گذرے تو سقم عبارت پر غور نفرمائیں مقصود اصلی کو مدنظر رکھیں اور کوئی مضمون دور از قیاس و بعید از فہم پائیں تو دیوانہ خود رفتہ کی بڑ سمجھکر معذور فرمائیں وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ؕ العذر عند کرام الناس مقبول ماحضر اہل نظر کے پیش نظر کردیا

۶۔ گر قبول اُفتد زہے عزو شرف۔

سبب تالیف کتاب

جب یہہ فقیر حقیر تذکرۂ غوثیہ کی تالیف سے فارغ ہوا اور نسخہ ہائے مطبوعہ کو اخوان طریقت و اصحاب مودت و ارباب عقیدت کیخدمت میں نذر کر چکا تو بے شغلی سے طبیعت کسمسائی اور دل نے پھر یہہ دہوم مچائی کہ اگر یوں ہی ہاتہہ پر ہاتھ دہرے رہوگے تو عمر کے دن کاٹنے پہاڑ ہو جائیں گے ابھی ہتیار ڈالدینے کا موقعہ نہیں ہے ٥ بیت

میر نہیں پیر تم کاہلی اللہ رے	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیئے

ہمت کرو اور ایام گذاری کی کوئی سبیل نکالو۔ ورنہ پہر وہی اندوہ الم نصیب وقت ہوگا ٥

شمع و بزم و جام و ساقی گر نہیں باقی نہو	دل کے بہلانے کو آخر غم ہی کھایا چاہیئے

ادہر تو دل نے یہ دہائی دی اودہر ملہم غیب نے درِ دل کھٹکھٹایا کہ خبردار گھبراؤ نہیں ابھی تو **تعلیم غوثیہ** کی تدوین و تالیف باقی ہے جسکا ا نصرام سُرُر دایم کا سرمایہ اور عیش قایم کا پیرایہ ہے جب اسکی ترتیب و تکمیل سے فراغت پاؤگے تو پاؤگے جو کچھ پاؤگے۔ پہر نہ یہہ ماتم ہوگا نہ یہ غم و الم۔ فکر دوام و شغل مدام کا انعام اور جمال حقیقی و جلوہ تحقیقی کا خلعت موجود ہے۔ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ٥

غم کے کھانے کا غم نہ کھا اے دِل	یہ بھی دو چار دِن کا مہمان ہے۔

جسوقت یہہ معاملہ روبکار ہوا تو میں بھی ہوشیار ہوا اور تعمیل حکم کے لیئے فوراً تیار ہوا دل نے کہا کہ اب وقت ہے کہ وہ جواہر معانی اور لآلی روحانی اور نقود حقانی جو ایک نقاد لاثانی و مفتاح کنوز ربانی یعنی جناب قبلہ و کعبہ **سیدنا و مولنا سید غوث علی شاہ** صاحب **قلندر قادری** قدس اللہ سرہ العزیز کی فیضان صحبت و اثر تربیت سے سینہ کے خزینہ میں مختزن اور دل کے گنجینہ میں مکنوں ہیں۔ اون کو زبانِ قلم سے نکال۔ اور سفینہ اوراق میں بار کرکے ساحل اظہار پہ لاآتار۔ تاکہ اِس ذکر و فکر کے طفیل

اور اس جد و جہد کی برکت سے تجھکو حبیب حقیقی کیطرف مشغولی ہو۔ اور طالبان تحقیق و سالکان طریق در رہروانِ جادۂ تدقیق حصول صدق و یقین سے تیز گام و فائز المرام و شادکام ہوں لیکن اوس کے ساتھ ہی اوس وصیت کی بجا آوری کی تصمیم دل میں پیدا ہوئی جو حضرتِ اقدس نے سفر بغداد کی نسبت فرمائی تھی اس لیئے امر اوّل کو چندے ملتوی رکھکر بتاریخ ۲۲ شہر جمادی الثانی ۱۳۰۲ سنہ ہجری مطابق ۹ اپریل ۱۸۸۵ سنہ عیسوی عازمِ بغداد شریف ہوا۔ اور بصرہ اور بغداد و کاظمین و کربلائے معلّٰی و نجف اشرف وغیرہ مقامات متبرکہ میں بزرگانِ دین کی خاک پاک سے مشرف بزیارت ہوکر پونے دو برس کے بعد پھر میرٹھ میں واپس آیا۔ اور آتے ہی بے چین اور بیتاب ہوگیا۔ کہ قبلہ و کعبہ کی بارگاہ والا اور آستانہ علیا سے بچھڑے ہوئے سات برس کا عرصہ ہولیا آخر اس ہجر کی غایت اور اس محرومی کی کچھ انتہا بھی ہے۔ پس چند احباب کے ہمراہی میں سفر پانی پت کا اتفاق ہوا۔ مزار متبرکہ کی زیارت نے دو ہفتہ تک دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشا۔ پھر میرٹھ کی راہ لی اور اب کے بار دل میں ٹھان لی کہ ایک اربعین یعنی چلہ بھی کرنا چاہیئے۔ ہر چند کہ اپنا مسلک تو یہ ہے ؎

چلہ میں بیٹھ گوشہ سے کیا دل لگایئے	میدان کیا بُرا ہے کشش دل کی چاہیئے

لیکن ضرورت یہ آن پڑی کہ واپسی بغداد شریف کے بعد جملہ احباب نے نہایت خلوص اور مودت کے ساتھ عمدہ اور پرتکلف دعوتیں کیں۔ تر نوالے کھائے جسم نے فربھی پائی آنکھوں میں چربی چھائی۔ نفس میں تازگی آئی۔ پیٹ پھولکر کُپا ہوگیا جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو نفس کیطرف خطاب کیا کہ لو بچہ اب تک تو تمنے خوب چکھوتیاں کیں اور خوب مزے اوڑائے۔ یہاں تک کہ اشتہا میں قصور اور ہاضمہ میں فتور واقع ہوا۔ اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ ؎ کو کیسۂ دل سے نکال کر اوس کے اہل کو سپرد کرو۔ اور منضج پیو۔ اور مسہل لو۔ تاکہ معدہ صاف اور ہاضمہ درست ہو یقین ہے کہ چالیس روز میں تم چاق و چوبند ہو جاؤ گے اِس بارہ میں منشی نجم الدین صاحب سے

؎ اِس حدیث کو بیہقی نے بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ اور حسن نے مرسل ۱۲۔

کہ میرے دوست دلی ہیں مشورہ کیا۔ اونہوں نے فرمایا کہ اس کام کے واسطے حضرت قطب الاقطاب جناب قطب جمال الدین صاحب قدس سرہ کی خانقاہ کی مسجد کا حجرہ جو موضع پھلاؤدہ کے علاقہ میں ہے اور چاروں طرف اوس کے ایک بن نہایت سرسبز نہایت دلکشا درختوں سے بھرپور اور خوشنما پرندوں اور اقسام اقسام کے جانوروں سے معمور موزوں معلوم ہوتا ہے جب اوس حجرہ کو اس کیفیت کیساتھ دیکھا تو بہت پسند آیا۔ آخر اسی میں بیٹھ گیا اور قریب اختتام چلہ دلمیں خود بخود یہ ندا پیدا ہوئی کہ **تعلیم غوثیہ** میں کیا دیر ہے۔ مجیب نے یہ جواب دیا کہ کچھ بھی دیر نہیں۔ البتہ مصمم ارادہ پر مشروط ہی چنانچہ چند امور ضروری اوسیوقت قلمبند کر لئے۔ بفضلہ تعالی جب چلہ ختم کر چکا اور باہر آیا تو بسبب ناتوانی کے سستی وکاہلی دامن گیر ہوئی کہ ایسی کیا جلدی ہے یار باقی صحبت باقی دیکھا جائیگا۔ لیکن میرے دوست دلی ومحب قلبی ڈپٹی نجم الدین صاحب فاروقی ومیر نصیر الدین صاحب ہاشمی وبخاری اور مولوی محمد اسمعیل صاحب صدیقی کہ راقم کے پیر بھائی اور حضرت معلی کے مرید خاص ونظر یافتہ ہیں اسبات کے درپے ہوئے کہ اہل جہاں کو اس فیض سے محروم رکھنا مردوں کی ہمت سے بعید ہے جناب قبلہ وکعبہ **سید محمد غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری** قدس اللہ سرہ العزیز کے فیضان صحبت وتربیت کا بحر جو تیرے دلمیں جوش زن ہے اپنے جوش قلبی سے بخار کو نکال اور ابر نوبہار کی طرح باران رحمت تمام کرہ زمین پر برسا تاکہ اہل جہاں سیراب ہوں اور کوئی شخص ہمارے حضرت کے فیض سے محروم نرہے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ آزردن دل دوستاں جہل ست وکفارہ یمین سہل بہمت تمام قلم اوٹھایا۔ اور اس رسالہ کی تحریر کا اتفاق ہوا یکم رجب ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۸۸۷ء عیسوی روز یکشنبہ کو شروع کرکے بعون اللہ تعالے ۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ ہجری کو بروز دوشنبہ بوقت ۱۰ بجے دن کے ختم کیا وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ یہ رسالہ منبر شریعت ہے۔ نردبان طریقت ہے۔ قنطرۂ حقیقت ہے کنز معرفت ہے۔ یہ قاصد معبود کی خبر دیتا ہے۔ موجود کو بتاتا ہے مقصود کو دلاتا ہے مطلوب کو ملاتا ہے محبوب کا وصل کراتا ہے۔ اس فرمان سے اپنی حقیقت کھلتی ہے

خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا راز کھلتا ہے۔
ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ۝ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ۔ جو اس پر عمل کرے گا بے شک اپنے مقصود اصلی کو پہونچے گا۔

نصیحت راقم

اے مشتاقان شریعت و طریقت و اے عاشقان حقیقت و معرفت میں آپ صاحبوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جو صاحب بے علم و کم حوصلہ اور کوچۂ فقر و فنا سے بے بہرہ ہو یا علم تصوّف و معرفت سے منکر تو وہ اس صحیفہ مقدس کو جو طلسمات بو قلموں اسرارات الٰہی سے معمور و نیر نجات گونا گون رازہائے نا تناہی سے بھرپور ہے ہرگز نہ دیکھے ورنہ دین و دنیا سے ہاتھ دھو کر زندقہ اور الحاد کے مغاک میں جا گریگا اور بحکم خسر الدنیا والآخرت اسکو کچھ حاصل نہوگا۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

اور جو شخص کہ صاحب علم اور بلند حوصلہ اور الفقر فخری و الفقر منّی کے راز سے آگاہ اور اسیر دل دادہ و جان نثار اور عبدیت کی شان میں ثابت قدم و شریعت کے

لباس سے آراستہ و پیراستہ ہے وہ اگر اس مخزن اسرار معرفت کو بنظر غائر و تفکر و تامل ملاحظہ فرمائیگا تو میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ وہ بابصر و مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ کے انوار سے منور ہو کر شرک و طغیان کی خندق سے باہر نکل آئیگا اور میدان کفر حقیقی میں قدم ثبات رکھکر شش جہات میں توحید حقیقی کا جلوہ دیکھے گا ؎

اگر کافر شوی در آخر کار	براندازی حجاب از خود بیک بار
حقیقت کافر فقر و فنا شو	تو در وحدت بکل عین بقا شو

؎

عشق را با کافری نسبت بود	عاشقان را ز انچنیں قسمت شود
عشق را با کافری خویشی بود	کافری خود عین درویشی بود
کافری عین مسلمانی بود	کافری خود نور ایمانی بود
کفر در تسبیح حق باشد حرام	رو مسلمانی بجو از کفر تام
کفر پوشیدن خودی خود بحق	رو بگیر این دین و از بر خوان سبق
ہر کرا کفر حقیقی شد بدست	معنی بت شد و را خدمت پرست
چند چند از کفر و ایمان چند چند	ہر دو نعلین تو باشد پائے بند
کفر و ایمان راہ اہل بالا برآ	معنی صافی بخوان از رہنما

کفر کافر را و دین دیندار را
ذرہ دردِ دلِ عطار را
والسلام

اس کتاب کا نام

تعلیم غوثیہ و مراۃ الوحدت

رکھا۔ اس کی تقسیم ایک مقدمہ تین باب ایک خاتمہ پر کی گئی۔

مُقدّمۃُ الکتاب۔ اس میں تیرہ بیان ہیں

بیان اوّل ۔ علم تصوف کو علمِ دین سے کیا نسبت ہے۔
بیان دوم ۔ تحقیق تصوف۔ ارکان تصوف معنی صوفی معنی متصوف معنی فقیر۔ معنی سلوک
بیان سوم ۔ در فضیلت علم تصوف
بیان چہارم ۔ در فضیلت تصوف صوفی صحبت فقراء۔ علامت فقراء۔
بیان پنجم ۔ فضیلت صحبت فقراء۔
بیان ششم ۔ وجہ اختلاف معانی آیات قرآنی درمیان علمائے تصوف و علمائے ظواہر
بیان ہفتم ۔ فقر و تصوف کی تعلیم خاص کے لیے ہے نہ عام کے لیے۔
بیان ہشتم ۔ تعلیم تصوف باندازۂ عقل و حوصلہ طالب۔
بیان نہم ۔ طریق تحصیل علم تصوف مقام تسلیم شریعت میں۔
بیان دہم ۔ تسلیم طریقت۔
بیان یازدہم ۔ پیر کامل کی تلاش والی طلب ہیں اور اسکی فرمان برداری ہر وادی ہیں۔
بیان دوازدہم ۔ سامان سفر کی تیاری و سفر کے حوائج ضروری ہیں۔
بیان سیزدہم ۔ در سوال و جواب مسافر طریقت (یعنی سالک) کی مزید آگاہی کے لیے۔

باب اوّل در تعلیم علم الیقین

فصل اوّل تنزلات کی تمہید میں۔

باب دوم در بیان عین الیقین

باب سوم در تلقین حق الیقین و بیان اقلیم حقیقت

فصل پنجم۔ خلاصۂ فصول ماتقدم بطرز تمثیل و بقیہ حالات طلسم مذکور و خیال شب
خاتمۃ الکتاب۔ بر کلام مولانا عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

مقدمۃ الکتاب

بیان اوّل۔ علم تصوف کو علم دین سے کیا نسبت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت[1] ہے کہ ایک روز ناگاہ جبرئیل علیہ السلام بصورت انسان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو زانو مودب بیٹھکر چند سوال کیئے۔

سوال اول۔ یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ۔ یعنے اے محمد مجکو خبر دو اسلام سے (یعنی حقیقتِ اسلام سے)

جواب۔ قَالَ۔ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ قَالَ صَدَقْتَ۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اسبات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور اچھی طرح نماز ادا کرو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔ اور بیت اللہ کا حج کرو۔ اگر سفر خرچ کی استطاعت ہو۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ سچ فرمایا آپنے

سوال دوم۔ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِيْمَانِ۔ کہا مجکو خبر دو ایمان سے۔

جواب۔ قَالَ۔ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ۔ قَالَ صَدَقْتَ آپنے فرمایا۔ کہ ایمان لاؤ اللہ پر۔ اور اوس کے فرشتوں پر۔ اور اوسکی کتابوں پر۔ اور اوس کے رسولوں پر۔ اور قیامت کے دن پر اور ایمان لاؤ اوس کی تقدیر پر بھلی ہو یا بری۔ کہا سچ فرمایا آپنے۔

سوال سوم۔ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ۔ پھر پوچھا کہ مجکو خبر دو احسان سے

[1] اِس حدیث کو بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے ۱۲ منہ

(یعنی نکوئی کی حقیقت کیا ہے)

جواب۔ قَالَ۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ صَدَقْتَ۔ آپ نے فرمایا۔ کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت یوں کر۔ گویا تو اوسکو دیکھ رہا ہے جو یوں نکر سکے تو یوں سہی کہ گویا وہ تجکو دیکھ رہا ہے کہا سچ فرمایا آپ نے اِس پارہ حدیث میں تین سوال ہیں۔ یعنی حقیقت اسلام کیا ہے؟ اور ایمان کسکو کہتے ہیں؟ اور احسان کیا چیز ہے؟ علمائے محققین فرماتے ہیں کہ دین کی بنا اِن تین ارکان پر ہے۔ فقہ۔ کلام۔ تصوف۔ چنانچہ اِس پارہ حدیث میں اِن تینوں ارکان کا بیان ہے۔ یعنی اول سوال حقیقت اسلام سے ہے۔ اور یہ اشارہ ہے فقہ کی طرف جسمیں اعمال وافعال واحکام وآداب شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔ اگر انسان فقیہ نہو گا تو حقیقت اسلام سے بیخبر رہے گا۔ اس لیے کہ بغیر فقہ کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور قواعد وشرائط وآداب واحکام وغیرہ نماز وزکوۃ وروزہ وحج کے معلوم نہوں گے دوسرا سوال ایمان کی نسبت ہے اور یہ اشارہ ہے عقائد کی طرف۔ کہ وہ مسائل اصول کلام ہیں یعنی اللہ پر ایمان لانا۔ اور بالیقین اعتقاد رکھنا۔ کہ اس کی ذات وصفات برحق ہے اور ایمان لانا اِس کے فرشتوں پر۔ کہ وہ نورانی بندے اللہ کے فرماں بردار ہیں۔ اور اس کی کتابوں پر ایمان لانا۔ کہ یہ اس کا کلام قدیم ہے جو اپنے رسولوں پر نازل فرمایا قرآن شریف سب سے افضل ہے اور کل آسمانی کتابیں ایک سو چار ہیں۔ اور جمیع رسولوں پر ایمان لانا۔ کہ اِن کو اللہ نے خلقت کی ہدایت کے لیئے بھیجا۔ وہ معصوم وگناہوں سے پاک تھے اور ایمان لانا کہ قیامت وبہشت ودوزخ وعذاب وثواب سب برحق ہیں۔ تیسرا سوال احسان کی نسبت ہے۔ اور یہ اشارہ ہے اصول تصوف کی طرف کہ وہ بہ صدق دل توجہ اِلَی اللّٰہ ہے اور یہ بات بغیر تصوف کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جاننا چاہیئے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ یہ مرتبہ شہود ومقام مشاہدہ ہے۔ اور فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ یہ مقام مراقبہ ہے اور پہلے مرتبہ سے فروتر ہے۔ کیونکہ اِس مراقبہ میں بندہ نظر الٰہی یا علم الٰہی سے جو اوسکی جانب ہے آگاہی

حاصل کرتا ہے۔ کہ طاعت اور عبادت میں تین درجے ہیں ایک یہ ہے کہ ابرائے ذمۃ ہو
واجبات سے۔ ایسی عبادت بے سود ہے بجز اس کے کہ سزائے شرعیہ سے بچ گیا۔ آخرت
میں اُس کا کچھ حصہ نہیں۔ دوسرا درجہ عبادت میں یہ ہے کہ جمیع ارکان واحکام کو شرائط
وآداب کے ساتھ بجالاوے۔ تاکہ رضائے خداوندی وثواب جزیل حاصل ہو۔ اور نیز باطن
ذوق وشوق عبادت سے پر ہو جائے۔ تیسرا درجہ عبادت میں مقام مشاہدہ ہے اس سے
اعلیٰ وافضل کوئی مقام نہیں۔ پس اس حدیث سے ثابت ہے کہ فقہ اور اصول کلام اور تصوف
ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں اس لیئے کہ ایک بغیر دوسرے کے تمام نہیں ہوتا
احکام شرعیہ کا جاننا بدون اعتقاد صحیح کے بے سود ہے اور یہ دونوں بیکار ہیں جب تک توجہ
اِلَی اللّٰہِ پورے طور پر نہ ہو۔ اور تصوف بدون فقہ بے اصل ہے۔ اس لیئے کہ احکام الٰہی
بغیر فقہ کے معلوم نہیں ہوتے اور فقہ بغیر تصوف کے بے سود ہے۔ اس لیئے کہ
عمل بے صدق دل کافی نہیں۔ اور یہ دونوں بغیر ایمان کے صحیح اور درست نہیں ہوسکتے
جیسے جسم وجان کہ بدون ایک دوسرے کے صورت نہیں پکڑتے کیونکہ لازم وملزوم ہیں
چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ
تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَہُمَا فَقَدْ
تَحَقَّقَ۔ یعنی جو صوفی ہوا اور فقیہ نہ ہوا۔ پس وہ زندیق ہوا (یعنی بڑا بددین) اور جو فقیہ ہوا
صوفی نہ ہوا۔ وہ بڑا فاسق ہوا۔ اور جس نے ان دونوں کو حاصل کیا پس وہ بڑا محقق ہوا
پس ہر عالم کے واسطے ضرور ہے کہ حصول علم دین کے بعد تصوف حاصل کرے ورنہ۔ ع۔
چارپائے بروکتابے چند۔ کا مصداق ہوگا۔ اور جسکو شوق تصوف ہو اُس پر فرض ہے
کہ اول علم دین حاصل کرے ورنہ زندقہ اور گمراہی میں گرفتار ہوگا۔ یا ہمیشہ علمائے محققین
کی صحبت اختیار کرے تاکہ اس کو دونوں باتیں حاصل ہوں۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں
کہ ظاہر اپنا شریعت سے اور باطن اپنا طریقت سے آراستہ رکھو چنانچہ حضرت شیخ
فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ؎

غیر باطن بظاہرت بسپار	شو بہر قول وفعل تبع سلف

شو بہ باطن ربوبیت پرواز	کن بظاہر عبودیت اقرار

کیونکہ شریعت صفات ہے طریقت ذات ۔ شریعت جسم ہے طریقت جان شریعت ظاہر ہے طریقت باطن چونکہ فی زماننا ملک ہند میں مدارس علم دین جابجا قایم ہیں ہر شخص علم دین حاصل کرسکتا ہے۔ اس رسالہ میں مسائل شرعیہ کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں صرف ضروری مسائل تصوّف وطریق تعلیم بیان ہونگے تاکہ طالبان حق اس سے مستفید ہوکر اپنے دلی مقصد کو پہونچیں اللہ بس باقی ہوس اوّل اس بات پر یقین کامل کرلینا چاہیے کہ شریعت بنیاد طریقت ہے اور راہ نمائے حقیقت ہے اور پردہ کشائے معرفت ہے بغیر اتباع شریعت حصول کمال تصوف امر محال ہے ۔ بلکہ زندقہ والحاد ہے ✤

بیان دوم تحقیق تصوف ارکان تصوف معنی صوفی معنی متصوف معنی فقیر معنی سلوک

تصوّف مصدر ہے جو لفظ صوف بالضم سے بنا لیا ہے صوف کے معنے ہیں ایک قسم کا جامۂ پشمینہ اور اصلاح صوفیہ کرام میں خواہش نفسانی سے پاک ہونا اور اشیاے کل عالم کو مظہر حق جاننا ۔ چونکہ اکثر بلکہ جمیع انبیاء علیہم السّلام کو لباس صوف پسند تھا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو بھی یہ لباس ایسا مرغوب تھا کہ وہ پسندیدہ خدا ہوگیا ۔ اور آپ کو اسی لباس سے منسوب کرکے پیار سے پکارا چنانچہ سورۂ مزمّل[1] وسورۂ مدثر ۔ شاہد حال ہے اور آپ کے اکثر صحابہ کرام مثل اصحاب صفہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی یہی پسند خاطر رہا ۔ بعد ازاں اولیاء اللہ سلف نے بھی اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ پر خیال کرکے اسی پوشش کا شوق رکھا ۔ چونکہ یہ لوگ بعد صحابہ کبار کے مخلوق میں ممتاز وحاجت روائے خاص وعام تھے لہٰذا مردمان زمانہ ان کو صوفی اور اُن کے اعمال وافعال واقوال کو تصوف کہنے لگے ۔ یا تصوف صوف بالفتح سے ماخوذ ہے ۔ جس کے معنے ہیں یکسو ہونا ۔ اور ما سوائے اللہ سے روگردانی کرنا ۔ چونکہ واصلان حق ما سوائے اللہ سے یکسوئی وخواہشات دُنیا اور حظوظ نفسانی سے روگردانی کرتے تھے ۔ اس لیئے ان کی عادت واحوال واقوال وافعال کا نام تصوّف رکھا ۔ اَلتَّصَوُّفُ تَصْفِیَۃُ الْخَیَالَاتِ عَنْ مَاسِوَی اللّٰہِ

[1] یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ اے کملی والے ۔ ۱۲

یعنی اپنے خیالات کو غیر اللہ سے پاک و صاف رکھنا۔ اس کا نام تصوف ہے۔ اور یہی لوگ۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ کے مصداق ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علوم ظاہری و باطنی کے جامع یہی لوگ ہیں۔ اور بعض کا قول ہے چونکہ اکثر فقرائے متقدمین صوف پسند کرتے تھے۔ بسبب لباس صوف کے ان کو صوفی کہا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ صفائے باطن کی وجہ سے اونکو صوفی کہا جاتا ہے۔ لیکن اہل اسلام سے پہلے کچھ لوگ خانہ کعبہ کی صفائی اور جھاڑ پونچھ صوف سے کیا کرتے تھے۔ اس لیے وہ لوگ صوفی کے نام سے نامزد تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو ان میں سے بیالیس آدمی کی ایک جماعت مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہم لوگ دنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی میں یاد الٰہی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور انہوں نے صحرا میں اقامت اختیار کی اور اپنے گروہ کا نام صوفی رکھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہد خلافت میں اس گروہ کو فیض باطنی آپ سے حاصل ہوئے۔ چونکہ اس عہد میں جہاد کم ہو گیا تھا اس لیے اکثر لوگ ترقی عبادت کا مشغلہ ڈھونڈھنے لگے اور فرائض و سنن کے بعد نوافل کو ترقی ہونے لگی اور شیوخ اور علما کی محفلیں گرم رہنے لگیں ۱۴۹ہ ہجری میں حضرت شیخ الوان رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام جدہ طریق تصوف کو ایک سلسلہ کی صورت میں مرتب کر کے اس سلسلہ کا نام الوانیہ رکھا کئی لاکھ آدمی اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ اور آپ نے ہر ایک کو علی قدر مراتب طریق مجاہدہ و مکاشفہ وغیرہ کی تعلیم فرمائی پھر بتدریج اور سلاسل قائم ہوئے۔ بہر حال تصوف نے خدا کی توحید میں عجیب و غریب پسندیدہ خیالات ظاہر کیے ہیں۔ جو کم و بیش ہر ملت و مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ اور اپنے اصول کو دلچسپ بنانے میں بڑے بڑے دقایق حکمیہ سے کام لیا ہے۔ ایک بڑے فلاسفر جرمنی کا قول ہے کہ خدا کی طرف سے کتنی ہی آنکھیں کیوں نہ بند کیجاویں۔ لیکن اوس کا اثر ہر جگہہ موجود ہے ایک ہی اثر ہے جو جمادات میں غیر محسوس نظر آتا ہے۔ اور حیوانات میں ناقص اور انسان

میں کامل حالت کو دکھلا رہا ہے۔ یہ ہی مسئلہ کہ خدا سب میں موجود ہے۔ بڑے بڑے جھگڑوں اور بڑے بڑے مذہبی تفرقوں کا باعث ہوا۔ سب کو اس میں سمجھنا اور اس سے کسی کو خالی نہ جاننا اس وقت بھی بہت سے مذاہب کا عقیدہ ہے۔ شکھیامنی نے بودہ مذہب میں اسی عقیدہ کی تعلیم پر بہت کچھ زور دیا ہے۔ کہتا ہے کہ ہم فنا ہوتے ہیں اور اس میں مل جاتے ہیں اور اسی کا نام غایت عیش ہے جس سے نروان۔ یعنی توحید و فنا مراد ہے۔ یورپ میں ایروس نامی ایک فلاسفر نے عیسائی مذہب کا مدار بھی اسی مسئلہ پر ثابت کیا ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں خلیفہ الحاکم ثانی کے عہد میں بطرس بزرگ عیسائی اور میمونیدس یہودی کا مذہب بھی یہی تھا۔ آخرکار ایسے عقاید والوں کو رومن کیتھلک پوپوں نے برباد کر کے نکال باہر کیا۔ اور اسلام میں بھی اکثر عقائد دوسروں کے عقائد سے ملتے جلتے ہیں اور جیسے اسلام نے غیر مذاہب کو چھانا۔ ویسے ہی اسلام کے تصوف نے بھی غیر مذاہب کے عقائد کی چھان بین کر کے ایک خاص مسلک اختیار کیا ہے۔ اسپین کے اقبال مند مسلمانوں نے جہان اور علوم و فنون میں ترقیان حاصل کین۔ وہان تصوف کی تحقیقات میں بھی سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ عقاید صوفیہ یعنی مسایل ہمہ اوست و ہمہ از وست وغیرہ کی ترقی اول اندلس میں ہوئی۔ یعنی جب علمائے یہود و نصاریٰ و اسلام ایک جا جمع ہوئے۔ تو خواہی نخواہی ایک خلط مبحث پیدا ہوا جن کو فلسفہ کی طرف توجہ تھی وہ عقاید ارسطو پسند کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہر چیز کا ایک ہی مخرج ہے۔ دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے ہیں سب میں ایک ہی اثر کا ظہور ہے وہی ہر چیز میں سمایا ہوا ہے۔ اور ہم سب اوسی سے نکلے ہیں اور اوسی میں جا ملین گے فریڈرک ثانی کے زمانہ میں ان عقائد کا زور اول سسلی میں ہوا اور خود بادشاہ ہی ان عقاید کا معتقد ہو گیا۔ آخرکار ان کا ایسا عروج ہوا کہ اس کے اثر سے عمومیت حاصل کر لی۔ فنافی الشیخ۔ و فنافی الرسول۔ و فنافی اللہ۔ ان سب کا وجود فلسفہ میں موجود ہے جس کا سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ تمام عالم کا مخرج ایک ہی ہے اور اوس میں سب کو جذب ہونا ہے بلکہ اب بھی ایک ایسا نامعلوم جاذب ہے کہ مفہومات کلی اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ چنانچہ علامہ حلی و علامہ نصیر الدین طوسی و صاحب صدرا

نے تصوف کی نسبت جو کچھ حکیمانہ خیالات ظاہر کئے ہیں ان کو صاحب مجمع البحرین نے علی الترتیب نقل کیا ہے۔ غرض تخم تصوف خدا کی زمین میں ہزاروں برس سے نمودار نظر آتا ہے اور جیسے دنیا کی آبادی میں فارس کو سب پر تقدم ہے ایسے ہی تصوف کا نشو و نما بھی سب سے پہلے یہیں پایا جاتا ہے اور کتب مذاہب مختلفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت طوبیٰ کا بیج حکمائے اشراقین نے بویا اور حکمائے مشائین نے سینچا۔ اور فارس میں اس کا نشو و نما ہوا۔ اور مصر و یونان کی آبیاری نے شاخ و برگ پیدا کئے۔ ہندوستان کی نسیم نے گل شگفتہ کر کے بو باس پیدا کی۔ شریعت اسلام نے خوشبو سونگھی متکلمین نے بہار دیکھی۔ صوفیوں نے پھل کھائے۔ سچ تو یہ ہے کہ تصوف حکیم بن کر آیا اور فقیر ہو کر رہا اور شہنشاہی شان بنا کر گیا۔ تصوف کا بحر ناپیدا کنار شریعت کے دریائے ذخار میں بڑی خوش آبی اور صفائی سے موجیں مارتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ شریعت کے درخت میں تصوف کی قلم بڑی کاریگری سے چڑھائی گئی ہے۔ شریعت کی شاہراہ مستقیم سے طریقت کے راستہ کی داغ بیل نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ قابل قدر زلہ سفروں کے ہاتھوں سے لگائی گئی ہے۔ طوبائے شریعت پر صوفیوں کی نغمہ سرائی طایران سدرہ کی زمزمہ سنجی سے بالاتر ہے۔ خودی میں خدائی و رعیت میں بادشاہی کے مزے جو صوفیوں نے لوٹے دوسروں کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہوئے اور باوجود پابندی مذہب جو نکات انہوں نے بیان فرمائے ہیں کسی حکیم کے وہم و خیال میں بھی نہیں گذرے انتہائے شریعت آغاز تصوف ہے اور تصوف کی انتہا میں وجود شریعت فنا فی اللہ نظر آتا ہے۔ اس کے اصول پانچ ہیں۔ گرسنگی۔ خاموشی۔ بیداری۔ تنہائی۔ یاد الٰہی۔ اور بعض کا قول ہے۔ کہ تصوف کے ارکان پانچ ظاہری ہیں۔ اور پانچ باطنی۔ پانچ ارکان ظاہری یعنی **اول** خدمت پیرون کی اور یاروں کی اور عاجزوں کی **دوئیم** پیروں سے خرقہ ارادت پہننا۔ **سوئیم** ذکر و فکر و عبادت کرنا خلوت میں **چہارم** تربیت پانا پیروں کی صحبت میں بے اعتراض و بلا اختیار کالمیت بید الغسال یعنی جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں **پنجم** فتوت یعنی سخاوت و بذل و ایثار میں پیش قدمی

کرنا۔ اور ارکان باطنی یہ ہیں۔ اوّل علم یعنی احکام شریعت و طریقت کا جاننا۔ دوئم عمل کرنا اخلاص و صدق دل کے ساتھ سوئم اپنے باطن میں حال پیدا کرنا چہارم دل کے مقام میں پہنچنا پنجم حق سبحانہ تعالےٰ کی معرفت حاصل کرنا۔ جبتک یہ ارکان ظاہری و باطنی سالک کی ذات میں جمع نہیں ہوتے وہ صوفی نہیں ہوتا شیخ ضیاء الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ ابتدائی تصوف علم ہے اور اوسط عمل خالص۔ اور آخر بخشش خدا۔ علم تو مرید کی مراد کھولتا ہے اور عمل طلب توفیق پر مدد کرتا ہے اور بخشش خدا امید کی غایت پر پہنچا دیتی ہے بعض کا قول ہے کہ صوفی اپنے دل میں سوائے خدائے تعالےٰ کے کسی کو جگہ نہیں دیتا جس مقام پر پہنچتا ہے اُس کی نفی کرتا ہے یہان تک کہ خداوند تعالےٰ تک پہنچ جاتا ہے بعض فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ ہمیشہ بغیر کسی علاقہ کے خدا تعالےٰ کے ساتھ ہو بعض فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جس کو خدائے تعالےٰ حظوظ نفسانی سے فانی اور اپنے مشاہدہ میں باقی کردے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے کہ جو متواضع ہو اور جفائے خلق کے برداشت کرنے پر ایسا بردبار ہو جیسے زمین۔ شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صوفیوں کے تین گروہ ہیں۔ اوّل۔ مرید۔ جو اپنی مراد کو طلب کرتا ہے۔ دوسرا۔ متوسط جو آخرت کی راہ میں چلتا ہے تیسرا۔ منتہی جو اپنے مقصود کو پہنچ گیا ہے مرید اپنے وقت کا متوسط اور اپنے حال کا منتہی ہے۔ اور پاس انفاس میں اپنے سانس کا نگہبان اور اس کو سب احوال میں افضل جانتا ہے اور مراد کی طلب میں سختیاں برداشت کرتا ہے۔ مرید کا کام ہے مجاہدات میں مقام کرنا ریاضات و عبادات میں تکلیف اٹھانا صبر کی تلخی چکھنا۔ نفسانی لذتوں سے بچنا۔ متوسط سے منازل آداب کا مطالبہ ہے اور وہ صاحب تلوین ہے کہ ادنےٰ حال سے اعلیٰ کی طرف ترقی پاتا ہے اور ہمیشہ زیادتی میں ہوتا ہے۔ اس کا مقام مرادات کی طلب میں سختیاں اٹھانا ہے اقوال و افعال میں سچا رہنا کمال کے مقامات میں ادب برتنا۔ منتہی درجہ صحو و تمکین میں ہے ظاہر مع الخلق اور باطن مع الحق جیسے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے غار حرا میں تنہا گوشہ نشین رہتے تھے پھر مخلوق کے شامل رہنے لگے۔ حضرت جنید رح

فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے اصول پانچ ہیں ایک صوم دوم قیام شب بعبادت سوم اخلاص عمل بہ تقرب الی اللہ چہارم رعایت اعمال اور کسی رکن میں خدا سے غافل نہ ہونا پنجم توکل۔ شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذہب کے لیئے ظاہر و باطن ہے۔ ظاہر تو یہ ہے کہ خلق خدا سے ادب برتے اور باطن یہ ہے کہ کل اصول و مقامات میں اللہ کے ساتھ ہو۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی شخص کو نماز میں لعب یعنی بیہودہ حرکت کرتے دیکھا فرمایا کہ اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو نماز میں اس کے اعضا بھی خاشع ہوتے۔ صاحب مصباح الہدایہ فرماتے ہیں کہ صوفیوں سے مراد واصل و کامل ہے اور قرآن مجید میں مقربین اور سابقین انہیں لوگوں سے مراد ہے نہ وہ جماعت کہ بمجرد اسم و رسم دوسروں سے متمیز اور مخصوص ہوں۔ بلکہ اصحاب حقیقت صوفی اسکو کہتے ہیں جو بدرجہ مقربین حضرت تقدس و تعالےٰ اور بہ صفت کمال سابقین پہنچا ہو۔ خواہ وہ متسم برسوم صوفیہ کرام ہو یا نہ ہو۔ اور عوام الناس اوس کو صوفی کہتے ہیں جو مترسم برسم صوفیہ کرام ہو اگرچہ اہل حقیقت سے نہ ہو البتہ جو گروہ خاص ہو وہ رسمی صوفیوں کو صوفی نہیں بلکہ مشبہ کہتے ہیں صاحب مجمع سلوک فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنے آپ سے فانی اور حق تعالےٰ کے ساتھ باقی ہو اور متصوف وہ ہے کہ اس درجہ کو مجاہدہ میں طلب کرے اور حصول جاہ اور حظ دنیا کے واسطے صوفیوں کی سی صورت بنالے اور صوفیوں کے کام اور معنی سے خالی ہو۔ حضرت قشیری حضرت جنید سے روایت کرتے ہیں کہ اَلتَّصَوُّفُ اَنْ یُّمِیْتَکَ الْحَقُّ عَنْکَ وَیُحْیِیْکَ بِہٖ یعنی تصوف وہ ہے کہ اللہ تجھ کو تیرے نفس سے مار دے اور اپنے ساتھ زندہ کرے یعنی بخود فانی و بحق باقی۔ اور ولی کی بھی یہی تعریف ہے پس صوفی اور ولی اور تصوف و ولایت شے واحد ہوئی اور جمہور اہل اللہ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ ولایت سے تصوف مرتبہ خاص ہے۔ اور بعض کے نزدیک تصوف یہ ہے کہ دل کی حفاظت غیر سے کرے اور حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر فرماتے ہیں کہ سات سو مشایخ طریقت نے ماہیت تصوف بیان کی ہے ان سب میں بہتر قول یہ ہے اَلتَّصَوُّفُ صَرْفُ الْوَقْتِ بِمَا

صوفیائے خفیہ پوش از

هُوَ اَوْلیٰ بِهٖ یعنی تصوف وقت کا صرف کرنا ہے اوس چیز میں جو اوس کیلئے بہتر ہے۔ صوفی و فقیر و زاہد کی تعریف میں بھی قول مختلف ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ صوفی تارک الاشیا عیوض موعود کے واسطے نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے وقت میں خوش ہوتا ہے اور صوفی خدا تعالے کے ارادہ سے قایم بہ اشیا ہوتا ہے نہ اپنے ارادے سے پس صورت فقر و غنا میں کوئی فضیلت نہیں دیکھتا اور فقر و تصوف میں بہت فرق ہے اس لیئے کہ فقیر اشیا میں بخود قایم اور بارادہ خود واقف ہے برخلاف صوفی کے کہ وہ بمراد خود خدا تعالی کے ساتھ قایم ہے چنانچہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح رہتے ہیں۔ کہا کہ جیسے وہ رکھتا ہے۔ کہا کیسے رکھتا ہے؟ جواب دیا کہ جس طرح وہ چاہتا ہے۔ کہا کس طرح چاہتا ہے۔ کہا کہ مجھکو اوسکی چاہ سے کیا مطلب حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال یہ کہتا رہا کہ الٰہی ایسا کر وہ ویسا کر جب اول مرتبہ معرفت میں پہنچا تو میں نے کہا خدایا تو میرا ہوا اور جو چاہے سو کر۔ یہ علم شریف فقیر و زاہد کے پاس نہیں پایا جاتا اس لیئے کہ زاہد ترک کو افضل جانتا ہے اور اخذ کو قبیح۔ اور یہی حال فقیر کا ہے حضرت شبلی رح فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو بہشت و دوزخ پر اختیار دیں تو میں دوزخ اختیار کروں کیونکہ بہشت میرے نفس کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔ بخلاف فقیر و زاہد کے کہ وہ صفت میں تمیز نہیں کرتے بلکہ اوس چیز کو اختیار کرتے ہیں جو ترک کو بڑھائے اور دنیا کے دھندوں سے بچائے۔ فقر اور زہد کی حقیقت ایک خاص وصف ہے جو صوفی کی حالت کے لیئے لازم ہے مگر صوفی کا مرتبہ زہد میں زاہد کے مرتبہ سے بہتر ہے کہ حظ نفس صوفی سے دور ہے۔ اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا وَهُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَهْلِ اللّٰهِ حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی رح فرماتے ہیں کہ فقر اور چیز ہے اور تصوف اور چیز۔ فقر کی نہایت تصوف کی بدایت ہے اسی طرح زہد اور ہے اور فقر اور۔ فقر صرف محتاجگی اور نہ ہونے کو کہتے ہیں بلکہ فقر محمود یہ ہے کہ اللہ تعالے پر توکل اور اوس کی بانٹ پر راضی ہو اسی طرح صوفی اور ہے اور ملامتی اور صوفی وہ ہے کہ مخلوق میں مشغول نہیں ہوتا اور ان کے رد و قبول کی پرواہ

نہیں کرتا اور ملامتی وہ ہے کہ اپنی نیکی کو دکھاتا نہیں اور بدی کو چھپاتا نہیں مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ اہلِ شام تصوّف اور فقر میں کچھ فرق نہیں کرتے اور اِس آیتہ سے تمسک کرتے ہیں لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حالانکہ یہ سب اہلِ تصوّف تھے۔ اور اسم صوفی کا اطلاق اہلِ معرفت کے ساتھ اِس لیئے ہے کہ اکثر مشائخ قدما دنیا کے تعطل وزہد و نیز اقتدا ے انبیاے علیہم السلام کی وجہ سے لباس صوف پہنتے تھے اور ایک دوسرے کو صوفی کہتے تھے۔ فقیر کے معنی محتاج کے ہیں اور فقر بمعنے محتاجگی یعنی ماسواے اللہ میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہیں اور بجز خدا کسی کو دوست نہیں رکھتا دنیا و آخرت دونوں کو اللہ تعالے پر قربان کر دیتا ہے۔ پس فقیر ذات کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھتا اسکی ذات کا محتاج اور اسی کی ذات کی محتاجگی رکھتا ہے اور جس وقت ذاتِ خدا میں فانی ہوتا ہے تو حجاب بندگی اور خدائی کا مرتفع ہو جاتا ہے سلطان الاتقیا تاج الاولیا سید الاصفیا ابن المصطفٰے والمرتضٰے فرحت دل فاطمہؓ زہرا جگر گوشہ حسنؓ المجتبٰے وحسین شہید کربلا محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی سید عبد القادر جیلانی سلام اللہ تعالے علیہم اجمعین اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ متصوف وہ ہے جو صوفی بننے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی مشقت سے صوفی بنتا ہے اور صوفیانہ لباس پہنتا ہے اسی لیئے وہ متصوف کہلاتا ہے جیسے قمیص پہننے کے لیئے لفظ تَقَمُّص اور دراعہ پہننے کیلیے لفظ تَدَرَّعَ بولتے ہیں اسی طرح جو شخص زہد میں آیا اس کو مُتَزَهِّد کہتے ہیں۔ جب وہ اپنے زہد میں منتہی ہوا تو سب چیزیں اس کی دشمن ہوگئیں اور وہ اُن سے فانی ہوا پس ہر ایک نے اپنے یار کو چھوڑ دیا اُس وقت وہ شخص زاہد کہلاتا ہے اور اس کے لیئے بے خواہش ہر چیز موجود ہوتی ہے اور اُن چیزوں سے نہ اُسے محبت ہوتی ہے نہ بغض بلکہ خداے تعالیٰ کی فرمان برداری اور اس میں فعل خدا کا انتظار کرتا ہے اس کو متصوف کہتے ہیں اور جب اس معنے سے موصوف ہوتا ہے تب صوفی ہوتا ہے پس لفظ صوفی ماخوذ مصافات سے ہے بمعنے پاکی یعنی وہ بندہ کہ حق تعالے نے اس کو نفس

کی آفتوں اور برائیوں سے پاک کر دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تصوف یہ ہے کہ خدا کے ساتھ سچائی اور خلقت کے ساتھ نکوئی کرے۔ اور فرق متصوف اور صوفی میں یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہے اور صوفی منتہی متصوف نے وصال کا راستہ شروع کیا ہے اور صوفی راہ کو قطع کر چکا ہے اور جس کی طرف قطع و وصل ہے اس کے پاس پہنچ گیا ہے صوفی سب بھاری اور ہلکے بوجھ کو اٹھا چکا ہے اور متصوف باندھ بوندھ کے اٹھانے والا ہے لیکن جب اُس نے اٹھالیا اور نفس کو مار دیا اور خواہشوں کو مٹا دیا امیدوں کا ستیاناس کر دیا تو اس کا نام صوفی رکھا گیا اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید متصوف اپنی خواہشات و ہوائے نفس و شیطان و خلق و پروردگار و دنیا و آخرت کو فریب دہندہ ہے اور عبادت خدا کے لیئے مخصوص کرتا ہے واسطے جدا ہونے شش جہات کے تمام اشیاء سے اور اُن سے ترک عمل کرنا اور ان کی موافقت سے دل کو جدا کرنا اور دل کو اُن کی محبت سے جدا رکھنا اور دنیا کو ترک کرنا اور شیطان کی مخالفت کرنا ہے اور مفارقت کرنا تمام خلقت خدا سے بموجب حکم خدائے عزوجل بغرض طلب آخرت پھر اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالتا ہے اور آخرت سے اور جو کچھ کہ آمادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے دوستوں کے لیئے مفارقت کرتا ہے پھر باہر آتا ہے اکوان سے اور صاف ہوتا ہے احداث سے اور پاک ہوتا ہے خاص خدا کے واسطے پھر جدا ہو جاتے ہیں تمام علایق و اسباب و اولاد و اہل اور بند ہو جاتے ہیں اس سے تمام اطراف اور کھل جاتے ہیں تمام جہات کی طرفین اور تمام دروں کے دروازے اور وہ رضا ہے بمقتضائے پروردگار۔ اور کام کرتا ہے اس میں اُس کا جو اللہ ہے ماضی و استقبال کا اور خبر دائے ہے اسرار خفیات سے اور پھر وہ دروازہ کھل جاتا ہے جس کا نام ہے باب قربت اس بادشاہ کا جو نیک جزا دہندہ ہے پھر نشست گاہ انس کی طرف بلند کیا جاتا ہے پھر بیٹھتا ہے کرسی توحید پر اور اٹھائے جاتے ہیں اُس سے حجاب اور داخل ہوتا ہے دار فردانیت میں اور اس کو منکشف ہوتا ہے جلال و عظمت پروردگار۔ اور جب نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو بے ہستی خود باقی رہتا ہے

اور اپنے نفس وصفات و بازگشت و قوت و حرکت و ارادہ و آرزوے دُنیا و آخرت
باز رہتا ہے پھر ہو جاتا ہے اِس ظرف بلور کی مانند جو صاف پانی سے بھرا ہو۔ اور
اس میں ہر چیز صاف ظاہر نظر آئے پس حکم نہیں کرتی اُس پر بجز تقدیر حق اور موجود نہیں
رہتا اُس کو غیر حق پس وہ فانی ہے از خود و از بہر خود اور موجود ہے بہ امر مولائے خود اور نہیں
چاہتا خلوت کو اس لیے کہ خلوت واسطے موجود کے ہے خاص خدا کے لیے پس
وہ بچہ کے مانند ہے کہ اگر کوئی کچھ نہ کھلائے تو نہیں کھاتا اور اگر کوئی کپڑا نہ پہنائے
تو نہیں پہنتا پس اُس نے اپنے سر کو دیدیا اور سپرد کر دیا اوس وقت اِس آیۃ کے مصداق
ہو جاتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ مگر باوجود موجودگی جسم
درمیان آفرینش حق کے کردار و اعمال و اسرار و ظواہر و پوشیدگیوں اور نیتوں سے جدا
ہے پس اس وقت اس کا نام صوفی اس لیے رکھا جاتا ہے کہ وہ صاف کیا گیا ہے تکدر
خلایق سے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ۔ اِن بیانات سے ثابت ہوا کہ تصوف کے چار درجہ ہیں۔ شریعت[۱] طریقت[۲]
حقیقت[۳] معرفت[۴]۔ چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن چار مراتب کو ا
سے مثال دی ہے یعنی جیسے اخروٹ کے چار درجہ ہیں پوست[۱]۔ استخوان[۲] مغز[۳]
روغن[۴] اسی طرح تصوف کے بھی چار مراتب ہیں شریعت پوست ہے طریقت استخوان
حقیقت مغز معرفت روغن اگر پوست نہ ہو تو استخوان کا پیدا ہونا محال ہے اور استخوان
نہ ہو تو مغز کہاں اور جب مغز ہی نہیں تو روغن کجا پس تصوف ایک درخت ہے جس
کی شاخ طریقت اور پھول حقیقت اور پھل معرفت بہر حال شریعت
اصل اصول تصوف ہے بغیر شریعت[۱] تصوف حاصل نہیں ہو سکتا عالم پانچ قسم کے ہیں
یعنی عالمِ[۱] دُنیا عالمِ شریعت[۲]۔ عالمِ طریقت[۳]۔ عالمِ حقیقت[۴] عالمِ معرفت[۵]۔ عالمِ دُنیا وہ ہے
کہ تکبر و بغض و نفاق کی دستار سر پر ہو اور کفر اکفر اکا کفر بگ بغل ہیں اور علمِ دین کے
ذریعہ سے دُنیا حاصل کرے یہ دُنیا کے کہتے ہیں اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ یعنی
دُنیا مردار ہے اور اوس کے طلب کرنے والے کتے ہیں یعنی وہ دنیا جو غیر مشروع

طور پر حاصل کی جائے وُہ جیفہ ہے اور اس کے طالب سگ ہیں ورنہ جو پاک دُنیا ہے وُہ
مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ ہے عالمِ شریعت وُہ ہے کہ بعد حصول علم دینیات کے مسائل
یَجُوْزُ وَلَایَجُوْزُ کے جھگڑے میں گرفتار ہوا ور مدعی کو علم کلام کے ز ایسا
کرے اِن کو علمائے ظواہر کہتے ہیں اِن کی مثال اخروٹ کے پوست کی سی ہے
یعنی زاہد خشک عالمِ طریقت وُہ ہے جو ان علمار سے کترا کے الگ ہوا اور جامہ تقا
ن کر مجاہدہ نفس پر کمر باندھی وصلحا میں داخل ہوا لیکن ابھی انانیت باقی ہے کہ گناہگار ان
سے بھاگتا ہے اور غیر شرع سے نفرت کرتا ہے یہ نفرت دلیل اِس بات کی ہے کہ
پنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ طریقت میں پہلا قدم دوئی اور انانیت
مٹانا ہے مثال اِس کی استخوان کی ہے اب مغز پیدا ہونے کا یقین ہوا عالمِ
حقیقت وُہ ہے کہ رہبر کامل کے وسیلہ سے طریقت سے حقیقت میں آوے ۔
اس وقت جملہ مخلوقات کو اپنے آپ سے بہتر و افضل جانتا ہے یہ مرتبہ مغز کا ہے یعنی
ابرار میں پہنچا اور پر مغز ہوا۔ عالم معرفت وہ ہے کہ حقیقت سے مقام معرفت
میں پہنچے یہاں نہ کچھ بُرا ہے نہ بھلا سب درجہ مساوات میں ہیں یعنی اِس مقام میں
اسرار مشیت سے واقف ہو کر ابرار سے مقربین میں داخل ہوتا ہے اور مقام قرب
حاصل کرتا ہے یہ مثال روغن کی ہے اِس طریق کو راہ سلوک و تصوف کہتے ہیں
اور ایسے عالم کو صوفی و عالم ربانی و وارث انبیاء و خلیفۃ اللہ و قطب مدار و قطب الاقطاب
کہتے ہیں جب تک تصوف کے یہ چار مراتب کما حقہ حاصل نہیں کر لیتا صوفی نہیں کہلاتا
ور اگر کسی کو مثلاً مغز یا روغن نکلا نکلایا مل گیا بقول سعدی علیہ الرحمۃ ۔ ع ۔ ابلہ اندر
خرابہ یافتہ گنج ۔ کا مضمون ہو جاوے تو وہ بے بھاگوا بھٹائی گیرہ رندہ کہلائیگا اور ہر شخص
یہی کہیگا کہ معلوم نہیں یہ شخص کس کا مال چرا لایا ہے اگرچہ اس وقت وہ مالدار و دولت مند
ہو گیا ہے لیکن قابلِ اعتبار نہیں ہاں خود کھا و چبین اڑا وے یہ نہیں ہو سکتا کہ نامی تجار
صاحب وقار و گرامی دکان دار یا عطار نامدار ہو کہ جو چاہو سو موجود ہے یہ مرتبہ صوفی کا ہر
ہر ایک اِس کے لایق نہیں ہے سلوک تضمنتین راہ رفتن و در تمام امور نیک

ردی اختیار کردن عیصطلاح صوفیہ کرام میں اس کے معنے طلب تقرب حق ہو
یہ ایک علم شریف ہے کہ جس کا طالب دل ہے نہ زبان یہ وہ صراط پر یم ہے کہ جس کا
سالک قلب ہے نہ پانو۔ اسی کا نام علم قلب و حکمت و فقر و علم باطن ہے اسی کے مقامات
کا نام شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت ہے اسی علم کے ابواب کا نام طلب و
عشق و عرفان و توحید و استغنا و فنا و بقا ہے اسی علم کے حصول کو تذکر و تصور و تفکر
و استغراق و سکر و بیداری و خوشی و محویت و صحویت و حیرت کہتے ہیں اسی علم سے
اپنی شناخت اور عرفان الٰہی ہوتا ہے اسی علم کے فاضل کو سالک و صوفی و فقیر
و انسان کامل کہتے ہیں یہ علم شریف عزیز الوجود ہے کما قال علیہ السلام مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ
شَیْئًا اَقَلَّ مِنَ الْیَقِیْنِ وَلَا قَسَّمَ بَیْنَ النَّاسِ اَقَلَّ مِنَ الْحِکْمَۃِ یعنی اللہ تعالےٰ نے
کوئی چیز یقین سے کم نہیں اتاری اور نہ کوئی چیز لوگوں میں حکمت یعنی معرفت سے کم تقسیم
کی ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس علم کی کچھ فضیلت اور صاحب علم کی تعریف
اور ان کی صحبت کی بزرگیاں بیان کی جائیں تاکہ اہل دنیا کو اس کے حصول کا شوق پیدا
ہو اور خواہشات نفسانی کو ترک کرکے اپنی جان و مال کو محبوب حقیقی کی طلب و تلاش
میں صرف کریں اور معشوق ازلی کے شوق دیدار میں مسرور و شادکام رہیں۔

بیان سوئم علم تصوف کی فضیلت میں

فضیلت علم التصوف

پہلے اس سے کہ میں فضیلت تصوف و صوفی و صحبت فقرا میں کچھ بیان کروں یہ بات
بیان کرنا ضرور ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم و علما کی بہت فضیلت بیان
فرمائی ہے بہت احادیث اس باب میں مروی ہیں کما قال علیہ السلام فَضِیْلَۃُ الْعَالِمِ
عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰکُمْ[1] یعنے فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے فضیلت
میری تم میں سے ادنےٰ آدمی پر اہل تصوف فرماتے ہیں کہ یہاں عالم علم معرفت مراد

[1] یہ حدیث ابن عبد البر نے بروایت معاذ بیان کی ہے۔

سے ہے نہ محض عالم علم رسمی پس ہر ایک علم کا عالم اس فضیلت کا دعوے دار ہے اس بارے میں ہم کو کوئی ایسی معیار و میزان مقرر کرنا چاہیئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل منشار معلوم ہو جائے کہ وہ کونسا علم و عالم ہے جس کو سب علم و علمار پر فضیلت و بزرگی ہے اور اوس کو عقل سلیم بھی تسلیم کرے پس ہم اسی غرض کے لیئے ایک میزان قایم کرتے ہیں جس سے منشار رسول خدا صلعم ظاہر ہو۔ وہ **میزان** یہ ہو کہ جمیع علوم میں سے جس علم کا معلوم باقی علوم کی معلومات پر فضیلت رکھتا ہو اسی قدر وہ علم اور اس کا عالم باقی اور علوم اور اون کے علمار پر افضل ہو گا اس معیار سے پورا پورا معلوم ہو جائیگا کہ رسول علیہ السلام نے کس علم و عالم کی فضیلت بیان فرمائی ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سب سے افضل و برتر ذات باری تعالے عزاسمہ ہے تو جس علم سے اس ذات کا عرفان ہو وہ علم اور اوس کا عالم باقی سب علوم و علمار سے افضل ہو گا اور وہ علم علم معرفت ذات آلہی ہے جس کو تصوف و فقر کہتے ہیں اور اس کے عالم کو عارف و فقیر و صوفی۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے علم معرفت و عارف کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور یہ سب علوم ظاہری ہیں جن میں علم دین بھی شامل ہے اور صرف معرفت ہی علم باطن ہے اور باطن کو ظاہر پر تقدم ذاتی ہے ذات آلہی بطون سے ظہور میں جلوہ گر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ علم معرفت فضیلت میں سب علوم سے اول درجہ پر ہے اور علم دین یعنے شریعت دوم درجہ پر اور باقی اور علوم اور علمار کی فضیلت اسی میزان کے ذریعہ سے درجہ بدرجہ معلوم ہو سکتی ہے چنانچہ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمیع علوم معارف علم معرفت ذات آلہی کے خادم ہیں اور علم معرفت ذات آلہی سب سے افضل ہے حدیث شریف مذکورہ میں جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ اس کا علم ایسا ہو جس کا نفع عام ہو پس ایسا علم البتہ کسی خاص عبادت کنندہ پر افضل ہو گا ورنہ اس کا علم اگر عمل سے قاصر ہے تو یہ عالم محض علم کی وجہ سے افضل نہیں ہو سکتا پس اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عارف ذات آلہی جمیع علمائے ظواہر سے افضل ہے

اور جو علم جس قدر معرفت آلہی کے قریب ہے اسی قدر اوس کی فضیلت باقی اور علوم و علمار پر ہے اور عرش آلہی کی یہ چار سیڑھیاں ہیں جو نہایت بلند اور دشوار گذار ہیں۔ اوّل شریعت۔ دوم طریقت۔ سویم حقیقت۔ چہارم معرفت۔ جو پہلی سیڑھی یعنے شریعت سے لغزش کھا کر گرے گا قعر جہنم میں پہنچے گا اس کے محافظ اور طریق موصل الی المطلوب کے راہ نما علمائے دین متین ہیں جو باعمل و بااخلاص ہوں اور باقی تینوں سیڑھیوں کا محافظ پیر کامل ہے جو طالب صادق کو اس قنطرہ[۱] خوفناک سے بحفاظت تمام سلامت لے جاکر عرش برین عرفان پر پہنچا دیتا ہے انہیں صوفیوں کی شان میں ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل۔ حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم بے عمل عقیم یعنے بانجھ ہے اور عمل بے علم بیکار۔ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ[۲] یعنے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ یعنے علم دین و معرفت۔ رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَۃٌ یعنی علمار کا اختلاف رحمت ہے۔ ایک عارف سے پوچھا گیا کہ وہ کون سے عالم ہیں جن کا اختلاف رحمت ہے کہا وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ سے سند لیتے ہیں اور رسول اللہ صلعم کی متابعت اور اصحاب رسول صلعم کی پیروی میں کوشش کرتے ہیں اور ان علمار کے تین گروہ ہیں۔ اصحاب حدیث۔ فقہا۔ علمائے صوفیہ۔ اصحاب حدیث تو وہ ہیں جو رسول صلعم کی ظاہر حدیث سے چمٹے ہوئے ہیں کہ حدیث دین کی بنیاد ہے۔ اس لیئے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنے جو تم کو رسول صلعم دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ اصحاب حدیث حدیث کے سماع و نقل و تالیف اور صحیح کو موضوع و ضعیف سے جدا کرنے میں مشغول ہوئے یہ لوگ دین کے نگہبان ہیں۔ راقم کہتا ہے کہ یہ کام تو علمائے سلف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ختم ہو چکا ہی ہمارے زمانے کے علمار کو بجز بحث و جدال اور تکفیر ہمدگر کے کوئی مشغلہ باقی نہیں رہا اعمال صالح و اخلاق محمدی

[۱] پل و سیڑھی۔ [۲] یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے

کی اِن حضرات کو ضرورت ہی نہیں اسلاف کے قصّے اِن کے فخر کے واسطے کافی ہیں۔ فقہاء[2]۔ اگرچہ اصحاب حدیث سے علم کو لیتے ہیں لیکن اِس گروہ سے بہتر ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھ بوجھ معنے کی اِن سے زیادہ اور اچھی رکھتے ہیں اور حدیث کی دلالت سے مسائل کو استنباط کرتے ہیں اور نظر تعمق سے غور کے ساتھ احکام و حدود کی ترتیب دیتے ہیں اور ناسخ و منسوخ و مطلق و مقید و مجمل و مفسر و خاص و عام و محکم و متشابہ میں تمیز کرتے ہیں سو یہ لوگ دین کے حاکم و نشان ہیں اور صوفیہ کرام نے اِن لوگوں کا مذہب اختیار کیا ہے جو فقہ و حدیث کے جامع ہیں اور فروع میں جو علماء کا اختلاف ہے اس کا انکار نہیں کرتے اور وہ دونوں فریق سے ان علوم و رسوم کو لیتے ہیں جو تعصب سے دور اور کتاب و سنت و اجماع کے موافق ہوں صوفیہ میں سے جو حضرات علم فقہ پر حاوی نہیں ہیں وُہ احکام شرع اور حدود دین میں فقہا کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جس پر فقہا کا اتفاق ہے۔ یہ بھی اتفاق کرتے ہیں اور جس میں اختلاف ہے اس میں قول بہتر اور مرجح کو یا جس میں احتیاط زیادہ ہو اختیار کرتے ہیں اِن کا یہ مذہب نہیں کہ خواہی نخواہی بعید تاویلیں ڈھونڈیں اور شہوت کو اختیار کریں اِن علوم کے سوا جن کا ذکر ہوا صوفیہ میں علوم عالیہ و اصول شریفہ اور بھی ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مرج البحرین میں لکھتے ہیں کہ راہ راست وہ ہے کہ عقل کو نقل کے تابع کریں عقل پر اعتماد کلی نہ کریں حجت سے پیش نہ آئیں بلکہ اس بارہ میں غلامی اور انقیاد و تسلیم کو اختیار کریں ؎

	نہ انگیختن علت از کار تو		زبان تازہ کردن باقرار تو

اور یہ صفت اہل سنت و جماعت کے مذہب میں موجود ہے تمام ائمہ دین و مشائخ طریقت جن کا ذکر صفحات روزگار پر مسطور ہے اسی مذہب پر مستقل رہے ہیں اور اسی اعتقاد پر گذرے ہیں اور کتب مشائخ میں جہاں انہوں نے اپنے عقاید بیان فرمائے ہیں وہاں یہ بھی اعتقادات نظر آتے ہیں اور کوئی شخص ارباب بدعت و اہل ہوا سے مقام قرب کو نہیں پہنچا مشائخ فرماتے ہیں کہ ظلمت بدعت کا وجود مانع نور ولایت و ہدایت ہے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ طریقہ تصوف مذہب اہل سنت

وجماعت کے خلاف ہے اور فرقۂ صوفیہ اس فرقہ کے سوا ہے یا دوسرا فرقہ ہے
جو کچھ اعمال و اخلاق و احوال و مقامات و مواجید و اذواق و نکات و اشارات و سائر
کمالات سے ان کو حصہ ملا ہے دوسرے کسی فرقہ کو نہیں ملا شیخ جلال الدین سیوطی کہ
اعاظم علمائے متاخرین حدیث میں سے ہیں اپنے اعتقادات میں تحریر فرماتے ہیں
کہ میرا اعتقاد ہے کہ طریق حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا
صراط مستقیم ہے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابدمنہ کے آخر میں بعد
بیان مسائل شرعیہ کتاب الاحسان والتقرب میں لکھتے ہیں۔ بدان اسعدک اللہ تعالیٰ
این ہمہ کہ گفتہ شد صورت ایمان واسلام وشریعت است ومغز وحقیقت آن در
خدمت درویشان باید جست وخیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ این سخن
جہل وکفر است بلکہ ہمین شریعت است کہ در خدمت درویشان رنگ دیگر پیدا میکند
چون قلب از تعلق جمیع ما سوائے اللہ داشت پاک شود ورزائل نفس برطرف
گشتہ نفس مطمئنہ شود واخلاص بہم رساند دو رکعت او بہتر از لک رکعت دیگران باشد
ہمچنین صوم او وصدقہ او۔ رسول علیہ السلام فرمود۔ اگر شما مثل کوہ احد زر در راہ
خدا خرچ کنید برابر یک سیر یا نیم سیر جو نباشد کہ صحابہؓ در راہ خدا دادہ اند این از
جہت قوت ایمان واخلاص شان است ونور باطن پیغمبر صلعم را از سینہ درویشان
باید جست وبدان نور سینۂ خود را روشن باید کرد تا ہر خیر وشر بفراست صحیحہ دریافت
شود۔ ولی در قرآن شریف متقی را فرمودہ ودر حدیث علامت اولیاء اللہ را فرمودہ کہ
از صحبت او خدا یاد آید یعنے محبت دنیا در صحبت او کم شود ومحبت حق زیادہ گردد
مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ می فرمانید ؎

پس گدایان آئینہ جود حق اند	وانکہ با حق اند جود مطلق اند
وانکہ جز این ہست او خود مردہ است	او برین در نیست نقش پردہ است
لیک درویشے کہ او تشنہ خدا است	ہست دایم از خدایش کار راست
لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد	او حقیر وابلہ وبے خیر شد

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ مُنقذ مِنَ الضلال میں لکھتے ہیں کہ جب میں علوم مشہورہ کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہوا اور ہر ایک مذہب کی چھان بین کرتا رہا آخرکار تصوف کی طرف متوجہ ہوا اور اس طریق کی کتابیں دیکھنی شروع کیں اور اسی طریق پر چلنا اختیار کیا اور ترک تعلق کر کے دس سال تک خلوت و مجاہدہ و مشاغلہ کرتا رہا اثنا خلوت میں مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا جن کو احاطہ حد و حساب میں لانا ناممکن ہے چنانچہ مجھ کو یقینی طور سے معلوم ہو گیا کہ صرف علمائے صوفیہ سالکان راہ خدا ہیں ان کی سیرت سب سیرتوں سے عمدہ ان کا طریق سب طریقوں سے سیدھا ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں اگر تمام عقلا کی عقل اور سارے حکما کی حکمت اور جملہ علما کا علم جو اسرار شرع سے واقف ہیں جمع کیا جائے کہ علمائے صوفیہ کی سیرت و اخلاق کی اصلاح کر سکیں اور حالتِ موجودہ سے بہتر بنا دیں تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے تمام حرکات و سکنات ظاہر و باطن نور شمع نبوت سے منور ہیں اور سوائے نورِ نبوت کے تمام روئے زمین پر کوئی نور ایسا نہیں ہے جس کی روشنی قابلِ طلب ہو مثلاً سالک طریقت کے حالات میں سے ایک حالت طہارت ہے جس کی اوّل شرط یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے اللہ سے پورے طور پر پاک کرنا اور فنا فی اللہ ہو جانا درحقیقت یہ اس طریق کا پہلا درجہ ہے۔

اکثر آیات و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علم حکمت سے کوئی علم بہتر و افضل نہیں کما قال اللہ تعالیٰ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا[1] یعنے اللہ تعالیٰ علم حکمت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس کو حکمت ملی بہت خوبی ملی۔ یہاں حکمت سے مراد علم قلب ہے یعنے توحید و معرفت الٰہی جس کو فقر کہتے ہیں۔ اور مخاطب وہ لوگ ہیں جن کو یہ حکمت عطا ہوئی۔ کما قال اللہ تعالیٰ اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[2] یعنے بلا اے محمد

[1] پ ۳ ع ۵ [2] پ ۱۴ ع ۲۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کی راہ پر ساتھ حکمت[1] اور نصیحت نیک کے اور جھگڑہ کران سے اس چیز میں کہ وہ بہت بہتر ہے۔ حکمت کے لغوی معنے راز اور بھید کے ہیں چونکہ اس علم سے راز انسانی اور سر سبحانی کھلتا ہے اس لیئے اللہ تعالے نے اس علم کو بہ لفظ حکمت ارشاد فرمایا۔ اور تفسیر حسینی اور جواہر التفسیر و فصوص الحکم میں حکمت کو نفی شرک و شناخت توحید و معرفت آلہی لکھا ہے اور تفسیر بحر الحقائق میں نور معرفت و فوائد السلوک میں نردبانِ معرفت لکھا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ یعنی اور البتہ دی ہم نے لقمان کو حکمت یعنے نفی شرک و شناخت توحید و معرفت آلہی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَۃٌ[2] مِّنَ الْحِکْمَۃِ یَتَعَلَّمُہَا الرَّجُلُ خَیْرٌ لَّہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا یعنے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اُس کے حق میں دُنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور

---

[1] حکمت اصطلاح میں دانائی و درست کرداری کو کہتے ہیں اور نام ایک علم کا ہے جس میں احوال اشیاء موجودات خارجیہ میں بحث کیجاتی ہے جیسا کہ نفس الامر میں بقدر طاقت بشری ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں طبعی۔ ریاضی۔ آلہی۔ طبعی ایک علم ہے کہ بحث کیجاتی ہے اُن امور سے جو کہ تعقل و وجود خارجی میں مادہ کیطرف محتاج ہوں مثلاً آب و ہوا اور دیگر اجسام بسیطہ و مرکبہ۔ ریاضی وہ علم ہے کہ جس میں بحث کیجاتی ہے ایسے امور سے جو کہ فقط وجود خارجی میں محتاج بسوے مادہ ہُون چنانچہ مقدار و عدد خاص کہ موجودہ مادیات میں سے ہیں نہ مطلق عدد کیونکہ بعض عدد مطلق موجود فی الخارج بغیر مادہ کے ہیں جیسے عقول عشرہ اور علم آلہی ایک علم ہے کہ اسمین بحث کیجاتی ہے ایسے امور سے جو کہ وجود خارجی و تعقل دونوں میں محتاج بسوے مادہ نہ ہون مثلاً وجود باری تعالے و عقول۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ حکمت کی دو قسمیں ہیں ایک علمی دویم عملی علمی یہ ہے کہ جس میں تصور حقائق موجودات کا ہو اور اُسی کو نظری بھی کہتے ہیں اور حکمت عملی یہ ہے کہ جسمیں عمل ہو۔ ممارست حرکات و مزاولت صناعات کا اور حکمت نظری کی بھی تین قسمیں ہیں اول علم مابعد الطبیعت۔ دویم ریاضی۔ سویم طبعی اصول علم مابعد الطبیعت دو ہیں ایک علم آلہی دویم علم فلاسفہ۔ اول چند نوع پر ہے معرفت۔ نبوت۔ بحث امامت۔ احوال معاد۔ اور اصول ریاضی تین ہیں علم ہندسہ علم عدد علم موسیقی اور اسکی فروع علم مناظر و مرایا۔ علم جر ثقیل ہے اور اصول علم طبعی آٹھ ہیں سماع طبعی سماع عالم علم کون علم آثار علوی علم معادن علم نباتات علم حیوانات علم نفس اور فروع اسکے علم طب علم احکام نجوم علم فلاحت وغیرہ ہیں اور علم منطق حکمت نظری کے تحت میں ہے اور حکمت نظری کی تین قسمیں ہیں اول تہذیب اخلاق دویم تدبیر منازل سویم سیاست مدن فقط[5] پ۲۱ ع۱۰

[2] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے سہیل بن سعد سے روایت کیا ہے ۱۲

وہ علم توحید اور معرفت الٰہی ہے جس کو علم قلب کہتے ہیں کما قال علیہ السّلام العِلمُ عِلمَانِ عِلمٌ علی اللسانِ فذالک حُجّۃُ اللہِ تعالیٰ علی ابنِ اٰدم وعلمٌ فی القلبِ فذالک العِلمُ نافعٌ[1] یعنے علم دو ہیں ایک علم زبان پر ہے۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اولاد آدم پر اور ایک علم دل کے اندر ہے پس یہی علم نافع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک علم عام زبانی یعنے شریعت ہے جس کو حجت فرمایا اور ایک علم خاص باطن یعنی طریقت ہے جسکو علم قلب اور نافع کہا گیا۔ پس طریقت میں ایک مرتبہ یقین ہے جسکو معرفت الٰہی کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے اَلیَقِینُ الاِیمَانُ کُلُّہٗ[2] یعنی یقین ایمان کامل ہے۔ اسی واسطے رسول صلعم نے حصول یقین کے لئے حکم فرمایا ہے کما قال تَعَلَّمُوا الیَقِینَ تم یقین کو سیکھو یعنے توحید اور معرفت الٰہی حاصل کرو۔ یہ مرتبہ خاص الخاص موحدین کا ہے۔ اور یقین حاصل نہیں ہوسکتا جبتک معرفت الٰہی حاصل نہ ہو۔ یقین کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین طالب علیٰ قدر مراتب یقین مراتب پائے گا۔ امام محمد غزالی کتاب احیا میں بقول یحییٰ بن معاذ لکھتے ہیں کہ یقین سے مراد نور توحید ہے۔ جس طرح مشرکین کی نیکیاں شرک کی آگ سے جل جاتی ہیں۔ اسی طرح موحدین کی سیئات نور توحید میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلعم پر جب توحید الٰہی اور معرفت ذات نامتناہی منکشف ہوئی تو آپ کو اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا مژدہ اور عصمت لازوال کی بشارت دی گئی۔ کما قال عزوجل اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا لِّیَغفِرَ لَکَ اللہُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ[3] یعنے ہمنے فیصلہ کر دیا ہے تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھکو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے پس گناہوں کی مغفرت کے یہ معنی ہیں کہ آفتاب توحید و معرفت کی درخشانی میں گناہ مثل سایہ کے محو اور نابود ہو جاتے ہیں۔ یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ و کبیرہ عوام الناس نہیں

---

[1] اس حدیث کو حکیم ترمذی نے مرسل اور خطیب نے جابر سے بسند صحیح روایت کیا ہے اور دارمی نے حسن کہا ہے ۱۲
[2] اس حدیث کو ابو نعیم نے شورہ بن یزید سے روایت کیا ہے ۱۲
[3] پ ۲۶ - ع ۹ - ۱۲

(کیونکہ آنحضرت صلعم معصوم تھے) بلکہ یہ مراد ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ یعنی ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات ہیں۔ جسوقت عارف منزل قرب میں قدم رکھتا ہے تو اپنی نیکیاں بھی مثل گناہ کے معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لئے رسول صلعم ہر نماز کے بعد تین بار استغفار پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کو جسقدر قرب ہوتا تھا پچھلی عبادت گناہ معلوم ہوتی تھی ؎

عاصیان از گناہ توبہ کنند | عارفاں از عبادت استغفار

پس یہ علم جمیع علوم پر بدرجہا فضیلت رکھتا ہے کہ تمام علوم اس علم کے لئے خادم و مقدمۃ الجیش و ملازم و پیش خیمہ ہیں ؂

بیان چہارم فضیلت تصوف و صوفی و صحبت فقراء اور انکی علامت

وَلَمَّا تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم قولہ تعالیٰ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقِیْلَ لَہٗ مَا ھٰذَا الشَّرْحُ فَقَالَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قُذِفَ فِی الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَہُ الصَّدْرُ وَانْفَسَحَ قِیْلَ فَھَلْ لِذٰلِکَ مِنْ عَلَامَۃٍ قَالَ صلعم نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ؎ یعنی جسوقت رسول خدا صلعم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی جسکو اللہ چاہے راہ دے کھولدے اُس کا سینہ حکم برداری کو۔ تو کسی نے عرض کیا کہ کہ اس شرح سے کیا مراد ہے۔ تو آپنے فرمایا کہ نور جسوقت دل میں ڈالا جاتا ہے تو اُس کے لئے سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اسکی کوئی علامت بھی ہے۔ آپنے فرمایا کہ ہاں۔ دنیا سے علٰحدہ رہنا اور دار پائدار کی طرف رجوع کرنا۔ اور موت کے آنے سے پہلے اُسکی تیاری کر لینا اور یہی علامت اولیاء اللہ کی ہے۔ یہاں اسلام سے مُراد نور توحید و معرفت الٰہی ہے۔ نہ یہ کہ ظاہر صورت آراستہ اور باطن کورا۔ کیونکہ جبتک نور توحید و معرفت الٰہی دل میں جلوہ گر نہ ہو یقین و ایمان کامل محال ہے۔ اور جب یہ نہیں تو پوری اطاعت کہاں۔ پھر دنیا سے علٰحدہ رہنا اور موت سے پہلے دار پائدار

؎ اس حدیث کو حاکم و بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے ۱۲

کی تیاری کرنا بہت مشکل ہے البتہ یہ حصہ اولیاء اللہ کا ہے جن کے سینے نور سے معمور ہیں اور خدا کی باتوں کو یہ لوگ خوب سمجھتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ[۱] یعنے اور یہ کہاوتیں ہم نے بٹھائی ہیں لوگوں کے واسطے اور اُن کو وہی سمجھتے ہیں جنکو علم ہے۔ یہاں عالموں سے مُراد عالم علم معرفت ہیں نہ وہ عالم جو حصولِ دنیا کے لئے علم پڑھتے ہیں اور دنیا ہی کو مایۂ افتخار سمجھتے اور دربدر پڑے پھرتے ہیں۔ ایسے عالم تو اس آیت کے مصداق ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا[۲] یعنے مثال اُن لوگوں کی جن پر لادی توریت پھر نہ اُٹھائی اُنھوں نے جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں اور جنکو اللہ تعالیٰ نے علم معرفت عطا فرمایا ہے وہ لوگ خدا اور رسول کے حبیب و عزیز ہیں کما قال[۳] عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ لَا يَعْلَمُهُ اِلَّا اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَاِذَا نَطَقُوْا بِهٖ لَمْ يَجْهَلْهُ اِلَّا اَهْلُ الْاِغْتِرَارِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا تُحَقِّرُوْا عَالِمًا اٰتَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِلْمًا مِنْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحَقِّرْهُ اِذْ اٰتَاهُ اِيَّاهُ یعنی البتہ بعض علم دُرِ مکنون کی مانند ہیں اُن کو بجز عارفانِ خدا کے اور کوئی نہیں جانتا جب وہ عارف اس علم کو بیان کرتے ہیں تو سوائے اُن لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت دھوکا کھانے والے ہیں اور کوئی اس علم سے جاہل نہیں رہتا۔ پس جس عالم یعنی عارف کو خدائے تعالیٰ نے اُس علم میں سے حصہ دیا ہو اُسکو حقیر مت جانو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو حقیر نہیں کیا جبکہ اُسکو علم مذکور عنایت فرمایا ہے۔ وائے بر حال اُن لوگوں کے جو فقرا کو حقیر جانکر بُرائی سے پیش آتے ہیں۔ اور حال فقرا کا خراب دیکھ کر کفر کا حکم لگاتے اور تیر ملامت کا نشانہ بناتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ع بردہ ویراں خراج و عشر منیت دیکھو رسول صلعم اہل الیقین کی شان میں کیا فرماتے ہیں[۴] اِنَّ مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِيْتُمُ الْيَقِيْنُ

---

[۱] سورہ عنکبوت پ ۲۱ ع ۳۔
[۲] سورہ جمعہ پ ۲۸ ع ۱۔
[۳] اس حدیث کو عبد الرحمن سلمی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے
[۴] اس حدیث کو امام محمد غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے ۱۲

وَعَزِیْمَۃُ الصَّبْرِ وَمَنْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنْہَا لَمْ یُبَالِ مَا فَاتَہٗ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ وَصِیَامِ النَّہَارِ یعنی جو چیز تم لوگوں کو کم دی گئی وہ یقین اور عزمِ صبر ہے۔ اور جن کو ان دونوں میں سے حصہ ملا ہے اُسکو پرواہ نہیں اگر شب بیداری یا دن کے روزے اس سے قضا ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ عارفوں کی شان میں اس طرح فرماتے ہیں[1] وَھُمْ قَوْمٌ ھَجَمَ لَھُمُ الْعِلْمُ عَلٰی حَقِیْقَۃِ الْاَمْرِ فَبَاشَرُوْا رُوْحَ الْیَقِیْنِ وَاسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَ الْمُتْرَفُوْنَ وَاَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْہُ الْجَاھِلُوْنَ صَحِبُوا الدُّنْیَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُھَا مُعَلَّقَۃٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰی اُولٰئِکَ خُلَفَاءُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ وَالدُّعَاۃُ اِلٰی دِیْنِہٖ یعنی وہ لوگ ایسے ہیں جن پر حقیقتِ امر کا ہجوم کر گیا ہے۔ پس یقین کی آسایش سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ اور جس چیز کو اہلِ دنیا نے مشکل جانا ہے اس کو اُنھوں نے آسایش سمجھا ہے اور اس ذات سے اُنس حاصل کیا ہے جس سے جاہلوں نے وحشت اختیار کی ہے اور دنیا کو جنت یا رکیا صرف آسایش اجسام کے لئے اور روحیں اُنکی محلِ اعلیٰ میں لٹکی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے نائب ہیں اُسکی زمین میں اور اُسکی راہ میں بلانے والے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے[2] عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم یَقُوْلُ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ قَوْمٌ شُعْثَۃٌ رُءُوْسُھُمْ وَلِسْتُ ثِیَابُھُمْ لَوْ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ لَاَبَرَّھُمْ یعنے ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول خدا صلعم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے میری اُمت میں ایسے لوگ ہونگے جن کے سروں کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہونگے اگر کسی بات پر خدا کی قسم کھاینگے تو خدائے تعالیٰ اُن کو سچا کردیگا اور دوسری حدیث میں آیا ہے[3] عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ یعنی ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ بہت فقرا پراگندہ بال غبار آلودہ دھکیلے گئے دروازوں سے اور وے ایسے ہیں کہ اگر قسم کھاویں اللہ کی تو البتہ سچا کرے اللہ تعالیٰ انکو قسم میں

---

[1] اس روایت کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے ۱۲

[2] اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے کتاب الاولیا میں نقل کیا ہے ۱۲

[3] اس حدیث کو مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ۱۲

پس ظاہر حال کو ابتر و خراب پریشان و خستہ دیکھکر فقیر کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیے کیونکہ اکثر مردان خدا و قطب الاقطاب ایسی ہی صورتوں میں ہوتے ہیں فقراء دوست خدا اور پسندیدہ بارگاہ کبریا ہیں اپنی استجابت دعا کیلئے انکو وسیلہ بنائے کیونکہ یہ معمول رسول اکرم صلعم ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے[۱] عَنْ اَبِی مَالِکٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلعم اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْاَعْدَاءِ بِعِبَادِکَ الْفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مدد کر ہماری دشمنوں پر بوسطہ اپنے بندگان فقراء مہاجرین کے سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے فقراء کا کہ مہاجرین میں سے بھی مفلس کو واسطہ اجابت دعا بنایا جو فقیر تھے اور حدیث میں آیا ہے[۲] عَنْ اُمَیَّۃَ ابْنِ خَالِدِ ابْنِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنَ اُسَیدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلعم اَنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکَ الْمُھَاجِرِیْنَ یعنے امیہ بن خالد ابن عبد اللہ ابن اسید سے روایت ہے کہ البتہ رسول خدا صلعم اللہ تعالی سے فتح طلب کرتے تھے بمدد و برکت دعائے فقرائے مہاجرین پس معلوم ہوا کہ اہل توحید و معرفت ظاہری سکینی و ذلت کی وجہ سے گو اہل دنیا کے نزدیک بے قدر ہوں لیکن خدا و رسول کے نزدیک یہی لوگ عزیز ہیں[۳] عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلعم اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ روایت ہے عمران ابن حصین سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ تحقیق اللہ تعالی دوست رکھتا ہے بندہ مومن کو کہ فقیر پارسا عیال وار ہو اور حدیث میں آیا ہے[۴] قَالَ النَّبِیُّ صَلعم اَلْفَقْرُ شَیْنٌ عِنْدَ النَّاسِ وَزَیْنٌ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَقَالَ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَبِہٖ اَفْتَخِرُ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ فقیری عیب ہے نزدیک لوگوں کے اور اللہ کے نزدیک زینت ہے قیامت کے دن اور فرمایا کہ فقیری میرا فخر ہے اور بسبب اسکے میں فخر کرتا ہوں اور حدیث شریف میں آیا ہے[۵] عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ

۱۔ اس حدیث کو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے۔
۲۔ اس حدیث کو بغوی نے اپنی کتاب شرح السنت میں نقل کیا ہے ۱۲
۳۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے ۱۲
۴۔ اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے ۱۲
۵۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۱۲

فِی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنے روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ کہا فرمایا ہے رسول اصلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ فرمایا حضرتؐ نے پس جبریلؑ اُسکو دوست رکھتا ہے۔ پھر جبرئیلؑ آسمان میں منادی کرتا ہے اور کہتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اُسکو دوست رکھو تو اُسکو اہل آسمان دوست رکھتے ہیں۔ بعد ازاں اُسکو زمین میں قبولیت دی جاتی ہے۔ اب فرمایئے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو خدا و رسول صلعم و جبرئیل اور آسمان کے فرشتے اور زمین کے آدمی دوست رکھتے ہیں۔ اور جن و بشر اُنکی خدمت میں دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں وہ یہی فقرا ہیں جو ہر وقت خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں یہ لوگ خدا کے نزدیک بہت بلند درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِہٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا فَاِنَّ ذَاکِرَ اللّٰہِ اَفْضَلُ مِنْہُ دَرَجَۃً یعنے ابی سعید سے یہ روایت ہے کہ کہ رسول علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کونسا بندہ بہت بہتر ہے درجے میں خدا کے نزدیک قیامت کے دن آپنے فرمایا خدا کو بہت یاد کرنے والے مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ اور کیا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہیں رفرمایا اگر کفار و مشرکین میں وہ تلوار کرے یہاں تک کہ ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے پھر بھی خدا کا یاد کرنے والا اُس سے درجے میں افضل ہے اور حدیث ابی درداؓ سے روایت ہی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا

سلہ اِس حدیث کو امام محمد و ترمذی نے نقل کیا ہے ۱۲

سلہ اِس حدیث کو امام احمد و مالک و ترمذی نے ابن ماجہ سے نقل کیا ہے ۱۲

اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمکو خبردار نکروں ساتھ بہترین عملوں تمھارے کے اور بہت پاکیزہ عملوں کے نزدیک بادشاہ تمھارے کے اور بہت بلند عملوں کے بیچ درجوں تمھارے کے اور بہتر واسطے تمھارے خرچ کرنے سونے اور چاندی سے۔ بہتر واسطے تمھارے اِس سے کہ ملو تم دشمنوں سے مارو تم گردنیں اُنکی اور وہ ماریں گردنیں تمھاری۔ عرض کیا صحابہ نے ہاں خبر دیجئے۔ فرمایا ذکر خدا کا۔ یہ درجے فقرا کے ہیں جن کے دل خدا کے ذکر سے صفائی پاتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عمرؓ اس حدیث کے راوی ہیں اِنَّہٗ[1] کَانَ یَقُوْلُ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَقَالُوْا وَلَا جِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنْ یَّضْرِبَ بِسَیْفِہٖ حَتّٰی یَنْقَطِعَ یعنے رسول علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہر چیز کے واسطے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کا ذکر ہے۔ اور کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دینے والی ذکر اللہ سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ فرمایا نہیں گو اتنی تلوار مارے کہ ٹوٹ جائے۔ پس خدا کے عذاب سے نجات یافتہ یہی فقرا ہیں۔ جو ہر وقت خدا کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اُن اولیاء اللہ کے دل راہ ہدایت کے چراغ ہیں جو اُن کا دشمن ہے وہ خدا و رسول کا دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بن الخطاب معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کہ فرمایا رسول علیہ السلام نے مَنْ[2] عَادٰی لِلّٰہِ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰہَ مُحَارَبَۃً اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِیَاءَ الْاَخْفِیَاءَ الَّذِیْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ یَتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَلَمْ یُعْرَفُوْا قُلُوْبُھُمْ مَصَابِیْحُ الْھُدٰی یَخْرُجُوْنَ مِنْ کُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَۃٍ یعنے جو شخص کہ دشمنی رکھے کسی دوست خدا کے ساتھ بے شک اُسنے اللہ کے ساتھ لڑائی ٹھانی۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ابرار

[1] اِس حدیث کو بیہقی نے نقل کیا ہے ۱۲ [2] اِس حدیث کو ابن ماجہ و بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہو ۱۲

اتقیا سے پوشیدہ حال کو جو غائب ہوں تو پوچھے نجائیں اور جو حاضر ہوں تو بلائے نجائیں نہ پاس بٹھائے جائیں۔ حالانکہ اُنکے دل ہدایت کے چراغ ہیں جو ہر فتنہ تاریک سے نکلتے ہیں۔ اب خود غور کرلو کہ اولیا ر اللہ کا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے یا نہیں۔ پس ان آیات و احادیث و روایات سے واضح ہوتا ہے کہ اس فضیلت کے مصداق بھی صوفی ہیں جنکے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور توحید و اسرارِ معرفت سے بھر دیا ہے ❖

بیان پنجم فضیلت صحبت فقرا

عَنْ اَبِی دَرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صلعم قَالَ اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَاءِ کُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ[۱] یعنے ابی درداء سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ مجکو اپنے فقیروں میں ڈھونڈو۔ پس انھیں کی بدولت تم کو روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہے یعنے فقیر میرے دوست ہیں میں انکے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ انکے طفیل تم کو رزق یا نصرت ملتی ہے۔ ایک روز بعض اُمرائے عرب حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپکی خدمت میں حاضر ہوا کریں لیکن ہر وقت یہ اصحاب صفہ رزیل حقیر و فقیر و شکستہ حال آپکے ہم نشین رہتے ہیں انکے ساتھ بوجہ عار کے ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر انکو اس وقت اُٹھا دیا جائے تو آپسے کچھ مسائل دینی حاصل کرلیا کریں۔ معًا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ[۲] یعنے مت ہانک اے محمد اُن کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔ چاہتے ہیں اُس کا دیدار۔ تجھے نہیں اُنکے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر ہے کچھ کہ تو اُنکو ہانک دے پھر ہو جاوے تو ظالموں سے۔ اب جائے غور ہے کہ اگر فقرا تھوڑی

[۱] اس حدیث کو ابو داؤد نے نقل کیا ہے ۱۲ [۲] پ ۷ ع ۱۲ سورہ انعام۔

دبر کے لیئے اوٹھائے جاتے تو کیا حرج تھا بڑے بڑے عرب کے اُمرا مُسلمان ہوجاتے ۔ لیکن
غیرتِ الٰہی نے تقاضا نہ کیا کہ یہ ہمارے خاص دوست حقارت سے اُٹھائے جائیں
کوئی دین سیکھے یا نہ سیکھے یہ کسی کے کام میں حارج نہیں ہیں نہ یہ کسی کو رنج دیں نہ انکو
کوئی رنج دے کہ یہ ہمارے محبِ خاص ہیں ۔ بلکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انھیں
فقرا کی صحبت کو غنیمت جان ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ
فُرُطًا [1] یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھام رکھ اپنے آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے
رب کو صبح و شام طالب ہیں دیدار کے اور نہ دوڑیں آنکھیں تیری اُنکو چھوڑ کر تلاش
میں رونقِ دنیا کی زندگی کی اور نہ کہا مان اُس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد
سے اور پیچھے لگا ہے وہ اپنی خواہشوں کے اور اُس کا کام ہے حد پر نہ رہنا **ف**
صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ ایک قوم نے جو رؤسا کفار سے تھے آں حضرت صلعم سے
کہا کہ اِن پشمینہ پوشوں بے قدروں کو جیسے صہیب و بلال و عمار و خباب رضی اللہ عنہم ہیں
کہ انکے لباس و خرقوں کی بدبو ہم کو تکلیف پہنچاتی ہے دُور کردو تاکہ ہم آپ کے پاس
آن کر بیٹھیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ اور بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی
ہے اور سببِ نزول یہ تھا کہ ایک گروہ مؤلفۃ القلوب سے جیسے عیینہ بن حِصن و اقرع
بن حابس وغیرہ نے آں حضرت صلعم سے عرض کیا کہ ہم اشراف عرب ہیں سلمان
و ابوذر اور فقیر مسلمانوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتے ۔ اگر آپ اِن لوگوں کو الگ کردیں
تو ہم آن کر احکام شرع کی تعلیم پائیں ۔ اُس وقت حکم نازل ہوا کہ اے محبوب درویشوں
کی صحبت پر صبر کر ۔ اسی واسطے رسولِ خدا صلعم ہمیشہ دعا کرتے تھے عَنْ أَنَسٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صلعم قَالَ اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ [2]
یعنی حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا آں حضرت صلعم نے یا اللہ زندہ

[1] پ ۱۵ ع ۱۷ سورہ کہف ۱۲ [2] اس حدیث کو بیہقی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ۱۲

رکھہ مجکو مسکین اور مار مجھکو مسکین اور حشر کر میرا گروہ مساکین ہیں۔ جبکہ رسولِ خدا صلعم نے فقرا کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند دیکھا تو آپنے بھی ان میں شامل ہونے کی دُعا مانگی۔ یہاں مساکین وفقیر سے بھکاری وطماع وحریص دنیا اور فقیر بے معرفت مراد نہیں بلکہ اُن فقرا سے مراد ہے جو صاحب معرفت ہیں اور انوار الٰہی سے اپنے سینے معمور رکھتے ہیں وَقَالَ النَّبِیُّ صلعم لَا تَجْلِسُوْا عِنْدَ کُلِّ عَالِمٍ اِلَّا عَالِمٌ یَدْعُوْکُمْ مِنْ خَمْسٍ اِلٰی خَمْسٍ مِّنَ الشَّكِّ اِلَی الْیَقِیْنِ وَمِنَ الرِّیَاءِ اِلَی الْاِخْلَاصِ وَمِنَ الرَّغْبَةِ اِلَی الزُّهْدِ وَمِنَ الْکِبْرِ اِلَی التَّوَاضُعِ وَمِنَ الْعَدَاوَةِ اِلَی النَّصِیْحَةِ یعنے فرمایا رسولِ خدا صلعم نے کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ چیزوں سے دوسری پانچ چیز کی طرف بلائے۔ اوّل شک سے یقین کیطرف دوسرے ریا سے اخلاص کی طرف تیسرے دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف۔ چوتھے تکبّر سے تواضع کی طرف۔ پانچویں عداوت سے خیر خواہی کی طرف۔ اور یہ پانچوں باتیں حاصل نہیں ہوسکتیں مگر فقرا اور اولیاء اللہ کی خدمت میں۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم قَالَ اِذَا رَأَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدًا فِی الدُّنْیَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلْقِی الْحِکْمَةَ یعنے روایت ہے ابی ہریرہ وابی خلاد سے کہ تحقیق فرمایا رسولِ خدا صلعم نے کہ جس وقت تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُسکو بے رغبتی دنیا اور کم گوئی عطا ہوئی ہے تو اُس کے پاس رہو۔ البتہ تم اسکو حکمت یعنی معرفت سکھائی جاتی ہے۔ پس نزدیکی ڈھونڈھو اس سے اس لیئے کہ وہ البتہ سکھایا جاتا ہے اور دی جاتی ہے اُسکو حکمت یعنی معرفت۔ غرض اور بہت سی حدیثیں فقرا کی شان میں آئی ہیں جسکو شوق ہو کتب احادیث میں دیکھے۔ اس مختصر میں نقل کی گنجایش نہیں اس دعوے کے ثبوت کو یہ چند حدیثیں بھی کافی ہیں تاکہ انسان صحبت فقرا کو بہتر اور غنیمت سمجھے اور انکی حالت ظاہری پر اعتراض نہ کرے۔ اور چشم حقارت سے نہ دیکھے ۵

سلہ اِس حدیث کو ابو نعیم نے حلیہ میں جابر سے نقل کیا ہے ۱۲ سلہ اِس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲

خاکساران جہاں را بحقارت منگر | توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اور اگر فقرا ربانی سے شرع شریف کے خلاف کوئی قول یا فعل نظر آئے تو بھی اہل ظواہر کو اس کا انکار و تحقیر مناسب نہیں کیونکہ وہ لوگ سوختہ آتش عشق و محبت و غریق بحر فنا ہوتے ہیں۔ عاشق غلبہ عشق و محبت میں ادب کا پابند نہیں رہتا ع نبض عاشق بے ادب برمے جہد* اور اہل فنا چونکہ خودی سے گزر جاتے ہیں وہ خود معذور و مرفوع القلم ہیں ایسے لوگوں کو برا کہنے والا حکم خدا و رسول صلعم سے انحراف کرتا ہے اور خود مبتلائے معصیت ہوتا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا بیان بالا سے فضیلت فقرا و اہل فقر کی ظاہر ہے کیونکہ انکو تعلیم مثل عام لوگوں کے صرف احکام شرعیہ کی نہیں ہے بلکہ انکو علم حکمت و معرفت یعنی اسرار ربانی و رموز خفائی سے بھی حصہ ملا ہے جس سے عام لوگ محروم ہیں۔ پس ہر آدمی کو لازم ہے کہ فقرا کی تعظیم و تکریم بوجہ احسن بجالائے ورنہ خدا و رسول صلعم کا دشمن ہوگا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَنْ[1] اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ یعنے روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ کہا فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ولی کو تکلیف دے (یعنی میرے ولی سے دشمنی رکھے) پس تحقیق میں اُسکو خبردار کرتا ہوں ساتھ لڑائی کے اور نہیں نزدیکی حاصل کی میری طرف میرے بندہ نے ساتھ کسی چیز کے کہ بہت محبوب ہو میری طرف اس چیز سے کہ میں نے فرض کیا اُسپر اور ہمیشہ میرا بندہ میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے میری

[1] رواہ البخاری ۱۲

طرف بسبب نوافل کے یہاں تک کہ میں اُسکو دوست رکھتا ہوں۔ اور جب میں اُسکو دوست
رکھتا ہوں تو میں ہوجاتا ہوں اُسکے کان جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہوجاتا ہوں اُسکی
آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اُسکے پاؤں
جن سے وہ چلتا ہے اور یہ بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو البتہ میں اُسکو دیتا ہوں۔ اور اگر میری
ساتھ پناہ پکڑتا ہے تو البتہ میں اُسکو پناہ دیتا ہوں اور میں کسی چیز میں توقف و تردد نہیں
کرتا کہ میں اُس کا فاعل ہوں میرا تردد مؤمن کے نفس سے ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا
ہے اور حال یہ ہے کہ میں اُسکی ناخوشی کو ناپسند رکھتا ہوں اور اُسکو موت سے چارہ
نہیں بھلا جائے غور ہے کہ جو خدا کا دوست ہو اور دوست بھی کیسا کہ خدا اُسکے کان آنکھیں
ہاتھ پاؤں ہوجائے اُسکے ساتھ دشمنی رکھنا خدا اور رسول صلعم کا دشمن بننا نہیں تو اور کیا ہے
گویا خدا اور رسول صلعم کے ساتھ لڑائی کرنا ہے نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِہِمْ اے عزیز
خدا اور رسول صلعم کے دوستوں سے محبت کرنا اور اُنکی خدمت میں حاضر ہونا اُن کی
صحبت کو خدا اور رسول صلعم کی صحبت سمجھنا خدا اور رسول کی خوشنودی کا باعث ہے ؁

بیان ششم وجہ اختلاف معانی آیات قرآنی درمیان اہل تصوف و علمائے ظواہر

اہل تصوف آیاتِ قرآنی کے معانی جو خلاف علمائے ظواہر بیان فرماتے ہیں اُسکی وجہ کیا ہے
اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کے کئی بطن ہیں جس کو جس بطن کے معانی کھلے اُسی کو وہ بیان
فرماتا ہے۔ علما ظواہر معانی ظاہری اور اہل باطن معانی باطنی بیان فرماتے ہیں کسی عقلمند کو
اس میں تردد و تعجب نہیں۔ کما قال علیہ السلام اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ
لِکُلِّ اٰیَۃٍ مِّنْہَا ظَہْرٌ وَّبَطْنٌ وَلِکُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ یعنے اُتارا گیا قرآن شریف سات طرح
پر ہر آیت کے لئے اُس میں ظاہر ہے اور باطن اور واسطے ہر مقام کے ترقی۔ اور ابن
حبان بروایت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا صلعم نے اِنَّ الْقُرْاٰنَ
ظَاہِرًا وَّبَاطِنًا وَحَدًّا وَّمُطَّلَعًا یعنے قرآن شریف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ اور

وجہ اختلاف معانی آیات قرآنی درمیان اہل تصوف و علمائے ظواہر

۱؎ اس حدیث کو شرح سنہ میں بروایت ابن مسعود بیان کیا ہے

ایک نہایت و تمام ترقی ہے اور بعض معانی ایسے ہیں کہ سوائے خدا کے ان کو کوئی نہیں جانتا۔ ایک حدیث میں سات بطن تک آئے ہیں کما قال علیہ السلام۔ اِنَّ لِلقُرآنِ ظَھرًا وَ بَطنًا وَ لِبَطنِہٖ بَطنًا اِلیٰ سَبعَۃِ بُطُنٍ یعنے تحقیق واسطے قرآن شریف کے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور باطن ہیں باطن سات بطن تک ہیں۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

حرفِ قرآں را مداں کہ ظاہر است	زیر باطن باطنے ہم قاہر است
زیر آں باطن یکے بطنِ دگر	خیرہ گردد اندرو فکر و نظر
زیر آن باطن یکے بطنِ سوم	کہ دراں گردد خرد ہا جملہ گم
بطنِ چارم از نبیٔ خود کس ندید	جز خدائے بے نظیر و بے ندید
ہم چنیں تا ہفت بطن اے بو الکرم	مے شمر تو زین حدیثِ معتصم
تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبین	دیو آدم را نہ بیند غیر طین
ظاہر قرآں چو شخص آدمی است	کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
مرد را صد سال عم و خال او	یک سرِ موئے نہ بیند حال او
آنکہ گو بیند اولیا در کہ روند	تا ز چشم مردماں پنہاں شوند
ہیں علو ایشاں فراز صد کہ اند	گام خود برچرخ ہفتم می نہند

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اِس آیت کی تفسیر میں اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الاَرضِ مِثلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الاَمرُ بَینَھُنَّ فرماتے ہیں کہ اگر میں اِس آیت کی پوری تفسیر کروں تم لوگ مجکو کافر بتاؤ اور سنگسار کرو۔ پس اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ان معانی کے سوا اور بھی قرآن شریف کے معانی ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ناواقف لوگ سنگسار کریں اور کافر کہیں جو قرآن شریف کے باطنی معانی ہیں اہل ظواہر کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی۔ یہ اولیاء اللہ کا حصہ ہے۔ اگر وہ خلاف ظاہر کچھ مطالب قرآن مجید کے بیان کریں تو عجب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انکو علم ظاہر و باطن دونوں عطا فرماتا ہے

سلہ اس حدیث کو مولانا روم نے مثنوی میں لکھا ہے ۱۲ ۵۲ پ ۲۸ ع ۲ سورۂ طلاق ۱۲

بیان ہفتم فقر و تصوف کی تعلیم خاص ہی عام نہیں

اکثر آدمی جو قرآن شریف و حدیث سے ناواقف اور علم معرفت سے بے بہرہ ہیں وہ تعجب کرتے ہیں کہ ایسا کونسا علم ہے جو آنحضرت صلعم نے مخفی رکھا۔ اور علانیہ بیان نہیں فرمایا بلکہ خواص کو تعلیم کیا ہے۔ اس مدعا کے ثبوت کے لئے یہ حدیث کافی اور جواب شافی ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا ۱؎ یعنے قسم ہے مجکو اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ۔ اب جائے غور ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلعم جانتے تھے ہم اسکو بیان کیوں نہ فرمایا۔ بجز اسکے کوئی جواب طمانیت بخش نہیں کہ وہ بات عام طور پر بیان کرنے کی نہتی ورنہ پوشیدہ نفرماتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ع ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے۔ عَنْ مُعَاذٍ ۲؎ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلْعَمْ عَلٰی حِمَارٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اِلَّا مُؤْخِرَۃُ الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذُ ھَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ۔ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ مَنْ لَّا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِہِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْھُمْ فَیَتَّکِلُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ تھا میں سوار پیچھے رسول علیہ السلام کے ایک حمار پر اور نہ تھا فرق درمیان میرے اور اُنکے مگر کاٹھی کی پچھلی لکڑی کا۔ پس فرمایا حضرت صلعم نے اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اُس کا رسول صلعم خوب جانتا ہے۔ فرمایا پس تحقیق اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اُسکی عبادت کریں اور نہ شریک کریں

۱؎ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے ۱۲ ۲؎ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲

اُسکے ساتھ کسی شے کو اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ نہ عذاب کرے اللہ اُس کو جو نہیں شریک کرتا اللہ کے ساتھ کسی شے کو میں نے کہا یارسول اللہ صلعم آیا نہ خوشخبری دوں اسکی لوگوں کو۔ فرمایا کہ مت خوشخبری دے ان کو کہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھینگے۔ ابغرابیے کہ رسول علیہ السلام نے حضرت معاذ کو کیوں ممانعت فرمائی۔ حالانکہ جمیع انبیاء علیہ السلام شرک کی بیخکنی کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں اِس سے بہتر اور کیا بات تھی کہ لوگ شرک فی العبادات سے چھوٹ جاتے اور خالص عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوتے پس معلوم ہوا کہ اُس میں کوئی رازِ مخفی تھا۔ جو حضرت معاذؓ کو تو تعلیم فرمادیا اور عوام کو اس کے قابل نہیں سمجھا۔ پس یہ تعلیم خاص تھی نہ عام کیونکہ علم توحید و نفی شرک دریائے ناپیداکنار ہے اور عوام الناس کی عقل ناقص ورنہ کوئی وجہ ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔ چونکہ فقر بھی اسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہے اسکی تعلیم بھی خاص ہے نہ عام سہ

آں رازکہ درسینہ نہان ست نہ وعظ است	بردار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت

چونکہ عبادت بلا شرک پر بھروسہ کرنا بھی شرک میں داخل تھا اور توحید میں نقص۔ لہذا حضور صلعم نے منع فرما دیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] یعنے کہدے اے محمدؐ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے والے ہو تو میری متابعت کرو تاکہ خدا تعالیٰ تم کو دوست رکھے۔ اِس آیت کریمہ کے حکم سے متابعت ظاہر و باطن آنحضرت صلعم اہلِ ایمان پر فرض ہوئی۔ ظاہر متابعت بمرتبہ نبوت ہے۔ اور باطنی متابعت بمرتبہ ولایت ہے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں مرتبہ نبوت وہ ہے کہ رسول علیہ السلام بواسطہ جبریلؑ حق تعالیٰ سے اسرار توحید ظاہر اخذ کرتے تھے پس وہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے کہ آنحضرت صلعم بلاواسطہ جبریلؑ اسرار باطن خدائے تعالیٰ سے تعلیم پاتے تھے چنانچہ حدیث لِي مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ سے ثابت ہے اور یہ مرتبہ ولایت ہے پس اکثر لوگ آنحضرت صلعم کی ظاہری متابعت میں مشغول رہے لیکن وہ لوگ تھوڑے ہیں جو آنحضرت صلعم کی متابعت باطنی یعنی ولایت سے بہرہ مند ہوئے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر مامور ہوئے تھے کہ بغیر طلب صادق کسی کو مرتبہ ولایت کے اسرار سے مطلع

[1] پ ۳۔ رکوع ۱۲-۱۲

نفرمائیں۔ چنانچہ صوفیوں کے فرقہ میں یہ سنت ابتک جاری ہے۔ جواہر غیبی میں لکھا ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلعم اس فکر میں مغموم بیٹھے تھے کہ احکام شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اُسوقت حضرت اسد اللہ الغالب شمس المشارق والمغارب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بموجب فرمان الٰہی ظاہر شرع کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلعم کی متابعت کی لیکن آپنے اپنے اسرار باطن سے کچھ خبر نہ دی۔ اگر خبر دیتے تو شاید یقین متابعت اسرار باطن سے بھی منتفع ہوتے۔ پس بکمال صدق و اخلاص سے سرور عالم صلعم کی خدمت میں پہنچے اور وہی سوال عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ مجکو بھی یہی حکم تھا کہ یہ راز مخفی بجز طالب صادق کسی پر ظاہر نہو۔ جناب سرور عالم صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ رضہ کو وہ اسرار تعلیم فرمائے پس اسرار ربانی بوسیلہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرقہ صوفیہ کرام میں پہنچے اور قیامت تک اُن سے فیض جاری رہے گا اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ جو انبیا علیہ السلام کے علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں (نجات از ثقل طبعی گناہاں کہ مانند آب غرق کنندہ اند ودر قعر ہاویہ مے انداز ند بدون آنکہ توسل بکسانے کردہ آید کہ خود را ظرف الطف اللطفا ساختہ باشند مانند چوب کہ خود را ظرف ہوائے لطیف کردہ است ممکن نیست پس بہر نوع کہ ممکن شود خود را در دل آن ظروف لطیفہ جا باید داد کہ برکت آں لطیف کہ مظروف آن ظروف است شامل حال ما ہم شود بحکم آنکہ ما ہم مظروف آن ظروف ایم وآن لطیف ہم مظروف آں ظروف ست اتحاد ظرف بآن لطیف بہم رسانیم و خود را از ثقل گناہاں وارہانیم وآن ظروف لطیفہ در ہر وقت کمیاب و نادر الوجود می باشند لاجرم در طلب و تفتیش آں باید شد و بدل وجان در متابعت و محبت آنہا باید کوشید کہ در دلہائے آں ہا جا پیدا کنیم و بہ لائے این اُمت مرحومہ آن ظروف لطیفہ اہل بیت مصطفوی صلی اللہ علیہ السلام کہ محبت ایشان و متابعت ایشاں موجب آں می گردد کہ در دلہائے ایشان این کس را جائے پیدا شود۔ چوں آں دلہا را کہ از نور لطیف حضرت

باری جل سمہٗ معمور و مملو است بسبب مشارکتِ ظرف و مجاورت مکان بآنجناب مناسبتے پیدا آید کہ در دفعِ ثقل طبعی گناہان حکمِ تریاق وارد۔ و نعم ما قال۔ شعر

دست دریائے کبوتر زد و ناگاہ رسید	موری بے چارہ ہوس کرد کہ در کعبہ رسید

ولہذا در حدیث شریف وارد است کہ مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ یعنے مثال اہل بیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح است ہر کہ سوار شد دران کشتی از طوفان نجات یافت و ہر کہ پس ماند ازان کشتی غرق طوفان گشت و وجہ تخصیص اہل بیت علیہ السلام باین مراتب و فضیلت آنست کہ کشتی حضرت نوحؑ صورت کمال علمی آنجناب بود حضرات اہل بیت را نیز حقتعالی صورت کمال علمی جناب خاتم المرسلین صلعم گردانیدہ بود کہ عبارت از طریقت است زیرا کہ کمال علمی آنجناب صلعم بدون مناسبت شخص بآنجناب در قوائے روحیہ در عصمت و حفظ و فتوت و سماحت متصور نیست کہ در کسے جلوہ گر شود۔ و این مناسبت بدون ولادت و علاقۂ اصلیت و فرعیت ممکن الوصول نیست پس این کمال را با جمیع شعب آن کہ معادن ولایات مختلفہ است درین مجری جاری کردند و از ہمین ناودان ریختند۔ و ہمین است معنئے امامت کہ یکے مر دیگرے را از ایشان باین وصی ساخت و ہمین ست سر آنکہ بزرگوارن مرجع سلاسل اولیائے امت شدند۔ و ہر کہ متمسک بحبل مدمی نماید چار و ناچار سند استفاضۂ او باین بزرگواران منتہی میگردد و درین کشتی می نشیند۔ بخلاف کمال علمی آنجنابؐ کہ بیشتر در صحابہ کرام جلوہ گر ماند۔ زیرا کہ انطباع آن کمال را صحبت تلمذ با استاد تا مدت دراز۔ و تفطن بمرضیات او و آموختن آئین درآمدہ و رحل مشکلات و استخراجِ مجہولات از ضرور است۔ ولہذا فرمودہ اند کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ و چون قطع دریائے حقیقت بدون جناح علمی و جناح علمی ممکن نیست مر مسلمان را ہر دو جناح تمسک ضرور افتاد۔ چنانچہ قطع دریا بدون سواری کشتی و مراعات حال نجوم تا سمت توجہ را از غیر سمت امتیازے حاصل شود ممکن نیست۔ ولہذا فرمودہ اند وَتَعِیَھَا یعنے و یاد دارد این قصۂ کشتی را کیفیتِ نجات از غرق طوفان کہ مومنین را بدین تدبیر حاصل شود اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ

یعنی گوشے کہ یاد دارندہ این قسم امور است۔ در حدیث شریف وارد ست کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت ﷺ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ را پرسیدند کہ سَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یَجْعَلَہَا اُذُنَکَ یَا عَلِیُّ و تخصیص حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ باین شرف و مرتبت برائے ہمین نکتہ است کہ معنی کشتی بودن اہل بیت بدون توسط حضرت امیر متصور نبود زیرا کہ اہل بیت آنحضرت ﷺ کہ قابل امامت این طریق بودند دراں وقت صغیر السن بودند و تربیت ایشاں بدیگرے حوالہ کردن منافی شان کمال آنحضرت بود۔ لاجرم قواعد نجات از ثقل گناہاں بحضرت امیر المومنین القا فرمودن و ایشاں را امام ساختن و کمال علی خود را بصورت ایشاں متصور نمودن ضرور افتاد۔ کہ ایشاں بحکم اَبُوَّت آن کمال را نترو تازہ بصاحبزادہا رسانند و این سلسلہ تا قیام قیامت بتوسط ایشاں جاری ماند و لہذا حضرت امیر المومنین را یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ خطاب دادہ اند۔ و ممہذا جناب امیر بسبب آنکہ درکنار آنحضرت پرورش یافتہ بودند و علاقہ و دادی بآنجناب داشتہ و از طفلی در ہر امر رفیق و شریک ماندہ حکم فرزندی گرفتہ بودند و بسبب قرابت قریبہ کہ داشتند مناسبت کلی در قوائے روحانی بآنجناب ایشانرا حاصل بود پس جناب حضرت امیر گویا ظل و صورت کمال علی آنجناب بودند کہ عبارت از ولایت و طریقت ست و بدعائے آنحضرت ﷺ آن استعداد ایشان تضاعف پذیرفت و بنہایت مرتبہ کمال رسید۔ چنانچہ آثار آں در ظاہر و باطن اولیاء اللہ از ہر طریقہ و سلسلہ ظاہر و ہویدا است وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ ان روایات سے ثابت ہے کہ طریقت کی تعلیم خاص سے ہے نہ عام ؎

بیان ہشتم تعلیم تصوف باندازہ عقل و حوصلہ طالب

یہ بات مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاء علیہ السلام کو نہی شرک و تعلیم توحید کے واسطے نوبت بنوبت مبعوث و متعین فرمایا ہے۔ اور شرک و توحید ہر ایک کی چار چار قسمیں ہیں۔ اول شرک شریعت خدا کی ذات و صفات و افعال میں کسی کو شریک کرنا۔ اور یہ ایسی بلا ہے بے درماں اور مرض لادوا ہے۔ جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ

بیان ہشتم تعلیم تصوف باندازہ عقل و حوصلہ طالب

فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا یعنے تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اُس کا شریک پکڑے اور بخشتا ہے اسکے سوا جسکو چاہے جس نے شریک ٹھیرایا اللہ کا اُسنے بڑا طوفان باندھا اور دوسری جگہ فرماتا ہے فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا یعنے پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہی دُور کا یعنی ایسے شرک کی ہرگز بخشش نہیں اسی لحاظ سے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نفی شرک کی نصیحت فرمائی ہے چنانچہ اس پند دلبند کو اللہ تعالیٰ نے بعینہ نقل فرمایا ہے یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ یعنے اے فرزند اللہ کے ساتھ شریک مت کر بلاشک شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ اور شرک شریعت کے مقابلہ میں توحید شریعت ہے۔ دوم شرک طریقت خدا و رسول صلعم عبد و معبود خالق و مخلوق کا ثابت کرنا شرک جلی ہے اور اسکے برعکس توحید طریقت ہے۔ سوم شرک حقیقت صفات کو غیر ذات سمجھنا یہ شرک خفی ہے اور اسکے برعکس توحید حقیقت ہے۔ چہارم شرک معرفت۔ اسم و مسمی میں تمیز کرنا یہ شرک اخفی ہے اور اسکے برعکس توحید معرفت ہے۔ پس ان چاروں قسموں کی شرک کی بازپرس ان چاروں مراتب والوں سے ہوگی۔ پس ہر ایک نبی نے شرک کے مٹانے اور توحید تنزیہی کی تعلیم میں سعی و کوشش بلیغ فرمائی۔ مگر کسی کافر و مشرک کے خیال میں نہ آئی بلکہ مقابلہ پیش آئے آخر ہلاک و تباہ ہو کر فِی النَّارِ وَالسَّقَرِ ہوئے جسوقت آنحضرت سرور کائنات مفخر موجودات رحمت عالمیان خاتم انبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلعم مشرف بمعراج ہوئے تو آپ کو تین قسم کے اسرار عطا ہوئے۔ ایک لائق تعلیم عام۔ دوم قابل تلقین خاص و اخص سوم مناسب اخفی۔ چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس ستودہ صفات کو انسان کامل بلباس وحدت مبعوث فرمایا تھا بموجب عقل خداداد کے دیکھا کہ افراد بشر عقل و قیاس و فہم و ادراک میں مختلف الانواع ہیں پس ہر ایک کے حوصلہ و استعداد کے موافق تعلیم میں مشغول ہوئے۔ عامہ خلائق کو حکم اول یعنے شریعت غرا کی تعلیم فرمائی اور جو حکم بارگاہ کبریائی سے صادر ہوا تھا۔ ہر ایک کو سنا دیا اور اسی کا نام تبلیغ رسالت تھا۔ پھر خواص کو دعوت شریعت کے بعد فیضان

۱؎ پ ۵ ع ۴۔ ۲؎ پ ۵ ع ۱۲ ۳؎ پ ۲۱ ع ۲۔ سورہ لقمان ۱۲

سرچشمہ طریقت سے سیراب کر کے ہر شخص کو دریائے فقر و فنا میں غوطہ دیا گیا تھا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَام نَحْنُ[۱] مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ وَنُکَلِّمُھُمْ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ یعنے ہم گروہ انبیاء کو حکم ہے کہ لوگوں کو اُنکے مرتبوں میں رکھیں اور اُن سے اُنکی عقلوں کے موافق کلام کریں۔ اور بہت حدیثوں میں آیا ہے کہ جنکی عقل زیادہ ہے اُنکے مراتب بھی زیادہ ہیں اِس لئے کاملین علیٰ قدر مراتب عقل ہر ایک کو تعلیم فرماتے ہیں اور اپنی عقل کے موافق ہر ایک ثمرہ پاتا ہے اسی واسطے رسول صلعم نے بھی علیٰ قدر مراتب عقل وادراک ہر ایک کو تعلیم فرمائی ورنہ کم فہم لوگ خراب و ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے مَا[۲] حَدَّثَ قَوْمًا بِحَدِیْثٍ لَا یَفْقَھُوْنَہٗ اِلَّا کَانَ فِتْنَۃً عَلَیْھِمْ یعنے جو کوئی تم میں سے کسی قوم سے ایسی بات بیان کرے گا جسکو وہ نہ سمجھیں تو وہ اُن پر ایک بلا ہوگی۔ اور دوسری حدیث میں یوں فرمایا ہے مَا[۳] اَحَدٌ یُحَدِّثُ قَوْمًا بِحَدِیْثٍ لَا تُبْلِغُہٗ عُقُوْلُھُمْ اِلَّا کَانَ فِتْنَۃً عَلٰی بَعْضِھِمْ یعنے جب کوئی شخص کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہے کہ جسکو اُنکی عقل نہیں پہنچتی تو اُن میں سے بعض آدمیوں پر وہ بات فتنہ ہو جاتی ہے اسی واسطے حکم ہے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ یعنے سامعین کی عقل کے موافق تم کلام کرو تاکہ وہ سمجھ جائیں ایسی بات نہ کہو کہ جس سے وہ تشویش میں پڑکر خراب ہو جائیں پس آنحضرت صلعم نے اسرار معرفت یعنی فقر کو جس سے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ مراد ہے عام طور پر تعلیم نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہ نہایت باریک اسرار ہیں ہر ایک کا فہم وادراک اُسکے کنگرہ تقدیس تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا خاص خاص صحابہ کرام مثل حضرت ابوبکر صدیق رض و عمر فاروق رض و حضرت عثمان رض و حضرت علی رض و حضرت ابوہریرہ رض و حضرت سلمان فارسی رض و حضرت زید رض وغیرہم رضی اللہ عنہم کو علیٰ قدر مراتب فہم وادراک تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے مَا[۴] صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا

[۱] اِس حدیث کو ابوبکر بن شیخ نے بیان کیا ہے اور ابوداؤد نے بروایت عائشہ صدیقہ اور لفظوں سے روایت کیا ہے ۱۲ [۲] اِس حدیث کو ابونعیم و ابن السینی نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے ۱۲ [۳] اِس حدیث کو ابونعیم نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے ۱۲ [۴] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲

وَقَدْ صَبَبْتُ فِیْ صَدْرِ اَبُوْ بَکْرٍ یعنے رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہیں ڈالا اللہ نے میرے دل میں کوئی علم مگر ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے[1] مَا فَضَلَکُمْ اَبُوْ بَکْرٍ بِکَثْرَاتِ صِیَامٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَّلٰکِنْ بِسِرٍّ وَقَرَ فِیْ صَدْرِہٖ یعنے فرمایا رسول خدا صلعم نے ابوبکر تم پر روزہ اور نماز کی زیادتی سے افضل نہیں ہوا بلکہ ایک بھید اور علم کی وجہ سے جو اسکے سینہ میں ڈالا گیا ہے۔ پس وہ راز علم فقر ہے جس سے حضرتؐ کو فخر ہے وَقَالَ[2] اَبُوْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَفِظْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلْعَمْ وَعَائَیْنِ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ لَوْ بَثَثْتُهٗ لَقُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ یعنی حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم سے دو ظرف علم یعنی ظاہری و باطنی کے حاصل کئے ہیں۔ ایک کو تو میں نے بیان کر دیا ہے اور اگر دوسرے کو بیان کروں تو میرے گلے کی مُری کٹ جائے۔ اب فرمائیے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کونسا علم بیان کیا اور کس علم کے بیان کرنے سے گلا کٹتا تھا۔ بجز اسکے اور کوئی جواب کافی نہیں کہ علم ظاہر یعنے شریعتؐ کو تو برملا و علی الاعلان بیان کر دیا اور علم باطن یعنے فقر کو بیان نہ کر سکے ورنہ نادان لوگ اپنی کم فہمی کیوجہ سے قتل کر ڈالتے۔ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی ایک ایسی ہی حدیث کے راوی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ لَوْ حَدَّثْتُکُمْ مَا اَعْلَمُ لَافْتَرَقْتُمْ عَلٰی ثَلَاثِ فِرَقٍ فِرْقَۃٌ تُقَاتِلُنِیْ وَفِرْقَۃٌ لَا تَنْصُرُنِیْ وَفِرْقَۃٌ تُکَذِّبُنِیْ یعنی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے وہ حدیثیں بیان کروں جو میں جانتا ہوں تو البتہ تم تین گروہ متفرق بن جاؤ گے۔ ایک گروہ تو میرے قتل کرنے پر آمادہ ہوجائیگا۔ اور ایک میری امداد سے دست بردار ہوجائیگا۔ اور ایک مجھکو جھٹلائے گا۔ دیکھو شرح کنز العمال صفحہ ۵ جلد ٦ آپ اصحاب صُفّہ کے ایک بڑے آزاد قلندر ممبر تھے۔ رسول علیہ السلام اکثر اوقات فرصت اور تنہائی کے وقت میں حضرت حذیفہؓ کو اسرارات آلہی و رموزات باطن کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اسی لئے آپکا خطاب صاحب السِّر رسول اللہ صلعم قرار پایا ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر

---

[1] اس حدیث کو بیہقی اور ابن عدی نے بروایت ابن عمر بیان کیا ہے ۱۲

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ نے مسجد نبوی میں طالبین و مشتاقین کو اسرارات بطون کی تلقین بڑے زور شور سے شروع کر دی۔ ؎

قدغن ہے کہ کوچہ میں ترے آنے نہ پائے	گر بے خبر آجائے تو پھر جانے نہ پائے

یہانتک نوبت پہنچی کہ عشاقین امورات دنیاوی سے دست کش ہو کر صحرا نشینی اختیار کرنے لگے رفتہ رفتہ اس امر کی شکایت حضرت عمر فاروق رضی کو پہنچی۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضہ کو بلا کر فرمایا کہ کیا تم لوگوں کی دنیا خراب کرنے ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ آخر کار بامر مجبوری مدینہ منورہ کو خیرباد کر کے مدائن میں جہاں حضرت سلمان فارسی رضہ عامل تھے جا کر قیام فرمایا۔ اور وہیں آپ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص و عام بنایا گیا جسکی زیارت سے یہ راقم الحروف بھی مشرف ہو چکا ہے۔ علماء ظواہران دونوں حدیث کی نسبت یہ فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں چونکہ حالات و مناقشات و مجادلات بنی اُمیہ مندرج تھے جن کا ظہور بعد میں ہوا۔ اِس خوف کے مارے کہ کہیں یہ لوگ ہماری گلو تراشی نکر ڈالیں ان احادیث کو بیان نہیں کر سکے اَسْتَغْفِرُ اللہ بزرگان دین پر یہ سخت بے سرو پا حملہ کرنا علما کی شان سے بہت بعید ہے۔ اب میں چند باتیں علمائے ظواہر سے دریافت کرنا چاہتا ہوں اول تو یہ کہ اس دوسرے ظرف میں بجز حالات بنی اُمیہ اور کچھ بھی نہ تھا۔ دوم یہ کہ حضرت حذیفہ رضہ کو صاحب السر رسول اللہ کا خطاب جو دیا گیا ہے یہ کیوں۔ آیا اس لحاظ سے کہ اُنھوں نے اِن احادیث کو بنی اُمیہ کے خوف سے افشا نہیں کیا اور پوشیدہ رکھا۔ اور اگر اس خطاب کی یہ ہی وجہ ہے تو پھر حضرت ابوہریرہ کو کیوں یہ خطاب نہیں ملا۔ حالانکہ اس حدیث گلو تراشی والی میں آپ بھی شریک ہیں۔ اور اس ظرف حدیث کو آپ نے بھی افشا نہیں کیا۔ سوم یہ کہ رسول علیہ السلام نے ان دونوں صاحبوں کو اپنا امین سمجھ کر اسرارات سے اِس لئے آگاہ فرمایا تھا تاکہ اُن احادیث کا فیضان دوسروں کو پہنچائیں۔ پس بغیر ممانعت حضور انور صلعم وہ فیض کیوں مخفی رکھا۔ ظاہر کیوں نہیں کیا گیا۔ کیا اپنی جان کے خوف سے هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ہمارے نزدیک تو اِن حضرات نے اُس فیض باطن کو ہرگز بند نہیں رکھا۔ یہ اہل ظواہر کی ایک من گھڑت بات ہے پس اُن احادیث میں چونکہ اسرارات باطن پوشیدہ تھے لہذا عوام الناس ناقص

العقل و کم فہم کے سامنے برملا ظاہر کر دینے میں اپنی ہلاکت کا باعث سمجھے اور خواص کو خفیہ طور پر تنہائی میں جیسا کہ رسول علیہ السلام کا وطیرہ تھا فیض یاب فرمایا۔ چنانچہ وہ اسرارِ الٰہی و رموزاتِ باطن جسکو فقر و تصوف و علم باطن کہتے ہیں اولیار اللہ کے ذرائع سے سینہ بسینہ آجتک چلے آرہے ہیں اور تا قیام قیامت یہ فیضان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جاری و ساری رہے گا۔ البتہ عوام الناس کو نا اندیشوں کے سامنے علم باطن کا اظہار کرنا اب بھی موجب ہلاکت ہی اور قابل دار۔ جیسے حضرت منصور حلاج رض سزاوار سمجھے گئے۔ سچ ہے

آں راز کہ در سینہ نہان ست نہ وعظ است	بر دار تواں گفت و بمنبر نتواں گفت

وَقَالَ عَلِیٌّ مُرْتَضٰی وَ اَشَارَ اِلٰی صَدْرِہٖ اِنَّ هٰهُنَا لَعُلُوْمًا جَمَّةً لَوْ وَجَدْتُ لَهَا حَمَلَةً[1] وَقَالَ قُلُوْبُ الْاَبْرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَارِ[2] یعنے حضرت علی رضہ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہاں بہت سے علوم ہیں اگر پاتا میں انکے متحمل۔ اور فرمایا اولیار اللہ کے سینہ اسرار الٰہی کی قبریں ہیں یعنے عام لوگ ان علوم کے متحمل نہیں۔ اسی واسطے آپنے بھی خاص خاص کو مثل حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ و حضرت خواجہ امام حسن بصری رح و حضرت کمیل ابن زیاد وغیرہم کو تعلیم فرمایا۔ کیونکہ جو چیز بیش بہا ہوتی ہے وہ عام طور پر نہیں بکتی بلکہ خاص طور پر خاص خاص ہی کو ملتی ہے۔ اور اس در مکنون کے لئے سرمایہ عقل و فراخی حوصلہ و ہمت بلند درکار ہے۔ اِس علم میں ایک شعبہ کشف ہے جسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک کشف کونی دوسرا کشف ذاتی۔ کونی وہ ہے کہ سالک کو احوالِ عالم سے روز اطلاع ہوجائے اور ذاتی وہ ہے کہ عارف کو ذاتِ حق و حقیقتِ اشیار عالم کا انکشاف ہو۔ رسول صلعم نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ[3] یعنے اے اللہ مجکو دکھا حقیقتِ اشیار بعینہ۔ جب حضرت زید کو کشف کونی منکشف ہوا تو ایک روز جوش میں آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلعم اگر حکم ہو تو بہشتیوں اور دوزخیوں کو جدا جدا اور حال نشر و حشر کا بالتفصیل بیان کردوں۔ آپنے فرمایا بس یہ گھوڑا بہت گرم ہوگیا ہے۔ اسکو ذرا ٹھنڈا کر۔ چنانچہ اس قصہ کو

[1] اس حدیث کو ابو نعیم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے ۱۲ [2] اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے

[3] اس حدیث کو شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی کتاب آداب ارشاد المریدین میں نقل کیا ہے ۱۲

مولٰنا روم نے لکھا ہے ؎

گفت پیغمبر صباحے زید را	کیف اَصْبَحْتَ اے رفیق باصفا
گفت عبداً مومناً باز وش گفت	کو نشان از باغ ایماں گر شگفت
گفت تشنہ بودہ ام من روزہا	شب نمی خفتم ز عشق و سوزہا
تا ز روز و شب جدا گشتم چناں	کہ ز اسپر بگذرد نوک سناں
کہ ازاں سو جملہ ملت ہا یکے ہست	صد ہزاراں سال و یک ساعت یکی ست
ہست ازل را و ابد را اتحاد	عقل را رہ نیست سوئے اعتقاد
گفت ازیں رہ کورہ آوردی بیار	درخور فہم و عقول این دیار
گفت خلقاں چوں نہ بیند آسماں	من بہ بینم عرش را با عرشیاں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من	ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
یک بیک وا مے شناسم خلق را	ہمچو گندم من ز جو در آسیا
کہ بہشتی کیست بیگانہ کیست	پیش من پیدا چو مور و ماہی ست
ایں زماں پیدا شدہ برایں گروہ	يَوْمَ تَبْيَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ
جملہ را چوں روز رستا خیز من	فاش می بینم عیاں از مرد و زن
یا رسول اللہ بگویم سرّ حشر	در جہاں پیدا کنم امروز نشر
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم	تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
تا کسوف آید ز من خورشید را	تا نمایم نخل را و بید را
وانمایم روز رستاخیز را	نقد را و نقد قلب آمیز را
دست ہا بریدہ اصحاب شمال	وانمایم رنگ کفر و رنگ آل
واکشایم ہفت سوراخ نفاق	در ضیائے ماہ بے خسف و محاق
وانمایم من پلاس اشقیا	بشنوانم طبل و کوس انبیاء
دوزخ و جنات و برزخ درمیان	پیش چشم کافراں آرم عیاں
وانمایم حوض و کوثر را بجوش	کاب بر او شاں زند بانگش بگوش

وانکہ تشنہ گرد کوثر مے دوند　　یک بیک را وانمایم تا کیستند
می بسایند دوش شاں بر دوش من　　نعرہ ہاشاں میرسد در گوش من
اہلِ جنت پیش چشم انتظار　　درکشیدہ یک بیک را در کنار
دست یکدیگر زیارت می کنند　　وزلباں ہم بوسہ غارت می کنند
کر شد ایں گوشم ز بانگِ آہ آہ　　از حنین و نعرۂ واحسرتاہ
ایں اشارت ہاست گویم از نغول　　لیک می ترسم ز آزار رسول
ہم چنیں میگفت سرمست و خراب　　داد پیغمبر گریبانش بتاب
ہیں بگویم یا فرو بندم نفس　　لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس
گفت دم درکش کہ اسپت گرم شد　　عکسِ حق لایستحی زد شرم شد
آئینہ تو جست بیروں از غلاف　　آئینہ و میزاں نمی گوید خلاف

بھلاوہ کونسی بات تھی جو رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تعلیم فرمائی۔ اور فرمایا کہ اسکو کسی کے سامنے بیان نکرنا۔ آپنے بہت ضبط کیا۔ آخر مدینہ منورہ کے باہر جنگل میں ایک کنوے کے کنارہ پر بیٹھکر اُس راز کو بیان کیا۔ اُس کنوے کا پانی خون ہوگیا۔ آجتک مدینہ منورہ میں بیر علیؑ مشہور ہے۔ آخر وہ کونسا علم تھا کہ جسکی وجہ سے حضرت زیدؓ اور حضرت علیؑ کو جوش آیا تھا اور حضرت اویس قرنیؒ کو رسول صلعم نے اپنا جبہ کیوں عنایت فرمایا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ حضرت اویس کے سامنے اپنی خلافت کو ایک دینار کے بدلے کیوں فروخت کرتے تھے۔ اِس قصہ کو شیخ فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے ؎

چوں عمر پیش اویس آمد بجوش　　گفت افگندم خلافت را ز دوش
گر خلافت را خریدارے بود　　میفروشم گر بدینارے بود
چوں اُویس ایں حرف بشنید از عمرؓ　　گفت رو بگذار و فارغ در گذر
تو بیفگن ہر کہ مے خواہد ز راہ　　بار برگیرد روز تا پیش گاہ
چوں خلافت خواست افگندش امیر　　آں زماں برخاست از یاراں نفیر
جملہ گفتندش مکن اے پیشوا　　خلق را سرگشتہ از بہرِ خدا

عہدہ در گردنت صادق کرد	آں نہ بر عمداً کہ بر تحقیق کرد
گر تو مے پیچی سر از فرمانِ او	ایں زماں از تو بر نجد جانِ او
چوں شنید ایں حجتِ محکم عمرؓ	کار ازیں حجت بروشد سخت تر

حضرت امام محمد غزالی احیاء میں لکھتے ہیں کہ بعض عارفوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ ربوبیت کا ایک راز ہے اگر وہ ظاہر ہو تو نبوت بیکار ہو جائے۔ اور نبوت کا ایک بھید ہے اگر وہ ظاہر ہو تو علم نکما ہو جائے۔ اور عارفوں کا ایک سر ہے اگر وہ اسکو افشا کریں تو احکامِ شرع بیکار ہو جائیں۔ اور حضرت سہیل تستریؒ کا قول ہے کہ عالم یعنے عارف کو تین علم عنایت ہوتے ہیں۔ ایک علم ظاہر یعنی شریعت ہے کہ جمیع جن و انس کو تعلیم فرماتا ہے۔ دوسرا علم باطن یعنے طریقت ہے کہ سوائے اسکے اہل کے عام کو تعلیم نہیں کر سکتا۔ تیسرا علم معرفت یعنے فقر و فنا ہے کہ تصوف میں اس سے افضل و اعلیٰ مرتبہ نہیں اور یہ رازِ الٰہی ہے کہ اسکو بغیر حکم خاص کے تلقین نہیں کر سکتا۔ جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے کہ ما موز بحکم خدا ہیں حضرت موسیٰؑ کو بحکم خداوندی راز مخفی سے مطلع کیا۔ چنانچہ یہ قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اگر ایسا علم عام طور پر تعلیم کیا جاتا تو احکام شرع درہم و برہم ہو جاتے اور عوام الناس ہلاک و تباہ۔ اسی واسطے فقر کی تعلیم سینہ بسینہ ہوتی ہے۔ اور یہ امانت اُسی کو سپرد کی جاتی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اُسکے حصول کی قابلیت عطا فرمائی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اگر کوئی کہے کہ جب علم فقر و معرفت رازِ الٰہی ہے۔ تو پھر تم نے اُسکو کیوں لکھا اُس کا جواب یہ ہے کہ اسرار فقر نہ کبھی تحریر میں آئے اور نہ آسکتے ہیں۔ بلکہ جو کچھ تحریر میں آیا ہے وہ عبارت و اشارت ہی حصول اسرار کی تشویق کے لئے۔ نہ کہ عین اسرار کے لئے۔ اور بالفرض اگر اس تحریر کو بھی علمِ اسرار کہا جائے تو ہمنے بھی خواص کے واسطے لکھا ہے نہ عوام کے لیئے عامی جہلا بجز سطور و حروف کے اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اگر پڑھ بھی لیں تو مقصود کا سمجھنا محال۔ ہاں جو شخص صاحبِ عقل سلیم اور صحبتِ فقراء کا فیض یافتہ ہو گا اُس کو ان مضامین میں کسی طرح کا شک و تردد پیدا نہ ہو گا۔ بلکہ خاطر خواہ اپنا مطلب اِس میں سے اخذ کرے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اس کتاب میں لکھا ہے اُس سے کروڑوں حصے زیادہ قرآن

شریف واحادیث میں کھلم کھلا اسرار مندرج وموجود ہیں۔ اگر ہمنے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلعم کی متابعت کی تو کیا گناہ کیا اب ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں چند آیات واحادیث بطور مشتے نمونہ خروارے پیش کرتا ہوں کما قال اللہ تعالیٰ اَن لَّو یَشَاءُ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیعًا یعنے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو راہ پر لاوے سب آدمیوں کو و لَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اگر اللہ چاہتا تم سب کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا ولیکن گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہے۔ ایضاً وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنے اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم دیتے ہر ایک جی کو ہدایت لیکن ثابت ہوا ہے میری طرف سے یہ حکم کہ ضرور پر کروں دوزخ کو جن اور انس میں سے۔ ایضاً فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا یعنے پس اُسکے جی میں ڈالی بدکاری اُسکی اور پرہیزگاری اُسکی وَقَالَ النَّبِیُّ صلعم یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ یعنے اے ابوہریرہ خشک ہو گیا قلم ساتھ اُس چیز کے کہ تو ملنے والا ہے مسلم نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے پچاس ہزار برس لوگوں کی تقدیر لکھی گئی ہے۔ ایضاً بخاری اور مسلم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ بحکم خدا فرشتہ بچہ کا عمل اجل ورزق شقی وسعید اُسکی ماں کے پیٹ میں لکھدیتا ہے۔ ایضاً اِنَّ الْعَبْدَ لَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ النَّارِ وَاِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ یعنے فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ تحقیق بندہ البتہ کام کرتا ہے دوزخیوں کے اور تحقیق وہ اہل بہشت سے ہوتا ہے اور کرتا ہے کام بہشتیوں کے اور ہوتا ہے اہل نار سے اور نہیں اعتبار کار مگر خاتمہ پر۔ اب فرمایئے کہ یہ اسرار نہیں تو کیا ہیں۔ ع گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ اور اگر سچ پوچھئے ہو تو تمام کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم

---

۱ پ ۱۳ ع ۱۰۔ ۲ پ ۱۴ ع ۱۹۔ ۳ پ ۲۱ ع ۱۵۔ ۴ پ ۳۰ سورہ والشمس ع ۱۔ ۵ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲۔ ۶ حدیث شریف میں ہے مَنْ سَعِدَ فَسَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَمَنْ شَقِیَ فَشَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ ۱۲

۷ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے سہل بن مسعود سے روایت کیا ہے ۱۲

صلعم من اولہ الی آخرہ اسرارات سے معمور اور بھرپور ہیں۔ مگر ان میں سے بھی خاص ہی لوگ وقائق سے واقف ہیں ورنہ عام بجز تلاوت قرآن کے اور کچھ نہیں جانتے۔ غرض کہ اسرار تصوف علم کتابی نہیں اور نہ کتابوں کے دیکھنے سے حاصل ہوسکتے ہیں اور نہ سمجھ میں آسکتے ہیں اور نہ کسی صاحب مذہب نے ایسی کوئی کتاب لکھی ہے کہ جسکے دیکھنے سے اسرار تصوف منکشف ہوجائیں۔ ؎

بو حنیفہ زعشق درس نگفت	شافعی را درو روایت نیست
حنبل از عشق نیز بے خبر ست	مالکی را درو حکایت نیست

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث سے رسول صلعم کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امر میں تم سے سوال کرے تو تم اسکی عقل کے موافق ایسا جواب دو کہ وہ سمجھ جاوے اور دوبارہ دریافت کرنے کی اسکو حاجت نرہے ایسا پیچیدہ جواب نہ دو کہ وہ خرابی میں پڑے اور اسی تردد میں تباہ و ہلاک ہوجائے۔ یعنی جہانتک اسکی عقل کی رسائی ہو وہاں تک سمجھا دو تاکہ وہ تردد سے محفوظ رہے یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے دل کی کوئی بات کتاب میں نہ لکھو اگر ایسا ہوتا تو کوئی شخص قلم نہ اٹھاتا اور کاغذ سیاہ نکرتا۔ اور تمام علوم اسرار دین و دنیا کے صفحہ جہاں سے یک قلم مفقود ہوجاتے اور کسی علم کا نام و نشان باقی نرہتا چنانچہ بزرگان سلف نے اپنے اپنے رسائل و کتب میں ہر قسم کے نکات و اسرارات بیان کئے ہیں ہمنے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں بزرگان دین سے جو حصہ ملا ہے اور انھیں اولیا اللہ کا فیض و اسرار جو دل نشین ہوا ہے۔ اس بحر متواج میں سے ایک نہر صحرائے عالم میں ہم نے بھی جاری کی ہے تاکہ طالبان تشنہ دل سیراب ہوں اور تشنگی بجھائیں۔ پس جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے یا لکھا جاتا ہے۔ یا لکھا جائے گا۔ یہ سب اس علم اسرار و فقر و تصوف کے آداب و ارکان و آثار و اطوار و منازل و مقامات و قواعد و آلات و اسباب و وسائل ہیں تاکہ طالب کو شوق زیادہ پیدا ہو ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کاین دولت از گفتار خیزد

بوقت تحصیل زیادہ وقت نہ اٹھائے اور آسانی سے مراحل فقر کو طے کرکے اپنے مقصود

اصلی کو پہنچ جائے ورنہ یہ نوشت کچھ فقر نہیں ہے نہ نوشت میں آسکتا ہے کیونکہ فقر ایک راز ہے جو تحریر و تقریر سے باہر ہے بلکہ وہ ایک روحی اثر ہے جو پیر کامل مرید کے دل میں ڈالتا ہے اور اسکو سیر الی اللہ و سیر مع اللہ و سیر فی اللہ کرا کے خدا کے سپرد کر دیتا ہے اُسکے بعد جو راز و نیاز اسکے اور خدا کے درمیان پیش آتا ہے اُسکو فقر کہتے ہیں اور یہ حد تحریر و تقریر سے باہر ہے جیسے کیفیت سرو صحبت عاشق و معشوق پس یہ علم فقر فقرا و انبیاء کا علم سینہ ہے نہ علم سفینہ کسی عاقل و صاحب فہم سلیم کو کچھ تردد و شک اس میں نہیں ہوتا پس جہاں تک ممکن ہے میں بھی اس میں قلم فرسائی کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ جاننا چاہیئے کہ اس دنیا میں مسافر تین قسم کے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلنَّاسُ ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ قِسْمٌ يَّتَشَبَّهُوْنَ الْبَهَائِمَ وَ قِسْمٌ يَّتَشَبَّهُوْنَ الْمَلٰئِكَةَ وَ قِسْمٌ يَّتَشَبَّهُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ یعنے آدمی تین قسم کے ہیں بعض بہائم کے مانند ہیں کہ بجز اکل و شرب و خور و خواب و شہوت رانی کے دوسرا کام نہیں رکھتے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اور بعض فرشتوں کے مانند ہیں کہ اُنکی ہمت تسبیح و تہلیل و نماز و روزہ وغیرہ صفات ملائکہ کے حصول میں مصروف رہتی ہے۔ اور بعض مثل انبیا کے ہیں کہ اُنکی ہمت عشق و محبت و رضا و تسلیم میں مصروف ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے اَلْمُسَافِرُوْنَ ثَلٰثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ يُّسَافِرُ فِي الدُّنْيَا رَاْسُ مَالِهِ الدُّنْيَا وَرِبْحُهُ الْمَعْصِيَةُ وَ النَّدَامَةُ وَصِنْفٌ يُّسَافِرُ فِي الْاٰخِرَةِ رَاْسُ مَالِهِ الطَّاعَةُ وَالْعِبَادَةُ وَرِبْحُهُ الْجَنَّةُ وَصِنْفٌ يُّسَافِرُ اِلَى اللّٰهِ رَاْسُ مَالِهِ الْمَعْرِفَةُ وَرِبْحُهُ لِقَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى یعنے مسافر تین قسم کے ہیں بعضے سفر کرتے ہیں دنیا میں اور اُنکا راس المال دنیا ہے اور اُسکا سود گناہ و ندامت یہ لوگ بہائم و انعام کے مثال ہیں کہ بجز حرص و ہوا و نفس پرستی کے اور مشغلہ نہیں رکھتے اور بعض آخرت کا سفر کرتے ہیں۔ اُنکا راس المال طاعت و عبادت ہے اور اُسکا سود جنت یہ لوگ حصول صفاتِ ملائکہ میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ خدا کی طرف سفر کرتے ہیں اُنکا راس المال معرفت ہے اور اُس کا سود دیدار الٰہی۔ یہ لوگ انبیائ کے مانند ہیں کہ رضا و تسلیم کا لباس اپنے تن پر آراستہ کرکے عشق و محبت کی ریلگاڑی میں سوار ہوکر بھول

یعنی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا جو طلسمات بوقلموں سے معمور ہے۔ امداد الٰہی کا نوشتہ لے کر بہمت تمام اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ کی دعا مانگتے ہوئے خدا کی طرف سفر کرتے ہیں یہ تو تم معلوم کر چکے کہ اس دنیائے ناپائدار میں مسافر تین قسم کے ہیں اوّل طالب دُنیا جن کا سفر و مجاہدہ دنیا کے واسطے ہے وہ مخنث ہیں۔ اور اکثر ایسے ہی ہیں دوم طالب عقبےٰ جو آخرت کے لیئے دوڑتے ہیں یہ مؤنث ہیں۔ اور کمتر سوم طالب مولیٰ جو معرفت الٰہی حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں یہ بہت ہی تھوڑے بلکہ شاذ و نادر ہیں۔ انکو مذکر کہتے ہیں۔ کقول کاملے طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ اور ہر ایک مسافر علیٰ قدر استعداد و مراتب مجاہدہ اپنے مطلوب کو حاصل کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَۃِ نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَسَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ[1] یعنے اور جو کوئی چاہے جزا دنیا کی دینگے ہم اسکو اس میں سے اور جو کوئی چاہے جزا آخرت کی دینگے ہم اسکو اس میں سے اور شتاب بدلا دینگے ہم شکر کرنے والوں کو یعنے جو لوگ ہماری بابت پر شکر کرتے ہیں اور بجز ہمارے کسی کی طلب و تلاش میں نہیں دوڑتے بلکہ ہماری ہی جانب سفر کرتے ہیں تو ہم انکو بہت جلد بدلا دیں گے کہ وہ علم معرفت و دیدار الٰہی ہے وَسَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ سے مراد یہ تیسرا گروہ ہے جسکو طالب مولیٰ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ[2] یعنے اور جن لوگوں نے محنت اور مجاہدہ کیا ہماری راہ میں (راہِ معرفت میں) تو البتہ دکھا دینگے ہم انکو اپنی راہ (راہِ توحید و معرفت) اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ ساتھ احسان کرنے والوں کے ہے یہاں احسان کے معنی ہیں اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ یعنے جسکی عبادت بخلوصِ دل اس شان و شوکت کی ہوگی تو بالضرور ہم اسکو بالعلم و العین بمرتبہ حق الیقین دکھا دینگے کہ ہم اُسکے ساتھ ہیں۔ پس اسی معرفت کا نام بدلا ہے اور کیا ہی بہتر و بےنظیر بدلا ہے یعنے دیدار الٰہی یا یوں سمجھو کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَ

[1] پ ۴ ع ۶ [2] پ ۲۱ ع ۳

آنا یعنے جن اشخاص نے حصولِ انا میں محنت و مجاہدہ کیا تو ہم لہبنہ انکو دکھا دیں گے راہ حصولِ انا فافہم۔ لیکن یہ سعادت ابدی اُس وقت نصیب ہو سکتی ہے کہ حصولِ معرفت الٰہی میں کماحقہٗ مجاہدہ کرے کما قال اللہ تعالیٰ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ یعنے او محنت کرو راہ خدا میں یعنے (حصولِ معرفتِ الٰہی میں) جو اُسکے مجاہدہ کا حق ہے اُس نے برگزیدہ کیا تم کو (یعنے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کے خطاب سے سرفراز فرمایا) اور نہیں کی اُوپر تمہارے بیچ دین کے کچھ تنگی یعنے یہ دین اسلام تمکو نہایت کشادہ و آسان راستہ دیا گیا ہے۔ مگر حصولِ معرفت الٰہی میں جہادِ اکبر یعنی مخالفت نفس و ریاضت سخت کی ضرورت ہے چنانچہ رسول علیہ السلام جب غزوہ تبوک یا کسی اور غزوہ سے واپس ہوئے تو ارشاد فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ یعنے ہم واپس ہوئے چھوٹی لڑائی سے بڑی لڑائی کی طرف کہ وہ جہاد مخالفت نفس ہے یعنی نفس کو خواہشات حیوانی و شہوانی سے روکنا۔ لیکن اِس میں شرط یہ ہے کہ عبادت و ریاضت و مجاہدہ بلا شرکت غیرے ہو کما قال اللہ تعالیٰ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا یعنے پس جو کوئی اُمید رکھتا ہے اپنے پروردگار کی ملاقات کی پس چاہئے کہ عمل کرے عمل نیک اور نہ شریک کرے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی ایک کو یعنے بامید بہشت و بخوف دوزخ وغیرہ عبادت نکرے بلکہ خالصاً لوجہ اللہ عبادت ہو کما قال اللہ تعالیٰ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ یعنے اور جو اپنے نفس کو خواہشاتِ حیوانی و شہوانی سے روکتا ہے پس تحقیق جنت اُسکی آرام گاہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا نفس مجاہدہ و محنت شاقہ میں معرفت الٰہی حسب استعداد حاصل کرکے مطمئنہ ہو چکا ہے پس بعد موت ارادی یعنی مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي یعنے اے نفس (معرفت الٰہی میں آرام پکڑنے والا) چل اپنے پروردگار کی جانب راضی خوشی پس داخل ہو میرے

لہ پ ۱۷ ع ۱۷ - سے پ ۱۶ ع ۳ - سے پ ۳۰ ع ۲ سورۂ نازعات - سے پ ۳۰ ع ۱۵ - سورۂ فجر +

بندوں ہیں اور داخل ہو میری بہشت میں۔ خاص بندگانِ الٰہی وہ ہیں جنکی شان میں آیا ہے[1] اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ۃ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنے جو میرے بندے ہیں تجھکو ان پر زور نہیں۔ سُن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہیں نہ ڈر ہے ان پر نہ وہ غم کھاویں۔ اور خاص جنت الٰہی وہ ہے جسکی طرف رسول علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے[3] اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْھَا رَبُّنَا ضَاحِکًا یعنے تحقیق جنت میں ایک جنت ہے نہ اُس میں کوئی حور ہے اور نہ قصور۔ تجلی فرمائیگا اُس میں ہمارا پروردگار خوشنود اور رضامند ہو کر یعنے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو جو حیاتِ دنیا میں اپنے رب کی معرفت حاصل کر چکے ہیں۔ اسی جنت میں خوش اور رضامند ہو کر اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرمائیگا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا الْمَقَامَ بِجَاہِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ الْکِرَامِ رسول علیہ السّلام نے رَبُّنَا فرمایا ہے اِلٰھُنَا نہیں فرمایا کہ دیدار الٰہی بالتنزیہ محال ہے البتہ دیدار انوار اسماء و صفاتِ ذات الٰہی بالتشبیہ ضرور ہوگا۔ کلمات رَبّ و رَبِّہٖ و رَبِّکَ و رَبَّنَا شاہد حال ہیں۔ ہر مقام پر ان الفاظ سے تم خود معلوم کرلوگے کہ یہاں مراد ذاتِ الٰہی ہے یا اسمائے الٰہی جو ارباب ہیں۔ احدیت ذات اِس مرتبہ میں ذات صمد و غنی عن العلمین ہے۔ حیات و علم و ارادہ و قدرت و سمع و بصر و جمیع صفات اور اُنکے اضداد سے من کل الوجوہ مبرّا و منزہ ہے چونکہ ذات کو بذات خود عالم کا ایجاد کرنا شان احدیت ذاتی کے خلاف تھا پس احدیت ذات نے مرتبۂ وحدت میں تجلی صفاتی فرمائی اور ذات موصوف بصفات اسماء مختلفہ ہو کر انھیں صفات کے ذرایع سے کارفرمائے عالم ہوئی۔ اور ذات نے اپنے اسمائے حسنیٰ صفاتیہ سے کام لیا مخلوقات کو مربوب و اسماء کو ارباب بنایا تاکہ ہر ایک اپنے رب کی طرف متوجہ رہے۔ اور اپنی ذات کو اُسی طرح اپنے مرتبہ صمدیت و غنائیت میں قائم و برقرار رکھا۔ واہ سبحان اللہ کریں تو خود اور نام دوسروں کا۔ مگر دانا داند و بینا بیند کہ پردہائے اسماء و صفات و شیونات میں

---

[1] پ ۱۴ ع ۴۔ [2] پ ۱۱ ع ۱۲۔

[3] اِس حدیث کو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں جو قاضی شیخ محمد کرانوی کو لکھا ہے نقل کیا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰہِ یعنی رنگ سرکاری جلوہ افروز ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ درپوش	من انداز قدت را می شناسم

پوشیدہ نہیں کہ اسمائے الٰہی احاطۂ حد وحصر سے باہر ہیں اور ہر ایک اسم الٰہی ہر ایک شے اور ہر ایک شخص کا رب ومدبر وتربیت وپرورش کنندہ ہے یعنی جملہ اسمائے الٰہی صفاتی عالم امر وعالم خلق کے ارباب ہیں اور جمیع اشیاء عالم امر وعالم خلق مربوب اور اللہ کہ اسم احدیت ذات رکھا گیا ہے رب الارباب کہلاتا ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا رب علیؔ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا یعنے وہ تھا اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ کہ اپنے رب کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا ہر ایک شخص اپنے رب کی مرضی کے موافق عمل کرتا ہے سرمو اسکے خلاف نہیں کرسکتا پس جس شخص نے اپنی حالت کے اعتبار سے اپنے نفس کو شناخت کرلیا ہے کہ میں کس رب کا مربوب ہوں یعنے میں اسمائے حسنیٰ کے کون سے اسم سے تعلق رکھتا ہوں اگر حالت ہدایت پر ہے تو اسم ہادی اس کا رب ہوا اور گمراہی پر ہے تو اسم مضل اس کا رب ہے علیٰ ہذا القیاس جبار وقہار ومنتقم ورحیم وکریم وغیرہ۔ اسی لئے ہر شخص اپنی حالت کے اعتبار سے اپنے رب کا عرفان حسب استعداد حاصل کرسکتا ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے یہ ہی معنے ہیں۔ اور بروز قیامت بھی ہر ایک شخص اپنے رب کے دیدار سے حسب حیثیت عرفان مشرف ہوگا۔ اسی لحاظ سے بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں جائینگے۔ اور اولیاء اللہ بھی دنیا وآخرت میں اپنے اپنے رب کے دیدار سے حسب استعداد مشرف ہوتے ہیں اور ہونگے۔ یعنی صفاتی انوار کا جلوہ پائیں گے نہ ذاتی جلوہ کہ قدرت انسانی سے برتر اور حواس ظاہری اور باطنی کے احاطہ ادراک سے پاک اور منزہ ہے۔ اسی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کو لن ترانی کا حکم ہوا تھا۔ بلکہ اپنے رب کے جلوہ کی بھی برداشت نہ کرسکے کما قال اللّٰہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

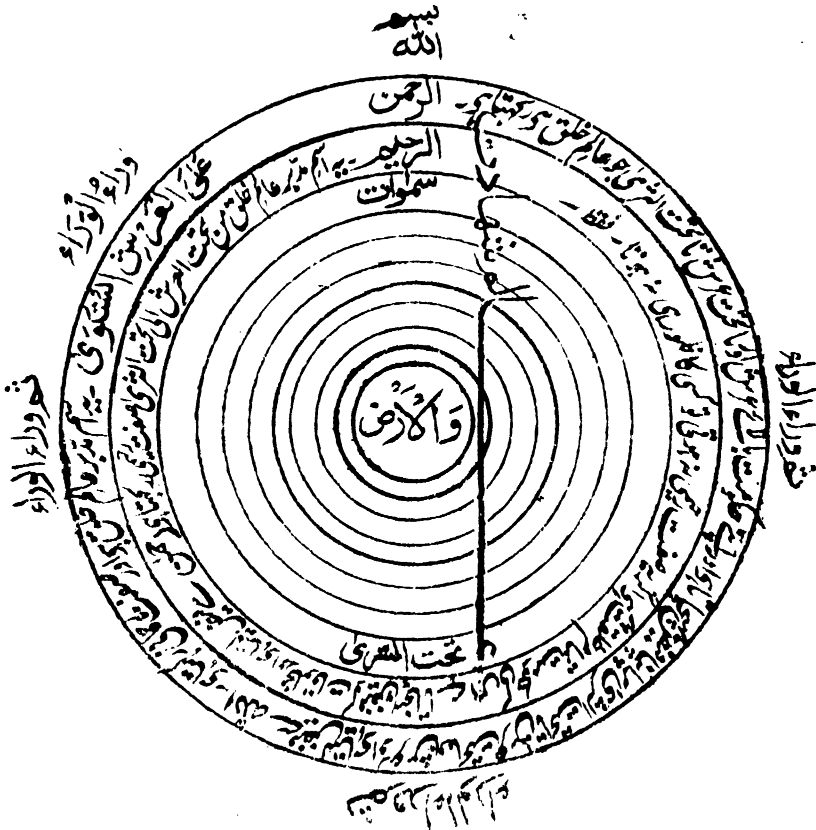
---

[1] پ ۱۶ ع ۶۔ [2] پ ۹ ع ۶۔

مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا

یعنے جب آیا موسیٰؑ واسطے وعدہ ہمارے کے اور کلام کیا اس سے رب اُسکے نے۔ کہا اے رب میرے دکھلادے مجکو دیکھوں میں طرف تیرے کہا اللہ نے ہرگز نہ دیکھ سکے گا تو مجکو ولیکن نظر کر طرف پہاڑ کے پس اگر قائم رہے جگہ اپنی پر پس البتہ دیکھ سکے گا تو مجکو۔ پس جب تجلّی کی پروردگار اُسکے نے طرف پہاڑ کے کیا اُسکو ریزہ ریزہ اور گر پڑا موسیٰ بیہوش۔ چہ جائیکہ ذاتی جلوہ۔ اس لئے کہ وہاں فنائے کلّی ہے "نہ توانی و نہ من" کے مضمون ہیں دیدار کہاں۔ ہاں الہامات وانفال واکرام وانعام الٰہی بدرجۂ غایت ہونگے البتہ آنحضرت علیہ السّلام کہ قرب ذاتی رکھتے ہیں اور معراج شریف میں ذاتی جلوہ پاچکے ہیں اور پاتے تھے اور پائیں گے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ شاہد حال ہے اور اولیاء اللہ مکملین جو دنیا میں اپنے رب کے جلوہ و دیدار کے متحمل ہوچکے ہیں قیامت کے روز بطفیل رسول علیہ السّلام حسب استعداد ذاتی جلوہ سے مشرف ہونگے۔ اور انبیاء علیہم السلام بھی بطفیل رب خود حسب حوصلۂ خود ذاتی جلوہ پائیں گے **یاد رکھو** کہ چار اسم اُمّہاتِ اسماء ہیں یعنی اَوّلُ۔ اٰخِرُ۔ ظَاھِرُ۔ بَاطِنُ اور اسم اللّٰہ اور اسم رحمٰن جامع جمیع اُمّہات ہیں اور یہ چاروں اسم جمیع اسماء کو شامل ہیں اس لئے کہ جو اسم کہ مظہر اس کا ازلی وابدی ہے پس ازلیت اسکی اسم اوّل سے ہوگی اور ابدیت اسکی اسم آخر سے اور ظہور اُسکا اسم ظَاھِر سے اور بطون اُس کا اسم بَاطِن سے اور جو اسماء کہ بابداء ایجاد متعلق ہیں وہ اسم اوّل کے تحت میں داخل ہیں اور جو جزا و معاد کے ساتھ متعلق ہیں وہ اسم آخر کے تحت میں داخل ہیں اور جن کا تعلق ظہور و بطون سے ہے وہ اسم ظاہر و باطن کے تحت میں ہیں۔ اور کوئی چیز اولیت و آخریت و ظہور و بطون سے خالی نہیں اور یہ چاروں اسماء امّہات مذکورہ اسم اَللّٰہ و اسم رحمٰن کے تحت میں ہیں۔ کیونکہ جیسے اسم اللہ جامع جمیع اسماء الٰہی وکونی ہے۔ اسی طرح اسم رحمٰن بھی جامع جمیع اسماء الٰہی وکونی ہے اسم رحمٰن اسم اللہ کے تابع ہے اور اسم رحیم وغیرہ اسم رحمٰن کے چنانچہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ثابت ہوتا ہے اسم الرّحمٰن برزخ ہے درمیان اسم اللہ اور اسم الرّحیم وغیرہ کے۔ اسم اللہ مجازاً اسم احدیت ذات ہے اور

اسم الرحمن وغیرہ اسمارِ حسنیٰ مجازاً صفات احدیت ذات ہیں الرحمن صفت رحمانی رکھتا ہے اورعرش سے تا تحت الثریٰ عالم خلق پرحکومت رکھتا ہے اللہ سے فیض لیتا ہے اور عالم امر وعالم خلق کو جو رحیم وغیرہ اسکے متعلق ہیں فیض پہنچاتا ہے اور آخر خاتمہ رحیم کی رحمت پر موقوف ہے غرض اسم اللہ کے سوا جمیع اسمارِ حسنیٰ اسم الرحمن کے ماتحت کارفرمائے عالم ہیں اور اللہ ذات غنی عن العلمین ہے۔ اب تھوڑی دیر اس دائرہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نظرِ غور سے دیکھیے تاکہ آپ کو اس آیت کریمہ کے معنے کھل جائیں اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى وہ دائرہ یہ ہے۔



اوّل اس بات کو یاد رکھو کہ تحت الثریٰ سے لیکر عرش تک عالم شہادت ہے اور بالائے عرش عالم امر یعنی عالم مثال اور اسکے محیط عالم ارواح اور اس پر مرتبہ ربوبیت ہے جس کو الوہیت وحقیقت انسانیہ واعیان ثابتہ وواحدیت بھی کہتے ہیں اور اس سے برتر وحدت

یعنے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے اعلیٰ تر احدیت صرف وہویت محضہ وجود مطلق ذات بحت وورار الورار ہے۔ اور ذاتِ حق کا نام مرتبۂ واحدیت میں اَللّٰہ قرار پایا ہے اور اسم اللہ کے تابع اسم الرحمن ہے اور اسم الرحمن کے تابع باقی کل اسمار حسنیٰ ہیں۔

آیت مذکورۂ بالا کے معنی جو علمارِ ظواہر رحمہم اللہ نے ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود عرش پر تکیہ لگائے ہوئے جلوس فرماتا ہے یہ معنی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس آیتِ کریمہ کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم رحمن کو جو صفتِ رحمانی رکھتا ہے عرش پر حکمران قرار دیا ہے اور باقی کل اسمائے حسنیٰ اسی اسم کے متعلق کردیئے ہیں +

بازآمدم برسرمطلب پس ہم اس تیسری قسم کے مسافر یعنے طالب مولیٰ کے واسطے راہ مستقیم اور اسکے منازل ومقامات ووادیات وعقبات جو اس راہ میں پیش آتے ہیں تحریر کرتے ہیں تاکہ سالک صادق الارادہ اس کتاب کو ملاحظہ کرکے راہ راست میں منزل ومقام کرتا ہوا اور دشواری عقبات وخوف رہزنان سے بچتا ہوا اپنے مطلوب تک پہنچ جائے

پوشیدہ نرہے کہ اس راہ میں چار مقام اور ہفت وادی خونخوار ہیں۔ اول مقام شریعت طالبِ صادق پر فرض ہے کہ اس مقام میں حواس ظاہری کی طہارت حاصل کرے کیونکہ بغیر اسکے حواسِ باطنی کا روشن ہونا محال ہے۔ اور حواسِ ظاہری کی پاکی احکامِ شرع کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس ہر صاحبِ مذہب کو اپنی شریعت کی فرمانبرداری اور اطاعت ضرور ہے تاکہ اول حواسِ ظاہری صاف ہوں اور انکے سبب سے حواسِ باطنی منور ہوں اور طلب صادق پیدا ہو۔ پھر اس سفر کی تیاری کرے کیونکہ یہ منزلیں حواس سے طے ہوتی ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ اور اگر حواس ظاہری وباطنی میں کچھ بھی میل وکدورت باقی رہیگی تو منزلوں کے طے کرنے میں بہت دقت اٹھائے گا۔ بہرحال شریعت کو اپنا معاون ومددگار جانے تاکہ مراحل کے طے کرنے میں کچھ حرج واقع نہو +

بیان ہشتم طریق حصولِ علم تصوف

اول مقام اقلیم شریعت میں۔ شریعت کے لغوی معنی نہر جاری اور پانی یا گھاٹ

جہاں مخلوق پانی پئے اور اصطلاح میں اُس قانون کا نام ہے جس میں اوامر ونواہی وقواعد سیاست
مدن وحفاظتِ مالی وملکی وطریقہ عبادات وتزکیہ حواس ظاہری وباطنی ومکارم اخلاق ہوں
اور اُسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ کی معرفت انتظامِ خلایق واعتدالِ کافہ انام کے
واسطے جاری ونافذ فرمایا ہو۔ اوّل یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت کا باطن طریقت ہے اور طریقت
کا باطن حقیقت اور حقیقت کا باطن معرفت ہے جس وقت انسان بطون سے ظہور میں اور عدم
سے وجود میں آتا ہے اور پھر اپنے وطن کا ارادہ کرتا ہے تو طلسماتِ صوری میں گرفتار ہو کر اول
اقلیم شریعت میں قدم رکھتا ہے اور حسب الحکم حاکم وقت عمل کرنا پڑتا ہے تاکہ لیاقت سفر اقلیم
طریقت حاصل ہو جائے۔ یہاں کا حاکم نائب رسول ہی بحکم [لہ] اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ منور صورت
وپاک طینت وخوش خلق ومنصف مزاج وعادل ورحم دل وغریب پرور ومسافر نواز۔ امیر وغریب
اسکے حکم میں مساوی ہیں اِس اقلیم کے باشندے عموماً پاک وصاف خلیق ومہربان۔ مہمان نواز
صاحب محبت والفت کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ کا مصداق ہیں۔ اِس ولایت کی ہر در ودیوار پاکیزگی
وصفائی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ سبحان اللہ جس چیز کو دیکھو نورٌ علیٰ نور ہے۔ یہاں نفس اور
شیطان کے سوا نہ کوئی چور ہے نہ قزاق۔ یہ اول منزل ہے۔ اِس منزل میں اِس لئے قیام
ہوتا ہے کہ جسکو شوقِ دیدارِ سلطانی ہو تو اس مقام پر حسب استعداد ولیاقت طہارتِ ظاہری و
باطنی حاصل کرے۔ اور لباس وسواری وزاد راہ کا بندوبست کرکے ارادہ حاضری کرے ظاہری
وباطنی طہارت ایک ہی چیز ہے بشرط استقامت حاصل ہوسکتی ہے یعنے توحید کے اختیار
کرنے میں یا شرک کے ترک کرنے میں جہاں توحید ہے وہاں شرک نہیں اور جہاں شرک ہوگا وہاں
توحید نہیں غرض ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ہر اقلیم میں اول توحید ہے۔ **توحید شریعت**
یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات وافعال میں کسیکو شریک نکرنا اور بحکم شرع شریف باقرار زبان
وتصدیق قلب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا یعنی کوئی معبود ومقصود ومطلوب ومحبوب وموجود بجز ذات
الٰہی نہیں ہے اور پھر اسی پر قائم ہوجانا اور ہرگز جنبش نکرنا۔ کیونکہ استقامت شرط ہے چنانچہ
حضرت سفیان ابن عبداللہ رضہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسول صلعم کی خدمت میں

لہ اِس حدیث کو ابو داؤد وترمذی نے ابو درداء رضہ سے روایت کیا ہے ۱۲

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مجھ کو کوئی ایسا امر ارشاد فرمایئے کہ جسکو میں تمسک کروں اور پھر مجھے کسی بات کی ضرورت نہ رہے آپنے فرمایا کہ قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ یعنے تو کہہ رب میرا اللہ ہے پھر اُسی پر قائم اور مضبوط ہوجا۔ یعنی جب سچے دل سے مان لیا کہ معبود میرا اللہ ہے تو اُسکے احکام پر بھی قائم رہنا چاہیئے ورنہ اپنے اقرار میں جھوٹا ہوگا پس وہ ہر بلا سے محفوظ اور اپنے ارادہ میں کامیاب و دیدار سے مشرف ہوکر مراتب اعلیٰ میں پہنچ جائیگا اور نعمت عظمیٰ سے حظ وافر اُٹھائیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ یعنے جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر جم گئے۔ اُن پر اُترتے ہیں فرشتے (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو نہ غم کھاؤ اور خوشی سُنو اُس بہشت کی جس کا تم کو وعدہ تھا ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا اور آخرت میں اور تم کو وہاں ہے جو چاہے جی تمہارا۔ اور تم کو وہاں ہے جو چاہو منگواؤ مہمانی ہے اُس بخشنے والے مہربان سے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ یعنی مقرر جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اُسی پر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھائیں گے وہ ہیں بہشت کے لوگ سدا رہیں گے اُس میں (یہ ہی ہے) بدلہ اُس کا جو کرتے تھے۔ **توحید شریعت** میں یہ فائدہ ہے کہ اگر منافق ہے تو مجاہدین کی تلوار سے بچ جائیگا اور اگر دل میں تصدیق و احکام الٰہی پر مستقل ہے تو بہشت کی نعمتوں کا مستحق ہوگا۔ اور اگر مرتبہ یقین کو پہنچے گا تو سبحان اللہ علیٰ قدر مرتبہ دیدار الٰہی سے مشرف ہوگا۔ پس اس اقلیم کے مسافر کو چاہیئے کہ ہوا و ہوس اور خواہش و لذات نفسانی و محبت دنیا کو ترک کرے کیونکہ جس شئے کی خواہش و محبت ہوتی ہے وہی اُس کا معبود ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ یعنی کیا دیکھا تُونے (اے محمد) جسنے ٹھہرا لیا اپنی چاؤ کو۔ یعنے

لہ اِس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے سفیان بن عبداللہ سے روایت کیا ہے ۲۴ پ ع ۱۸ و ۱۲ ۲۶ پ ع ۲ ۱۳ ۱۹ پ س ع ۲۲

خواہشِ نفس و محبتِ دنیا کو اپنا خدا بنایا۔ طالب صادق پر فرض ہے کہ ترک غیر و تجرید ما سویٰ اللہ اختیار کرے ورنہ طلب میں ناقص ہے وَقَالَ النَّبِیُّ صلعم اَبْغَضُ اِلٰہٍ عُبِدَ فِی الْاَرْضِ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی ھُوَ الْھَوٰی یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا معبود زمین میں جس کی پرستش کیجاتی ہے وہ خواہش نفس ہی ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص خواہش و لذات نفسانی اور محبت دنیا یا جسکی محبت میں گرفتار رہے پس وہی اُس کا معبود ہے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرا مقصود وہ ہے جو تجکو رنج میں ڈالے اور تو اُسی کا بندہ ہے جسکے ہاتھ میں تیری مہار ہے۔ اگر دنیا کے ہاتھ میں تیری مہار رہے تو تو دنیا کا بندہ ہے اور نفس کے ہاتھ ہے تو تو نفس کا بندہ ہے۔ ہوا کے ہاتھ ہے تو تو ہوا کا بندہ ہے۔ خلق کے ہاتھ ہے تو خلق کا بندہ ہے۔ آخرت کے ہاتھ ہے تو آخرت کا بندہ ہے خدا کے ہاتھ ہے تو خدا کا بندہ ہے۔ اب تو دیکھ کہ تیری مہار کس کے ہاتھ ہے اور معرفت الہی کا ذریعہ حصول محبت و عشق الٰہی ہے اور یہ اُس وقت جلوہ افروز ہوتا ہے کہ ہوا و ہوس اور محبتِ دنیا بالکل دل سے مٹ جائے۔ بلکہ غیر اللہ کی بُو بھی باقی نرہے کیونکہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اور خدائے تعالیٰ نے کسیکو دو دل نہیں دیئے۔ کہ ایک میں خدا کی محبت رکھے اور دوسرے میں غیر کی اُلفت بھرے۔ اب رہا ایک دل اس میں جو چاہو سو بھر لو۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ یعنے اللہ نے کسی مرد کے اندر دو دل نہیں رکھے۔ غرض جسقدر غیر اللہ کے ساتھ مشغول رہوگے اُسی قدر اللہ سے دوری ہوگی۔ اور محبتِ الٰہی کا تو کہاں پتہ۔ کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہے۔ عبد کے معنے ہیں مقید اور جس کا مقید ہے وہی اس کا معبود ہے۔ اور عاشق بھی اپنے معشوق کا مقید ہوتا ہے تو معشوق معبود ہوا پس یہی معنی کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ہیں کہ کوئی محبوب و معشوق و مقصود و معبود بجز ذات الٰہی کے نہو حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مُّخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنے جسنے کہا خلوص دل سے کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں وہ داخل ہو جنت میں اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ دل کو اللہ کیلئے خالص کرلے کہ اُسمیں

۱؎ اس حدیث کو طبرانی نے ابو امامہ سے روایت کیا۔ ۲؎ پ ۲۱ ع ۱۔ ۳؎ اس حدیث کو مسلم نے ابوبکر اشعری سے روایت کیا ہے۔

دوسرے کی شرکت نہو دل کا محبوب و معبود و مقصود اللہ ہی کی ذات پاک ہو۔ جب یہ بات ہوگئی تو اُس وقت اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ[1] یعنے پاکی نصف ایمان ہے۔ طہارت سے یہ مراد نہیں کہ منہ ہاتھ دھو کے پاک ہوگئے۔ بلکہ جب تک کفر و نفاق و شرک وغیرہ غیر مشروع سے حواس اندرونی و بیرونی و ظاہر و باطن کو پاک و صاف نکریگا وہ نصف ایمان بھی نکل ہے۔ جسوقت غیر اللہ سے دل کو طہارت نصیب ہوئی تو نصف ایمان ملا اور معرفت الٰہی کے قابل ہوا۔ دل کی زمین جھاڑ جھنکاڑ سے پاک و صاف اور تخم ریزی کے لائق ہوگئی اب محبت کا بیج ڈالو تاکہ معرفت کا درخت پیدا ہوا ور فقر کا پھل لگے۔ درخت معرفت سے مراد کلمہ طیبہ ہے جسکی مثال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[2] اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ یعنے کیا تو نے نہ دیکھا (اے محمد) کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک ستھرا درخت اُسکی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں۔ اور دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے[3] اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ یعنے اُسکی طرف چڑھتا ہے کلام پاک اور عمل نیک اُسکو اُٹھا لیتا ہے۔ کلمہ طیبہ سے مراد معرفت الٰہی ہے اور عمل صالح اِس معرفت کے لئے حمال یعنے سواری اور خادم و پیش خیمہ ہے اور اعمالِ صالح سب کے سب اسی واسطے ہیں کہ اوّل دل آلایش دنیا اور کل غیر مشروع چیزوں سے ظاہراً و باطناً پاک و صاف کرے اور اِس طہارت کے قائم رکھنے کے واسطے ہر روز محاسبہ نفس کرتا رہے یعنی فکر کرنا اپنے نفس میں افعال و صفات کا کہ پسندیدہ و غیر پسندیدہ کی تمیز ہوتی رہے اور تشریح اُسکی یہ ہے کہ امام محمد غزالی رح فرماتے ہیں جو افعال خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اُنکی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری جیسے طاعات و معاصی دوسرے باطنی جیسے صفات مہلکات و منجیات جن کا محل دل ہے۔ پس یہ چار نوع ہوئیں یعنے طاعات و معاصی و مہلکات و منجیات۔ پس اِن چاروں میں محاسبہ کا طریق ایک مثال میں بیان کرتا ہوں تاکہ ہمیشہ اپنے حال کو آئینہ محاسبہ سے مقابلہ کر کے روئے حال سے داغ عیب کو دور کرتا رہے

---

[1] اِس حدیث کو دارمی نے ابن مالک اشعری سے بلفظ شطر الایمان اور ترمذی نے رجل بنی سلیم سے بلفظ نصف الایمان نقل کیا ہے [2] پ ۱۳ ع ۱۶ - ۱۲ [3] پ ۲۲ ع ۱۴ - ۱۲

باقی سب کو اُسی پر قیاس کرلے معاصی میں انسان کو لازم ہے کہ ہر صبح کو اپنے ساتوں اعضا میں
تفصیل وار اور سارے بدن میں اجمالاً فکر کرے کہ میں معصیت کا مرتکب کسی عضو سے ہوا ہوں
یا نہیں اگر اسی وقت مرتکب ہوا ہو تو اسکو اسی وقت توبہ کرکے ترک کرے اور اگر گزشتہ زمانہ میں مرتکب ہوا ہو
تو اُس سے توبہ کرے اور ندامت سے اُسکا تدارک کرے اور اگر اُسی دن کرنیکو ہو تو اُس سے باز رہے
مثلاً زبان میں فکر کرے کہ اگر غیبت و کذب و خودستائی و تمسخر و دخل در معقولات و غیر معقولات وغیرہ
ناشائستہ باتیں کی ہیں تو اول اپنے دل میں جمالے کہ یہ سب باتیں خدا کے نزدیک بُری ہیں پھر آیات و
احادیث میں فکر کرے جو ان امور کی قباحات ظاہر کرتی ہیں پھر یہ سوچے کہ ان امور میں کس وجہ سے دخل دیا
پھر یہ سوچے کہ ان باتوں سے کیونکر بچ سکتا ہوں۔ سب معاصی سے بچنے کا علاج گوشۂ
تنہائی سے بہتر کوئی نہیں یا کسی نیک بخت کی صحبت ہو کہ اُسکو ہر معاصی سے روکتا رہے اسی
طرح اور اعضا پر قیاس کرو۔ دوسری قسم طاعات میں فکر کرنا چاہیئے کہ کس عضو نے کس وجہ
سے قصور کیا اُس کا تدارک اور اُمور مافات کا بدل چند در چند پورا کرے۔ تیسری قسم مہلکات ہیں
جن کا محل دل ہے۔ اُن سے بچنا ازبس ضرور ہے ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔ اور وہ دس اصول
ہیں غلبہ شہوت۔ غضب۔ بخل۔ کبر۔ عجب۔ ریا۔ حسد۔ حرص۔ غذا۔ محبت کثرت مال۔ حب جاہ
اگر ان دس سے بچ گیا تو بچا رہے گا ورنہ ہلاکت کا سامنا ہے۔ ان میں بھی اسی طرح پر فکر کرے
اور اس کی وجہ دریافت کرکے اُس کا تدارک کرے۔ اور نفس کی آزمایش کرے کہ ان اوصاف
ذمیمہ سے بری ہوا یا نہیں۔ چوتھی قسم منجیات ہیں اور ان میں سے اگر ان دس اصول پر مداومت
کرے گا تو سب پر حاوی ہو جاویگا۔ گناہ پر ندامت۔ بلا پر صبر۔ قضا پر راضی ہونا۔ نعمت پر شکر۔
خوف و رجا پر اعتدال۔ دنیا میں زہد۔ اعمال میں اخلاص۔ حسن خلق۔ خدا سے محبت۔ خدا کے
سامنے خشوع۔ ہمیشہ اسی فکر میں رہے کہ مجھ کو وہ بات اور عمل کرنا چاہیئے جو باعث قرب الٰہی ہو
اور جس بات کی ضرورت ہو اُس میں کوشش کرے۔ مبتدی کو لازم ہے کہ ان افکار میں ڈوبا
رہے تاکہ اوصاف ذمیمہ دور ہوں اور اوصاف حمیدہ حاصل۔ اور اپنے ظاہر و باطن کو
مکروہات سے پاک و صاف رکھے۔ جب یہ بات حاصل ہو جائے تو آگے قدم رکھے کہ مقصود
اصلی کچھ اور ہی ہے [illegible] ہر چہ در پیش میرسی بر وے مایست۔ اگر ہمیشہ اسی میں رہیگا تو حصول

مطلب محال۔ چنانچہ حضرت امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ان اُموریں فکر کرنا اگرچہ تمام عبادات سے افضل ہے لیکن مطلب اصلی یہ نہیں بلکہ جو ان فکروں میں ہمیشہ رہیگا صدیقوں کے مقصود سے محجوب و محروم رہے گا۔ صدیقوں کا فکر خدا کی عظمت و جلال و جمال و اسمائے حسنیٰ میں ہوتا ہے اور اُس سے لذت بے اندازہ پاتے ہیں اور دل اُنکے اُس لذت میں ایسے ڈوبے رہتے ہیں کہ اُنکو اپنے نفس و حالات و مقامات و صفات کی کچھ خبر نہیں رہتی بالکل بھول جاتے ہیں صرف اپنے محبوب حقیقی کے دیدار میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں اُن کو اتنا ہوش کہاں کہ اپنے حالات کی طرف متوجہ ہوں۔ اور یہ کمال درجہ کی بات ہے جو کچھ ہمنے اُوپر لکھا ہے وہ محاسبہ باطن کی آبادی کے لئے ہے تاکہ قرب و وصال کی صلاحیت پیدا ہوجائے پس اگر تمام عمر اسی صلاحیت میں کھوئیگا تو لذتِ وصال کب پائیگا جیسے حضرت خواصؒ اپنی صلاحیت کیواسطے ہمیشہ جنگلوں میں پھرا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت حسین بن منصورؒ کو جنگل میں ملے۔ آپنے پوچھا کہ تم کس حال میں ہو۔ عرض کیا میں جنگلوں میں پھرتا ہوں تاکہ اپنا حال توکل میں درست کروں۔ حضرت حسین بن منصورؒ نے فرمایا کہ تمام عمر تو باطن کی درستی میں صرف کردی پھر فنا در توحید کس وقت ہوگی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ واحد حقیقی میں فنا ہونا طالبوں کا عمدہ مطلب اور صدیقوں کو انتہا درجہ کی لذت ہے۔ اور صفاتِ مہلکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح میں عدت سے نکلنا۔ اور منجیات کی صفتوں اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہے جیسا عورت خاوند کے لئے تیاری کرے اور مُنہ ہاتھ دھوئے اور سرمہ کاجل وغیرہ لگائے شانہ کرے اور اپنے تئیں آراستہ کرکے بن ٹھن کے بیٹھے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہوجائے۔ پس اگر عورت تمام وقت اپنے جسم کی صفائی اور آراستگی ہی میں ضائع کردیگی تو اپنے خاوند کی ملاقات سے محروم رہیگی اِسی طرح دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیئے بشرطیکہ ہمنشینی کا اہل ہو۔ اور اگر شریر غلام کی طرح ہو کہ بدون خوف زدوکوب اور اُجرت کی طمع کے ہلا نہیں کرتا تو اپنے بدن کو مشقت اعمالِ ظاہری میں رہنے دو۔ اس واسطے کہ تمھارے اور تمھارے دل کے درمیان بڑا حجاب ہے۔ ہاں اگر اعمال اچھی طرح ادا کروگے تو اہلِ جنت میں سے ہوجاؤگے مگر ہمنشینی

کے لئے او رہی لوگ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت عطا فرمائی ہے وہ سوائے اللہ کے کسی شے کو نہیں چاہتے

باب دہم اقلیم طریقت کے قیام میں

دوسری اقلیم طریقت ہے اس اقلیم میں مسافر کو اپنے باطن کا تصفیہ کرنا واجب ہوتا ہے ورنہ طے منازل سے رہ جاتا ہے اور تصفیہ باطن کے لئے چندے قیام کرنا پڑتا ہے۔ یہاں حاکم شفیق و مددگار و مہربان پیر کامل ہے۔ اسی کا نام نامی خلیفۃ اللہ ہے، انھیں کی شان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اُولٰئِکَ خُلَفَاءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یعنے یہی لوگ اللہ کے خلیفہ ہیں اُسکی زمین میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلفار کو اختیار دیا ہے کہ آن واحد میں اپنے مرید کو اپنی ہمت کی ریل میں بٹھا کر ملک معرفت میں پہنچا دیں لیکن پیران عظام کا سلف سے یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ اوّل طالب صادق و مرید واثق سے مجاہدات کراتے ہیں اور اذکار و اشغال و مراقبات و تفکرات کی تعلیم کرتے ہوئے درجہ بدرجہ منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ جب شریعت سے دل آباد و شاد و تزکیہ حواس ظاہری سے فارغ ہو گیا تو پھر سفر کا قصد کرے اور آگے قدم بڑھائے یعنے طریقت میں حواس باطنی کا تصفیہ کرے اور بستر خواب کو ترک کرکے کمر بند مجاہدہ باندھ کر خنجر خاموشی و شمشیر گرسنگی و نیزۂ تنہائی و سپر رضا و تسلیم تن پر آراستہ و پیراستہ کرکے توشۂ صبر و قناعت بغل میں دابے اور رکاب توکل میں قدم ثبات ڈال کر خنگ شوق پر سوار ہو کر محبت الٰہی کی رفاقت و عقل کی رہنمائی سے بقوت صدق و یقین وادی طلب میں بتوحید طریقت مردانہ وار قدم رکھے اور رہزنان تخیلات فاسدہ کو قتل کرتا ہوا ملک بے زوال معرفت کا راستہ لے۔ یہاں کی توحید یہ ہے کہ صفات کو غیر ذات نہ سمجھے جیسے شمس و شعاع شمس کہ ایک دوسرے کے غیر نہیں۔ نظم

ہر کرا ہست از ہوسہا جان پاک	زود بیند حضرت و ایوان پاک
چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود	ہر کجا رو کرد وجہ اللہ نمود
چوں رفیقی وسوسہ بد خواہ را	کے بہ بینی ثم وجہ اللہ را

هر کرا باشد ز سینه فتح باب / او بهر ذره به بیند آفتاب
چون پدید است از میانِ دیگران / یا همه مه اندر میان اختران
دو سرِ انگشت بر دو چشم نه / یا هیچ بینی از جهان انصاف ده
ور نه بینی این جهان معدوم نیست / عیب جز انگشت نفس شوم نیست
تو ز چشم انگشت را بر دار هین / وانگهانے هر چه مے خواهی ببین

اس راہ میں ہفت وادی ہولناک پیش آتے ہیں جن میں سے گذرنا مردان جانباز کا کام ہے حضرت عطار رحمۃ اللہ نے ہفت وادی کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔

هست وادی طلب آغاز کار / وادی عشق است زاں پس بیکنار
پس سوم وادی است آن معرفت / هست چارم وادی استغنا صفت
هست پنجم وادی توحید پاک / پس ششم وادی حیرت صعبناک
هفتمی وادی فقر است و فنا / کے بود آنجا سخن گفتن روا

صفت وادی طلب

صفت وادی طلب حضرت عطارؒ

چون فرود آئی بوادی طلب / پیشت آید هر زمانے صد تعب
صد بلا در هر نفس اینجا بود / طوطی گردون مگس اینجا بود
جد و جهد اینجا بباید سالها / زانکه اینجا قلب گردد حالها
مال اینجا بایدت انداختن / ملک اینجا بایدت پرداختن
در میانِ خونت باید آمدن / وز همه بیرونت باید آمدن
چون نماند هیچ معلومت بدست / دل بباید پاک کردن هر چه هست
چون دل تو پاک گردد از صفات / تافتن گیرد ز حضرت نور ذات
چون شود آن بر دلِ تو آشکار / در دلِ تو یک طلب گردد هزار
گر شود در راهِ تو آتش پدید / ور شود صد وادی ناخوش پدید
خویش را از ذوق او دیوانه وار / بر سرِ آتش زنی پروانه وار
جرعه زاں باده چون نوشت قند / هر دو عالم کل فراموشت فتد

غرقۂ دریا بمانی خشک لب	سر جانان میکنی از جان طلب
زار زو سوئے آنکہ سر شناسد او	واژدہا ۔ تم جاں ستاں نہر اسد او
کفر و لعنت گو بہم پیش آیدت	در پذیری تا درسے بکشایدت
چوں درت بکشود چہ کفر و چہ دین	در طلب باشی نباشی جز ازین

بیان یازدہم تلاش پیر کامل در وادی طلب و فرمانبرداری از در ہفت وادی

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنے لے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اسکی طرف وسیلہ اور کوشش و محنت کرو اسکی راہ میں تاکہ فلاح کو پہنچو۔ آیت مذکورہ بالا میں کلمہ اٰمَنُوْا کے متعلق قرآن و حدیث ہے اور اِتَّقُوا اللّٰہَ میں جملہ اوامر و نواہی شامل ہیں اور وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ سے بیعت یا پیر کامل مراد ہے اور جَاھِدُوْا سے ریاضت و مجاہدہ نفس اور سَبِیْلِہٖ سے راہ معرفت الٰہی مراد ہے یعنی پیر کامل سے بیعت کرکے بارشاد مرشد حصول معرفت الٰہی کے لئے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے تاکہ دیدار الٰہی سے جو فلاح ابدی ہے مشرف ہو پس جو شخص بیعت مرشد کا منکر ہے وہ سنت و نص قطعی کا منکر ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ نَفْسِہٖ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی راہ میں وسیلہ از بس ضرور ہے یہ سفر پر خطر بغیر رہبر کامل کے طے نہیں ہوتا کہ اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ اور حدیث شریف میں وارد ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً وَ مَنْ خَلَعَ یَدًا مِنْ طَاعَۃٍ لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا حُجَّۃَ لَہٗ یعنے جو شخص مرگیا اور اسکی گردن میں بیعت نہیں ہے تو وہ مرگیا جاہلیت کی موت اور جسنے اپنے ہاتھ اللہ کی طاعت سے اٹھائے وہ بروز قیامت اللہ سے ملیگا اور کوئی حجت اسکے پاس نہوگی۔ پس اس راہ میں پیر کامل کی دستگیری لازمی ہے۔ اول رہبر کامل کو تلاش کرے ورنہ محرومی کا سامنا ہوگا اور طی

---

۱ پ ۶ ۔ ع ۱۰ ۔ ۱۲ ۲ رواہ مسلم ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲ ۔ مجتبائی ۱۲

بیان تلاش پیر کامل در وادی طلب و فرمانبرداری

منازل سے رہجائیگا۔ اِس دشتِ پرخار و خوں خوار میں بہت پیرزادوں اور مشائخین کی جھونپڑیاں اور قلندروں کے تکیہ اور درویشوں و فقیروں کی خانقاہیں اور مولویوں کی مسجدیں ملیں گی۔ وہاں جستجو کرے۔ اگر خدانخواستہ کسی ناقص پیرزادہ یا شیخ زادہ یا قلندر صورت یا درویش و فقیر یا مولوی بے سیرت کے پھندے میں پھنس گیا تو تمام عمر یہیں سر ٹکرا ٹکرا کر مر جائے گا مقصودِ اصلی کا نشان بھی نہ پائے گا۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستے نباید داد دست
بہر این گفتند دانایانِ فن	میہمانِ محسنان باید شدن
تو مرید و میہمانِ آں کسی	کو ستاند حاصلت را از خسی
نیست چیرہ چوں ترا چیرہ کند	نور ندہد مر ترا تیرہ کند

اور حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں ؎

کردہ است اعمیٰ ترا خود پیر راہ	لاجرم ہرگز ندانی رہ ز چاہ
غول را کردی تصور رہنمائے	تا نہ گشتی منکر اہلِ خدائے
سامریؑ دجال را ہادی و پیر	خر ز عیسےٰ را ندانی اے فقیر
خود نہ پیرست او کہ شیطانِ رہست	از طریقِ رہروان کے آگہست
از کمالِ اہلِ معنے رہ نہ بُرد	بخشش او از جامِ صورت بود درد
آنکہ رہ ہرگز نداند اے رفیق	رہنمائی چوں کند اندر طریق
اہلِ بدعت شیخ سنت کے بود	رہ ندید او چوں ترا رہبر بود
آنکہ باز د عشق با روئے بتاں	رہنما نبود بود از رہزنان
آنکہ باشد دائماً صورت پرست	دامنِ معنی کجا گیرد بدست
ہر کہ حیرانِ جمالِ صورت است	اہلِ معنی نیست صاحب شہوت است
آنکہ میلش ہوئے لہوست و سماع	وجد و حالا نش نباشد جز خداع
لاف فقر اندر جہاں انداختہ	رہبر و رہزن ز ہم نشناختہ

صد فسون و مکر دارد در دروں	مخلص و صادق نماید از بروں
رہزنے چوں نام خود رہ بیں کند	عامیاں را در ہلاکت افگند
گوید او من آہن و مس زر کنم	وز مناز لہائے ایں رہ آگہم
ہر کہ باور کرد آں مکر و دروغ	ماند از نور ولایت بے فروغ
وائے آں طالب کہ در دامش فتاد	ہرچہ بودش نقد او برباد داد

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابد منہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ولی در قرآن شریف متقی را گویند و در حدیث شریف علامتِ اولیاء اللہ فرمودہ کہ از صحبتِ او خدا یاد آید یعنے محبتِ دنیا در صحبتِ او کم شود و محبت حق زیادہ گردد۔ رباعی

با ہر کہ نشینی و نشد جمع دلت	وز تو نہ رمید صحبتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں میباش	ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَنْ لَّمْ یُدْرِکْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً[1] یعنے جس نے اپنے زمانے کے امام کو ادراکِ قلبی سے دریافت نہیں کیا پس تحقیق وہ مر گیا موت کفار کی۔ یعنے پہلے اپنے زمانے کے امام کو جو خلیفۃ اللہ و رہبر کامل ہے۔ پورے طور پر ادراک قلبی سے شناخت کرکے بیعت میں داخل ہوتا کہ حصولِ معرفت کی راہ کھلے اور اجر عظیم کی فلاح میسر آئے ورنہ معرفتِ الٰہی سے محروم ہو کر جاہلیت کی موت مر جائیگا۔ اگر بفضلہ تعالیٰ خوبی قسمت سے بہمہ صفت موصوف پیر کامل ملگیا تو سبحان اللہ وبحمدہ اُسکے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ جانے اور بیعت کرکے کمر ہمت باندھے اور اُس کی فرماں برداری میں سرِ مو فرق نہ کرے۔ اُمید ہے کہ منزلِ مقصود کو پہنچ جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنے جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُسکے ہاتھوں پر ہے پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنی جان پر۔ اور جو کوئی پورا کرے

[1] شرح عقائد نسفی اور صحیح مسلم میں موجود ہے ۱۲ ج ۲ پ ۲۶-۹۶۔

جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دیگا اُسکو نیک بدلا یعنے پورے طور پر اپنے رہنما کی فرمانبرداری کرے تاکہ فلاح کو پہنچے۔ حضرت ملا حسین کاشفیؒ فرماتے ہیں۔

حقا کہ ترا دریں رہِ تنگ
از صحبت لست پائے بر سنگ

اوّل بطلب رہِ طلب را
وآنگاہ شرائطِ ادب را

بشتاب کہ این ہمہ سعادت
اول طلب است وپس ارادت

چون پائے طلب بروں نہادی
ہان تا نروی بنا مرادے

زیرا کہ دریں سفر مراحل
بے توشہ و رہبر است مشکل

بے رہبر اگر بروں نہی گام
در بادیہ گم شوی سرانجام

در راہ نخیزد از تو گردے
تا سر نہ نہی بپائے مردے

چوں طالب رہ شدی بہ تدبیر
دریاب نخست صحبت پیر

از علم و عمل مباش مغرور
میداں ہمہ را بنائے منثور

پندار عمل بمشت بشکن
بنیادِ غرور را برافگن

علمت ہمہ رخصت است وحیلہ
این حیلہ شود ترا عقیلہ

پیرے طلب اے پسر کہ در راہ
از بار خر تو باشد آگاہ

چوں بدرقۂ تو ہمت اوست
اکسیر وجودِ صحبت اوست

تو ذرہ و پیر آفتاب است
مفتاح فتوحِ فتح باب است

پیرے کہ نہ چرخ ساز دش پیر
خود را طلبد ز راہِ تدبیر

پیرے کہ نہ قال غالب اوست
آں پیر کہ حال طالب اوست

پیرے نہ کہ آب و خاک بنیاد
آں پیر کہ جان پاک بنیاد

پیرے نہ کہ در خیال باشد
پیرے کہ بوجد و حال باشد

پیرے نہ کہ مبتلائے جاہ است
آں پیر کہ مقتدائے راہ است

پیرے نہ کہ پائے بستہ باشد
پیرے کہ ز خویش رستہ باشد

پیرے نہ کہ ہمچو سایہ پست است
پیرے کہ ز نور عشق مست است

پیرے نہ کہ غائب است و دور است ‌ پیرے کہ ہمیشہ در حضور است

پیرے کہ محقق است و کامل ‌ پیرے کہ مقرب است و واصل

آں پیر کہ از کمال تمکیں ‌ میراث رسیدہ باشدش دیں

آں پیر کہ کشفِ او عیان است ‌ تحقیق بقاش جاودان است

پیرے کہ نہ بر اساس ظنیت ‌ پیرے کہ بر درہِ یقینیت

پیرے کہ باوجِ قاب قوسین ‌ ہر گوشۂ چشم اوست کونین

پیرے کہ چو در دلت نشیند ‌ حالِ ازل و ابد بہ بیند

در صحبتِ او چو یافتی راہ ‌ پرہیز کن از فضولی آنگاہ

باید کہ ز خویش مُردہ باشی ‌ تا راہِ طلب سپردہ باشی

زاں روئے کہ چشم تست احول ‌ معبود تو پیرِ تست اول

از پرتوِ نور باطنِ پیر ‌ چوں چشم درست شد بتدبیر

آنگہ تو خدا پرست گردی ‌ گر جرعۂ پیر مست گردی

در حالت او مکن تصرف ‌ در خدمت او مکن تکلف

تا سر نہ کشی بہ خودنمائی ‌ گر دست شود دلبر درآئی

ابلیس کہ دشمنِ قدیم ست ‌ بر گوشۂ راہ مستقیم است

از رفتن پیش و پس بپرہیز ‌ در دامن رہبرِ خود آویز

تا ہمتِ او ترا سلامت ‌ بیروں برد از رہِ ملامت

کیں بادیہ را بسے گذرہا ‌ در ہر گذرے ترا خطرہا

ہر واقعۂ کہ مشکلِ تست ‌ ہر بیش و کمے کہ حاصلِ تست

با پیر بگو کہ پیر دانا ست ‌ پوشیدہ مدار از وکہ بیناست

تحقیق بداں کہ پیر عارف ‌ بر نیک و بد تو ہست واقف

لیکن تو طریق صدق میوئے ‌ عیب و ہنرے کہ ہست میگوئی

نقدے کہ ترا دہد امانت ‌ بردادۂ او مکن خیانت

بسیار بکوش و اندکے داں — صد کار بکن کم از یکے داں
چوں پیر نہاد اساس کارت — بگذار زمام اختیارت
از پیر نکو ز خویش بدبیں — ہر بد کہ رسد گناہ خود بیں
الہام شمر ہر آنچہ فرمود — تحقیق شناس ہر چہ بنمود
خود را بہ از و مخواہ زنہار — میداں بہ طفیل او ہمہ کار
کز جنبش او ترا حیات است — وز کوشش او ترا نجات است
اے طالب اگر دریں مقامی — در عالم فقر نیک نامی
ایں مرتبہ را چو در خود آئی — میداں کہ تو نیز مقتدائی
ایں ہست نہایت مریدی — ایں جا بکمال خود رسیدی
این جا کہ کمال تو یقین است — تخمے کہ درخت کرد این است

اور اس راہ میں عقل سے بھی مشورہ کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے[1] انسان کو یہ ایک عجیب جوہر بے بہا عنایت فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے مَا خَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنَ الْعَقْلِ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو عقل سے زیادہ افضل و بہتر پیدا نہیں کیا اس لئے اسکو معطل و بیکار نہ رکھے بلکہ اس سے کام لے۔ چنانچہ رسول علیہ السلام نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو وصیت فرمائی ہے یَا عَلِیُّ[2] اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اَنْتَ بِعَقْلِکَ یعنی اے علی جب لوگ اپنے اقسام نیکیوں سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کریں تو تو اپنی عقل سے تقرب الی اللہ کر۔ چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر علی را کاے علیؓ — شیر حقی پہلوانی پر دلی
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید — اندر آ در سایۂ نخل امید
ہر کسے گر طاعتے پیش آورند — بہر قرب حضرت بے چون و چند
تو تقرب جو بعقل و سر خویش — نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش

[1] اس حدیث کو حکیم ترمذی نے نوادر میں لکھا ہے ۱۲ [2] اس حدیث کو ابونعیم نے بروایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکھا ہے

اندر آور سایۂ آں عاقلے
کس نتاند برد از رہ ناقلے

پس تقرب جو بدو سوئے آلہ
سر مپیچ از طاعتِ او ہیچگاہ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند
دیدۂ ہر کور را روشن کند

ظل او اندر زمیں چوں کوہِ قاف
روح او سیمرغ بس عالی طواف

دست گیر و بندۂ خاص آلہ
طالباں را میبرد تا پیشگاہ

گر بگویم تا قیامت نعت او
ہیچ آں را غایت و مقطع مجو

آفتابِ روح نے آنِ فلک
کہ ز نورش زندہ اند انس و ملک

در بشر روپوش آمد آفتاب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب

یا علیؓ از جملۂ طاعات راہ
برگزیں تو سایۂ خاص آلہ

ہر کسے در طاعتے بگریختند
خویشتن را مخلصے انگیختند

تو برو در سایۂ عاقل گریز
تا رہی زاں دشمنِ پنہاں ستیز

از ہمہ طاعات اینت لائق است
سبق یابی بر ہر آں کو سابق است

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
ہمچو موسیٰؑ زیرِ حکمِ خضر رو

صبر کن بر کار او اے بے نفاق
تا نگوید خضر رو ہٰذا فراق

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن

دست او را حق چو دستِ خویش خواند
تا یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ براند

دستِ حق میراندش زندہ اش کند
زندہ چہ کند جان پایندہ اش کند

یار باید راہ را تنہا مرو
از سرِ خود اندریں صحرا مرو

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

غائباں را چوں چنیں خلعت دہند
حاضراں از غائباں لاشک بہ اند

غائباں را چوں نوالہ میدہند
پیش مہماں تا چہ نعمت ہا نہند

گو کسے کو پیش شہ بندد کمر
یا کسے کو ہست بیروں سوئے در

فرق بسیارست ناید در حساب — آن ز اہلِ کشف وین ز اہلِ حجاب
جهد مسکین تا رہے یابی درون — ورنه مانی حلقه وار از اندرون
چون گزیدی پیر نازک دل مباش — سست و ریزیده چو آب و گل مباش
در بهر زخمے چو پر کینه شوی — پس کجا بے صیقل آئینه شوی
یک زمانے صحبتے با اولیا — بهتر از صد ساله طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خاره و مرمر بوئی — چون بصاحب دل رسی گوہر شوی
مهر پاکان در میانِ دل نشان — دل مده الا بمهرِ دلخوشان
دل ترا در کوئے اہلِ دل کشد — تن ترا در حبسِ آب و گل کشد
ہین غذائے دل بده از ہم دلے — رو بجو اقبال را از مقبلے
دست زن در ذیلِ صاحب دولتے — تا ز افضالش بیابی رفعتے
گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اوّل طالبِ مردے شوی
کوئے نومیدی مرو کامیدہاست — سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست
صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند
سایهٔ یزدان چو باشد دایه اش — وارہاند از خیالِ سایه اش
سایهٔ یزدان بود بندهٔ خدا — مردهٔ این عالم و زندهٔ خدا
دامنِ او گیر زوتر بیگمان — تا رہی از آفتِ آخر زمان
کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ نقشِ اولیاست — کو دلیلِ سایهٔ نورِ خداست
اندرین وادی مرو بے این دلیل — لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گو چون خلیل ع
پیر را بگزین که بے پیران سفر — ہست بس پر آفت و خوف و خطر
آن رہے که بارہا تو رفته — بے قلاوز اندرین آشفته
پس رہے را که ندیدستی تو ہیچ — ہین مرو تنها ز رہبر سر مپیچ
ہر که او بے مرشدے در راه شد — او ز غولان گمره و در چاه شد
گر نباشد سایهٔ پیر اے فضول — پس ترا سرگشته دارد بانگِ غول

غولت از رہ افگند اندر گزند	از تو واہی تر دریں رہ بیش بند
شیخ نورانی ترا آگہ کند	با سخن ہم نور را ہمرہ کند
تا توانی زاولیا رو بر متاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب
چوں شدی دور از حضور اولیا	در حقیقت گشتۂ دور از خدا

جب پیر کامل ملجائے تو طالب خدا پر فرض ہے کہ اپنا مال و اسباب زن و فرزند جسم و جان پیر پر نثار کرے اُسکے حکم کا فرماں بردار رہے اور اُسپر پورا بھروسہ اور تمسک کامل رکھے جیساکہ اندھا اپنی لاٹھی یا ساتھ والے کا ہر امر میں تابع رہتا ہے اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ اسی طرح مرید کو بھی کَالْمَیِّتِ بِیَدِ الْغَسَّالِ مرشد کے ساتھ ہونا چاہئے اور دل میں اِس بات کا یقین کامل رکھے کہ اگر مُرشد غلطی بھی کرے گا تو اُسکی غلطی میں بھی مجکو زیادہ نفع ہوگا بہ نسبت اِسکے کہ میں تنہا راہِ صواب پر جاؤں اور مرید کو چاہئے کہ ہمیشہ شیخ کے باطن میں خدا کو دیکھے کیونکہ شیخ آئینۂ خدا ہے اور جو مرید اپنی ارادت و مراد کی راہ پر چلے وہ اپنی مراد کا مرید ہے نہ پیر کا مریدی پیر پرستی ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کی راہ میں زنار داری۔ جیساکہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

چونکہ ذات پیر را کردی قبول	ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
دو مدان و دو مبین و دو مخوان	خواجہ را در خواجۂ خود محو دان
گر جدا بینی زحق این خواجہ را	گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
پیر حق را ز احولی ہر کہ دو دید	او مرید است در حقیقت نے مرید
۵ چوں دیدۂ عقل آمد احول	معبود تو پیر تست اول

یہ توقع نرکھے کہ پیر معصوم اور بڑا عابد ہو۔ اور نہ اپنے سر کی آنکھوں سے پیر کی صورت کو طاعت اور عبادت میں دیکھے بلکہ دل کی بصیرت سے اُسکے علم و معرفت و حقیقت کو دیکھے جیسے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ رضوان اللہ علیہم رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دیکھتے تھے نہ اس طرح جیسے کفار یعنے ابوجہل و ابولہب وغیرہ دیکھتے تھے کماقال اللہ تعالیٰ وَتَرٰاھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ پیر کے گوشت

پ ۹ ع ۱۴

و پوست اور رنگ سرخ و سفید و سیاہ فربہی ولاغری پر نجائے کہ یہ جسمی صفات ہیں پیران سب سے پاک و منزہ ہے ؎

دل کے لگنے کے ڈھنگ اور ہی ہیں	کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف

صورت حجاب ہے۔ اور حقیقت بے حجابی۔ پس صورت کو چھوڑ اور حقیقت کی طرف دوڑ۔ پیر کے حکم کو حکم خدا جان اور اسکے اتباع کو لازم سمجھ کہ اس مقام پر پیر بمنزلہ رسول صلعم ہے[1] وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ط[2] وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا یعنے اور جس نے فرماں برداری رسول صلعم کی کی پس تحقیق اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور ہم نے اُن کو امام کیا ہے ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم کی سے ؎

شیخ کہ بود عین دریائے ازل تکیہ کم کن برفن و برکام خویش	شیخ کہ بود کیمیائے بے خلل تکمل از پیغمبر ایام خویش

اپنے تمام حالات بے کم و کاست شیخ کی خدمت میں بیان کرتا رہے تا کہ پیر اُس کی تربیت میں کوشش کرے اور خطور سے محفوظ رکھے شیخ کے سوا کسی سے نہ کہے۔ مرید مبتدی پیر کی حضوری میں مودب رہے اور غیبت میں بصورت مراقبہ حاضر جانے گویا حضوری میں ہے۔ اور مرید منتہی حاضر و غائب یکساں رہے۔ مرید کو لازم ہے کہ ہمیشہ پیر سے طالب حقیقت رہے۔ اور جمیع مذاہب و ملل کو ایک جانے ورنہ راہ سلوک میں فرق کنندہ و فارق ہوگا نہ طالب۔ بلکہ طالب کو فرق مذہب حجاب راہ ہے۔ ابتدائی حالت میں تو اپنا مذہب ترک عادت رکھے۔ اور آخر میں خود بخود کوئی مذہب نہیں رہتا۔ حضرت منصور حلاج رح سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کس مذہب میں ہیں۔ جواب دیا کہ اَنَا عَلٰی مَذْهَبِ رَبِّیْ یعنے میں اپنے رب کے مذہب پر ہوں۔ کیونکہ جو شخص کسی مذہب پر ہوتا ہے وہ صاحب مذہب کا پیرو ہوتا ہے۔ اور مختلط اور اہل طریقت خدا کے مذہب پر ہوتے ہیں و مخلص اور وہی اُنکا راہنما اور پیر ہے۔ پس اہل معرفت خود خدا ہی کے مذہب پر ہوتے ہیں اور مخلص و مختلط اختلاط توقف ہے۔ اور اخلاص ترقی اور طلب میں اخلاص شرط ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه

[1] پ ۵ ع ۶ - ۵ [2] پ ۱۷ ع ۵ - ۱۲

وَسَلَّمَ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ
یعنے رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے چالیس صبح محبت رکھتے تو ظاہر
ہو جائینگے اُسکے قلب سے حکمت کے چشمے اسکی زبان پر۔ پس ہر امر میں اخلاص کا ہونا
بہت ضرور ہے۔ ورنہ وہ کام خوبی پیدا نہیں کرتا۔ جو شخص اپنے میں مریدی کے یہ اوصاف
دیکھ لے اور طالب خدا بننا چاہے تو وہ حوائج ضروری جو آیندہ بیان ہونگے اُن کے
جمع کرنے کا تہیہ کرلے۔ پھر یہاں سے بمعاونت پیر کامل جو حاکم وقت ہے اسباب سفر مہیا
کرکے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے ◆

تیاری اسباب و حوائج ضروری

بیان دوازدہم دربیان تیاری اسباب و حوائج ضروری سفر

اس راہ میں طالب صادق کو جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ دس ہیں۔
اوّل زہد۔ جاننا چاہیئے کہ بزرگان دین نے زہد کو بہترین اعمال سے لکھا ہے۔ اگرچہ
تفقّہ فی الدین یعنے آیات بینات الٰہی ہیں جس کا تمام عالم میں ظہور ہو رہا ہے۔ تفکر
کرنا افضل ترین مدارج فقر ہے جو صاحب بصیرت ہیں وہ جب خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ میں تفکر کرتے ہیں اور صنعت سے صانع کی طرف جاتے ہیں اور حقیقت اشیا کا
علم اُن پر منکشف ہوجاتا ہے تو پکار اُٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا یہاں تک کہ
تفکر میں محو و مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انکی نظروں میں صنعت معدوم محض ہوجاتی ہے۔ اور
انکی عقل وگمان وقیاس ووہم وادراک میں بجز ایک ذات واحد کے کچھ باقی نہیں رہتا اور آخر
الامر ذات وصفات وعلم وادراک بھی نیست ونابود ہوجاتا ہے۔ اگرچہ یہ صراط مستقیم اور
قریب تر راہ ہے لیکن چونکہ اکثر آدمیوں کی عقل مضامین عالی توحید وکلمہ طیب کی
تفہیم سے قاصر ہوتی ہے۔ اور اُنکا عنقائے ادراک تعلیم حقیقی کی طرف پرواز نہیں کرتا
بلکہ قفس اضافات وتعینات میں مُقید رہتا ہے۔ تو کاملین اس مرید کو زہد کی تعلیم فرماتے
ہیں تاکہ صفات ملکوتی حاصل کرکے حور وقصور ونعمائے بہشت کا مستحق ہوجائے۔ یا
رفتہ رفتہ منزل بمنزل اپنے مقصود ومقام حقیقی میں پہنچ جائے۔ بہرحال زہد عمدہ چیز ہے

اور عام و خاص و اخص اس میں شامل رہتے ہیں کیونکہ یہ دلیل عبودیت ہی اور ثبوتِ عبودیت مرتبہ خلافت۔ پس اِس مقام میں زہد کے قواعد ضروری مختصر بیان کرتا ہوں تاکہ سالکِ راہ اس راہ میں دقت نہ اٹھائے اور بآرام تمام اپنے مقصودِ اصلی کو پہنچ جائے اور وہ یہ ہیں **اول** طالب خدا کو لازم ہے کہ ان امور کی مداومت رکھے اور ان تین حجابات کے اٹھانے میں سعی کرے **اول حجاب مال۔ دوم حجاب جاہ۔ سوم حجاب تقلید**۔ تدبیر اسکی یہ ہے کہ حجاب مال۔ مال تقسیم کرنے سے دور ہوتا ہے۔ اور حجاب جاہ۔ تنہائی و گوشہ نشینی سے۔ اور حجاب تقلید تعصب مذہبی کے دور کرنے سے۔ اور امام محمد غزالی رح "احیا" میں لکھتے ہیں۔ کہ مرید کو لازم ہے کہ مذہبوں کا تعصب چھوڑ دے۔ اگر اُسپر تعصب کا غلبہ ایسا ہو کہ سوائے اعتقاد تقلیدی کے نفس میں اور کی گنجایش ہی نہو تو ہمیشہ اس میں مبتلا رہے گا اور یہی امر اسکے لئے باعث حجاب ہوگا۔ کیونکہ مرید میں یہ شرط نہیں کہ کسی خاص مذہب کا ہو۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ متعصب کو دیدار خدا ہرگز نہ ہوگا۔ **دوم توبہ** یعنی جمیع لذات و خواہشات نفسانی دنیا و عقبیٰ سے باہر ہونا اور جو چیز خدا سے باز رکھے اُس سے مُونہہ پھیرنا اور پچھلے گناہوں سے نادم ہو کر خدا تعالیٰ کے سامنے عذر تقصیر کر کے معافی مانگنا کما قال اللہ تعالیٰ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[1] یعنے اور توبہ کرو اللہ کی طرف تم سب اے ایمان والو تاکہ تم بہتری پاؤ۔ ایضًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا[2] یعنے اے ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو توبہ خالص یعنی ایسی توبہ کرو کہ پھر کبھی اس کا خیال بھی نہ آئے۔ اور سب گناہوں کی جڑ حب دنیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ[3] یعنے دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اور دنیا و ما فیہا سے بجز تکلیف کے کچھ حاصل نہیں حدیث میں آیا ہے الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ[4] یعنے دنیا مومن کا قیدخانہ ہے اور کافر کی جنت

---

[1] پ ۱۸-ع-۱۰۔ [2] پ ۲۸-ع-۲۶۔ [3] اِس حدیث کو ابن ابی الدنیا و بیہقی نے بروایت حسن مرسلاً بیان کیا ہے ۱۲

[4] اِس حدیث کو مسلم نے بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے ۱۲

اور حدیث میں آیا ہے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا مَا کَانَ لِلّٰہِ مِنْھَا یعنے دنیا ملعون ہے اور جو چیزیں اُس میں ہیں وہ بھی ملعون ہیں بجز اُن اشیار کے جو خدا کے واسطے ہوں اور حدیث میں وارد ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی یعنے جو اپنی دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ دنیا کا ضرر کرتا ہے پس باقی کو فانی پر اختیار کرو

درعوضِ فانی خوار دہمہ	دولتِ پایندۂ باقی بگیر

دنیا باعتبار آخرت کے فانی ہے اور آخرت بہ نسبت خدا کے کیونکہ وہ بھی مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ میں داخل ہے پس میرے نزدیک تو یہ دونوں فانی ہیں۔ اِن دونوں کو دل سے دور کرے سب سے بہتر خدا کی محبت ہے اور کسی انسانِ کامل کا مقولہ ہے کہ اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَھُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ یعنے دنیا حرام ہے صاحبانِ آخرت پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں طالبانِ خدا پر۔ پس سوائے خدا کے کسی سے محبت و الفت نہ رکھے کہ سب کو فنا ہے سوم توکل یعنی وسائل و وسائط کو باعتبارِ خود ترک کرکے خدا پر پورا اعتماد رکھنا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ چہارم قناعت یعنی جمیع اغیار پر تبرّا کرنا جو یار سے باز رکھتے اور موجود پر اکتفا کرنا اگرچہ کافی نہو کما قال اَلْقَنَاعَۃُ ھُوَ الْکِفَایَۃُ بِالْمَوْجُوْدِ وَتَرْکُ طَلَبِ الْمَفْقُوْدِ یعنے اشیار موجودہ پر قناعت و بے نیازی کرنا اور نہ طلب کرنا اُس چیز کا جو موجود نہیں پنجم عزلت اِس کو خلوت در انجمن بھی کہتے ہیں یعنے ہر وقت بجز خدا دل میں کسی دوسرے کی جگہ نہو۔ اسی کو تَطْہِیْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَاسِوَی اللّٰہِ کہتے ہیں۔ اور مبتدی کے لئے عزلت یعنی تنہائی بہتر ہے اور لوگوں کی آمیزش اور صحبت سے نفرت

---

[۱] ترمذی و ابن ماجہ نے بروایت ابی ہریرہ بیان کیا ہے [۲] عن ابی موسیٰ الخ اس حدیث کے راوی احمد و بزاز و طبرانی و حاکم ہیں اور احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے ۱۲ [۳] پ ۱۲-۹۶-۱۲

کرے۔ ششم صبر یعنے بجز ذاتِ پروردگار کے اُمیدہائے دارین کو منقطع کرنا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ۔ ہفتم رضا۔ دوست کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم سمجھنا اور جو کچھ محبوب سے پہنچے اُسکو تسلیم کرنا۔ ہشتم توحید اللہ تعالیٰ پر اعتقاد وحدانیت کلمہ لاالٰہ اِلَّا اللہ کے ساتھ اور یہ چار قسم ہے۔ اوّل توحید اسمائی یعنی جمیع اسمائے جملہ موجودات کو اسمار آلہٰی جانے۔ دوم توحید افعالی یعنی جمیع افعال جملہ موجودات کو اللہ کی طرف منسوب کرے۔ سوم توحید صفاتی یعنی جملہ صفات موجودات کو صفاتِ خدا جانے چہارم توحید ذاتی۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ جملہ موجودات میں ذاتِ واحد کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ اور ان چاروں قسموں کو آیندہ کسی مقام پر مفصل بیان کیا جائیگا۔ نہم مراقبہ و توجہ الی اللہ یعنے چشم ظاہر و باطن کو بحضور محبوب متوجہ رکھنا۔ اسکی بہت قسمیں ہیں۔ آیندہ بیان ہونگی۔ دہم ذکر یعنی مدام یاد آلہٰی میں مشغول رہنا اسکی بھی بہت اقسام ہیں یعنے اذکار و اشغال و مراقبات و تفکرات وغیرہ۔ انشاء اللہ عنقریب اُن کا بیان ہوگا۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ ہمیشہ اپنے نقدِ حال کو معیار حقیقت فقر و فقیر پر جانچتا رہے کیونکہ کھوٹے مال کا سفر و حضر میں کوئی خریدار نہیں بلکہ قابل سزا ہے اور مجرم سرکار ✦

معیارِ حقیقتِ فقر و فقیر

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجت کی چیز ہونے کا نام فقر ہے اور جو حاجت مند ہے وہ فقیر۔ اور جو محتاج نہیں وہ غنی مطلق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے سب محتاج و فقیر ہیں کما قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۔ یہ معنے فقر مطلق کے ہیں اور اسکے بیان کی ہمکو ضرورت نہیں بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندہ کی حاجات کو باعتبار اسکی ضروریات کے دیکھا جائے تو بے شمار ہیں۔ اور منجملہ اسکی حاجتوں کے جو مال سے متعلق ہیں اس وقت انھیں کا بیان کیا جاتا ہے جو شخص مال نہیں رکھتا اُس کو اُس مال کا فقیر کہیں گے جو اُسکے پاس نہیں ہے بشرطیکہ اُس شخص کو اُس مال کی حاجت بھی ہو۔ اِس فقیر کی چھ حالتیں ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ جو مال اُسکے پاس

نہیں اُسکی ضرورت میں مضطر ہو۔ مثلاً بھوکے کو روٹی اور ننگے کے پاس کپڑا نہو تو ایسی
حالت والے کا نام مضطر ہے اُس کی رغبت طلب کے باب میں کسی طرح کی ہو ضعیف
یا قوی اسکی طلب جالبِ رغبت سے بہت کم جُدا ہوتی ہے دوسری حالت مال کی طلب عاجزی کے سبب نہو
ورنہ رغبت اتنی ہو کہ اگر کوئی سبیل اسکے حصول کی ملے گو وہ محنت ہی سے ہو اسکو ضرور طلب کرے یا
طلب میں مشغول رہے ایسی حالت والیکا نام حریص ہے تیسری حالت مال کا ہونا اُسکے نزدیک نہونے سے
بہتر ہو اسوجہ سے کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہو مگر نہ اتنی کہ اُسکی طلب میں سرگرم ہو بلکہ ایسی رغبت کہ بلا محنت
وکدورت ملجائے تو لیکر خوش ہو اور اگر طلب میں کچھ مشقت کی احتیاج ہو تو اس میں مشغول نہو اسکو قانع
کہتے ہیں چوتھی حالت مال کی رغبت اتنی نہو کہ اُسکے حصول سے خوش ہو اور نہ اتنی نفرت کہ اُس سے ایذا
پائے یا اگر ملے تو اُسکو چھوڑ دے ایسے شخص کو راضی کہتے ہیں پانچویں حالت اگر مال آوے تو برا معلوم ہو بلکہ ایذا
ہو اور اُسکے قبول سے تنفر کرے اور مشغولی سے اجتناب اور اُسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہیں
ان پانچ حالتوں میں اعلیٰ وافضل زہد ہو اگرچہ اضطرار کیسا ہی ہو تو یہ فضائے درجات میں سے ہے پس طالب کو ان پانچ
مراتب میں نظر کرکے دیکھنا چاہئے کہ میں کونسی حالت میں ہوں پھر اس سے ترقی کرکے چھٹی حالت میں جو زہد
سے بھی افضل ہے پہنچ جائے چھٹی حالت استغناء آدمی کے پاس مال کا ہونا نہونا دونوں
برابر ہوں نہ آنے کی خوشی نہ گئے کا غم۔ ایسے آدمی کو ہم مستغنی کہتے ہیں۔ اِسی سبب
سے ایسا شخص اس غنیٰ سے جو صفتِ خداوندی ہے قریب تر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ
بندہ کا قرب خدائے تعالیٰ سے اسی طرح پر ہے کہ صفاتِ الٰہی میں قریب ہو نہ قرب مکانی
ایسی حالت والے کو ہم مستغنی کہیں گے تاکہ لفظِ غنیٰ اُس ذات پر بول سکیں جس کو غناء
مطلق ہے مخفی نرہے کہ زہد ابرار کے درجہ کا کمال ہے اور اس حالت والا یعنی مستغنی
مقربین میں سے ہے تو ضرور ہوا کہ زہد اُسکے لئے درجۂ نقصان ہو کیونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ
سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ یعنے ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے بُرائیاں ہیں اور نیز دنیا کا
بُرا جاننے والا بھی دنیا میں ایسا ہی مشغول ہے جیسا اُس کا رغبت کرنے والا۔ اور شغل
ماسوی اللہ خدائے تعالیٰ کے لئے حجاب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کچھ فاصلہ پر تو ہے ہی نہیں
جو دوری اُس کا حجاب ہو سکے بلکہ وہ تو نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی آدمی

کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور نہ خدائے تعالیٰ کسی مکان میں ہے تاکہ آسمان وزمین اور جو اس میں ہیں وہ حجاب ہو جائیں تو اب ثابت ہوا کہ حجاب اُس میں اور آدمی میں بجز مشغولی غیر اللہ اور کوئی نہیں۔ اور جو شخص مشغول غیر اللہ ہے وہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ سے محجوب رہتا ہے اور خدا سے منحرف اور جو شخص اپنے نفس کے بغض میں لگا ہوا ہے وہ بھی خدا سے محجوب ہے۔ مثلاً جس مجلس میں عاشق و معشوق ہوں اُس میں اگر رقیب آجائے اور عاشق کا دل رقیب کے بغض میں متوجہ ہو جائے تو لذّتِ مشاہدہ معشوق سے محروم رہجاویگا۔ اور اگر عاشق معشوق میں مستغرق ہے تو بجز دیدار کسی کیطرف متوجہ نہ ہوگا ؟

بیان سیزدہم [۱۳] در سوال و جواب

سوال و جواب برائے آگاہی طالب و مسافر راہ طریقت

پہلے اس سے کہ میں مقصودِ اصلی کو بیان کروں چند سوال و جواب طالب و مسافر راہ طریقت کی آگاہی کے لئے تحریر کرتا ہوں تاکہ طالب ہر طرح سے چست و چالاک ہو کر اس راہ میں قدم رکھے اور کہیں لغزش نہ کھائے کہ یہاں سے یہ راہ بہت خطرناک ہے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

سوال ۱ ۔ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کیا چیز ہے ؟

جواب ۔ شریعت لباس ہے اور طریقت جسم ۔ حقیقت روح ۔ معرفت ذاتِ حق ۔ یا شریعت اتباع ہے ۔ طریقت انقطاع ۔ حقیقت اطلاع ۔ معرفت متاع ۔ یا شریعت بندگی ۔ طریقت ترکِ خودی ۔ حقیقت وصال ۔ معرفت کمال ۔ یا شریعت فرمانبرداری ۔ طریقت غیر سے بیزاری ۔ حقیقت دوست سے برخورداری ۔ معرفت اپنے آپ سے ہشیاری ۔ یا شریعت غنا ۔ طریقت فنا ۔ حقیقت بقا ۔ معرفت غنا ۔ یا شریعت اقوال و افعال ۔ طریقت اخلاق و احوال ۔ حقیقت صفات و ذات ۔ معرفت علم و یقین ۔ چنانچہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ ۔ وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ ۔ وَالْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ ۔ وَالْمَعْرِفَۃُ اَسْرَارِیْ

سوال ۲ ۔ سلوک کیا چیز ہے ۔ اور سالک کون ہے ؟

جواب ۔ لغت میں سلوک کے معنی رستہ چلنا ۔ اور اصطلاح صوفیہ کرام میں انتقال

حتی ہے ایک حال و مقام سے دوسرے حال و مقام میں اور اسی کو سیر الی اللہ بھی کہتے ہیں یعنی سیر عاشق بجانب معشوق اور یہاں انتقال سے مراد معنوی انتقال ہے نہ ظاہری اور سالک راہ رو کو کہتے ہیں۔ ابتدا میں حال حسن ۔ وسط میں عقل معاد۔ آخر میں نور اللہ

سوال۳۔ تزکیہ نفس کسے کہتے ہیں ؟

جواب۔ سلوک میں تزکیہ نفس یہ ہے کہ نفس کو اوصاف ذمیمہ حیوانی سے پاک کر کے اوصاف حمیدہ ملکی سے آراستہ اور نفس امارہ کو لوامہ اور مطمئنہ کے اوصاف سے موصوف کرے پس حقیقتِ سلوک یہ ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ✦

سوال۴۔ تصفیہ قلب کسکو کہتے ہیں ؟

جواب۔ سلوک دل کا نام تصفیہ ہے یعنی آئینہ دل کو زنگ ہموم و غموم و حرص دنیا و حب دنیا و اندیشہ دنیا سے مصفا کرے۔

سوال۵۔ تخلیہ سرّ کس کو کہتے ہیں ؟

جواب۔ تخلیہ سر یہ ہے کہ سرّ کو اندیشہ ماسوی اللہ و غوغائے غیر حق سے خالی رکھے یعنے اندیشۂ غیر حق کو اپنے سر میں راہ نہ دے اور اگر آئے تو نفی کرے ✦

سوال۶۔ تجلیہ روح کسکو کہتے ہیں ؟

جواب۔ تجلیہ روح یہ ہے کہ بنور مشاہدہ حق و ذوق و شوق و محبت و اسرار و انوار روح کو متجلی و متحلی کرے ✦

سوال۔ مقصد کس کو کہتے ہیں ؟

جواب۔ وحدتِ حقیقی میں پہنچنا۔ اور پندار اور خودی و دوئی سے باہر آنا۔

سوال۔ جذبہ کیا شے ہے ؟

جواب۔ رحمتِ خاص و فیضِ خاص کا نام جذبہ ہے۔

سوال۔ وصول بحق کسکو کہتے ہیں ؟

جواب۔ پندارِ خودی و دوئی سے انقطاع و تبرّی۔ اور جہل و علم کا رفع ہو جانا وجود مطلق میں ✦

سوال۔ فکر و صحو و محو و سکر و بسط و قبض کیا شے ہے؟

جواب

فکر چہ اسرارِ کلی حل شدن	کوہ کندن در دل خردل شدن
صحو چہ از خود بخود رہ یافتن	پس زخود خود را منزہ ساختن
محو چہ از خویش ہم خویش آمدن	پس زہر دو نیز درویش آمدن
سکر چہ از خار گل انگاشتن	جز ورا نادیدہ کل پنداشتن
بسط چہ از ہر دو عالم برزدن	خویش برصد عالمے دیگر زدن
قبض چہ از جان و دل تن ساختن	خانہ در سوراخِ سوزن ساختن
کارِ فکرت لاجرم یک ساعت است	بہتر از ہفتاد سالہ طاعت است

سوال۔ وحدت سے کثرت میں کیوں آیا؟

جواب۔ اپنی ربوبیت ظاہر کرنے کے لئے ؎

خود را بتکلف دگرے ساختہ ام	تاشاد کنم آن دگرے راکہ منم

نہ وحدت سے کچھ نقصان تھا نہ کثرت سے کچھ فائدہ حاصل ہوا ؎

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد	آنچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد

جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے ؎ رباعی

پُرشور الست کی ندا ہے اب بھی	جو تھی وہی آن اور ادا ہے اب بھی
ہوتی نہیں سُنّتِ الٰہی تبدیل	جس شان میں تھا وہی خدا ہے اب بھی

لیکن کثرت وحدت کے لیئے لازم ہے اور وحدت کثرت کے لئے واجب یعنی کثرت وحدت کے ساتھ رہتی ہے اور اگر وحدت نہو تو کثرت ہو ہی نہیں سکتی۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کُنْتُ کَنزاً مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ یعنے میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں۔ پس پیدا کیا میں نے خلقت کو ؎

چون بغرد بحر غرش کف شود	جوش اَحْبَبْتُ لِاَنْ اُعْرَفَ شود

؎

زدریا موجِ گوناگوں برآمد	زبے چونی برنگِ چوں برآمد
سگہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد	سگہے برصورتِ مجنوں برآمد

سوال ۱۲ ۔ فقر کیا شے ہے اور فقیر کسکو کہتے ہیں ؟
جواب ۔ اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ شعر

فقر حق است و نہ حق از شے جُدا	فقر لا یحتاج باشد از خدا

فقر ایک راز ہے تحریر و تقریر سے باہر۔ مثلاً دولھا دولہن کی شادی اگرچہ والدین کی مرضی سے ہوتی ہے اور تمام رسوم انکے وسیلہ اور واسطہ سے انجام پاتے ہیں لیکن وقتِ وصال کسی کو دخل نہیں ہوتا اور شب زفاف کی کیفیت دولھا دولہن کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن لطف و مذاقِ وصل کا یہ دونوں بھی بیان نہیں کر سکتے ع حالِ خلوت شاہ داند یا عروس ۔ اسی طرح مرشد کامل مرید طالب کو سیر الی اللہ اور سیر مع اللہ اور سیر فی اللہ کرا کے سپرد خدا کر دیتا ہے۔ اُس کے بعد جو راز و نیاز اُس کے اور خدا کے درمیان ہوتا ہے اس کو فقر کہتے ہیں اور ایسے فقیر کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ یعنے میرے دوست میری قبا میں ہیں میرے سوا اُن کو کوئی نہیں جانتا ۵

حاصل نہ در وصل چوں اُفتاد مرد	گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد

سوال ۱۳ ۔ صوفی ہمہ اوست کیوں کہتے ہیں کیا یہ مقولہ صحیح ہے ؟
جواب ۔ صوفی ہمہ اوست کو صحیح و درست سمجھتا ہے کیونکہ صوفی جب منزلِ توحید میں پہنچتا ہے اور اُسکو انکشافِ توحید ہوتا ہے تو ہر شے میں ذاتِ واحد کو دیکھکر نعرہ ہمہ اوست مارتا ہے۔ رباعی

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست	در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع	باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

سوال ۱۴ ۔ اگر ہمہ اوست صحیح اور درست ہے تو پھر عبادت کس لئے ہے اور کس کی
جواب ۔ عبادت اپنی شناخت کا آلہ ہے۔ کیونکہ جب تک آئینہ دل کو مصقلہ عبادت سے صاف نہ کروگے معرفتِ نفس محال ہے کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ[۱] لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ ۔ وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ اور اپنے

[۱] یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف مجتبائی صفحہ ۹۹-۱۲

نفس کی شناخت خدا کی شناخت ہے جس طرح آئینہ صیقل کرنے سے ہر ایک چیز اُسکے اندر نظر آتی ہے۔ اِسی طرح عبادت ومجاہدہ سے انسان کو اپنے اوصاف وکمالات ظاہر ہوجاتے ہیں۔ شعر

بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز میخواہی		متاعے جمع کن شاید کہ غارت گر شود پیدا

جب تک معرفت تامہ حاصل نہو عبادت نہایت ضروری ہے۔ اور حضرت منصور حلاج کا قول ہے کہ میں اپنی عبادت آپ کرتا ہوں کیونکہ ہر شخص اپنے کام کو آپ ہی خوب کرتا ہے یعنی خواص لوگ ماسوی اللہ کو نفی کرکے اپنی عبادت آپ کرتے ہیں اسی کا نام مشاہدہ ہے یعنے اپنے آپ کو دیکھنا ۔

سوال ۱۵۱۔ جب معرفت تامہ حاصل ہوجائے تو عبادت درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ بعد معرفت تامہ کے عبادت شرک ہے چنانچہ حضرت سیدنا ومولانا غوث صمدانی محبوب سبحانی قطب الاقطاب سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَمَنْ اَرَادَ الْعِبَادَتَ بَعْدَ الْوُصُوْلِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (ترجمہ) اور جس نے ارادہ کیا عبادت کا بعد وصول کے پس تحقیق اسنے شرک کیا خدائے بزرگ کے ساتھ۔ وصول سے مراد سیر فی اللہ ہے یعنی سیر عاشق کی معشوق میں اور یہ سعادت بعد فنائے صفات بشریت وظہور بے اختیاری حقیقی کے میسر آتی ہے اِس مقام میں سوائے خدا کے کچھ باقی نہیں رہتا اور شعور عبادت دوئی میں ہوتا ہے۔ پس دوئی عارفوں کے نزدیک شرک ہے ؎

جز برائے یاری وتعلیم غیر	سرد باشد راہ خیر از بعد خیر
آئینہ روشن کہ شد صاف وجلی	جہل باشد بر نہادن صیقلی
پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	جہل باشد جستن نامہ ورسول
آں مریدے پیش شیخ نامدار	نام حق میگفت بیروں از شمار
شیخ گفت اورا کہ اے بس ناتمام	در حقیقت نیست حق را ہیچ نام

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اللّٰهَ یعنے جس نے خدا کو پہچان لیا وہ خدا نہیں کہتا ع

آنراکہ خبر شد خبرش باز نیامد ؎ رباعی

دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا ہرگز	ڈھونڈا تو کہیں پتا نہ پایا ہرگز
کھونا پانا ہے سب فضولی اپنی	یہ خبط نہو مجھے خدایا ہرگز

وَمَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ یعنے جسنے اپنے خدا کو (اپنی والست میں) پہچان لیا پس گونگی ہوگئی زبان اُسکی وَمَنْ یَّقُوْلُ اللہُ لَا عَرَفَ اللہَ یعنے جو اللہ کہتا ہے اُسنے اللہ کو نہیں پہچانا ع ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند۔ رباعی

جو چاہیئے وہ تو ہے ازل سے موجود	حاصل ہے مراد اور مہیا مقصود
کیا بات ہے اہتمام جہد و طاعات	کیا چیز ہے اعتبار عبد و معبود

لیکن جبتک معرفت میں یقین کا مرتبہ کماحقہ حاصل نہو جائے عبادت واجب ہے بلکہ فرض عین ہے کما قال اللہُ تعالیٰ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنے اور عبادت کر اللہ کی یہاں تک کہ آجائے تجکو یقین یعنی موتِ ارادی یا غیر ارادی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یعنے ہمنے تجکو نہیں پہچانا جو تیری شناخت کا حق ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ معرفت تامہ محال ہے پس ترکِ عبادت گناہِ کبیرہ و نادرست ہے بلکہ فقیر پر فرض عین ہے کہ کوئی دقیقہ عبادت میں فرو گذاشت نکرے ؎

سوال۔ بامید بہشت وبخوف دوزخ عبادت کرنا کیسا ہے ؟

جواب۔ بامیدِ بہشت وبخوفِ دوزخ عبادت کرنا شرک ہے کما قال اللہُ تعالیٰ وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا اور شریک نہ کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قوم عابد وزاہد پر گزرے پوچھا تم عبادت کس لئے کرتے ہو کہا بامیدِ بہشت وبخوف دوزخ۔ آپنے فرمایا تم مخلوق سے امید وخوف رکھتے ہو۔ میں تم میں سے نہیں ہوں پھر دوسری قوم عابد وزاہد پر گزرے اور وہی سوال کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم بغیر مزد خدا کو یاد کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا میں تم میں سے ہوں۔ پس کسی اُمید وخوف سے عبادت کرنا شرک ہے ؎

سوال ۱۷ - خواص کی عبادت کیونکر ہوتی ہے ؟

جواب - خواص کی عبادت برویت حق ہوتی ہے۔ جب رسول صلعم معراج شریف میں تشریف فرما ہوئے تو رویتِ حق کہ نعمائے عظمیٰ الٰہی سے ہے آپکو نصیب ہوئی چنانچہ حدیث شریف میں بروایت امام احمد وارد ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلعم نے رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ گو بعض محدثین نے اختلاف کیا ہے لیکن معراج مراد دیدار سے ہے ورنہ معراج بیکار۔ پس معلوم ہوا کہ نتیجہ معراج رویت حق ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنے نماز مومنوں کی معراج ہے یعنی رویت حق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نماز بغیر مشاہدہ کے مردود ہے اور اس نماز سے افضل کوئی عبادت نہیں جو بحضور قلب ہو۔ اسی واسطے رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنے میری آنکھوں کی خنکی نماز میں ہے یعنے رویت حق اور یہ رویت حاصل نہیں ہوتی مگر موت کے بعد چنانچہ حدیث میں ہے اِنَّ اَحَدَکُمْ لَنْ یَّرٰی رَبَّہٗ حَتّٰی لَا یَمُوْتْ یہاں موت سے مرگ ظاہری مراد نہیں بلکہ مرگ ارادی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا مراد ہے ؎

نے چناں مرگے کہ درگورے روی	بلکہ از ظلمت سوئے نورے روی

اور یہ موت مرشد کامل کی مدد سے ملتی ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ پس عبادت خاصانِ حق کی برویتِ حق ہوتی ہے۔ اور الہامات حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے مَنْ لَا مِعْرَاجَ لَہٗ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ یعنے جسکو معراج نہیں اسکی نماز نہیں یعنے نماز میں اگر دیدارِ الٰہی نہیں تو وہ نماز بھی نہیں ؎ شعر

نماز زاہداں سجدہ سجود است	نماز عاشقاں ترک وجود است

سوال ۱۸ - عوام کی عبادت کا کیا حال ہے ؟

جواب - شرک سے خالی نہیں۔ آدمی تین قسم کے ہیں۔ ایک خاص ۔ دوم مقلد۔ سوم عامی۔ اور ہر ایک کی عبادت مختلف ہے کما قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ یعنی اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے

ف۵ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

پس اگر نہ ہوا ایسا کہ تو اسکو دیکھے تو تحقیق وہ تجکو دیکھتا ہے۔ اِس حدیث میں دو شخصوں کا حال بیان ہوا ہے یعنی خاص الخاص اور خاص کا۔ کیونکہ انسان دو حال سے خالی نہیں یا تو عبادت میں خدا کو دیکھتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھتا ہے تو معراج سے مشرف ہوا۔ چنانچہ اُوپر کے جواب میں بیان ہوا اسکو مشاہدہ کہتے ہیں۔ دُوسرا وہ شخص کہ عبادت میں خدا کو نہیں دیکھتا مگر ضرور جانتا ہے کہ خدا میرے دل کو میری حرکات و سکنات کو میرے حال و اطوار کو دیکھتا ہے اور بہ تصور اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکو مراقبہ کہتے ہیں۔ تو اول شخص صاحب مشاہدہ اور خاص الخاص ہے اور دوسرا صاحب مراقبہ و خاص۔ اور تیسرا عامی کہ وہ نہ خدا کو دیکھتا ہے نہ بوقت عبادت اُسکو یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ ناظر اور میں منظور ہوں۔ تو ضرور ہے کہ بتقلید ایک سُنا سُنایا مصنوعی خدا بنائے گا اور اُسکو اپنا قبلہ بنا کر نماز و عبادت کریگا تو اُس مصنوعی خدا کو عبد نے پیدا کیا۔ اِس صورت میں عبد خالق اور مصنوعی خدا مخلوق ہوا۔ اور مخلوق کی عبادت کرنا شرک ہے پس وہ مشرک ہوا اور بعض کو تو نماز میں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ میں کیا کرتا ہوں اُسکو ٹکریں مارنے سے کام ہے۔ رباعی

بتے می گفت روزے با برہمن	خدائے من توئی اے بندہ من
مرا بر صورت خود آفریدی	ولیکن خویشتن را خود ندیدی

گو شریعت نے ایسے مشرک کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا۔ لیکن اسکی عبادت کا نتیجہ بجز زبانی بکواس کے کچھ نہیں۔ ہاں نیت کا پھل ضرور پائیگا اور وہ مردہ دل ہے کما قال قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَاضِرَۃٌ مِنْ ذِکْرِ الْخَفِیِّ فَھُوَ حَیٌّ وَقَلْبُ الْمُسْلِمِ غَافِلَۃٌ مِنْ ذِکْرِ الْخَفِیِّ فَھُوَ مَیِّتٌ یعنے مومن کا دل تو مشاہدہ سے آگاہ ہوتا ہے پس وہ زندہ ہے اور مسلم کا دل شاہدہ سے غافل ہے پس وہ مُردہ ہے ؎

بود معلوم ہر آزاد و بندہ	کہ ناداں مردہ و دانا ست زندہ

ذکر خفی معائنہ ہے۔ ذکر روح مشاہدہ۔ ذکر قلب وسوسہ۔ ذکر زبان لقلقہ عوام کو بجز زبانی بکواس کے کچھ حاصل نہیں ؏

سوال ۱۹۔ اسلام کس کو کہتے ہیں اور ایمان کیا شئے ہے اور مسلم کون ہے اور مومن کون؟

جواب۔ اسلام اقرار زبانی ہے اور ایمان یقین قلبی مسلم زاہد خشک ہوا اور مومن عارف کامل حدیث[1] بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَشْیَاءِ ظَاہِرَۃٍ وَبُنِیَ الْاِیْمَانُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَشْیَاءٍ بَاطِنَۃٍ یعنی اسلام کی بنا ظاہری پانچ چیزوں پر ہے اور ایمان کی بنا باطنی پانچ چیزوں پر پس مسلم اپنا ظاہر آراستہ کرتا ہے اور مومن اپنا باطن وَعَنْ[2] سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی رَجُلًا عَطَاءً وَلَمْ یُعْطِ الْاٰخَرَ فَقَالَ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَرَکْتَ فُلَانًا لَمْ تُعْطِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ مُسْلِمٌ فَرَدَّ عَلَیْہِ وَاَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنے سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی شخص کو کچھ عطا کیا اور دوسرے کو وہ نہ دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے اس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے آپنے فرمایا مومن ہے یا مسلم پھر دوبارہ انھوں نے وہی عرض کیا آپنے دوبارہ وہی فرمایا ایضاً اَنَّہٗ سُئِلَ[3] صلعم فَقِیْلَ لَہٗ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ فَقَالَ صلعم اَلْاِسْلَامُ فَقَالَ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ فَقَالَ صلعم اَلْاِیْمَانُ یعنے رسول علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ کون سے اعمال بہتر ہیں۔ آپنے فرمایا اسلام۔ پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے؟ آپنے فرمایا کہ ایمان۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام ظاہری فرمانبرداری ہے اور ایمان دلی طاعت اس لئے کہ مومن کو تو مسلم اسلام کہہ سکتے ہیں لیکن مسلم اسلام کو مومن ایمان نہیں کہہ سکتے کما قَالَ[4] اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ یعنے کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہدے اے محمد تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو کہ ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں بیٹھا ایمان تمھارے دلوں میں وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ[5] اَفْضَلُ مِنَ الْکَعْبَۃِ یعنے مومن افضل ہے کعبہ سے وَقَالَ عَلَیْہِ[6] السلام اَلْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یعنے رسول علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ مومن

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے لکھا ہے ۱۲ [2] یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے [3] اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے عمرو ابن عبسی سے روایت کیا ہے ۱۲ [4] پ ۲۶ ع ۱۴ [5] اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے ۱۲ [6] اس حدیث کو ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے ۱۲

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے ملائکہ سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

از ملایک جان خداوندانِ دل	باشد افزوں تو تحیر را بہل
زاں سبب آدم بود مسجودِ شاں	جانِ او افزوں ترست از بودِ شاں
ورنہ بہتر را سجودِ دوں بری	امر کردن ہیچ نبود در خوری
کے پسندد عدل و لطف کردگار	کہ گلے سجدہ کند در پیش خار

اور یاد رکھو کہ ایمانِ کامل موقوف ہے علم معرفت پر جب تک کہ عرفانِ کامل نہو ایمان کامل نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک[1] روز صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا کہ علم خدائے پاک کا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اعمال سے پوچھتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ علم خدائے پاک کا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اعمال کو پوچھتے ہیں اور آپ علم ارشاد فرماتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بھی بے سود ہے یعنی بغیر معرفت الٰہی کے عمل کچھ کام نہیں آتا وَلَیْسَ بِمُؤْمِنٍ اَنْ یَجْمَعُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ وَیَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَسْمِیًّا یعنے رسمی کلمہ کہنے والے حقیقی سے بے خبر ہیں اور وہ مومن نہیں کیونکہ نہ مراد کلمہ سے واقف نہ مقصود سے آگاہ پس ایسے کلمہ گو عارفوں کے نزدیک مشرک ہیں اس لئے کہ بجز زبانی تعلقہ کے اور کچھ نہیں جانتے کہ کس کی نفی ہے اور کس کا اثبات اس سے معلوم ہوا کہ مسلم قالی ہے اور مومن حالی۔ اور بعض علماء کے نزدیک مومن اور مسلم ایک ہی ہے اور چند جا قرآن میں بھی مسلم معنی مومن آیا ہے۔

سوال تم کہتے ہو کہ اَلْوُجُوْدُ وَاحِدٌ غَیْرُہٗ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ پھر کسکی نفی اور کسکا اثبات
جواب۔ نفی تو انانیت و غیریت کی ہے جس کا وہم و وسوسہ دل میں سما گیا ہے اور یہی شرک ہے اور اثبات وجود مطلق کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے رباعی

برہان و دلیل عین گمراہی ہے	نفی و اثبات محض جاں کاہی ہے
اس رہ میں عبارت و اشارے ہیں گم	یہاں ترک خودی اصولِ آگاہی ہے

[1] اس حدیث کو ابن عبدالبر نے العلل سے روایت و نقل کیا ہے ۱۲

سوال[۲۱] - جب یہ بات مسلم ہے کہ اَلْوُجُوْدُ وَاحِدٌ غَیْرُہٗ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ تو بہشت و دوزخ کس کے لئے ہے؟

جواب - ان کے واسطے یعنی جس نے نیکی و بدی کو اپنی طرف منسوب کیا وہ بہشت و دوزخ کا مستحق ہے۔

تا منزدی و نگشتی زندہ رو ورشدی زندہ بوسہ آن خود وست	باغنی باشی بشرکت ملک جو وحدت محض است آن شرکت کی است

حدیث قدسی میں آیا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ یعنے میں اپنے بندہ کے گمان میں ہوں پس جو چاہے مجھ سے گمان کرے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی[۱] وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ اور یہ وہی تمہارا گمان ہے جو رکھتے تھے اللہ کے ساتھ۔ اسنے تمکو کھپایا پس ہوگئے تم آج ٹوٹے میں۔

سوال[۲۲] - بہشت و دوزخ کیا چیز ہے؟

جواب - عوام کے واسطے بہشت و دوزخ وہی ہے جو شریعت غرا میں شارع صلعم نے بیان فرمایا ہے اور طریقت میں خواص کے واسطے وصال یعنے قرب اور مرتفع ہونا حجاب کا بہشت ہے اور فراق یعنے حجاب و غفلت دوزخ ہے۔ شعر

دوزخ و جنت ہے داغی کہ چیست	جز فراق و جز وصال یار نیست
وہ دوزخ فراق جہاں میں ہوں تو نہو	وہ جنت وصال جہاں تو ہو میں نہوں

سوال[۲۳] - تقدیر و تدبیر کسے کہتے ہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب - تقدیر کے لغوی معنے ہیں اندازہ کرنا اور مراد یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یا ہوگا ہر ایک شے کا اندازہ ٹھیک ٹھیک علم الٰہی میں موجود ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی[۲] اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ یعنے ہم نے تحقیق پیدا کیا ہر شے کو پہلے اندازہ کرکے کیونکہ اس کا علم قدیم اور زمان و مکان کو محیط اور تمام ذرات موجودات پر حاوی ہے جو کچھ ظہور ہوتا ہے اسی اندازہ کے مطابق ہوتا ہے سر مو فرق ممکن نہیں اس واسطے کہ

[۱] پ ۲۴ - ۶ - ۱۷ - ۵۲ [۲] پ ۲۷ - ۶ - ۱۰

اس کا علم کامل ہے ناقص نہیں جس طرح ایک اُستاد معمار یا انجینیر مکان سے پہلے اپنے
قوائے عقلی و ذہنی سے پورا نقشہ اس مکان کا تجویز کرلیتا ہے جس کی تعمیر مرکوز خاطر
ہوتی ہے پس اُس قوت کا ظہور کہ جس سے یہ نقشہ ثبت کیا مقدم ہے نقشہ پر او لسان
شرع میں اُسکو لفظ قلم سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ حدیث میں وارد ہے قال[1] رسول اللہ
صلعم اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَہٗ اُکْتُبْ قَالَ مَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبِ الْقَدَرَ
فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلَی الْاَبَدِ یعنے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے خلقت میں سے اوّل قلم کو پیدا کیا۔ پس فرمایا کہ لکھ۔ کہا کیا لکھوں۔ فرمایا کہ لکھ تقدیر کو پس
لکھا کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے ابد تک۔ اور وہ قوت کہ جسپر یہ نقشہ ثبت ہوا لوح محفوظ
سے تعبیر کیجاتی ہے گا قال[2] اللہ تعالیٰ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ پھر جو کچھ اُستاد کامل نے در و دیوار
وسقف و بام کا انداز نقشہ میں لکھ دیا ہے اُسکے موافق تعمیر شروع ہوتی ہے۔ یعنی جو کچھ
تقدیر الٰہی میں ہے اُسی کے موافق ظہور پکڑتا ہے ایک ذرہ بھر تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اگر
کوئی کچا اناڑی اُستاد ہوتا بگاڑتا بناتا محو و اثبات کرتا۔ یہاں عیب و نقصان کی گنجایش ہی
نہیں۔ پس تقدیر الٰہی میں تغیر و تبدل ہو تو کیونکر ہو چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے[3] یَا اَبَا
ھُرَیْرَۃَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ وَجَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ یعنے اسے ابو ہریرہ سوکھ گیا
قلم اُس چیز پر کہ تو ملنے والا ہے اور خشک ہوا قلم اللہ کے علم پر۔ یعنی اُسکی تقدیر میں تغیر و تبدل
نہیں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے خَدَمْتُ[4] رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم عَشَرَ
سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ لِشَیْءٍ فَعَلْتُہٗ لِمَ فَعَلْتَہٗ وَلَا لِشَیْءٍ لَمْ اَفْعَلْہُ لِمَ لَا فَعَلْتَہٗ وَلَا قَالَ فِیْ شَیْءٍ
کَانَ لَیْتَہٗ لَمْ یَکُنْ وَلَا فِیْ شَیْءٍ لَمْ یَکُنْ لَیْتَہٗ کَانَ وَکَانَ اِذَا خَاصَمَ مُخَاصِمٌ اَھْلَہٗ یَقُوْلُ
دَعُوْہُ لَوْ قُضِیَ شَیْءٌ لَکَانَ یعنے میں نے دس برس رسول علیہ السلام کی خدمت کی ہے اگر میں نے
کوئی کام کیا تو آپنے یہ نفرمایا کہ تو نے کیوں کیا۔ اور اگر نہ کیا تو یہ نفرمایا کہ تو نے کیوں نکیا اور جو چیز

[1] اس حدیث کو ترمذی نے بروایت عبادہ ابن الصامت بیان کیا ہے ۱۲ [2] پ ۳۰ سورہ بروج ۱۲ [3] اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲ [4] اس حدیث کو امام بخاری و احمد و ترمذی نے بیان کیا ہے ۱۲

[5] اس حدیث کو قاضی عیاض نے بیان کیا ہے ۱۲

ہو گئی تو اُسکو یہ نفرمایا کہ کاش ہوتی اور اگر ہوئی تو یہ نفرمایا کہ کاش ہوتی۔ اور اگر آپکے گھر والوں میں سے کوئی مجھ سے جھگڑتا تو فرماتے کہ اسے چھوڑ دو جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے وہی ہوگا۔ اور حدیث میں آیا ہے عَنْ[1] اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلعَمْ کُلُّ شَیْءٍ بِقَدَرٍ حَتّٰی الْعِجْزِ وَالْکَیْسُ یعنے ابنِ عمرؓ سے روایت ہو کہ فرمایا رسولِ خدا صلعم نے کہ ہر شے تقدیر میں ہے یہانتک کہ نادانی و دانائی۔ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ یا علی خبر دو مجکو تقدیر سے۔ آپنے فرمایا کہ یہ راہ بہت دُور و دراز ہے اِس میں مت پڑ۔ پھر اس نے وہی سوال کیا۔ آپنے فرمایا یہ دریا ناپیداکنار ہے اِس میں مت گر پھر اُسنے وہی سوال کیا۔ آپنے فرمایا یہ راز الٰہی ہے اسکی تفتیش مت کر غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بخوف شرع شریف یا اُسکی ناقابلیت پر نظر کرکے اِس قابل ندیکھا اور جواب ندیا فی الحقیقت اِس دریا کا غواص ہر کس و ناکس نہیں ہوسکتا ہے

اسرارِ حقیقت راہر دل نبود قابل	دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

اور تدبیر کے معنی ہیں کسی کام کے پیچھے پڑنا۔ یا کام کے انجام پر نظر کرنا۔ اور عرف میں تدبیر کو غیر تقدیر سمجھتے ہیں لیکن اِس میں ایک باریک مغالطہ ہے وہ یہ کہ ہم تدبیر کے انجام و نتیجہ کو تقدیر خیال کرتے ہیں حالانکہ من اولہ الی آخرہ ہماری تمام تدابیر ہماری جملہ حرکات ہمارے جمیع کاروبار عین تقدیر ہیں۔ کسی کام کا اختیار کرنا یا نکرنا اور اُس کا پورا ہونا یا نہونا یہ سب اُمور داخلِ تقدیر ہیں۔ غرض کوئی خیال کوئی تصور کوئی قول کوئی فعل خارج از تقدیر نہیں کیونکہ علمِ الٰہی میں ہر چیز کا اندازہ ازل سے ابدتک موجود ہے۔ اگر کوئی پیاسا ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہے کہ تقدیر میں ہوگا تو مل ہی جائیگا۔ کوشش سے کیا حاصل۔ یا یہ خیال کرکے کہ اپنی سعی و کوشش سے پانی بہم نہ پہنچاؤنگا تو بالضرور مرجاؤنگا۔ طلب و تلاش میں مشغول ہوا۔ تو یہ دونوں صورتیں عین تقدیر ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے عَنْ[2] اَبِیْ خِزَامَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَأَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِہٖ وَتُقَاۃً نَتَّقِیْھَا ھَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ شَیْئًا قَالَ ھِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ یعنے ابی خزامہ سے اُس کا باپ روایت کرتا ہے

[1] اِس حدیث کو مسلم نے بیان کیا ہے ۱۲ [2] اِس حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ و ترمذی نے بیان کیا ہے ۱۲

کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم کہ خبر دو مجھ کو منتروں کی کہ پڑھواتے ہیں ہم اور دوا کی کہ ہم دوا کرتے ہیں اور بچاؤ کی چیز کی یعنے سپر وغیرہ کہ ہم بچتے ہیں اُسکے سبب کیا پھیر دیتے ہیں اللہ کی تقدیر سے کچھ شے۔ آپنے فرمایا کہ یہ سب چیزیں اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ یعنی یہ تدبیریں بھی خلاف تقدیر نہیں ؛

سوال[۱۷] - انسان اپنے فعل میں مختار ہے یا نہیں ؟

جواب - انسان کو مطلق اختیار نہیں محض معذور و مجبور ہے۔ انسان کی نیکی بدی ہدایت ضلالت حرکات سکنات تمام قبضۂ قدرت میں ہیں[۱] قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنے تو کہہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے[۲] وَلَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنے بغیر حکمِ الٰہی ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ جا بجا قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ہم نے کسی کو کچھ اختیار نہیں دیا ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور کسیکو طاقت نہیں جو بغیر ہمارے حکم کے کوئی کچھ کر سکے چنانچہ رسول صلعم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[۳] اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنے تحقیق تو راہ پر نہیں لاتا جسکو چاہے پر اللہ راہ پر لائے جسکو چاہے اور حدیث شریف میں آیا ہے[۴] عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم اَیُعْرَفُ اَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلِمَ یَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ قَالَ كُلٌّ یَعْمَلُ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَوْ لِمَا یُسِّرَ لَهٗ یعنے عمران ابن حصین سے روایت ہے کہ کہا ایک شخص نے یا رسول اللہ صلعم کیا شناخت کئے گئے بہشتی دوزخیوں سے (یعنی کیا پہلے سے جُدا ہو چکے ہیں) فرمایا کہ ہاں کہا پھر کیوں عمل کرتے ہیں لوگ۔ آپنے فرمایا کہ ہر شخص اُسی کو کرتا ہے جو چیز پیدا کی گئی ہے واسطے اسکے یا آسان کی گئی ہے اُسکے لئے ایضاً[۵] وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ اِنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ مُّزَیْنَةَ قَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ الْیَوْمَ وَیَكْدَحُوْنَ فِیْهِ اَشَیْءٌ قُضِیَ عَلَیْهِمْ مَضٰی فِیْهِمْ مِنْ قَدَرٍ سَبَقَ اَوْ فِیْمَا یَسْتَقْبِلُوْنَ بِهٖ مِمَّا اَتَاهُمْ نَبِیُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَیْءٌ قُضِیَ عَلَیْهِمْ وَمَضٰی فِیْهِمْ وَتَصْدِیْقُ

۱؎ پ ۵ - ع ۷ - ۱۲ ۲؎ پ ۲۰ ع ۹ - ۱۲ ۳؎ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے ۱۲

۴؎ اِس حدیث کو امام مسلم نے بیان کیا ہے ۱۲

ذٰلِکَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا یعنی عمران ابن حصین سے روایت ہے کہ کہا مزینہ کے دو شخصوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خبر دو اُس چیز کی کہ کرتے ہیں لوگ آج کے دن اور محنت کرتے ہیں اُس میں یہ ایک چیز ہے کہ مقدر کی گئی اُن پر اور گذرا اُن میں تقدیر سے کہ ہو چکی ہے یا اس چیز میں کہ آیندہ ہونے والا ہے اُس چیز سے کہ لایا اُن کے پاس نبی اُن کا اور ثابت ہوئی دلیل اُن پر۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ ایک چیز ہے کہ مقدر ہو چکی اُن پر۔ یا گذر گئی اُن پر اسی کے مطابق اللہ تعالےٰ کی کتاب میں ہے کہ قسم ہے جان کی کہ ٹھیک بنایا اُس کو پھر اُس کے دل میں ڈالی بدکاری اور پرہیزگاری **ف** یعنے کیا قضا و قدر پہلے سے نہیں ہے۔ اب پیغمبر علیہ السلام لیکر آئے ہیں اور لوگ اپنے اختیار سے افعال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں نیکی و بدی سب خدا کی طرف سے ہے غرض اکثر آیات و احادیث سے ثابت ہو کہ بندہ بالکل بے اختیار ہے لیکن شارعؑ فرماتا ہے کہ بندہ کچھ مجبور ہے اور کچھ مختار ہے چنانچہ عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ اَللّٰہُ خَالِقٌ وَالْعَبْدُ کَاسِبٌ یعنی اللہ تعالیٰ خالق افعال ہے اور بندہ کاسب افعال اور اسی پر جزا و سزا مقرر ہے ؏ گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل شعر

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٴ	باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

سوال[۲۵] جب یہ بات پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو پھر ہم کو ثواب و جزا کی اُمید اور عذاب و سزا کی دھمکی کیوں دیجاتی ہے؟

جواب۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنے غلام کو جو دُور تھا سواری و خلعت و زاد راہ بھیجا کہ دربار سلطانی میں حاضر ہو۔ اب اس میں دو صورتیں ہیں یا تو بادشاہ کو اُسکی ذات سے کچھ فائدہ متصور ہے یا یہ کہ وہ قرب سلطانی سے عزت پائے۔ پس صورت اول تو خدائے تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ مگر صورت ثانی ممکن ہے لیکن اگر غلام مذکور نے انعام مرسولہ کو اُسی خدمت میں صرف کیا تو وہ شاکر ہے

ورنہ کافر اور اگر انعام لیکر دُور بھاگ گیا تو سب سے زیادہ کافر ہوا۔ اسی طرح خدا وند کریم نے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر طرح کے انعامات سے مشرف کیا تاکہ قرب حاصل کرے نہ بُعد۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ اس سے معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی نعمتیں ایسے آلات ہیں جن سے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کر کے درجۂ سعادت قرب الٰہی حاصل کرتا ہے اس میں بندہ کا نفع ہے نہ خدا کا خواہ بندہ قریب ہو یا بعید اگر اُسکی نعمتوں کو اطاعت میں استعمال کریگا تو شاکر کہلائیگا ورنہ کافر۔ اور اگر بیکار رکھیگا تو یہ بھی کفران نعمت ہے۔ جو چیز دنیا میں مخلوق ہوئی ہے وہ اسی لئے ہے کہ بندہ اُسکے سبب سے سعادتِ اُخروی تک پہنچے اور قربِ الٰہی حاصل کرے اس سے واضح ہے کہ ہر ایک اطاعت کنندہ اپنی اطاعت کے باعث ان انعاماتِ الٰہی کا شکر گزار ہے جنکو اطاعت میں استعمال کیا ہے اور جو کسلمند رہے وہ سرے سے استعمال ہی نہیں کرتا یا نافرمان ہے کہ انکو طریق بعید میں صرف کرتا ہے تو وہ کافر ہے کہ موافق مرضی مولیٰ عمل میں نہ لایا غرض طاعت و معصیت دونوں کو مشیت ایزدی شامل حال ہے لیکن اچھا بُرا معلوم ہونا یہ مشیت کے علاوہ ہے اس لیئے کہ بعض خواہش کی چیز مجبوب ہوتی ہے اور بعض مکروہ پس نعمت الٰہی کو اُسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی شکر ہے اور شکر سے یہ مراد ہے کہ نعمتِ الٰہی کو جس طرح اُسکو محبوب ہو صرف کرے جو نعمت الٰہی اسی کے فعل سے ایسی جگہ صرف ہوئی ہو جو اُسکو محبوب تھی تو یہ بھی شکر ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے مگر چونکہ محل اس فعل کا انسان ہے اسی واسطے انسان کی ثنا کی جاتی ہے اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت الٰہی انسان پر ہے کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اُسی کے دو کاموں میں سے ایک کام اس بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت میں صرف کیا جائے تو بہر حال اُسی کا شکر چاہیئے اور انسان کو شاکر اس غرض سے کہتے ہیں کہ وہ محل شکر ہے نہ موجد شکر۔ مثلاً کہتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے تو اُسکے

لہ پ ۳۰ سورۂ تین ۱۲

یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ عرفان وعلم کا موجد ہے بلکہ یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ عرفان وعلم کا محل ہے حالانکہ ان کا وجود آدمی میں قدرتِ ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کرسکتا پھر اسکو شاکر کہنے سے یہی مطلب ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شئے اس لیئے ہے کہ اسی نے شئے بنایا ہے اور اگر اسکے بنانے کا لحاظ اٹھا دیا جائے تو لا شئے محض ہے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول صلعم سے دریافت کیا کہ جب سب چیزوں سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ۔ آپنے فرمایا کہ اِعْمَلُوْا کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ یعنے عمل کرو اس لیئے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر آئیگا جسکے لیئے وہ پیدا ہوا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ خدا کی مخلوق قدرت کے جاری ہونے اور اسکے فعل کا محل ہے گو خلق خود بھی اسکے افعال میں سے ہے لیکن خدا تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا سبب ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف میں لفظ اِعْمَلُوْا ہر چند کہ رسول صلعم کی زبان سے نکلا ہے مگر وہ بھی افعال الٰہی میں سے ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جائے کہ عمل کرنا مفید ہے۔ اب لوگوں کا جاننا بھی خدا کا ایک فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے یعنی علم ہی کے باعث حرکات وطاعات کا ارادہ پختہ ہوتا ہے۔ پھر ارادہ وشوق بھی فعلِ الٰہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکتِ اعضا بھی خدا کے افعال میں سے ہے۔ اسی طرح سب باتیں اسکے افعال میں سے ہیں مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتے ہیں یعنے ایک فعل دوسرے فعل کی شرط ہوتی ہے جیسے جسم کا پیدا ہونا عرض کے لیئے شرط ہے اور حیات کا ہونا علم کی پیدایش کے لیئے شرط ہے اور یہ سب افعال خدائے تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لیئے اسی اعتبار سے سبب ہیں اور انکے سبب ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ غیر کے حاصل ہونے کے لیئے شرط ہیں کہ اول ایک ہو چکے تو دوسرا ہو جیسے اول جوہر ہو چکے تو زندگی ہو اور جب حیات ہو چکے تو علم پیدا ہو پھر علم ہوئے تو ارادہ پیدا ہو اسی طرح آدمی تحقیق کرے گا تو ذاتِ الٰہی تک ترقی کر جائیگا۔ یہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ جب ہمارے

سلہ بخاری ومسلم نے بروایت حضرت علیؓ وابن حصین روایت کیا ہے ۱۲

اختیار میں کچھ بھی نہیں سب کچھ خدائے تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ تو پھر ہمکو یوں کیوں حکم ہوا ہے کہ عمل کرو جو نافرمانی کروگے تو عتاب و عذاب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الٰہی ہم میں ایک اعتقاد کے آنے کا سبب ہوتا ہے اور اعتقاد سبب ہے ہیجان خوف کا اور جوش خوف باعث ہے ترک شہوات کا اور دنیا سے اعراض کا جس سے خدائے تعالیٰ مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ یہ ہی ترتیب اسباب ہی جو خدائے تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے پس جو شخص ازل میں سعید لکھا گیا ہے اسکے لیئے یہ اسباب ایسی ترتیب سے میسر ہوتے ہیں کہ سلسلہ وار اسکو جنت میں پہنچا دیتے ہیں اور جنکو ازل میں شقی لکھدیا ہے وہ کلام خدا و حدیث مصطفےٰ و نصائح علماء سے دور بھاگتا ہے کان نہیں دھرتا اور نہ سننے کی وجہ سے جانتا نہیں اور نہ جاننے کے باعث خوف نہیں کرتا اور جب خوف نہیں کرتا تو محبت دنیا کی کیسے چھوڑے گا۔ اور جبتک رغبت دنیا ترک نکریگا زمرۂ شیاطین میں رہیگا جن کا قرارگاہ دوزخ ہے۔ اس تقریر کو اگر غور سے دیکھو تو ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک قوم جنت میں زنجیروں سے کھچی چلی جاتی ہے اور دوسرا گروہ دوزخ میں زنجیروں سے گھسیٹا جاتا ہے یعنے جسکو جنت ملے گی وہ بھی اسکے اسباب کی زنجیروں میں پابند ہے کہ علم و خوف اسپر مسلط ہیں اور جو دوزخی ہے وہ بھی اسباب کی زنجیروں میں پابند ہے کہ اُس پر غفلت طاری ہے اور خدا کے عذاب سے بیخوف اور مغرور رہتا ہے غرضیکہ متقی تو جنت میں بزور کھینچے جاتے ہیں اور مجرم دوزخ میں زبردستی گھسیٹے جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ مشیت اُسی واحد القہار کی ہے جہاں جائے دم زدن نہیں ہ

سوال ۲۶ ۔ تو پھر کیا ہم اس میں کچھ دم نہ ماریں؟

جواب۔ ہاں بے شک حکم حاکم میں جائے دم زدن نہیں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک سالک نے جو مشعل راہ نور الٰہی رکھتا تھا کاغذ سفید کو سیاہ دیکھ کر دریافت کیا کہ تو نے اپنا منہ کیوں کالا کیا ہے اُسنے کہا بھلا کوئی اپنا مونہ آپ بھی کالا کرتا ہے یہ قصور سیاہی کا ہے۔ پھر سیاہی سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ میں تو چپ چاپ گوشہ میں بیٹھی تھی یہ ظلم قلم کا ہے جب قلم سے پوچھا تو اُسنے جواب دیا کہ آپ ہاتھ سے

دریافت کریں ہیں جسکے قبضہ میں ہوں۔ پھر ہاتھ سے سوال کیا تو اُسنے کہا کہ مَیں تو فقط گوشت پوست و استخوان کی ایک سواری ہوں کہ قدرت نامی سوار مجھ پر سوار ہوکر اپنے حسب منشار کام لیتا ہے۔ پھر اُسکی وجہ قدرت سے پوچھی تو اُسنے کہا کہ تم مجکو ناحق بدنام کرتے ہو مَیں تو ہمیشہ اُس پر سوار رہتی ہوں کبھی اُسکو نہیں ہلاتی۔ لیکن ایک موکل ہے دارادہ وہ آکر مجھ سے زبردستی یہ کام لیتا ہے۔ پھر ارادہ سے اُسکی وجہ دریافت کی تو اُسنے جواب دیا میں ایک انجمن کا ملازم ہوں جسکے ممبر علم و عقل ہیں اور صدر انجمن حضرت دل ہیں اُنکے حکم کا فرماں بردار ہوں۔ پھر سالک نے انجمن سے دریافت کیا کہ ارادہ کو قدرت کے اٹھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو عقل نے کہا کہ مَیں تو ایک چراغ ہوں کسی اور نے مجھکو روشن کررکھا ہے اور دل نے کہا کہ میں لوح بے نقش ہوں کسی اور نے مجھ کو پھیلا رکھا ہے اور علم نے کہا کہ میں ایک نقش ہوں کہ چراغ عقل کی روشنی کے بعد لوح دل پر منقش ہو جاتا ہوں مگر میں خود منقوش نہیں ہوا بلکہ قلم اس سادہ تختی پر مجھے نقش کردیتی ہے تو اس قلم سے دریافت کرو جو مجکو اس تختی پر لکھتی ہے۔ سالک نے حیران ہوکر کہا کہ ہم نے تو قلم نے وغیرہ کا دیکھا ہے اور تختی لوہے لکڑی کی۔ اور چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے اور نقش سیاہی سرخی وغیرہ کا۔ اور اُن میں سے مجھے کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی ہیں دریافت کروں تو کس سے کروں۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ صریر قلم سنتا ہوں اور قلم نہیں دیکھتا۔ علم نے کہا کہ میاں صاحب پست حوصلہ مت بنو۔ گھبراؤ مت۔ کمر ہمت مضبوط باندھو اور مردانہ وار اس منزل مقصود کی راہ لو اور اس تمام رستہ کا حال مجھ سے سنو کہ تمھارے اس راستہ کے تین عالم ہیں۔ اوّل عالم ملک و شہادت جس میں کی یہ چیزیں کاغذ و قلم و سیاہی اور ہاتھ وغیرہ تھے تو اس عالم کو تو تم بتدریج طے کر چکے۔ دوسرا عالم ملکوت جو میرے بعد ہے۔ جب مجھ سے آگے بڑھوگے تو اس میں پہونچوگے کہ وہ نہایت دشوار گزار ہے۔ عالم ملکوت جو عالم ملک و جبروت کے درمیان واسطہ ہے اور اس میں سے تم تین منزلیں طے کر چکے ہو یعنی اُسکے شروع میں منزل قدرت و ارادہ و علم ہی اور اس عالم کو ان دونو عالم کے درمیان ایسا سمجھو کہ جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہی یعنی نہ تو وہ پانی کیطرح مضطرب ہے نہ زمین کی مانند ساکن تیسرا عالم

جبروت ہے جو اس سے زیادہ سخت مشکل ہے جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم شہادت پر چلتا ہے پس اگر اسکی قوت زیادہ ہوئی اور کشتی میں سوار ہو گیا تو گویا وہ عالم ملکوت کی سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہوا اور پانی پر بے کشتی چلنے لگا تو بلا تردد عالم جبروت کی سیر کریگا پس اگر تم پانی پر نہیں چل سکتے تو خیر پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے اور کشتی پیچھے چھوڑی اب تو صرف پانی ہی ہے اور آغاز عالم جبروت کا یہ ہے کہ جس قلم سے لوح دل پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو۔ سالک نے کہا پانی پر بھی کوئی چل سکتا ہے عقل نے کہا کیا وہ حدیث تم نے نہیں سُنی جو صحابہ کرام نے کہا تھا کہ عیسٰی علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو رسول صلعم نے فرمایا کہ لَوْ اِزْدَادَ یَقِیْنًا لَمَشٰی عَلَی الْهَوَاءِ یعنے اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ پھر سالک نے کہا کہ اچھا اب اس راہ کا کچھ پتا نشان تو بتاؤ۔ علم نے کہا تم میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھو۔ اگر تم کو وہ قلم جو مجکو لوگوں کے دلوں پر منقوش کرتا ہے نظر آجائے تو یقین ہے کہ تم اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ جو شخص عالم ملکوت سے بڑھکر عالم جبروت کے دروازہ پر دستک دیتا ہے اسکو وہ قلم نظر آنے لگتا ہے۔ سالک نے کہا کہ میں خوب غور سے دیکھ رہا ہوں لیکن مجکو تو وہ قلم نظر نہیں آتا معلوم نہیں وہ کونسا قلم ہے۔ علم نے کہا کہ تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا[1] اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ یہاں اسی قلم کا ذکر ہے اور یہ تو تم خوب جانتے ہو کہ گھر کا سامان صاحب مکان کے مناسب ہوتا ہے اور وہ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے تو اس کا قلم و لوح و روشنائی وغیرہ بھی ویسی ہی بے مثل ہونی چاہئے اگر تم کو یہ چیزیں ایسی نہیں سوجھتی ہیں تو تم مخنث ہو یعنے جو لوگ خدائے تعالیٰ کو پاک و منزہ سمجھتے ہیں وہ مرد ہیں اور جو کسی جسم سے تشبیہ دیتے ہیں وہ مؤنث اور تم مخنث ہو نہ ادھر نہ اُدھر پس اگر تم آنحضرت صلعم کے اس ارشاد خَلَقَ[2] اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ کے یہ معنے سمجھتے ہو کہ جیسے حضرت آدم کی صورت حواس ظاہری سے محسوس ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ کی بھی ایسی صورت ہے تو تمھارے تشبیہی ہونے

[1] پ ۳۰ سورہ علق ۱۲ [2] اس حدیث کو مسلم نے بروایت ابو ہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

دریافت کریں ہیں جسکے قبضہ میں ہوں۔ پھر ہاتھ سے سوال کیا تو اُسنے کہا کہ میں تو فقط گوشت پوست واستخوان کی ایک سواری ہوں کہ قدرت نامی سوار مجھ پر سوار ہوکر اپنے حسب منشا کام لیتا ہے۔ پھر اُسکی وجہ قدرت سے پوچھی تو اُسنے کہا کہ تم مجکو ناحق بدنام کرتے ہو میں تو ہمیشہ اُس پر سوار رہتی ہوں کبھی اُسکو نہیں ہلاتی۔ لیکن ایک موکل ہے ارادہ وہ آکر مجھ سے زبردستی یہ کام لیتا ہے۔ پھر ارادہ سے اُسکی وجہ دریافت کی تو اُسنے جواب دیا ہیں ایک انجمن کا ملازم ہوں جسکے ممبر علم وعقل ہیں اور صدر انجمن حضرت دل ہیں اُنکے حکم کا فرماں بردار ہوں۔ پھر سالک نے انجمن سے دریافت کیا کہ ارادہ کو قدرت کے اٹھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو عقل نے کہا کہ میں تو ایک چراغ ہوں کسی اور نے مجھ کو روشن کر رکھا ہے اور دل نے کہا کہ میں لوح بے نقش ہوں کسی اور نے مجھ کو پھیلا رکھا ہے اور علم نے کہا کہ میں ایک نقش ہوں کہ چراغ عقل کی روشنی کے بعد لوح دل پر منقش ہو جاتا ہوں مگر میں خود منقوش نہیں ہوا بلکہ قلم اس سادہ تختی پر مجھے نقش کر دیتی ہے تو اس قلم سے دریافت کر جو مجکو اس تختی پر لکھتی ہے۔ سالک نے حیران ہو کر کہا کہ ہم نے تو قلم سنے وغیرہ کا دیکھا ہے اور تختی لوہے لکڑی کی۔ اور چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے اور نقش سیاہی سرخی وغیرہ کا۔ اور اُن میں سے مجھے کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی ہیں دریافت کروں تو کس سے کروں۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ صریر قلم سنتا ہوں اور قلم نہیں دیکھتا۔ علم نے کہا کہ میاں صاحب پست حوصلہ مت بنو۔ گھبراؤ مت۔ کمر ہمت مضبوط باندھو اور مردانہ وار اس منزل مقصود کی راہ لو اور اس تمام رستہ کا حال مجھ سے سنو کہ تمھارے اس راستہ کے تین عالم ہیں۔ اوّل عالم ملک وشہادت جس میں کی یہ چیزیں کاغذ وقلم وسیاہی اور ہاتھ وغیرہ تھے تو اس عالم کو تو تم بتدریج طے کر چکے۔ دوسرا عالم ملکوت جو میرے بعد ہے۔ جب مجھ سے آگے بڑھوگے تو اس میں پہونچوگے کہ وہ نہایت دشوار گزار ہے۔ عالم ملکوت جو عالم ملک وجبروت کے درمیان واسطہ ہے اور اس میں سے تم تین منزلیں طے کر چکے ہو یعنی اُسکے شروع میں منزل قدرت ۔ ارادہ وعلم ہیں اور اس عالم کو ان دونو عالم کے درمیان ایسا سمجھو کہ جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہی یعنی نہ تو وہ پانی کیطرح مضطرب ہے نہ زمین کی مانند ساکن تیسرا عالم

جبروت ہے جو اس سے زیادہ سخت شکل ہے جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم شہادت پر چلتا ہے پس اگر اسکی قوت زیادہ ہوئی اور کشتی میں سوار ہو گیا تو گویا وہ عالم ملکوت کی سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہوا اور پانی پر بے کشتی چلنے لگا تو بلا تردد عالم جبروت کی سیر کریگا۔ پس اگر تم پانی پر نہیں چل سکتے تو خیر پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے اور کشتی پیچھے چھوڑی اب تو صرف پانی ہی ہے اور آغاز عالم جبروت کا یہ ہے کہ جس قلم سے لوح دل پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو۔ سالک نے کہا پانی پر بھی کوئی چل سکتا ہے عقل نے کہا کیا وہ حدیث تم نے نہیں سنی جو صحابہ کرام نے کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو رسول صلعم نے فرمایا کہ لَوِ ازْدَادَ یَقِیْنًا لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ یعنے اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ پھر سالک نے کہا کہ اچھا اب اس راہ کا کچھ پتا نشان تو بتاؤ۔ علم نے کہا تم میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھو۔ اگر تم کو وہ قلم جو مجکو لوگوں کے دلوں پر منقوش کرنا ہے نظر آجائے تو یقین ہے کہ تم اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ جو شخص عالم ملکوت سے بڑھکر عالم جبروت کے دروازہ پر دستک دیتا ہے اسکو وہ قلم نظر آنے لگتا ہے۔ سالک نے کہا کہ میں خوب غور سے دیکھ رہا ہوں لیکن مجکو تو وہ قلم نظر نہیں آتا معلوم نہیں وہ کونسا قلم ہے۔ علم نے کہا کہ تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا[1] اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ یہاں اسی قلم کا ذکر ہے اور یہ تو تم خوب جانتے ہو کہ گھر کا سامان صاحب مکان کے مناسب ہوتا ہے اور وہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے تو اس کا قلم و لوح و روشنائی وغیرہ بھی ویسی ہی بے مثل ہونی چاہئے اگر تم کو یہ چیزیں ایسی نہیں سوجھتی ہیں تو تم مخنث ہو یعنے جو لوگ خدائے تعالیٰ کو پاک و منزہ سمجھتے ہیں وہ مرد ہیں اور جو کسی جسم سے تشبیہ دیتے ہیں وہ مؤنث اور تم مخنث ہو نہ ادھر نہ ادھر پس اگر تم آنحضرت صلعم کے اس ارشاد[2] خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ کے یہ معنے سمجھتے ہو کہ جیسے حضرت آدم کی صورت حواس ظاہری سے محسوس ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کی بھی ایسی صورت ہے تو تمھارے تشبیہی ہونے

[1] پ ۳۰ سورہ علق ۱۲ [2] اس حدیث کو مسلم نے بروایت ابوہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

یں کیا کلام ہے۔ اور اگر تم سرِ قلبی سے باطنی صورت کو جانتے ہو تو تم میدان تنزیہہ میں ہو جو وادی مقدس طوبیٰ ہے۔ اب جاؤ منزل طے کرو کیا تعجب ہے کہ تم کو بھی فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ کا مضمون پیش آئے۔ اور تجلی پر راہ ملے۔ جب سالک نے علم کی یہ تقریر سُنی تو اپنے قصور سے واقف ہو کر معلوم کیا کہ حقیقت میں تشبیہ و تنزیہ کے درمیان مخنث ہوں۔ شرمندگی کے مارے اُس کا دل پگھل کر تیل بنا اور شوق کی بتی کو علم کی دیا سلائی نے روشن کر دیا دل اُس کا نُورٌ علیٰ نور بن گیا۔ علم نے کہا کہ لو اب غور سے دیکھو شاید تم کو تجلی کی راہ ملے جب سالک نے بہ تامل دیکھا تو وہ قلم الٰہی نظر آیا قلم سے دریافت کیا کہ تو لوگوں کے دلوں پر ایسا علم کیوں لکھ دیتا ہے۔ جو ارادہ و قدرت کو اُٹھا دیتا ہے۔ قلم نے کہا کہ یہ بادشاہ کے دہنے ہاتھ سے پوچھ سالک نے کہا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتھ کونسا ہے۔ قلم نے کہا کہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ پھر دہنے ہاتھ سے سوال کیا اُسنے قدرت پر حوالہ کیا۔ قدرت نے کہا کہ میں تو ایک صفت ہوں قادر سے دریافت کر۔ قریب تھا کہ سالک قادر سے سوال کر بیٹھے لیکن استقلال غایب ہوا اور سرادقاتِ عظمت و جلال سے یہ ندا آئی کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اِس امر کو سُنکر سالک ہیبت کے مارے بیہوش ہو کر گرا۔ اور جب ہوش میں آیا تو جناب الٰہی میں توبہ و استغفار کر کے عرض کی کہ یا الٰہی میں نے نادانی سے قلم وغیرہ کو ناحق مطعون کیا تو مالک ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے مجھ کو توفیق عنایت کر کہ میں تیری ثنا کروں حکم ہوا کیا تو محمد صلعم سے زیادتی چاہتا ہے جب کہ وہ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً کہہ چکے پھر عرض کیا کہ یا الٰہی مجھ کو اپنی معرفت عطا فرما حکم ہوا کیا تو صدیق اکبرؓ پر سبقت چاہتا ہے جن کا قول ہے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ پس اب یہاں سے جاؤ اور شریعت محمدی جس بات کا امر کرے وہ کرو جس سے منع کرے اُس سے باز رہو۔ اور دم نہ مارو۔ واہ سبحان اللہ زبردست کے بسوے بیس ؏ نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں۔

سوال ۲۷۔ خلق کو فنا ہے یا نہیں؟

جواب۔ اہلِ تحقیق کے نزدیک وجودِ خلق اصلی و حقیقی نہیں بلکہ عارضی و اعتباری ہے مثلاً قطرات و موج و حباب کا وجود دریا کی ہستی سے جداگانہ نہیں بلکہ دریا مع ان سب کے دریا ہے پس دریا کے مقابلہ میں وہ بالفعل بھی فانی و معدوم او نیست و نابود ہیں۔ اِنکی ہستی صرف اِسی خیال پر قائم ہے کہ انکے باہمی اوصاف کا اختلاف ایک کو دوسرے سے ممیز و مشخص ثابت کرتا ہے قطرہ کی شکل و شباہت اور اُس کا طرز و انداز موج سے الگ ہے اور موج کی صورت و وضع اور اُسکی چال ڈھال حباب سے جدا ہے اور حباب کا رنگ و ڈھنگ اور اُس کی آن و ادا دونوں سے نرالی ہے جب اجزا کو باہم مقابلہ کرتے ہیں تو ایک خیالی ہستی اُنکی قائم ہو جاتی ہے ورنہ محیط کل کے مقابلہ میں جزو کی ہستی کا خیال ہی محض فانی و معدوم ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ یعنے تحقیق تم اور وہ سب میت و معدوم ہیں حضرت محی الدین عربی فرماتے ہیں اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَّالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ یعنے حق تو وجود اصلی ہے اور خلق حقیقت میں کچھ بھی نہیں صرف سمجھ کا پھیر ہے ؎

پناہِ بلندی و پستی توئی	ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
ز تعظیم توپیش تو ہست و نیست	اگر باشد و گر نباشد یکے ست

یعنے وجود حق اصلی ہے اُسی کے ذریعہ سے خلق کا وجود قائم معلوم ہوتا ہے جو محض خیالی اور تقیق عدمی ہے پس سب نیست ہیں جو کچھ ہے حق ہی حق ہے۔ کیونکہ وہ سب پر محیط و حاوی ہے اور جب اس محیط کل کا وجود قائم و دائم ہے تو خلق کی ہستی یا نیستی دونوں برابر ہیں یعنی خلق کا خیال ہی اُسکے مقابلہ میں نہیں جم سکتا پس خلق وہ ہے جو حقیقتاً موجود نہیں اسلئے اسکی بقا کیا اور فنا کیا؟ اور اگر خلق کو موجود حقیقی مانا جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا عین حق ہے یا غیر حق۔ اگر عین ہے تو خلق ایک لفظ ہے بے وجود اور اگر غیر حق ہے تو یہ شرک صریح اور محالِ عقلی ہے ؎

شرک نہ در مملکتش دست سائے	خود نتواں بود بشرکت خدائے

کیونکہ موجود حقیقی ایک کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر دو یا زیادہ ہوں تو ہر ایک ناقص ہوگا اور ناقص بذات خود موجود و قائم نہیں رہ سکتا۔ پس وہ موجود حقیقی نہوا بلکہ کسی دوسرے کے

ذریعے سے اسکی ہستی قائم ہوگی اور جس کے ذریعہ سے ہستی قائم ہے اسکے مقابلہ میں موجود عارضی محض فانی و معدوم ہے اسلئے خلق کی ہستی ایک موہوم ہستی ہے جسکو بالفعل بھی فانی سمجھنا چاہیئے نہ یہ کہ اب موجود ہے اور آیندہ اسپر فنا طاری ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ قف کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ط لَہُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ یعنی اور مت پکار اللہ کے سوا اور حاکم کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا ہر چیز فنا ہے مگر وہ آپ۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ اِس آیتِ کریمہ میں لفظ ھَالِکٌ وارد ہوا ہے اِس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک شے فی الحال فنا ہے۔ اگر فنا آیندہ مراد ہوتی تو یُھْلِکُ فرماتا نہ ھَالِکٌ اور غیر اللہ کے پکارنے کو منع فرمایا۔ اِس سے ثابت ہے کہ سوائے ذاتِ پاک خداوندی کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔ اور جو بذاتِ خود موجود نہیں وہ فانی ہے۔ پس فانی کو پکارنے سے کیا فائدہ۔ یا یہ کہ اُس ذاتِ پاک کے ہوتے دوسرے کو موجود سمجھ کر نہ پکارو۔ کیونکہ جو موجود ہے وہ تو عین ذاتِ واحد ہے۔ نہ دوسرا۔ یعنی موجود حقیقی میں دوئی ممکن ہی نہیں ع یکے دو کے شود ار نام گر ہزار کنم ﴿ جنکو تم اشیاء خیال کرتے ہو اور باختلاف صفات و حالات و اطوار و اشکال ہر ایک کی حقیقت جداگانہ تصور کرتے ہو درحقیقت یہ وجود انکا اعتباری ہے جب تعین اور اعتبار کا حجاب رفع ہوا تو سب اشیاء ہالک یعنی بالفعل فانی و معدوم ہیں اور جو باقی و موجود ہے وہ وجہ اللہ یعنی ذاتِ خداوندی ہے اُسی کا حکم ہے یعنی یہ فرق و امتیاز احوال و افعال گوناگوں اور اوصاف و اطوار بوقلموں اُسی کی مرضی اور اُسی کے ارادہ اور اُسی کے حکم سے ہیں وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور تصورات و توہمات درمیان سے اُٹھ گئے تو بازگشت اسی ذاتِ پاک کی جانب ہے یعنی عین وہی ذات باقی و موجود ہے ؎

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر	سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

کما قال اللہ تعالیٰ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضْنٰہُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا یعنے کیا تو اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا

سلہ پ۲۰-۶-۱۲۶، ۱۲ سلہ پ۱۹-۶-۳۶، ۱۳

کیسے دراز کیا سایہ کو۔ اور اگر چاہتا تو اسکو ٹھیرا رکھتا۔ پس کیا ہم نے آفتاب کو سایہ کی شناخت پر راہ نما پھر پکڑا ہم نے سایہ کو اپنی طرف سہج سہج سمیٹ کر۔ یعنی دیکھ اپنے رب کی طرف کیسے ظاہر کیا اپنے وصف ذاتی کو کہ وہ ظہور خلق و وجود اشیا رہے اگر چاہتا تو ظاہر نکرتا۔ پھر آفتاب ذات پاک کو سایہ یعنی اشیا کی تمیز و شناخت کے لیئے دلیل بنا دیا۔ جس طرح آفتاب عالمتاب طلوع ہو کر آہستہ آہستہ عروج کرتا ہے اور درازی سایہ کی کم ہوتی جاتی ہے اور اس کا ظہور وخفی اور وجود و عدم معلوم و محسوس ہوتا ہے اسی طرح آفتاب ذات کا وجود با وجودیکہ منکشف ہوتا ہے تو اشیا رکائنات کا وجود بے وجود جو مثل سایہ کالمعدوم ہے نیست ہوتا ہوا نظر آتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب سمت الراس پر پرتو افگن ہوتا ہے تو سایہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے اور اسکو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سایہ معدوم و فنا ہو کر اپنی اصل سے وصل ہو گیا۔ مولانا شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی اس آیت شریفہ کے فائدے میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک شے کی اصل اللہ تعالیٰ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر شے وصل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہی۔ پس شمس عبارت ہو ذات حق سے اور مد الظل مراد ہے ظہور عالم سے اور طرز کلام بر سبیل تشبیہ واقع ہوا ہے حضرت عطار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

او چو خورشید است و ما چون سایہ ہم	ہمچو نور و سایہ ما ہمسایہ ایم
تابع نور است سایہ روز و شب	نور خواہی گو بیا سایہ طلب
ہستی سایہ یقین از نور دان	سایہ را بے شک دلیل نور خوان
می نماید سالہا از عکس نور	سایہ را از نور نتوان کرد دور
گر نہان گردد زما نے نور خور	سایہ ہم ناچیز گردد سر بسر
سایہ ہا چون محو نور خور شود	وصل او او در زمان در خور شود

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بقائے خلق ایک امر اعتباری ہے نہ حقیقی اسی طرح اسکی فنا بھی خیالی ہے نہ اصلی جس کا وجود ثابت نہیں اسکی فنا کیا اور بقا کیا ؛ **شعر**

منکہ ہمہ ہستی من نیستی است	ہستی بے نیست ندانم کہ چیست

سوال۔ تصوف میں فنا کے قسم کی ہے ؟

جواب: تین قسم کی۔ اول فناء وجودی۔ کہ کل اشیاء کا وجود عارف کی نظر میں نیست و نابود ہوجائے اور جداگانہ ہر فرد میں ذاتِ خدا جلوہ گر ہو۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے یہی معنی ہیں۔ لیکن اس میں شرک خفی ہے کہ ناظر و منظور مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ ہنوز موجود ہے اور اسی کو توحید وجودی بھی کہتے ہیں۔ دوم فناء عدمی وہ یہ ہے کہ وجود اشیاء کے بجائے وجود حق کا ادراک [illegible]

ہیں لیکن اس میں شرک خفی ہے کیونکہ ابھی وقوف و ادراک باقی ہے جو مستلزم دوئی ہے سوم فناء الفناء یعنی فنائے اتم۔ وہ یہ ہے کہ وقوف و شعور اور حس و ادراک وجود و عدم کا عین و غیر کا خودی و خدائی کا یاد و بود کا ذکر و فکر کا ہست و نیست کا کچھ اثر باقی نہ رہے نہ واحد نہ اثنین نہ یکی نہ دوئی نہ خود نہ خدا نہ فنا نہ بقا سب محو در محو ہو جائیں۔ رباعی

انکار نہ اقرار نہ تصدیق نہ ایجاب — اعمال نہ افعال نہ سنت نہ کتاب
خود ہے نہ خدا ہے نہ خودی ہے نہ خدائی — توحید کے دریا میں ہیں سب نقش بر آب

یہ معنی فنا کے جو بیان کئے گئے ہر کس و ناکس کے فہم و قیاس میں نہیں آسکتے۔ مگر ہاں جس پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے یہ راز مخفی منکشف کردے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ جو اطوار و احوال فناء کے ایک پر منکشف ہوں اسی طرح ہر سالک پر ہوں بلکہ اس دریائے بے پایاں و بحر ناپیدا کنار میں ہر دم نیا جذر و مد۔ اور ہر آن تازہ بتازہ اوج موج ہے۔ کسی کو کچھ دکھلایا اور کسی کو کچھ سمجھایا اور با ایں ہمہ اختلاف ہر ایک کا علم و انکشاف و ہر ایک کا عرفان و ادراک ہر ایک کی حالت و کیفیت بجائے خود صحیح و درست ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کے منازل سلوک دیگر اکابر سے جداگانہ ہیں لیکن ایک مقام پر خود حضرت عطارؒ نے ایک دوسرے طور پر ذکر سلوک فرمایا ہے [illegible]

رہے بے ابتدا و انتہا نیست — دریں رہ جملگی عین صفائیست
یقین کن زاد رہ عجز است اول — کہ خود بیں گردد اندر رہ مبدل

دوم فقر است ونقد جملہ این است	کہ اندر فقر کل عین الیقین است
سوم تسلیم بودن در فنا ایش	چہارم نوش کردن ہر بلا بش
یقین پنجم فنائے بود اللہ	ششم دید یقین مر حضرت شاہ
عیاں ہفتم نمود نور ذات است	ہمہ شاہاں یقین اینجائے مات است
ہمہ یک ذات داں اینجا حقیقت	نہ کفر ہست ونہ دین ونے طریقت

سوال۲۹۔ توحید کیا شے ہے؟

جواب۔ اَلتَّوحِیْدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَاتِ مَاسِوَی اللّٰہِ یعنی توحید نفی کرنا اضافات کا ہے جو غیر اللہ ہو

چیست توحید آنکہ از غیر خدا	فرد آئی در خلا ودر ملا

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کے چار درجے مثل اخروٹ قرار دیئے ہیں اور چوتھا مرتبہ توحید کا روغن کی مانند فرمایا ہے جو سب سے بہتر ہے اور یہ مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے جس سے سینہ کی کشادگی و نورِ حق مراد ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ[1] اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ سو جسکو اللہ چاہے کہ راہ دے کھول دے اُس کا سینہ اسلام کے لئے اَفَمَنْ[2] شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ یعنے بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام پر سو وہ نور میں ہیں اپنے اللہ کی طرف سے اور اس توحید میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدتِ وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر و مشکور محب محبوب ایک ہی چیز ہے اور یہ توحید اُن لوگوں کی ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو موجود نہیں جانتے اور اس بات کو بہر حال و زمان ازلاً و ابداً سچ جانتے ہیں اور حقیقت میں بھی یہی ہونا چاہیئے اس لئے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے جسکو بذاتِ خود قیام ہوا اور اِس طرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ محال ہے کیونکہ موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہوا اور جسکو بذاتِ خود قیام نہیں وہ بذاتِ خود موجود بھی نہیں اور جب اُس کا قیام غیر سے ہے تو اس کا وجود بھی غیر سے ہوگا۔ پس اگر ہم صرف اُسی کی ذات کا

[1] پ ۸ ع ۲ [2] ع ۱۱ ۵۲ پ ۲۳ - ۶ - ۱۷ - ۱۲

لحاظ کریں اور دوسری جانب نہ دیکھیں تو اس کا وجود یقیناً نہ ہوگا۔ کیونکہ موجود تو وہی ہے جسکو اپنی ذات سے قیام ہے۔ اور قائم بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ اگر اُسکے غیر کو معدوم فرض کیا جائے تو وہ بغیر کسی نقصان کے بدستور قائم رہے اور جو اِس طرح کا قائم بالذات ہے کہ وہ اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اُسکو قیوم کہتے ہیں اور قیوم بجز ذات یکتا کے نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اِس سے واضح ہے کہ سوائے ذات حیّ و قیوم کے اور کوئی موجودِ حقیقی نہیں۔ پس جب اس اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مصدر و مرجع وہی ذاتِ واحد ہے۔ اِسی لئے وہی شاکر ہے اور وہی مشکور وہی محب ہے اور وہی محبوب مثلاً اگر کوئی اپنے فعل یا صنعت کی تعریف کرے تو اپنی ہی تعریف کرتا ہے یا اپنے فعل و صنعت کو محبوب جانتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا محبوب ہے۔ یہ دیدِ چشم توحید کی ہے۔ اور صوفیہ کرام اس دید کو فنائے نفس کہتے ہیں کہ سالک غیر اللہ سے فنا ہو کر بجز خدا کچھ نہیں دیکھتا۔ دوسرا اعتبار یہ ہے کہ موجود کو بہ نظرِ توحید نہ دیکھا جائے۔ یعنی اُسکو مقام فنا رنفس حاصل نہ ہوا ہو اور ایسے لوگ دو قسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ موجودات کے سوا اور کو موجود ہی نہیں مانتے اور اس بات کو بُرا جانتے ہیں کہ کوئی انکا معبود ہے جیسے فرقہ دہریہ۔ یہ گروہ عقل سے عاری اور آنکھوں سے اندھا ہے کیونکہ جب یہ تحقیقاً ثابت ہے کہ مخلوقات کو ہمیشہ زوال اور ذات حی و قیوم قائم بالذات و برقرار ہے تو یہ لوگ کافر ہیں۔ اور دوسری قسم کے دو گروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جنکی ایک آنکھ کانی بالکل چوپٹ ہے یعنے خدا کو بھی مانتے ہیں مگر دوسری موجودات کو بھی موجود ثابت کر کے پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی یعنے ہم اُن کو اس لیئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے پاس پہنچاویں قریب کے درجے یہ لوگ مشرک ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ آنکھ اُنکی پھوٹی تو نہیں مگر اُس میں دھندلا اور چندھاپن آگیا ہے کہ ایک رب اور دوسرے کو بندہ کہتے ہیں یہ گروہ موجود کے ناقص سمجھنے سے عدا ابتدائے توحید میں داخل ہو جاتے ہیں گو پورے موحد نہیں ہوتے۔ پھر اگر آنکھ میں سرمہ لگایا جائے اور دھندلا پن کھو دیا جائے تو جتنا آنکھ کا نور بڑھتا جائیگا اُتنا ہی ماسوی اللہ کا وجود کم ہوتا جائیگا یہانتک کہ دوسرا وجود بالکل محو ہو کر بجز ذاتِ الٰہی کچھ نظر نہ آئیگا اور یہ مرتبہ توحید کامل کا ہے انتہی

اور ان دونوں کے درمیان بے انتہا مدارج ہیں۔ اسی سبب سے موحدین کے مختلف درجات ہوتے ہیں اور جس سرمہ سے کہ نورِ بصر زیادہ ہوتا ہے وہ احکام الٰہی ہیں جو رسولوں کی معرفت پہنچے ہیں اور رسول اس سرمہ کے لگانے والے ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف بلاتے ہیں جس کا مضمون لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے یعنے سوائے خدائے برحق کے کوئی موجودِ اصلی نہیں رسول صلعم کو جب وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کا حکم ہوا تو آپ نے فوراً ہی سجدہ کیا اور ذات الٰہی کو افعال میں دیکھا تو عرض کیا کہ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ یعنے میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے یعنے خدا تعالیٰ کے فعل کی مدد سے اسی کے فعل سے پناہ مانگی۔ پھر یہاں سے ترقی پاکر ان افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنے ذات کو صفات میں دیکھا تو عرض کیا کہ وَاَعُوْذُ بِرِضَائِكَ مِنْ سَخَطِكَ یعنے میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصہ سے۔ رضا اور سخط دونوں صفت ہیں پھر اس سے بھی ترقی پاکر برائے مشاہدہ ذات وحدت میں پہنچے تو عرض کیا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ یعنے میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھ سے چونکہ اس مقام میں ایک قسم کا توحید کا نقص تھا یعنے ایک مادح دوسرا ممدوح تو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ میں قرب ذاتی عنایت فرمایا کہ جس میں دوئی کا نام ونشان بھی نہ تھا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سرزد ہوئے لَآ اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ یعنے میں پورا نہیں کرسکتا تیری تعریف کو تو ایسا ہے جیسا کہ تو خود ہی اپنی تعریف کرے یعنی میں کچھ بھی نہیں ہوں تو ہی مادح ہے اور تو ہی ممدوح اور یہ رتبہ فنا بنفس کلی کا ہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ هٰذَا الْمَقَامَ بِجَاهِ نَبِيِّكَ الْمُصْطَفٰى صلعم

سوال ۳۰۔ معرفت کسکو کہتے ہیں؟

جواب۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا قول ہے اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ یعنے عاجز ہونا معرفت کے ادراک سے بھی ادراک ہے یعنے یہی معرفت ہے *

سوال ۳۱۔ منزلِ توحید میں کیا سیر ہے؟

جواب۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منزل توحید میں کچھ نہیں یعنی نہ بہشت نہ دوزخ نہ عابد نہ معبود نہ عبادت۔ نہ عاشق نہ معشوق نہ عشق۔ نہ عارف نہ معروف نہ عرفان نہ خدا نہ رسول نہ مرسل۔ نہ مومن نہ کافر نہ دین نہ ایمان نہ کفر نہ اسلام نہ واحد نہ توحید۔

نہ وحدت، نہ طالب نہ مطلوب نہ مطلب، نہ من نہ ما نہ شما۔ ؎

	رباعی	
سے اشارت گنج این جا نے بیان		عارف این جا می شود کل اللسان
توحید کی راہ میں ہے ویرانہ سخت		آزادی و بے تعلقی ہے یکلخت
دنیا ہے نہ دین ہے نہ دوزخ نہ بہشت		تکیہ نہ سرائے ہے نہ چشمہ نہ درخت

غرض توحید منزل نامرادی ہے۔ ؎

نامرادی را کنی گر پیشہ	فارغ آئی از غم و اندیشہ

جناب قبلہ و کعبہ مرشدی و مولائی سید **غوث علی شاہ قلندر** قادری قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ طالب مبتدی کے واسطے منزل توحید زہر قاتل ہے یعنی دیگر منازل کے طے کرنے سے رہ جاتا ہے کیونکہ طلب دوئی میں ہوتی ہے نہ کہ توحید میں اسی واسطے منزل توحید کا نام وہ ویران یا اُجاڑ گاؤں رکھا گیا ہے۔ اُجاڑ اُسکو کہتے ہیں جو پہلے آباد ہو پھر ویران ہو جائے لیکن جو آبادہی نہیں ہوا تو اُجاڑ کیسا اسکے ساتھ ہی یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ میاں جب اصل مقصود توحید ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اصل کو چھوڑ کر آدمی فرع کی طرف دوڑے اور آبادی و بربادی کے جھگڑہ میں پڑے۔ بہتر یہ ہے کہ سب کو دھتا بتائے ❊

سوال۔ تصوف میں قرب نوافل و قرب فرائض سے کیا مُراد ہے ؟

جواب۔ انسان کو لباس و تجلی اخیرہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کی شان ہے اور اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کی آن ۔ رباعی

آیا ہوں میں جانب عدم ہستی سے	پیدا ہے بلند پائگی پستی سے
عجز اپنا بزور کر رہا ہوں ثابت	مجبور ہوا ہوں میں زبردستی سے

جب انسان اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مجاہدہ کرکے طے منازل کرتا ہے تو اُس میں دو قسم کے کمال پیدا ہوتے ہیں۔ اول قرب نوافل۔ دوم قرب فرائض۔ قرب نوافل یہ ہے کہ صفات بشریہ زائل ہوجاتے ہیں اور اوصاف الٰہیہ حاصل یعنے زندہ کرنا۔ مارنا اور سننا دیکھنا بغیر کان اور آنکھ کے اِس مرتبہ میں بندہ فاعل اور خدا اُس کا آلہ ہوتا ہے۔

علم حق در علم صوفی گم شود	این سخن کے باور مردم شود
علم حق در بحر علم صوفیان	گم شود نے نام ماند نے نشان

حدیث قدسی میں وارد ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلْعَمْ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَمْشِیْ یعنے فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے نزدیکی چاہتا ہے بذریعہ نوافل کے یہانتک کہ میں اُسکو اپنا پیارا جانتا ہوں اور جب میں اسکو پیار کرتا ہوں تو میں اُسکے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُسکی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُسکی زبان جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اُسکے پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ پس وہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے پکڑتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے چلتا ہے۔ ایک بار جناب قبلہ و کعبہ نے حدیث مذکورہ پر ارشاد فرمایا کہ یہ قرب تو جب ہوگا تب ہوگا۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادہا ناچے گی۔ لیکن یہ بتاؤ کہ یہ جسم اور ہاتھ پانو آنکھ ناک کان وغیرہ اب کسکے ہیں۔ اگر کہو کہ انسان کے ہیں تو اسکے قبضہ میں نہیں اور اگر کہو کہ انسان کے نہیں تو پھر کسکے ہیں سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے دوسرے کا دعوی بالکل غلط ہی جبکہ اللہ کے سوا کچھ موجود ہی نہیں تو پھر شرکت کیسی ؎

نقش او کردست و نقاش من اوست	غیر اگر دعوی کند او ظلم جوست ؎
اے پردہ برگرفتہ بہ بازار آمدن	خلقے درین طلسم گرفتار آمدن

روایت [۱] ہے کہ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے حضرت ساریہ کو لشکر اسلام کا سردار بنا کر بہت دور ملک کفار پر بھیجا۔ مقابلہ کے وقت لشکر اسلام اُن کفار سے جو پہاڑ میں پوشیدہ تھے غافل تھا اور قریب تھا کہ لشکر اسلام کو نہ تیغ کر ڈالیں اُس وقت مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ ممبر پر خطبہ جمعہ پڑھ رہے

[۱] یہ حدیث امام بخاری نے بروایت ابی ہریرہ نقل کی ہے ۱۲ اور یہ روایت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں نقل کیا ہے ۱۲

تھے۔ آپ نے دیکھا کہ لشکرِ اسلام کفار سے غافل ہے خطبہ ہی میں فرمایا یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ یہ آواز تمام لشکرِ اسلام نے سُنی کہ حضرت عمر کی آواز ہے۔ فوراً ہشیار ہوگئے اور پہاڑ کی طرف کفار پر حملہ کرکے فتح پائی۔ کیا یہ آدمی کا کام تھا نہیں نہیں۔ شعر

انساں کی ذات میں یہ خدا ہی کے کھیل ہیں	بازی کہاں بساط میں جو شاہ ہی نہیں

قربِ فرائض یہ ہے کہ انسان ذات پروردگار میں ایسا فنا ہوجاتا ہے کہ سوائے ذاتِ پاک کے اسکی نظر میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ اِس مرتبہ میں خدا فاعل اور بندہ اسکا آلہ ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ یعنے پس نہیں قتل کیا تم لوگوں نے کفار کو (اے صحابہ رسول بقوتِ خود) لیکن قتل کیا کفار کو اللہ تعالیٰ نے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنے نہیں پھینکا تو نے (اے محمد خاک کو) جبکہ تو نے پھینکا ولیکن اللہ نے پھینکا۔ یعنی اللہ ہی نے کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالی شعر

آپکے ہاتھوں میں سارا کام ہے	آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے

سوال۔ وضو و غسل و نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و تجرید و تفرید و توبہ وغیرہ اعمالِ ظاہری سے اہلِ طریقت کے نزدیک کیا مراد ہے؟

جواب۔ شریعت میں جس طرح یہ اعمال بتائے گئے ہیں وہ انکی صورت ہے اور طریقت میں اِن اعمال کی حقیقت مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً وضو ظاہر میں حدث اصغر سے پاک ہونا ہے اور باطن میں تطہیر القلب من ماسوی اللہ ہے یعنی دل کو ہستی غیر اللہ کے خیال سے پاک و صاف کرنا حقیقتِ وضو ہے اسی طرح غسل بظاہر حدثِ اکبر سے طہارت حاصل کرنا ہے۔ اور باطن میں شرک و دوئی حدثِ اکبر ہے۔ پس دریائے توحید میں غوطہ لگانا اِس حدث سے غسل کرنا ہے اور جب سالک بحر فنا میں غرق ہوتا ہے تو یہ غسل آخر ہے پھر کبھی نجس نہیں ہوتا۔ ع

در بحرِ فنا چو غوطہ خوردی	پس بار دگر نجس نہ گردی

اور حضرت مولنا عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس طرح لکھا ہے۔ ع

شو بہر فعل و قول تبع سلف	غیر باطن بظاہرت نسپار

لہ پ ۹-۱۲۶-۱۲

تو بباطن ربوبیت پرداز — کن بظاہر عبودیت اقرار
ظاہر خویش پاک کن بوضو — باطن خویش را نماز گزار
پس وضو چیست پاک کردن دل — صافی دل چہ شستن از اغیار
مسجد تو مقام تسلیم است — قبلہ گاہ تو طاق ابروئے یار
در عبادت کسے شریک مکن — زانکہ لا یشرک است حکم نگار
روزہ حفظ دل است از خطرات — پس بود از مشاہدہ افطار
ہستی خویش را زکوٰۃ بدہ — بر سر دوستی بکن ایثار
حج چہ باشد زخود سفر کردن — بکجا جانب بدایت کار
ہست قربانیت پس از محبت — قطع احکام طبع ہا یک بار
شد جنابت تمام شرک دوئی — غسل فرض است زان بہر دیدار
غسل چہ بود بورطۂ توحید — غوطہ خوردن شیامدن بحار
چیست تجرید گشتنت آزاد — از ہزاراں ہزار یار و دیار
بعد تجرید بایدت تفرید — یعنے از آخرت شدن بیزار
تو اگر مرد این خجستہ رہی — دامن از کائنات خود بفشار
در طریقت گذشتن از لذات — در حقیقت گذشتن از افکار
چیست توبہ گذشتن از جملہ — چہ خدا و رسول و جنت و نار

سوال - آدمی بلحاظ مراتب کتنی قسم کے ہیں؟

جواب - اس بات کو ہم مجملاً پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن اب اسکو تفصیل بیان کرتے ہیں - آدمی چار قسم کے ہیں ہر ایک شخص بموجب اپنی عقل و عمل کے درجہ پاتا ہی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسکی عقل زیادہ ہے اسکے مدارج بھی زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ یعنے اور ہر کسیکو درجہ ہیں انکے عمل کے اور تیرا رب بیخبر نہیں انکے کام سے - پس اس قیاس پر آدمی چار قسم ہیں یعنی اُمم - عام

سہ پ ۸ - ۶ - ۳ - ۱۲

خاص۔ اخص۔ اول عام یہ وہ لوگ ہیں وحشی جو جنگل میں رہتے ہیں اور بجز صورت انسانی نہ کچھ عقل رکھتے ہیں نہ شعور نہ حق و باطل میں تمیز نہ کسی مذہب و ملت سے سروکار وہ مثل گھاس پھوس یا حشرات الارض کے ہیں کسی شمار و قطار میں نہیں شاید ان سے توحید کا سوال ہو۔ دوم عام اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ یعنے تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ اور اسکے رسولوں کے یعنی کافرین و منافقین و مشرکین جو عقل و شعور رکھتے ہیں حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں لیکن اپنے آبا و اجداد کے خیالی مذہب و ملت باطلہ پر چلتے ہیں اور ہمیشہ کفر و نفاق و شرک میں مبتلا رہتے ہیں اور بجز خواب و خور و خواہشات نفسانی کے نہ خدا اور رسول کو جانتے ہیں نہ انکے کلام کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں نہ حق کی جستجو کرتے ہیں کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یعنے ان کے دل ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور انکی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور انکے کان ہیں ان سے سنتے نہیں یہ لوگ ڈھوروں کی مانند ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور یہی لوگ سزاوار عذاب الیم ہیں وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا یعنے اور ہم نے تیار کی ہے منکروں کیواسطے ذلت کی آگ لِیُعَذِّبَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکٰتِ یعنے تاکہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو۔ سوم خاص یہ لوگ صاحب عقل و فہم ہیں اور وارث کتاب اور مذہب و ملت حقہ رکھتے ہیں۔ اس میں بھی دو گروہ ہیں ناقص و کامل کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ یعنی پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جنکو برگزیدہ کیا ہمنے بندوں اپنوں سے پس ان میں سے کوئی ظالم لنفسہ ہے (یعنی گنہگار عامۃ المسلمین مقلد کہ خدا اور رسول صلعم کو تقلیداً جانتے ہیں انکی رستگاری بعنایت پروردگار ہے یہ ناقص ہیں) اور بعض ان میں سے متوسط و میانہ رو ہیں (یعنی جو مخلوق کو دیکھتے ہیں اور خدا کو براہین و دلائل سے جانتے ہیں۔ انکی رستگاری بشفاعت رسول صلعم

ا پ ۲ ع ۱۔ ۱۲۔ ۲ پ ۹ ع ۱۲۔ ۱۲۔ ۳ پ ۶ ع ۹۔ ۱۲۔ ۴ پ ۲۲ ع ۶۔ ۱۲۔ ۵ پ ۲۲ ع ۱۶۔ ۱۲

ہے اِن کو کامِل کہتے ہیں) یہ گروہ ثانی غیر محقق کہلاتا ہے انکو شہود میں وحدت نہیں ہوتی۔
اُنکی نظر اول اشیا پر پڑتی ہے اور انکی وحدت اعتقادی علمی میں ہے یعنی خلق کو دیکھتے ہیں
اور خدا کو بدلائل و براہین جانتے ہیں اور بسبب خلق کے خدا سے محجوب رہتے ہیں۔ اِس
وحدت کو وحدتِ ذوالعقل و العلم کہتے ہیں اور یہ مرتبہ علم الیقین کا ہے۔ چہارم اخص یہ وہ لوگ
ہیں جنہوں نے عرفان میں ترقی کی ہے کما قال اللہ تعالیٰ [۱] یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ یعنے بلند کرے گا اللہ درجے
اُن لوگوں کے کہ ایمان لائے تم میں سے اور اُن لوگوں کے کہ دیئے گئے ہیں علم اور اللہ ساتھ
اُس چیز کے کہ تم کرتے ہو خبردار ہے یہ وارثانِ کتاب میں سے وہ لوگ ہیں جو علم الیقین سے
عین الیقین اور حق الیقین کی طرف ترقی کرتے ہیں جنکی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمِنْھُمْ [۲] سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْکَبِیْرُ یعنی اور کوئی ان میں یعنی
وارثانِ کتاب میں سے) جو آگے بڑھ گیا لیکر خوبیاں اللہ کے حکم سے یہی بڑی بزرگی ہے۔ انکو
محققین کہتے ہیں یہ لوگ صاحبِ بقا ہوتے ہیں اور سایۂ قربتِ الٰہی میں آسایش تمام پاتے
ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [۳] اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ
مُّقْتَدِرٍ (یعنے تحقیق متقی بیچ بہشتوں کے ہیں اور نہروں کے مقام صدق میں نزدیک بادشاہ
قدرت والے کے۔ یہ خاص بندگانِ خدا میں سے اخص موحدین ہیں کہ ان پر کسی کا غلبہ و حکم نہیں
نفس و شیطان کے دھوکے میں نہیں آسکتے کما قال اللہ [۴] تعالیٰ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ
سُلْطٰنٌ یعنے اور تحقیق وہ جو میرے بندہ ہیں نہیں اُن پر تیرا حکم و غلبہ (اے نفس و شیطان)
[۵] اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ یعنے یہ لوگ
ہیں سچے ایمان والے اپنے رب کے پاس انکے درجے ہیں اور بخشش ہے اور رزق کریم یعنی
مدارج از روئے علم و عرفان۔ اور ان میں بھی دو گروہ ہیں یعنی اکملین و کملین۔ گروہ اول
یعنی اکملین کو وحدت شہود میں ہوتی ہے۔ اگرچہ اُنکی نظر بھی اول اشیاء کے وجود ہی پر پڑتی
ہے لیکن اُسکا شہود بجز حق نہیں ہوتا۔ بلکہ انکو شہود خلق میں تمام شہود حق یعنے منظور نظر حق

۱؎ پ ۲۶ ع ۲-۱۲ ۲؎ پ ۲۲ ع ۱۶-۱۲ ۳؎ پ ۲۷ ع ۱۰-۱۲ ۴؎ پ ۱۵ ع ۱۰-۱۲ ۵؎ پ ۹ ع ۱۵-۱۲

ہوتا ہے اُسکو وحدتِ ذوالعینِ والعیان کہتے ہیں کہ بسبب شہودِ حق انکی نظروں سے خلقت محجوب ہوجاتی ہے چنانچہ کسی محقق کا شعر ہے۔ ؎

محقق را کہ وحدت در شہود است	نخستیں دیدہ بر نورِ وجود است

یعنی محقق وہ ہے جسکی اول نظر حقیقتِ اشیاء کے نورِ وجود پر ہو اور حقیقت اشیاء اُسپر کما حقہٗ ظاہر و منکشف ہوگئی ہو۔ اور یہ اُس وقت حاصل ہوسکتی ہے کہ بمرتبہ کشفِ الٰہی پہنچ گیا ہو۔ اور بعین عیان مشاہدہ کرلیا ہو اور اُسکو تحقیق ہوگیا ہو کہ بجز وجود واحدِ مطلق دوسرا کوئی موجود نہیں اور اگر کچھ ہے تو موجود اضافی ہے نہ حقیقی بلکہ حقیقت جمیع اشیاء کو حق مطلق جانتا ہو پس وحدت سے مراد یگانگی حق ہے جسنے اِس کثرت وہمی کی جلوہ گاہوں میں جلوہ گر ہوکر جمیع اشیاء کو نورِ ہستی سے منور کیا ہے اور شہود عبارت رویتِ حق بحق ہے یعنی وہ محقق کہ مراتب کثرات موہومہ صوری و معنوی سے عبور کرکے بمقام توحید عیانی پہنچ گیا ہے اور بحکم بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِہٖ صورت جمیع اشیاء میں بدیدۂ حق حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ چونکہ اُس وقت اپنے آپ کو اور تمام موجودات کو قائم بحق دیکھتا ہے لاجرم غیریت و اثنینیت اِسکی نظر سے مرتفع ہوجاتی ہے لہٰذا بجز حق نہ کچھ دیکھتا ہے نہ جانتا ہے یہ مرتبہ عین الیقین کا ہے یعنی صاحب عین الیقین جبکہ اسکی نظر میں غیر حق نہیں رہتا۔ پس اول و آخر جو کچھ معقول و محسوس سے پیش آتا ہے غیر حق نہیں ہوتا نہ ظاہر نہ باطن سچ ہے۔ ؎

چشم حق بیں بجز از حق نتواند دیدن	باطل اندر نظر مردمِ باطل بین است

جو کچھ جانتا ہے حق کو جانتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے اسکی دانش و بینش میں غیر حق نہیں رہتا بر ہمہ و با ہمہ حق ہی حق ہوتا ہے خواہ جانے خواہ نجانے مُدرِک و مُدرَک حق ہی حق ہوتا ہے ؎

بر دانش و نادانی او حرفی نیست	داند دریا و گر نداند دریاست

اِس لئے کہ جو منظور ہوتا ہے وہی مشہود ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایک کی نظر لیاقت اور درجہ عرفان جُدا جُدا ہے پس اِس دید کے لئے کئی مراتب ہیں جو آیندہ مذکور ہونگے۔ اِس سے پہلے تم کو معلوم ہوچکا ہے کہ جمیع اشیاء کے مشاہدہ میں اول نظر محقق کی وجود واحدِ مطلق کے

نور پر ہوتی ہے۔ اِس شہود والے کو ذوالعین کہتے ہیں کہ حق کو ظاہر اور خلق کو باطن دیکھتا ہے اور اسکے نزدیک خلق مرأت حق ہے اور حق اِس میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ آئینہ میں صورت مخفی رہتی ہے اور ظہور میں صورِ عکسیہ ظاہر ہو جاتی ہیں۔ لیکن نظر میں بھی بجز اس صور عکسیہ کے کچھ نہیں سماتا۔ یعنی جو صور آئینہ میں ہیں انہیں کا ظہور ہے۔ پس اسی کا نام ظہور باطن ہے پس عارف جس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اول خدا ہی کو دیکھتا ہے۔ ع

ولی کز معرفت نورِ خدا دید	بہر چیزے کہ دید اوّل خدا دید

یہ مرتبہ ذوالعین وعین الیقین کا ہے۔ چنانچہ مذکور ہو چکا ہے کہ حق کو ظاہر دیکھتا ہے اور خلق کو باطن۔ کیونکہ ہستی حق اظہر من الشمس ہے جو خود بخود ظاہر ہے اور عالم کا ظہور بہر حال اسی کیواسطے سے ہے اور جو کچھ مدرک ہوتا ہے فی الحقیقت وہ وجود ہی ہے۔ اِس لیئے کہ غیر اس کا عدم۔ اور عدم کوئی شے نہیں۔ بقول شیخ اکبر اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ درست ہے۔ اِسکا غیر نہ عیاں ہے نہ نہاں۔ اگر عیاں کہو تو نہاں کیا ہے اور نہاں کہتے ہو تو عیاں کون ہے؟ پس معلوم ہوا کہ ذات واحد کے سوا نہ کچھ عیاں ہے نہ نہاں هُوَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ ع

روئے تو ظاہر است بعالم نہاں کجاست	گر او نہاں بود بجہاں خود عیاں کجاست
عالم شدہ است مظہرِ حسنِ جمالِ تو	اے جان بگو چہ مظہر و ظاہر جہاں کجاست

اِس تقریر سے واضح ہوا کہ محقق وہ ہے جسکو معرفتِ الٰہی بطریق شہود وکشف حاصل ہوئی ہو نہ ازراہِ کثرتِ برہان و دلائل۔ اور حق مراد وجودِ مطلق سے ہے کہ ہر جا بجلوہ بوقلموں تجلی فرما ہے اور اس معرفت کے ازروئے علم وعرفان مدارج ہیں۔ ایک سے دوسرا افضل۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ یعنے ہم بلند کرتے ہیں درجوں میں جسکو چاہیں اور اوپر ہر جاننے والے کے جاننے والا ہے اہل تصوف نے اِس عرفان کے پانچ درجے قائم کیئے ہیں۔ تین درجے گروہ اول یعنی کاملین ہیں اور دو درجے گروہ ثانی یعنے مکملین ہیں اور ان میں سے ہر ایک عارف اپنی اپنی استعداد

کے موافق معرفت سے فائز المرام ہوتا ہے اور درجہ پاتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّارَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ اَوْقَبْلَہٗ اَوْبَعْدَہٗ اَوْمَعَہٗ اَوْفَقَطْ۔ فِیْہِ مقام عشق ہے۔ اور قَبْلَہٗ مقام مجذوب سالک اور بَعْدَہٗ مقام سالک مجذوب اور مَعَہٗ مقام سالک مطلق اور فَقَطْ مقام مجذوب مطلق۔ فقط بمعنے فقط اِس اجمال کی تفصیل و تشریح یہ ہے کہ اول جب طالب صادق اذکار جہریہ و خفیہ و سریہ سے ترقی پاتا ہے اور مرتبہ ذکر معنوی و حقیقی یعنے ذکر روحی و سری میں جسکو مشاہدہ و معائنہ بھی کہتے ہیں پہنچ جاتا ہے تو سالک غلبہ نور و عظمت و جلال الٰہی میں بے ہوش ہوجاتا ہے اور جب ہوش میں آتا ہے تو اپنے آپ کو حقیر و ذلیل و عاجز دیکھکر طالب ترقی ہوتا ہے پھر غلبہ انوار جمال الٰہی میں طالب کے حواس معطل ہوجاتے ہیں اور اُس نور کو دیدۂ صوری سے بہ غلبہ دیدۂ معنوی مشاہدہ کرتا ہے اور جب وہ نور طالب کے دل پر تجلی کر کے قرار پکڑتا ہے تو اس حالت میں ارادہ و فعل سالک ارادہ و فعل حق ہوجاتا ہے۔ اِس صورت میں تمام دید و شنید و دانست سالک کی حق سے ہوتی ہے اور ہستی حق کو جمیع اشیا میں پاتا ہے۔ پھر اُسی کی طرف دوڑتا ہے اور هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ مارتا ہے اسکو قرب نوافل کہتے ہیں اور مقام مشاہدہ بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے۔ اول نظر معرفت سالک صنعت میں صانع کی طرف جاتی ہے جب سالک اس مرتبہ کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکو عاشق کہتے ہیں اِس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّارَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ یعنے میں نے نہیں دیکھا کسی شے کو مگر یہ کہ دیکھا میں نے اللہ کو اُس شے میں دوئم مرتبہ مجذوب سالک کا ہے عشق کے بعد نظر معرفت سالک صانع سے صنعت میں آتی ہے اور تجلی ذاتی عارف کے قلب پر وارد ہوتی ہے اِس تجلی میں اس نور کو بے مثل و مانند دیکھتا ہے اور ہستی حق جانتا ہے اور حق کو بے حجاب اشیا میں مشاہدہ کرتا ہے اور ہر فعل و صفت کو جو اس سے یا دوسرے سے ظہور پکڑتے ہیں بہ یقین جانتا ہے کہ یہ افعال و صفات حق ہیں۔ اس مرتبہ کو قرب فرائض کہتے ہیں۔ وَمَارَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اسی مقام کی گفتگو ہے۔ یعنی صفات و ہستی ذات حق کو جمیع اشیا میں جلوہ گر پاتا ہے۔ بلکہ ذات حق کو اشیا سے پہلے دیکھتا ہے۔ جب سالک

عاشق

مجذوب سالک

اِس مرتبہ کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکو مجذوب سالک کہتے ہیں کہ نظر اسکی ہمیشہ
اشیاء سے پہلے ذات پر پڑتی ہے اسواسطے سلطان العارفین نے فرمایا ہے مَارَأَیْتُ
شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ یعنے میں نے نہیں دیکھا کسی شئے کو مگر یہ کہ میں نے دیکھا اللہ
کو اس سے پہلے۔ درجۂ سوم سالک مجذوب کا ہے۔ جب سالک بفضل الٰہی دوم درجہ سے ترقی
پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے تجلی ذاتی بجمیع صفات سالک کے دل پر وارد فرماتا
ہے اور عارف اس تجلی ذات بجمیع صفات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اِس مرتبہ سوم میں صنع کچھ باقی
نہیں رہتی تمام صانع ہوتا ہے یہاں مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی شان کھلتی
ہے اور وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ کی حقیقت ظہور کرتی ہے اور بجز ہستی حق کے کچھ باقی
نہیں رہتا اور سالک مِنْ کُلِّ الوجوہ فانی ہو جاتا ہے کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ کا ظہور
ہوتا ہے۔ اور عارف بچشم روح کہ نور ذاتِ حق ہے۔ ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے رَأَیْتُ رَبِّیْ
بِرَبِّیْ اس مقام کا بیان ہے کہ عارف بغیر خودی ذاتِ حق کو ذاتِ حق سے معاینہ کرتا ہے۔
اور اپنا پتہ بھی نہیں پاتا۔ اسکو فنا مطلق واتم اور اس حال والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں
چونکہ حقیقت اشیاء بعد میں کما حقہ کھلتی ہے لہذا سلطان المحققین نے فرمایا ہے کہ مَارَأَیْتُ
شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ یعنی نہیں دیکھا میں نے کسی شئے کو مگر یہ کہ دیکھا میں نے اللہ
کو بعد اس شئے کے کہ حقیقتِ اشیاء بجز ذات حق کچھ نہیں۔ بیان گروہ دوم یعنی مکملین یہ دو
قسم ہیں ایک سالک مطلق و مجذوب مطلق۔ پوشیدہ نہ رہے کہ جو فیض بغیر کسی سبب کے محض موہبت
الٰہی سے سالک کے دل پر خدا تعالیٰ کیطرف سے وارد ہوتا ہے اور پھر ظہور صفات الٰہیہ میں
نفس زائل ہو جاتا ہے تو اسکو حال کہتے ہیں لیکن اگر کسی کسب کی وجہ سے کچھ حاصل ہوا ہے
تو وہ یا نور عبادت ہے یا نور وضو یا نور نماز یا نور عقل یا نور دل یا نور روح ہے اس کو موہبت
نہیں کہتے اور تجلی انوار اسماء و صفات الٰہی بکسب حاصل نہیں ہو سکتی یہ محض موہبت و رحمت
خاص سے ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ جب حال دائمی سالک کی ملک ہو جاتا ہے
تو اسکو مقام کہتے ہیں یعنی سالک نے اقامت کی اور حال مشتق تحول سے ہے بمعنی تغیر از
لوٹنے بلوٹنے یا از جانے بجانے جسوقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے سالک کو اس فنا سے

سالک مجذوب

گروہ مکملین سالک مطلق

ترقی دیتا ہے اور بقا عنایت فرماتا ہے اور اپنے نور ذاتی سے اسکو باقی کرتا ہے تو اس مرتبہ کو جمع الجمع وحیرت کبریٰ و بقا باللہ کہتے ہیں۔ چونکہ حال و مقام ارباب قلوب کے خواص سے ہے اور مقام جمع الجمع مقام و لکشا ہے۔ پس جمع اصطلاحِ صوفیہ کرام میں متقابلِ فرق کو کہتے ہیں۔ اور فرق مراد ہے احتجابِ حق بخلق۔ یعنی خلقت کو دیکھتا ہے اور حق کو من کل الوجوہ غیر جانتا ہے یہ مرتبہ علم الیقین مقام کاملین کا ہے جو مذکور ہوچکا ہے اور جمع عبارت ہے مشاہدہ حق بے خلق سے یہ مرتبہ فنا رسالک ہے لیکن جب تک سالک کی ہستی قائم ہے شہود حق بے خلق نہیں ہو سکتا کہ ہستی سالک بھی جملہ خلق میں سے ہے یعنی جب تک شہود میں سے اپنی ہستی بجاتی رہے شہود حق بے حجاب خلق میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر سالک ہر دو عالم کو نہ دیکھے اور اپنی ہستی کو دیکھتا ہے تو ابھی فنا راتم کو نہیں پہنچا خود باقی ہے۔ یہ مرتبہ عین الیقین و مقام اکملین کا ہے اور جمع الجمع مقصود ہے شہود حق قائم بخلق یعنے سالک ذاتِ حق کو جمیع موجودات میں مشاہدہ کرتا ہے جس نے جا بجا بصفاتِ مختلفہ ظہور کیا ہے اور بقا باللہ سے یہ مطلب ہے کہ بَعْدَ الْفَنَاءِ رُجُوْعٌ اِلَی الْبِدَایَتِ یعنی فنار کے بعد سالک ہوشیار ہو کر بدایت و ابتدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور بدایت کہ مرتبہ تفرقہ ہے یعنی اِدْرَاکٌ مِنْ حَیْثُ التَّعَیُّنَاتِ ہوتا ہے نظر مبتدی کی غیر ظاہر مظاہر پر پڑتی ہے اور یہ مقام موجب غفلت ہے اور جب سالک اپنی بیخودی و فنار اتم کے بعد قیود و تعینات و تشخصات سے باہر آکر پھر اعتبار تعینات کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس وقت سالک کی نظر اول ظاہر پر کہ ذاتِ مطلق ہے پڑتی ہے پھر اس کے نور ذاتی سے تعینات و تشخصات کو دیکھتا ہے۔ اول کو یعنی صاحب جمع کو صاحب حال اور ثانی کو صاحب جمع الجمع کہتے ہیں اگرچہ حالت جمع الجمع سالک کو بسبب کشف کے صاحب حال کرتی ہے اور یہ ہر دو مرتبہ باعتبار تعینات ہمدگر شریک حال ہیں لیکن بتامل فرق بین پایا جاتا ہے کیونکہ صاحب حال و صاحب جمع الجمع کو اگرچہ خلق و حق ہر دو کا شہود ہوتا ہے لیکن صاحب حال یعنی اکمل کو شہود خلق میں حق پوشیدہ ہو جاتا ہے اور شہود حق میں خلق اور صاحب جمعین یعنے مکمل کو ایک کے شہود میں دوسرا غائب نہیں ہوتا۔ اور حجاب میں نہیں پڑتا بلکہ ہر دو کو جمع الجمع مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مقام کو بقا باللہ و فرق بعد الجمع و سیر کبریٰ و صحو بعد المحو و حق الیقین کہتے ہیں۔ یہ انتہائے مراتب عرفان میں سے

ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ فرق سے یہ مراد ہے کہ سالک کے لئے خلق حجابِ حق ہو۔ اور جمع سے یہ غرض ہے کہ سالک کے لئے حق حجاب خلق ہو۔ اور جمع الجمع سے یہ مطلب ہے کہ سالک کے لئے نہ تو خلق حجاب حق ہو اور نہ حق حجاب خلق ہو بلکہ خلق عین حق اور حق عین خلق منکشف ہو

جمالِ جان فزائیش شمع جمع است	مقامِ دلکشائیش جمع جمع است

پس عارف مکمل ہستی حق کو جمیع اوقات و احوال میں مشاہدہ کرتا ہے اور ثنائیت و غیریت سالک کی نظر سے اصلاً مفقود و ساقط ہو جاتی ہے اِس مرتبہ میں نہ اشیار حجاب رویتِ حق ہوتی ہیں نہ رویتِ حق حجاب اشیار کیونکہ عارف حقیقتِ انسانی میں جو مرتبۂ الوہیت ہی پہنچ گیا ہے اور جسطرح الوہیت کو وجوبِ امکان مساوی ہے اسی طرح اِس عارف مکمل کو بھی خلق و حق میں حجاب نہیں رہتا۔ مخلوق کو معدوم محض اور حق کو موجود مطلق دیکھتا ہے اور بطور حق الیقین جانتا ہے۔ کہ مطلق نے اِن وہمی قیدوں میں مقید ہو کر عبودیت کا اقرار کیا ہے۔ یہ مرتبہ عبدیت و خلافت حق ہے کہ بندگانِ حق کو حق کی تعلیم فرماتا ہے۔ ظاہر میں عبد اور باطن میں حق ہوتا ہے۔ گو دراصل ابتدا و انتہا میں ذات کو کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا جو تھی وہی ہے البتہ علم کا فرق ضرور ہے اور یہ قابلِ سند ہے۔ یہ مقام برزخ البرازخ ہے کہ وجوبِ امکان اعتدال کے مرتبہ پر ہوں کہ ایک کو دوسرے پر غلبہ نہ ہو مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ اِس مقام میں سالک کو کثرت آئینہ وحدت اور وحدت آئینہ کثرت بن جاتی ہے یعنی وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت دیکھتا ہے اور عارف متصرف عالم وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کا مصداق بن جاتا ہے اور صاحب اختیار ہوتا ہے جب چاہتا ہے تجلی حق کو اپنے او پر وارد کر لیتا ہے اور جس صفت میں چاہتا ہے متصف ہو کر ان صفات کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ متصف بصفاتِ حق و متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اس لئے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ مَعَهٗ یعنے نہیں دیکھا میں نے کسی شئے کو مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس شے کے ساتھ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اِس معیت کو دیکھنا چاہیئے اور یہی قابل اعتبار ہے ؎

اتصالِ بے تکیّف بے قیاس	ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس

جیسے رویت کثرت میں سالک وحدتِ حقیقی سے محتجب نہیں ہوتا ایسے ہی رویت وحدت میں بھی کثرت سے محتجب نہیں ہونا۔ چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فرق چہ بود عین غیر انگاشتن	جمع غیر ہش را عدم پنداشتن
صاحب تقلید اہل فرق دان	گو ندید از حق درین عالم نشان
ہر کہ گوید نیست کلّی ہیچ غیر	در یقین او ست مسجد عین دیر
جمع جمع است آنکہ می بیند عیان	در مرایائی ہمہ فاش و نہان
صاحب جمع است پیشش نیست فرق	جان او در بحر وحدت گشت غرق
رتبہ اوّل بکامل ہست و بس	بر دوم اکمل جز او حق نیست کس
مرتبہ ثالث مکمّل لایق ست	زانکہ او از ہر دو اوّل فائق ست

اگرچہ کسی مرتبہ و مقام کی حد و نہایت نہیں لیکن صوفیہ کرام نے اس مرتبہ کو انتہائے مقام عرفان میں لکھا ہے اور یہ مرتبہ سالکِ مطلق کا ہے۔ درجہ پانچوان مجذوبِ مطلق کا ہے اور مجذوب مطلق وہ شخص ہے کہ روزِ ازل و عالم ارواح میں اسکی روح تجلیاتِ ذاتِ حق میں ایسی فنا ہو گئی ہے کہ جب عالم دنیا میں آتا ہے تو مجذوب ہو کر آتا ہے اور جب تک رہتا ہی مجذوب ہی رہتا ہے اور جب دنیا سے جاتا ہے تو مجذوب ہی جاتا ہے۔ غرض جس حال میں ہے اُسی حال میں مبتلا رہتا ہے کمی و بیشی اس میں نہیں ہوتی ابتدا و اوسط و آخر میں بجز ذاتِ حق اُسکو کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اُوقطُ (یعنی فقط) میں مجذوب ہو کر آیا ہے اور اسی حالت جذب میں چلا جائیگا۔ ایسے مجذوب سے کچھ فیض و فائدہ نہیں ہوتا لیکن مرتبہ خلافت وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور وہی مقام نہایت ہے

مجذوب مطلق

سوال[۳۵]۔ رسول رب العالمین کسکو کہتے ہیں؟

جواب۔ رسول لسانِ شرع میں وہ برگزیدہ و بندہ خاص خدا صاحب کتاب ہے جو خدا کی طرف سے واسطے ہدایت کافۂ انام کے مبعوث ہوا ہو۔ اور بقول صوفیہ کرام یہ مرتبہ رسالت خدا کی طرف سے ہر شخص کو میسر ہے۔ ؎

آنکس ہست اہل بصارت کہ اشارت داند | نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

البتہ مومن مخصوص اس رتبہ کے مستحق ہیں کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ وَالرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی یعنے مومن کا دل خدا کا عرش ہے اور خدائے تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اور حدیث شریف ہیں وارد ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اُصْبُعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُ مَا یَشَآءُ یعنے مومن کا دل خدا کی دو انگشت کے درمیان ہے (یعنے جلال و جمال ہیں) جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے پس ان کو الہام کا ہونا کچھ تعجبات سے نہیں۔ اب مخفی نہ رہے کہ لغت میں رسول پیغامبر و قاصد کو کہتے ہیں پس جمیع موجودات سے جو آواز جو راحت و غم و جو خطرہ جو خیر و شر جو نیکی و بدی انسان کے دل ہیں وارد ہوتی ہے وہ رسول حق برحق ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا یعنے کہہ کہ سب چیز اللہ کی طرف سے ہے پس اسکو الہام کرتا ہے اسکی بدکاری و نیک کرداری کا۔ اور حدیث ہیں آیا ہے لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ یعنی بغیر حکم خدا ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ یعنی کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ جبکہ یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے تو ثابت ہوا کہ یہی حکم الٰہی ہے کہ تم ہیں اور تمہارے دلوں ہیں رسول خدا ہے کہ ہر وقت تمھاری رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ اور تم ہیں اس کا رسول ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ اور جان لو یہ بات کہ تحقیق تم ہیں رسول خدا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رح فرماتے ہیں کہ اے قوم آؤ میری طرف تاکہ ہم عاجزی کریں خدا کے سامنے اور موافقت کریں اسکی تقدیر و افعال ہیں اور ظاہراً و باطناً اسکے آگے اپنے سر جھکاویں اور اسکی تقدیر کے ہمرکاب پیادہ پا چلیں کیونکہ وہ پیغمبر خدا ہے اسکی تکریم عین تکریم خدا ہے۔ پس وہ تقدیر جو رسول حق ہے ہمکو خدا تک پہنچائے گی۔ اور یہ بھی مسلم الثبوت ہے کہ ہمارے کل امور یعنی افعال و حرکات و سکنات و ارادہ و گفتگو وغیرہ وابستہ تقدیر ہیں اور تقدیر رسول حق ہے۔ پس اس پر ایمان لانا اور اسکا

لہ پ ۱۶-۶-۱۰-۱۲-۵۲ پ ۸-۶-۵۳ پ ۳-۶-۱۶-۵۴ پ ۶-۱۲-۱-۵۵ پ ۲۶-۶-۱۳-۱۲

حکم بجان و دل قبول کرنا ہر فرد بشر پر فرض عین ہے خواہ جمالی ہو یا جلالی عتاب ہو یا خطاب
اور اپنے آپ کو اُسکے ذریعہ سے خدا تک پہنچانا لازم کیونکہ یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ
اول فیض فیاض مطلق کا عالم ارواح میں آتا ہے پھر عالم مثال میں پھر عالم حس و شہادت
میں پس جو کچھ ہمارے دل میں کہیں سے وارد ہو یا خود بخود پیدا ہو اُسکو غیر کی طرف یا
اپنی طرف منسوب کرنا جہالت ہے بلکہ وہ فرستادۂ خدا رسولِ برحق ہے اِس کا مطیع فرمان ہو
کہ وہ ہادی و موصل الی المطلوب ہے ؎

تنبیہ اے عزیز یہ راہ بھی بہت دور و دراز ہے اور خوف و خطرۂ دوئی سے محفوظ نہیں خدا و
رسول کا فرق اُٹھا اور قریب کی راہ چل کہ راہِ مستقیم ہے تاکہ منزلِ مقصود کو جلد پہنچ جائے
اور وہ یہ ہے کہ کل اُمور ذاتی ہیں بجز ذات کسی کا ظہور نہیں جو کچھ ہے ذات ہی ذات ہے اس
مقام میں خدا اور رسول بغیر دو اسم وہمی کے اور کچھ وجود نہیں رکھتے۔ ؎

چہ می گویم کہ ہست این نکتہ باریک	شب روشن میانِ روز تاریک

اگر تم نورِ حق کو نورِ حق سے بہ نظر غور و تامل دیکھو گے تو تم کو یہ راز بخوبی منکشف ہو جائے گا
کہ ذاتِ حق جمیع صفات میں جلوہ گر ہے بلکہ من کل الوجوہ ظہور ذات ہے۔ مثلاً جب نور آفتاب
نظر میں سماتا ہے تو نور نظر آتا ہے۔ اِسی طرح اگر دیدۂ دل کو نورِ توحید ذات سے منور کرکے نظر کرو گے
تو تم خود ہی کہہ اُٹھو گے کہ رَأَیْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ اور یہ تمام اپنی ہی نظر کی خوبی ہے جیسی جسکی
نظر ہے ویسا ہی اُس کا ظہور۔ دیو کو دیو نظر پڑتا ہے اور حور کو حور ؎

یکے خورشید بیند دیگرے نور	قیاسِ ہر یکے باشد زہم دور

کیونکہ اگر تم بقید تعین کسی صفت پر بخیال صفت نظر ڈالو گے تو صفت ہی ورنہ عین ذات یعنی
قطع نظر از تعیناتِ خارجیہ اگر تم اپنے نور بصیرت سے بغیر تعین ہر صفت کو ذات میں لا کر بغور
دیکھو گے کہ یہ صفت عین ذات ہی یا غیر ذات تو تم پر کما حقہ حقیقت اشیا عیاں ہو جائیگی کہ نور
صفات میں عین نور ذات جلوہ گر ہے۔ اور ہر صفات کے نور میں عین وہی نور ذات ہے جو ہر
ایک شے میں بہ رنگ بوقلموں پرتو انداز ہے اور ہر صفات کے نور پر نور ذات بطرز دیگر
نور افشاں ہے جیسے نور آفتاب ہر شجر و حجر و آب و ہوا ارض و سما گل و ثمر پر بطرز گوناگوں

جلوہ کناں ہیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یہ نور ذات و نور صفات بھی تعینات کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے ورنہ ایک ذات بے کم و کاست ہے کہ جسکو ایک بھی نہیں کہہ سکتے۔ پس صفات و صور کو چھوڑ کر معنی و ذات میں آ۔ تاکہ تو اپنی حقیقت میں جو تیرا مقصود اصلی ہے پہنچ جائے چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چند بازی عاشقِ صورت بگو ۔۔۔ طالبِ معنی شو و معنی بجو
صورتِ ظاہر فنا گردد بدان ۔۔۔ عالمِ معنی بماند جاودان
صور نقش دیدی زمعنی غافلی ۔۔۔ از صدف دُر را گزین گر عاقلی
از یک اندیشہ کہ آید در درون ۔۔۔ صد جہان گردد بیک دم سرنگون
جسم سلطاں گو بصورت یک بود ۔۔۔ صد ہزاراں لشکرش در تنگ بود
باز شکل و صورتِ شاہِ صفی ۔۔۔ ہست محکوم بیکے فکرِ خفی
خلق بے پایاں زیک اندیشہ ہیں ۔۔۔ گشتہ چون سیلے روانہ بر زمین
خلقِ عالم چون رمہ ست و حق شبان ۔۔۔ می دواند جملہ را روز و شبان
پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور ۔۔۔ تن سلیمان است اندیشہ چو مور
یوسف حسنی تو این عالم چو چاہ ۔۔۔ وین رسن صبر است از امر آلہ
در رسن زن دست بیرون آ ز چاہ ۔۔۔ تا بہ بینی بارگاہ بادشاہ
تا بہ بینی عالمِ جانِ جدید ۔۔۔ عالمِ بس آشکارا ناپدید
خاک بر باد ست و بازی میکند ۔۔۔ کژ نمائے پردہ سازی می کند
خاک ہمچوں آلتے در دست واد ۔۔۔ باد را دان عالم عالی نژاد
خاک را دیدی بر آید بر ہوا ۔۔۔ در میانِ خاک بنگر باد را
دیگ ہائے فکر ے بینی بجوش ۔۔۔ اندر آتش ہم نظر میکن بہوش
چند بینی گردشِ دولاب را ۔۔۔ سر برون کن ہم ببیں میزاب را
ایں جہاں چون خس بدستِ باد غیب ۔۔۔ عاجزی پیشہ گرفت از داد غیب
دست پنہان و قلم بیں خط گذار ۔۔۔ اسپ در جولان و ناپیدا سوار

جسم حس اسپ است و نور حق سوار ⁂ بے سوار این اسپ خود ناید بکار

نور حق بر نور حس راکب بود ⁂ وانگہے جان سوئے حق راغب بود

نور حس را نور حق تزئین بود ⁂ معنی نور علیٰ نور این بود

نور حسی مے کشد سوئے ثریٰ ⁂ نور حقش می برد سوئے علیٰ

لیک پیدا نیست این راکب بر او ⁂ جز بآثار و بگفتار نکو

نور حس با این غلیظی مختفی است ⁂ چون خفی نبود ضیائے کان صفی است

نور حسی کو غلیظ است و گران ⁂ ہست پنہاں در سواد دیدگان

نیست را بنمود ہست آن محتشم ⁂ ہست را بنمود بر شکل عدم

بحر را پوشید و کف کرد آشکار ⁂ باد را پوشید و بنمودت غبار

خاک را بینی بہ بالا اے علیل ⁂ باد را نہ جز بہ تعریف و دلیل

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف ⁂ کف بحز دریا ندارد منصرف

کف بحس بینی و دریا از دلیل ⁂ فکر پنہاں آشکارا قال و قیل

باز آمدم بر سر مطلب اصطلاح صوفیہ کرام ہیں رسول سے مراد وہ ذات ہے جو عالم غیب و شہادت کے درمیان جامع ہو بلکہ احدیت و واحدیت کے درمیان اور ذات و صفات کے درمیان یعنی باعتبار صفات کے عین عالم شہادت ہے اور روحانیت کے اعتبار سے عین عالم ارواح اور سر کے اعتبار سے عین عالم ذات کہ عین عین عین ہے اور عالم شہادت عرش رحمانی سے تا تحت الثریٰ مراد ہے اور بالائے عرش عالم مثال اور اسکے محیط عالم ارواح اور اس پر مرتبہ ربوبیت و الوہیت و حقیقت انسانیہ و اعیان ثابتہ . و واحدیت اور اس سے برتر مرتبہ وحدت ہے جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں اور اس سے اعلیٰ تر احدیت صرف یعنی ذات ذوالجلال و الجمال اور اسکے اصل ہو یعنے لاتعین و وجود مطلق و ذات بحت و وراء الوریٰ و منقطع الاشارات و کنہ حق سبحانہ کہ جسکو ہویت و حقیقت و احدیت صرف کہتے ہیں اور یہ تمام مراتب مذکورہ بالا حضرت انسان میں موجود ہیں بعض ہیں بالفعل و بعض ہیں بالقوۃ چنانچہ تمام قابلیت درخت ہر تخم میں مندرج ہے اب ذرا گوش ہوش سے بتوجہ دل سنو کہ جس وقت خانہ تاریک عدم سے

یہ روشنی ظہور نمودار ہوئی اور جو کچھ احاطۂ عدم میں تھا دیدمیں آیا تو اس کا نام عبودیت و ربوبیت رکھا گیا چنانچہ مولنا روم فرماتے ہیں ؎

ز دو کلیہ ہر دو عالم شد پدید	رہ پدید آمد چو آدم شد پدید

یہ ہر دو صفت ذاتی ہیں اور ہر دو جہان میں انہیں دو صفات کا ظہور ہے اور یہ ہر دو تعینیہ وجود انسانی میں موجود ہیں جیسے نقطہ متمثل و متماثل ان دو حروف یعنی واو اور میم کا کہ یہ دونوں حرف ایک نقطہ سے برآمد ہوئے ہیں اور دونوں کی اصل وہی ایک نقطہ ہے مثلاً (و م) اگر نظر میم پر پڑتی ہے تو واو غائب ہو جاتی ہے اور جب واو پر نظر کرو تو میم ندارد ہے پس میم کی غیبت میں حضوری واو ہے اور واو کی غیبت میں ظہور میم یعنی از روے صورت بعد بلا قرب اور از روئے معنی قرب بلا بعد ہے میم سے من عبارت ہے اور واو سے مراد او یعنی اسکی غیبت میں ہمارا ظہور اور ہماری غیبت میں اسکی نمود پس ان ہر دو صفت میں سے جس پر نظر ڈالو وہی ہے یعنی اگر میں کی قید میں گرفتار ہو گیا تو میں ہے وہ نہیں اور اگر میں کی قید سے نکل گیا تو وہی وہ ہے میں ندارد ہو گیا اور اگر منصور وار انا الحق کہہ اٹھے تو سبحان اللہ سزاوار دار ہوئے ؎

کہ می گردد الف در بسم پنہان	چناں در ذاتِ او کن جسم پنہان

اگر تو عین دیکھے تو عین ہے اور غیر دیکھے تو غیر۔ غرض جو کچھ اپنے ولی یقین سے اپنی ذات کو قرار دیگا تو وہی ہے اگرچہ در حقیقت تو کچھ اور ہی ہے کہ جہاں زبانِ بیان گنگ اور پائے فکر لنگ ہے لیکن

در بلبل بے قرار بلبل باشی	گر در دل تو گل گذرد گل باشی
اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی	تو جزوی و حق کل ست گر روزی چند

درحقیقت ذاتِ الٰہی ہماری ذات میں عین عین عین ہے اور یہ ہماری غیریت جمالِ ہویت پر ایک خال ہے تاکہ اسکا حسن دوبالا ہو ورنہ اس غیریت اضافی کا کچھ اعتبار نہیں پس عبودیت اور ربوبیت کہ دونوں صفتِ ذاتی ہیں جب رسولِ صلعم پر تعینیہ ربوبیت غالب آتا تھا اور صفت عبودیت اسکے غلبہ میں محو ہو جاتی تھی تو اسوقت جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے وہ کلام اللہ ہوا اور جب صفتِ عبودیت میں واپس آتے اُس وقت جو کچھ زبانِ مبارک سے صادر ہوتا وہ حدیث کہلایا۔ اور جبریلؑ مراد ہے اُس خاطر سے جو دونوں تعینوں کے درمیان یعنی عبودیت کے تعینیہ میں ربوبیت کے حال سے خبر دینے والا ہے اور صفتِ ربوبیت کے غلبہ میں ہرگز اسکی گنجایش نہیں ؎

خود بود دران دگر نہ گنجد	در عشق پیام در نگنجد

۵	چون درآید وصال اُو حالہ	کم شود گفتگوئے ولا لہ	

کما قال رسول اللہ صلعم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی اللہ کیساتھ میرا ایک وقت ہے کہ اس میں کسی کی گنجایش نہیں فرشتہ مقرب اور نہ نبی مرسل کی ملکیہ دائرہ احدیت میں لاشریک وللا الٰہ الا اللہ یکتا ہیں محمد ظاہر حق ہے اور حق باطن محمد ملکیہ ظاہر باطن حق ہی حق ہے ہو الاول والآخر والظاہر والباطن ۵

یا من بہٖ اجمالک من کل ما بدا	بادا ہزار جان مقدس ترا فدا
عشق است وبس کہ در دو جہان جلوہ می کند	گہہ در لباس شاہ و گہہ از کسوت گدا

موجودات گویا ایک لفظ یا صورت ہے اور اس لفظ کے معنی یا صورت کی حقیقت حق پس معنی وحقیقت کو بغیر لفظ وصورت اور لفظ وصورت کو بغیر معنی وحقیقت ظہور و وجود نہیں مطلق کو بغیر مقید آرام اور نہ مقید کو بدون مطلق قرار ۔ ۵

خیالات پری بے شیشہ نقش طاق نسیان کن	محال است این کہ ہر جا جسم گم شد جان شود پیدا
۵ برہم ہو سے کا ایک سے اوے	برہم ہن کا ایک یا اوے	من فہم فہم

سوال ۳۶ روح کیا شئے ہے؟ **جواب** حکما روح کو نفس ناطقہ کہتے ہیں اور جمہور کے نزدیک عقل کل ہے اور اطبا کی تصریح یہ ہے کہ جب غذا سے خون بن کر دل کے بائیں پہلو میں پہنچتا ہے اور پختا ہے اور لطیف بخار ہو کر جگر میں چلاجاتے تو اسکو روح طبعی کہتے ہیں اور جب جگر سے دماغ میں آکر اعصاب میں دوڑتا ہے اسکا نام روح نفسانی ہے اور جب اعصاب سے دل میں ہو کر بذریعہ شرائین تمام جسم میں سرایت کرتا ہے اسکو روح حیوانی کہتے ہیں اسکا منبع دل ہے یہ روح آفتاب جسم ہے جیسے چراغ خانہ یہ روح یعنی روح طبعی و روح نفسانی و روح حیوانی مخلوق ہیں اور فانی اور ایک روح انسانی ہے جسکو روح اللہ و روح ربانی اور امر رب کہتے ہیں وہ اجسام میں داخل یا خارج ہونیسے منزہ ہے اور افہام عقول اور ادراکات شعور سے برتر و پاک ہے اہل شریعت اس روح کو امر رب اور اہل تصوف مظہر حق و سر ذات کہتے ہیں ۵ گر نبودے ذات حق اندر وجود | آب و گل را کے ملک کردے سجود

سوال ۳۷ درد وغم خوشی و رنج فکر و اندیشہ تکلیف و راحت ثواب و عذاب جسم کو ہوتا ہے یا روح وجسم دونوں کو؟
جواب روح کی چار قسمیں ہیں ایک ربانی دوسری حیوانی تیسری نفسانی چوتھی طبعی چنانچہ پہلے مذکور ہوچکا ہے روح ربانی ان سب چیزوں سے منزہ و مبرا اور پاک ہے کسی وقت کسی حالت کسی شان کسی زمان و مکان میں کچھ تو نہیں یعنی الآن کما کان اور روح حیوانی اور جسم حیوانی اسکے ساتھ حواس خمسہ ظاہری غیر باطنیہ یعنی کارکن شریک حال ہوتے ہیں تو البتہ موجب ان سب امور کا ہوتا ہے اور جب حواس خمسہ ظاہری باطل و بیکار ہو جاتے ہیں تو جسم

کو بھی ان باتوں سے کچھ اثر نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی شخص کو دوائے بیہوشی کا استعمال کرایا جائے تو پھر اسکا جو
عضو چاہو سر ہاتھ پاؤں کاٹو تو اسکو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سارا فساد جسم میں ان حواس
عشرہ غیر باطلہ کا ہے اور جو مجذوب مطلق ہیں انکو بھی کسیطرح کی تکلیف و راحت نہیں پہنچ سکتی کیونکہ انکے حواس
معطل محض ہو جاتے ہیں اسی واسطے طالبان حق اس بات میں کوشش کرتے ہیں کہ یہ ظاہری حواس باطل
ہو جائیں اور حواس خمسہ باطنی جو باطل پڑے ہوئے ہیں ہوشیار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں حواس خمسہ باطنی کا
یہ خاصہ ہے کہ جب ہوشیار ہوتے ہیں تو معاً اللہ کیطرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور حواس خمسہ ظاہری ہوشیاری کی حالت میں
ہمیشہ مخلوق کیطرف رجوع رکھتے ہیں اسیواسطے اشیاء کا اثر انکے ذریعہ سے جسم کو معلوم ہوتا ہے ورنہ بحالت انفراد
ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی کچھ اثر مترتب نہیں ہو سکتا۔ سوال قلب کیا شئے ہے؟ جواب
نفس ناطقہ جبکہ معانی کلیہ و جزئیہ کو جسوقت چاہے مشاہدہ کر سکے تو اسکو قلب کہتے ہیں اور حکماء کے نزدیک اس
مرتبہ کا نام عقل مستفاد ہے

آنکہ او را گفت عقل مستفاد | در حقیقت دان کہ دل بودش مراد

وہ درمیان ظاہر و باطن کے برزخ ہے اور قوائے روحانیہ و جسمانیہ اسی سے نکلتی ہیں اور ہر ایک قوت کو اسی
فیض حاصل ہوتا ہے اور درحقیقت قلب مرتبہ الٰہیہ کی صورت ہے جیسے روح ربانی مرتبہ احدیت کی صورت ہے
اسی لئے اسمیں ہر چیز کی سمائی ہے حتیٰ کہ حق کی بھی پس قلب یعنی قلب عارف باللہ از قسم رحمت الٰہی ہے اور
رحمت سے یہ مراد ہے کہ حق اسکے ذریعہ سے اپنے بندوں پر رحمت و شفقت کرتا ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں
سب کی گنجایش ہے وہ علم اور رحمت اور قلب ہیں ایسا قلب جو گنجایش حق رکھتا ہو اس شخص کا ہو سکتا
ہے جسکو جمیع تجلیات ذاتیہ الٰہیہ و اسمائیہ حاصل ہوں اور جبکہ قلب کو یہ صفت حاصل ہو جاتی ہے کہ اسمیں گنجایش
حق ہو تو غیر حق کی گنجایش اسمیں باقی نہیں رہتی اسلئے کہ جب حق تجلی فرماتا ہے تو غیر حق متجلی لہٗ کی نظر میں فنا
ہو جاتا ہے مثلاً احدیت کی تجلی ہو تو کثرت مضمحل ہو جاتی ہے اور دوئی نابود ہو جاتی ہے متجلی لہٗ کو اپنے نفس کا شعور نہیں
رہتا پس غیر کا ملاحظہ کس آنکھ سے کرے ایسی حالت میں وہ اپنے آپ کو بھی عین حق دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی دو
تجلیاں ہیں ایک تجلی غیب باعتبار اسم باطن اور ایک تجلی شہادت باعتبار اسم ظاہر جب تجلی غیب ہوتی ہے تو قلب
اسکی گنجایش کی استعداد عطا فرما دیتا ہے پس جب بندہ کے دل کو یہ استعداد حاصل ہو جاتی ہے تو حق اسپر تجلی شہودی
فرماتا ہے عالم شہادت میں پس بندہ کا دل اسکو دیکھتا ہے اور یہ تجلی جو متجلی لہٗ کی صورت میں ہوتی ہے۔ بعد ازاں
حجاب بندہ اور حق کے درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور بندہ حق کو ایسی صورت میں دیکھتا ہے جو کہ اسکے اعتقاد میں ہے

پس کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں بحالتِ تجلی ایسے حق کو دیکھتا ہی جو اُسکے اعتقاد میں ثابت ہی لیکن ظاہر ہی کہ اعتقادات رنگ برنگ ہیں تو تجلی حق اگر اُسکے اعتقاد کے مطابق ہوگی تو اُسکی تعظیم کریگا ورنہ انکار مگر کاملین جو حق کو مقید کسی اعتقادِ خاص میں نہیں کرتے وہ جس تجلی میں دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں۔ ؎

مرد میباید کہ باشد شہ شناس	تا شناسد شاہ را در ہر لباس

قلب عارف وہ ہی کہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو نفسِ حق اور ذاتِ حق پہچانے کیونکہ نفسِ عارف غیرِ حق نہیں ہی اسلئے خود ہی عارف ہی اور خود ہی معروف اسیطرح جملہ موجودات غیرِ حق نہیں ہی بلکہ سب صورتوں میں وہی ظاہر ہی۔ اہلِ عرفان کی صورت میں وہی عارف و عالم ہی اور اہلِ ایمان کی صورت میں وہی معتقد و مسلم ہی اور غافلوں کی صورت میں وہی جاہل ہے اور کافروں کی صورت میں وہی منکر ہی۔ قلب کو یہ علم اپنے نفس سے حاصل ہوتا ہی کہ وہ تجلیاتِ حق کو اور اُنکی رنگارنگی کو مختلف صورتوں میں پہچانتا اور جانتا ہے کیونکہ جیسی تجلی دیکھتا ہے اُسکے ساتھ خود بھی منقلب ہوجاتا ہی اور یہ حصہ اُسی کا ہے جو مقامِ جمع میں تجلی حق کا مشاہدہ کر چکتا ہے اہلِ عقل و فکر اس سے محجوب ہیں۔ چنانچہ مولانا عطار رح فرماتے ہیں ؎

دل معنی جوہرِ روحانی است — دل نہ از جسم است نی جسمانی است

دل چہ باشد غیرِ نفسِ ناطقہ — آنکہ بر وی تافت از حق بارقہ
آنکہ دانا گفت عقل مستفاد — در حقیقت دان کہ دل بودش مراد
استفادہ گر کنی زان دل بکن — تا بیابی تو علوم من لدن
چون مجرد شد دل از حرص و ہوا — تافتن گیرد دران نورِ خدا
معنی کلی و جزوی اندر او — چون مشاہد گشت ورا دل بگو
دل چہ باشد مطلعِ انوارِ حق — دل چہ باشد منبعِ اسرارِ حق
دل کہ شد برباد غیر او حرام — گر بدانی او بود بیت الحرام
در حقیقت دان کہ دل شد جامِ جم — مینماید اندرو ہر بیش و کم
دل بود مرآتِ وجہِ ذوالجلال — در دلِ صافی نماید چون جمال
پیشِ سالک عرشِ رحمان است دل — جملہ عالم چون تن و جان است دل
لوحِ محفوظ ار بدانستی دل است — پیشِ دانا دل بہ از آب و گل است
حق نگنجد در زمین و آسمان — در دلِ مومن بگنجد این بدان
در دلِ مومن توان دیدن عیان — آنچہ پنہان است از خلق و جہان
جملہ عالم جرعہ نوشِ جامِ دل — از مکان تا لامکان یک گامِ دل
صحبتِ ساقی بحرہا در کامِ دل — ہم نشد سیراب در آشامِ دل
مخزنِ اسرار را شد دل کلید — گنجِ مخفی ہست اندر دل پدید
ہفت دریا را بیک دم در کشید — می زند او نعرۂ ہل من مزید
ساقی و خمخانہ را یک جرعہ کرد — تشنہ لب او در آورد آہِ سرد
تا بنورِ حق ندارد غیرِ دل — جای کردہ مغبچہ در دیرِ دل
صد ہزاران آسمان و آفتاب — مشتری و نیز زہرہ ماہتاب
صد زمین و کوہ و دشت و بحر و بر — اینکہ می بینی و چندین دگر
ہست اندر یای دل یک قطرہ — در فضای دل نماید ذرہ
وسعتِ دل برتر است از ہرچہ ہست — مظہرِ عالم آلہی دل شد است
بلکہ دل را کس ندیدہ غایتی — در احاطہ حق دل آید آیتی

واجب و ممکن همه در دل نمود
جامع دل بیرون ز عقل و فهم بود
آنچه از احوال دل کردم عیان
قطرهٔ میدان ز بحر بیکران

اور عارف کے دل کی وسعت میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عرش اور جو احاطۂ عرش میں ہے عارف کے کسی گوشۂ دل میں جا پڑے تو عارف کو اسکا احساس بھی نہو چنانچہ مولنا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں

گوشهٔ بی گوشهٔ دل شه رهی است
تاب لا شرقی و لا غربی از مهی است
دل نباشد غیر آن دریای نور
دل نظرگاه خدا وانگاه کور

دل محیط است اندرین خطهٔ وجود
زر همی افشاند از احسان و جود
لطف شیر و انگبین عکس دل است
هر خوشی را آن خوش از دل حاصل است

بس بود دل جوهر و عالم عرض
سایهٔ دل چون بود دل را غرض
مادر و بابا و اصل خلق اوست
ای خنک آنکس که دل اندر پوست

صد جوال زر بیاری ای غنی
حق بگوید دل بیار ای منحنی
من ز صاحب دل کنم در تو نظر
نی به نقش سجده و ایثار زر

گفت لا ینظر الی تصویرکم
فابتغوا ذا القلب فی تدبیرکم
گر ز تو راضی است دل من راضیم
ور ز تو معرض بود اعراضیم

با تو او چون هست هستم من چنان
زیر پای مادران شد تن جنان
آن دلی آور که قطب عالم است
جان جان جان جان آدم است

از برای آن دل پر نور و بر
هست آن سلطان دلها منتظر
رو بیاور آن دلی کو شاه جوست
کاملان سبزوار کون از وست

زبدهٔ دل را بهل دل را بجو
تا شود آن شیشه چون کوه از رو
معده را بگذار و سوی دل خرام
تا که بی پرده ز حق آید سلام

طالب دل شو که باشی چون چهل
تا شوی شاد و دل خندان چو گل
دل بجز تا دائما باشی جوان
از تجلی چهرات چون ارغوان

گر تو اهل دل نه بیدار باش
طالب دل باش و در پیکار باش
کاله حکمت که گم کرده دل است
پیش اهل دل یقین آن حاصل است

ای سیاه در یکدم از خود دور باش
باخود آ و غرق بحر نور باش
باغ دل سبز و تر و تازه ببین
پر ز غنچه و ورد و سرو و یاسمین

باغها و میوه‌ها اندر دل است
عکس لطف آن برین آب و گل است
باغها و سبزه‌ها در عین جان
بر برونش عکس چون در آب روان

قطرهٔ دل را یکی گوهر فتاد
کان دریاها و گردونها نداد
خوشتر آن [illegible]
چون ببیند در لطافت آب جو

خود بزرگی عرش باشد بس مدید
لیک صورت کیست چون معنی رسید
دل که گر منقض شد [illegible]
اندر آید شود یاوه نهان

اصل ارض الله قلب عارف است
لا مکان است و از فوق و تحت
گر ببیند خوشه از اوصاف او
پس چه واسع باشد ارض الله بگو

چونکه این ارض قلب ربع نیست
چون بود ارض الله آن منسوبیت
ربع آنرا نه حد و نه عدد بود
کمتر من چه انه وده مقصد بود

این حکایت کرد آن ختم رسل
از ملیک لا یزال و لم یزل
که نگنجیدم در افلاک و خلا
در عقول و در نفوس با علا

در دل مومن بگنجیدم چو ضیف
بی ز چون و بی چگونه بی ز کیف
هر دو کون است ترحم یافتیم
پس عریض آئینه بر ساختیم

هر دم این آئینه پنجاه عرس
بشنو آئینه وز نقش مپرس
بی چنین آئینه این خوبی من
بر نتابد هم زمین و هم زمن

وصف بیداری دل ای معنوی
در نگنجد در هزاران مثنوی
شاه بیدار است و حارس خفته گیر
جان فدای خفتگان دل بصیر

بہتر از عرش است بہ بود او چشم سر / عرش و فرش جملہ در پیش نظر
پس دو چشم روشن صاحب نظر / بہتر از صد درست و صد پدر
خاصہ چشم دل کہ آن بی منتہاست / پیش چشم حس کہ خوشہ چین اوست
صاحب دل آئینہ شش رو بود / روی حق از شش جہت آن سو بود
ہر کہ اندر شش جہت دارد مقر / کے کند در غیر حق یکدم نظر
این صفای آئینہ وصف دل است / صورت بے انتہا را قابل است
صورت بے صورتی بے حد و غیب / ز آئینہ دل تافت بر موسیٰ ز جیب
گرچہ این صورت نگنجد در فلک / نے بعرش و فرش و دریا و سمک
زانکہ محدود است و معدود است آن / آئینہ دل را نباشد حد بدان
تا ابد نو نو صور کاید برو / می نماید بے حجابی اندرو
عقل اینجا ساکت آید یا مضل / زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
این جمال دل جمال باقی است / دولتش از آب حیوان ساقی است
خود ہم او آب است ہم ساقی و مست / ہر سہ یک شد چون طلسم تو شکست
اوست عین جملہ اشیا ای پسر / با تو گفتم راز پنہان سر بسر

سوال۔ عشق و محبت کسکو کہتے ہیں؟ جواب حضرت عطار قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ؎

عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن / ذرہ و عالم باخدا پرداختن
عشق آن باشد کہ باطل حق شود / قید را بگذارد و مطلق شود
عشق از ہستی خود وا رستن است / در مقام سرمدی پیوستن است
عشق افراط محبت گفتہ اند / در ہمین معنی چہ نیکو سفتہ اند
عشق شد ایجاد عالم را سبب / گوش کن احببت ان اعرف ز رب
عشق آمد واسطہ کون و مکان / گر نبودے عشق کے بودے جہان
عشق آمد عروۃ الوثقائے دین / عشق باشد رہبر راہ الیقین
عشق عاشق را بود حبل المتین / عاشقی بالا بود از کفر و دین
عشق دریائیست بے حد و کران / عشق بیرون است از شرح و بیان
در دل عاشق چو عشق آتش فروخت / ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت
گر مقام عشق یابی ای تو شد / بر فراز نہ فلک جای تو شد
عشق مرآت جمال روی دوست / عشق آرد مر ترا در کوی دوست
دین عاشق عشق و تجرید و فناست / مرتبت تفرید و ترک ما سواست
عشق حق چون دولت والا کند / جان و دل را در زمان شیدا کند
چون محبت تافت در دل ذرہ / گشت عالم پیش او یک پرہ
ہر کہ از جام محبت نوش کرد / عقل را دیوانہ و مدہوش کرد
لذت جام محبت ہر کہ یافت / روی دل از لذت کونین تافت
از محبت آن نشان یابی اثر / کز وجود خویش گردی بیخبر
بے محبت ہیچ کس کامل نشد / در مقام قرب حق واصل نشد
راہ عشقش کو فنا اندر فناست / عاشقان را زین فنا صد بقاست

سوال۔ یہ عالم امکان کیا شے ہے؟ جواب یہ عظیم الشان مجموعہ طلسمات ہے جسکو حکیم مطلق نے اپنی حکمت کاملہ سے قائم کیا ہے اور جا بجا ہر منزل و مقام پر ایک جداگانہ طرز و طریقہ اور نئے رنگ اور نئے ڈھنگ کا ایسا طلسم حیرت افزا باندھا ہے کہ جملہ عقلا و حکما و فلاسفر اس دریائے طلسمی میں غرقاب ہیں اور جائے گریز نہیں یہ ایسی سخت لغزش گاہ و سراب جانکاہ ہے کہ یہاں کا گرفتار کبھی بیدار اور ہوشیار ہو کر آزاد و شاد نہیں ہو سکتا بلکہ یہاں ہی فنا ہو کر برباد ہو جاتا ہے اِلّا ماشاء اللہ جو مسافر نووارد بطون سے ظہور میں آ کر اس طلسمی جنجال میں اوّل ہی قدم رکھتا ہے تو حیرت زدہ اور ہکّا بکّا ہو کر دم بخود ہو جاتا ہے کہ میں کیا تھا

اور یہ کیا ہو گیا۔ ہائے وہ آزادی اور یہ گرفتاری پھرتا ہے اور چلاتا ہے مگر کون سنتا ہے فغانِ درویش آہ مغز کہاں پس اس طلسم کے
پہلے گرفتار شدگان جمع ہو کر اسکو بہلاتے ہیں پھسلاتے ہیں چمکارتے ہیں اور دلاسے دیتے ہیں کہ یہی تمہارا جگت ہے جگ جیو کیوں کیا ہوا ابھی
تو تمکو بہت کچھ اس چمن کی ہوا کھانی ہے چاروں طرف کی آوازوں سے چونکتا ہو کر ادھر ادھر دیکھتا ہے اور گھبراتا ہے مگر آخر کار آہستہ
آہستہ اس طلسم کی سیر و تماشائے دلفریب میں مبتلا ہو کر محبوبانِ صبح و شام کی الفت و محبت میں برے حالوں اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور
یہ جسم قیدی جو کچھ بولیاں بول رہے ہیں یا سن رہے ہیں یا دیکھ رہے ہیں یا کر رہے ہیں یہ بھی وہی بولی بولتا ہے اور سنتا ہے اور دیکھتا ہے
اور کرتا ہے اور جن بیہودہ اشغال ما سوی اللہ میں یہ مشغول ہیں یہ آپ بھی انہیں مشاغل لہو و لعب میں مصروف ہو جاتا ہے انجام کار بحالتِ زار
بے نیل مرام اسی طلسم میں فنا ہو کر رہ جاتا ہے خالی ہاتھ آیا تھا اور خالی ہاتھ بے سر و سامان و سیاہ ہو کر گیا اور جن سعادتمندان ازلی کے
بفضلہ تعالیٰ اس طلسم کا حقیقی راز منکشف ہو جاتا ہے تو اس تار و پود عنکبوتی مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ
كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کو توڑ کر اور مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے منہ موڑ کر
آزادانہ طریق پر تا زندگی بسرور الوقت شاد کام رہتا ہے اور پھر اپنے اصلی وطن کی طرف سالماً غانماً رجوع کر جاتا ہے فقط والسلام
باز آمدم بر سرِ مطلب یعنی تعلیم مقصود اصلی جس سے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ مراد ہے



باب اوّل در تعلیم علم الیقین



تعلیم علم الیقین

مخفی نرہے کہ ہر چیز کی شناخت کیلئے تین درجے یقین کے مقرر ہیں یعنی علم الیقین عین الیقین حق الیقین۔ جو شخص کسی چیز
کو بتلانا چاہتا ہے تو اول اس چیز کا نام لیکر اسکی صورت و ہیئت و شکل و ماہیت و وصف بیان کرتا ہے اس بیان سے جو علم سامع
کے ذہن نشین ہوتا ہے مثلاً کسی نے بیان کیا کہ ایک انجن گاڑی اس صورت و شباہت کی ہوتی ہے اسمیں بہت سی کلیں لگی
ہوتی ہیں اور اسکے پیچھے دس پندرہ گاڑیاں لگا دیتے ہیں اور ان گاڑیوں میں بہت آدمی ٹکٹ لیکر بیٹھ جاتے ہیں اور
انجن گاڑی بغیر کھینچے کسی جانور کے لوہے کی پٹری پر پانی کی بھاپ سے سب گاڑیوں کو فی گھنٹہ بیس تیس میل
کھینچکر لیجاتی ہے اسکا نام علم الیقین ہے یہ کان سے متعلق ہے اور جب اسکو اسٹیشن پر لیجا کر اسکی شکل دکھا دی تو اسکو عین الیقین کہتے ہیں اسکا تعلق
آنکھ سے ہے اور جب اسکا تجربہ کرا دیا یعنی ٹکٹ لیکر گاڑی میں سوار کر کے فی گھنٹہ اسکی رفتار کا یقین کامل بھی کرا دیا تو اسکو حق الیقین کہتے ہیں اسکا
علاقہ دل سے ہے پس ہر چیز میں یقین کے یہ ہی تین درجے ہونگے یعنی وصف صورت و تجربہ ذات شئے جب ہمنے ہر شئے کی شناخت میں یقین کے تین مراتب پائے
اور تیسرے درجہ میں تجربۂ ذات شئے تو ہمنے بھی اس کتاب میں تین باب مقرر کئے ہیں تاکہ ہر ایک شخص کو اپنی صورت و صفات
و ذات کا علم اور ذات الٰہی کی شناخت کا انکشاف اپنی استعداد کے موافق ہو جائے جبتک انسان کو کسی چیز کا علم نہو گا
اسکی طلب محال ہے اور جب علم ہوا تو طالب اسکی طلب و تلاش میں سرگرم و کوشاں ہو گا اور جب طلب پیدا ہوئی تو

پھر طالب طالب پیدا ہوگا اور جب دیدار میسر آیا تو پھر مشتاق وصال ہے ؎

فصل اول در تمہید تنزلات و تعینات

شعر

گنجینۂ اسرار کمالش ماییم | آئینۂ انوار جمالش ماییم

رازداران اسرار معرفت و نکتہ شناسان راز حقیقت پر واضح ہو کہ اس گنجینۂ مکتوم کا طلسم جسکو حکیم مطلق نے اپنی حکمت کاملہ سے خاکی پیرایہ میں ظاہر فرمایا ہے اکثر طلسم کشایان حقیقت نے اس نرالے طلسم کی عقدہ کشائی میں عقل و ادراک و علم معرفت کے وسائل سے حتی الوسع بہت کچھ زور آزمائی فرمائی ہے لیکن پھر بھی اکثر خاص و عام اس نیرنگ کی حقیقت سے محض ناواقف ہو کر مبتلائے حیرت ہیں پس یہ فقیر ہیچمدان بقدر حوصلہ مختصر اس نیرنگ بوالعجبی کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہے اور کہتا ہے اپنی تصویر کا نقشہ دیکھو جسکو صانع برحق نقاش ازل نے اپنی صنعت بالغہ سے تختہ خاک پر ایک صورت حیرت افزا کا نقشہ کھینچکر اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر مجسم بنایا ہے لیکن اسکی اصلی صورت حقیقی جمال بے مثال کے نور سے مشتاقان دیدار حقیقت کی آنکھوں کو منور و مشرف کرتا ہے بلکہ تمکو تمہاری ظاہری اعتباری صورت و اصلی باطنی حقیقت کو جو آفتاب عالمتاب کی طرح دکھلاتا ہے تاکہ ظاہر سے بطون میں غواصی کر کے در عرفان خودشناسی کو حاصل کریں اور اپنی اصلی صورت کے انوار حیرت افزا میں محو در محو ہو جائیں اب اس نیرنگ قدرت یعنی اپنے حسن و جمال ظاہری و باطنی کو دیکھو کہ مصور حقیقی نے اس تصویر دلپذیر کو کس خوبی سے خاکی لباس میں جلوہ گر فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَالتِّیْنِ[1] وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے ان آیات کا ترجمہ یوں ارشاد فرمایا ہے قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی ہمنے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازہ پر پھر پھینکدیا اسکو نیچوں سے نیچے مگر جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں سو انکو نیگ ہے بے انتہا۔ کامل استادوں اور ناموں کاریگروں کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی شئی صاحب شان و بیش بہا بنانا چاہتے ہیں تو اول اسکا خوب اندازہ کر کے نقشہ کھینچتے ہیں چنانچہ صانع مطلق نے بھی انسان کے بنانے سے پہلے اندازہ کر کے اسکی صورت کا نقشہ کھینچا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ[2] یعنے اور تمہاری صورت کھینچی پھر اچھی بنائی تمہاری صورت یعنی ارادۂ ازلی میں اندازہ کر کے اول تمہاری صورت کا نقشہ کھینچا پھر نقشۂ ازلی کے موافق تمہاری صورت خوب بنائی

حلیہ عکس نقشۂ ازلی تصویر احسن تقویم

اب اس خاکی طلسم و طلسمی پتلے کی صورت کا نقشہ بغور و تامل ملاحظہ فرمایئے کہ اس صانع مطلق نے اس نیرنگ قدرت میں کس خوبصورتی سے اپنے نام اور جان کو نامعلوم ظاہر فرما کر مظہر اتم بنایا ہے صورت طلسم حسن تقویم یہ ہے

[1] پ ۳۰-۲۰۶ - [2] پ ۲۴-۱۲۶ - و پ ۲۸-۱۵۶-۱۲

تنزلات و تعینات



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ[1] یعنے ہم اِن کو جلد دکھادیں گے اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور اُنکے نفسوں میں یہاں تک کہ (وہ پکار) اُٹھیں گے) بتحقیق یہ ہے حق۔ آیا تیرا پروردگار کافی نہیں یہ کہ وہ ہر چیز پر حاضر و شاہد ہے۔ خبردار ہو تحقیق وہ شک میں ہیں اپنے پروردگار کی مُلاقات سے خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ جاننا چاہیئے کہ واحدیت یعنی حقیقتِ انسانی جو پر تو وحدت یعنی حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے عالمِ آفاق و مفصّل ہے اور وحدت جو پر تو ہے احدیتِ ذات کا یہ عالمِ امر و اجمال ہے۔ پس اسی طرح جسم و صورت عالمِ آفاق و بالتفصیل ہے اور روح و جان عالمِ امر و بالاجمال ہے یعنی ہم اپنی اُلوہیت و وحدانیت کے نشان و آثار تمھارے اجسام میں کہ عالمِ کبیر مفصّل ہے۔ اور تمھاری جانوں میں جو عالمِ صغیر مجمل ہے آشکارا دکھا دینگے کہ یہ ہے حق۔ خدا کے دیدار سے انکار مت کرو وہ تو سب کو محیط ہے اور نفسِ انسانیہ میں بھی دکھائیں گے کہ وہ تیرا عین ہے ہمارے نفسِ انسانیہ میں بحسب مراتب ظہور و تجلیات ہیں۔ کہ تمام عالم ہمارا مظہر ہے تاکہ آفاق و انفس میں دیکھنے والا ہماری آیات کے ذریعہ سے اِس بات کا مشاہدہ کرے کہ عالمِ کبیر و عالمِ صغیر میں حق ہی ظاہر ہوا ہے۔ اور ان دونوں کے اعیان میں از روئے رحمت خود تجلّی فرما کر اپنے وجود کے ساتھ اُن کو اتحاد دیا اور اپنے نور سے ظہور میں لایا ہے۔ پس عالمِ کبیر بالتفصیل و عالمِ صغیر بالاجمال دلالت کرتا ہے کہ آفاق و انفس میں حق ثابت ہے پس اپنے نفس کا عارف اپنے پروردگار کا عارف ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو مظہر و صورت حق دیکھتا ہے اور حق کو روح مُربّی اور مدبّر اپنا جانتا ہے ؎

چوں عالم ست مظہرِ حسن و جمالِ دوست	اے دل عجیب نیست کہ حیران عالمی

تیرے عین کی نسبت حق کے ساتھ ایسی ہے جیسے تیرے جسم کی نسبت تیرے عین کے ساتھ ہے۔ اور جس طرح تیرا جسم تیرے عین کی صورت ہے اسی طرح تیرا عین بھی حق کی صورت ہے۔ اور جس طرح حق تیرے عین میں ظاہر ہے اسی طرح تیرا عین تیرے جسم میں

[1] پ ۲۵ حم سجدہ رکوع ۶

ظاہر ہے۔ اور جس طرح حق تیرے عین کا روح پرورش کنندہ ہے۔ اسی طرح عین تیرا کہ وہ تیری جان ہے وہ تیرے جسم کی مدبر صورت ہے پس تیرا جسم ہے اور جان اور جانِ جان اور تو جملہ عالم ہے۔ اور عالم تجھ میں حیران۔ ے

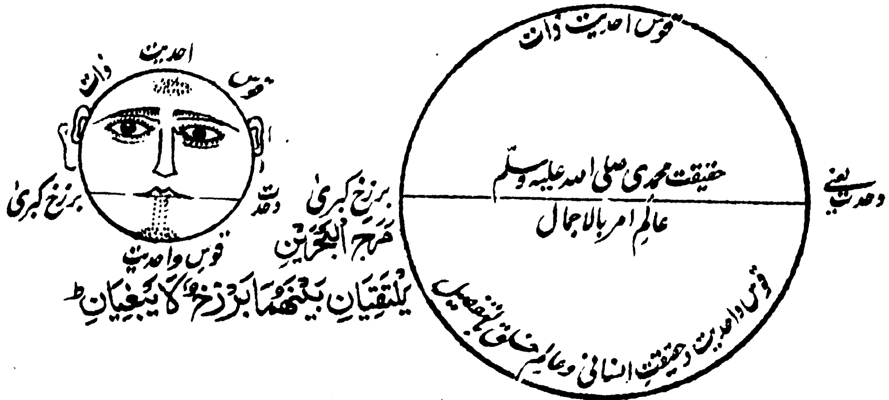
صورتِ حقی و حقت جان بود	صورتِ بے جاں کجا انساں بود
چوں ز صورت در گزشتی جاں توئی	قیدِ جاں بگذاشتی جاناں توئی

پس عالم سے حق کا زوال ہرگز ممکن نہیں کیونکہ عالم بغیر حق معدوم محض ہے اور بعد زوالِ حق مقوم عالم محال۔ ے

بصفت ذات را تواں دانست	بے صفت ذات کے شود محدود

اب میں اس طلسم کا سراپا لکھتا ہوں تاکہ اسکے ظاہر و باطن جسم و جان میں جو آیاتِ بیّناتِ الٰہی مستتر ہیں منکشف ہوں اور وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ کا راز مخفی آشکارا ہو جائے۔ اسکی ابتدا چہرۂ نورانی سے کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے کہ میں چہرۂ انور کی حقیقت میں کچھ لب کشائی کروں اول دائرۂ احدیت ذات قائم کرتا ہوں تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے وَھُوَ ھٰذَا

دائرۂ احدیت ذات اَلَاۤ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ



اوّل دائرۂ احدیت ذات کو سامنے رکھو اور اس طلسمی پتلہ کے چہرۂ منور آفتابی پر نظر ڈالو کہ کل چہرہ دائرۂ احدیت ذات ہے۔ اور دہن وحدت و حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کبریٰ۔ اور چہرہ کا نصف حصۂ بالائی تا دہن قوسِ احدیت ذاتِ عالم امر بالاجمال ہے اور نصف حصۂ زیریں قوس واحدیت و حقیقتِ انسانی و عالمِ خلق بالتفصیل ہے۔ پھر

دوبارہ اس پر نظر جماؤ اور خوب غور و تامل سے فکر کو دوڑاؤ کہ داہنا کان الف اور نصف حصہ داہنا رخسارہ بالائی اور داہنی کنپٹی اور نصف حصہ پیشانی تا بیخ بینی لام اول۔ اور سر بینی اور نصف حصہ پیشانی اور بائیں کنپٹی تا نصف حصہ رخسارہ بایاں لام ثانی اور حلقہ گوش چپ۔ ہائے ہوز۔ اور اسی طرح بالعکس لحیہ زیریں ہے آور ہر دو ابرو میں فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى یعنے قرب ذاتی و مقام معراج ہے۔ اور گردن کی دونوں جانب کی شہ رگوں میں سے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ اَللّٰہ اَللّٰہ اور اَنَا الْحَق کی آواز آرہی ہے۔ بلکہ لطائف ستہ و ہر شریان ورگ و ریشہ اللہ ہی اللہ پکار رہا ہے۔ ذرا اپنی گردن کی شہ رگوں پر اور اپنی نبض پر ہاتھ رکھکر کان لگاؤ سچ ہے وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنے آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ بس ہم اسی طلسم کی بھول بھلیاں میں ہیں جسکو شوقِ دیدار ہو ڈھونڈے۔ ؎

یار نزدیک تراز من بہ من است	وین عجب تر کہ من از وے دورم

اور دو دریچہ چشم شہ نشین صدر محل شاہی کے دو جھروکے ہیں جہاں سے ملائکہ کو فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ کا حکم فرمایا تھا۔ عَيْنُ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ اِلَيْنَا کا اشارہ ہے۔ یعنی خدا ہمکو دیکھتا ہے اور یہ دو عین۔ عین سورۂ ص (صاد) ہیں۔ اور دوئی اس لئے ہے کہ وحدت سے کثرت میں ظہور فرمایا۔ اور ان عینون میں ایک عجیب حکمت اور رکھی گئی ہے۔ یعنی انسان میں عین اور عین میں نقطۂ ذات اور نقطۂ ذات میں پھر انسان اسی حلیہ سے موجود ہے وَعَلٰى هٰذَا اِلٰى مَرَاتِبِ غَيْرِ النِّهَايَةِ۔ ؎

خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں	عجب نسبت ہے بندہ اور خدا کی

اور جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو حالتِ قیام میں الف احدیت ذات پایا جاتا ہے یعنی اپنی شان میں نمبر اول کی صنعت ہے اور ثانی نہیں رکھتا۔ اور جب رکوع کرتا ہے تو رکوع کنندہ خالصاً (للّٰہ) ہو جاتا ہے مثلاً [illegible] لله [illegible] یعنے ہر دو پا تا نعلین لام اول۔ اور ہر دو دست تا زنخ لام ثانی اور حلقہ سر ہائے ہوز۔ یہ مقام فنا ہے۔ یعنی اِنَّا

ل پ ۲۶ ق ع ۲- ۱۲ ک پ ۲۵ ع ۶- ۱۳

لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور سجدہ میں ایک صنعتِ غریبہ رکھی گئی ہے کہ جب ساجد سجدہ کرتا ہے تو جانبِ راست اللہ اور بالعکس محمد اور جانب چپ محمد اور بالعکس اللہ ہو جاتا ہے۔ اوّل جانبِ راست کو ملاحظہ کیجئے۔ کہ ساقِ پا الف ہے اور زانو سے بغل تک لام اوّل اور بازو کی کہنی سے زنخ تک لام ثانی اور سر حلقہ ہائے ہوز۔ پھر جانبِ چپ خیال فرمائے کہ حلقہ سر میم اوّل اور بغل حائے حطی اور سرین میم ثانی۔ اور ساق تا انگشتِ پا حلقہ دال۔ یہ صنعتِ اتحاد کو بتا رہی ہے کہ اللہ اور محمد میں اتحاد ہے کچھ جدائی نہیں احدیتِ ذات اور وحدت میں صرف اجمالِ علم کا فرق اعتباری ہے یعنی ذات مرتبہ احدیت میں ساذج و صرف۔ اور مرتبۂ وحدت میں علم بالاجمال ہے۔ اور وحدت کہ جسکو برزخ کبریٰ و حقیقتِ محمدی کہتے ہیں یہ واسطہ ہے احدیت ذات و واحدیت کے درمیان یعنے خالق و مخلوق میں ایک واسطہ ہے اور فیضانِ الٰہی اسی مرتبہ کے ذریعے سے مخلوق کو پہنچتا ہے۔ اس نقشہ میں دیکھو



مرتبۂ ذات	مرتبہ حقیقت محمدی	مرتبہ مخلوق
احدیت بحت	وحدتِ علم بالاجمال	وحدت علم بالتفصیل
خالق بالواسطہ	واسطہ	مخلوق



اگر واسطہ درمیان نہ ہو تو مرتبۂ ذات میں ذاتِ احدیت مستغنی ہے اور استغنا مانع مخلوق

واجب ز وجودِ نیک و بد مستغنی است	واحد ز مراتبِ عدد مستغنی ست
در خود ہمہ را چو جا و داں می بیند	از دیدنِ شاں برون ز خود مستغنی است

پس واسطہ حقیقتِ محمدی درمیان رکھا گیا کہ وہ دونوں مرتبہ احدیت و واحدیت کی طرف متوجہ رہے یعنے مرتبۂ احدیت سے فیض لے اور مرتبہ واحدیت کو پہنچا دے۔ ع

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل	خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

اب اسکو قاعدہ اَلتَّحِیَّاتُ میں دیکھئے۔ تو پھر وہی اسم ذات و محمد موجود ہے۔ یعنے جانب راست ساق پا الف۔ اور زانو سے بغل تک لام اوّل۔ اور بازو سے زنخ تک لام ثانی۔ اور سر حلقہ ہائے ہوز۔ اب جانب چپ آئیے کہ حلقہ سر میم اوّل اور

بغل حائے حطی اور سرین میم ثانی اور زانو تا انگشت پا حلقۂ دال۔ واہ سبحان اللہ کیا
اتحاد ہے۔ پھر سفینہ سینہ کو دونوں جانب پڑتالو۔ شمّۂ بازوئے راست یا چپ الف
اور جنب راست یا چپ تا میانہ صدر لام اوّل۔ اور ناف و میانۂ صدر سے تا جنب چپ
یا راست لام ثانی۔ اور حلقۂ بازوئے چپ یا راست ہائے ہوز۔ اور روئیدگی موئے سینہ
بھی اسی طرز کو بتلاتی ہے۔ اور پشت کا بھی دونو جانب یہ ہی حال ہے کہ بازوئے چپ
یا راست الف۔ اور کوکھ سے تا میانۂ استخوان پشت لام اوّل۔ اور استخوان پشت میانۂ
پشت سے تا کوکھ راست یا چپ لام ثانی۔ اور حلقۂ بازوئے راست یا چپ ہائے ہوز سینہ اور
پشت دونوں جانب مُہر سرکاری اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ صدر محل شاہی ہے۔ اور
خاص سلطانی جلوس کے لئے تیار ہوا ہے اور اس میں تخت سلطانی جسکو دل کہتے ہیں قائم
کیا گیا ہے۔ تاکہ کوئی غیر جھانکنے نہ پاوے۔ یا حرز جان ہے کہ نظر بد سے محفوظ رہے قلب
المؤمن عرش اللہ تعالیٰ یعنے مومن کا دل اللہ کا تخت ہے۔ اور حدیث قدسی میں آیا
ہے کہ اگر میری گنجایش ہے تو مومن کے دل میں ہے آور بندۂ مومن کی تخصیص قرب
بالفعل کیوجہ سے ہے ورنہ قرب ذاتی و بالقوۃ سب کو حاصل ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است — من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز — من نگنجم این یقین دان اے عزیز
من نگنجم در زمین و آسمان — لیک گنجم در دل شکستگان
ور دل مومن بگنجم اے عجب — گر مرا جوئی دران دلہا طلب

فی الحقیقت یہ دل اسرار ربانی و تخت رحمانی ہے۔ پھر ہاتھ پاؤں کو دونوں جانب دیکھے





اوّل انگشت دست و پائے راست کہ خنصر ہے الف۔ اور بنصر تابن انگشت میانہ لام اوّل اور سرِ انگشت میانہ سے تابُن انگشت شہادت لام ثانی۔ اور انگشت شہادت اور انگشت نر ہر دو مِل کر ہائے ہوز و بالعکس اِس طرح پر دست و پائے چپ کو دیکھئے کہ انگشت نر الف و انگشت شہادت سے تابنِ انگشتِ میانہ لام اوّل۔ اور سرِ انگشت میانہ سے تابن بنصر لام ثانی۔ اور بنصر اور خنصر ہر دو ملکر حلقۂ ہائے ہوز۔ اور اسی طرح بالعکس اور دونوں پانو ناف سے نیچے تک لا معکوس ہے مثلاً لا یعنے اِس جسم ناسوتی کی ذات میں نفی رکھی گئی ہے۔ جسکو فنا لازم و ملزوم ہے۔ اور جسقدر منفذ جسمانی ہیں اِس محلِ شاہی کے لیئے روشندان اور ہوا کی آمد و رفت کے لئے مجرے بنائے گئے ہیں تاکہ پُر انوار و ہوادار رہے۔ اور لطائف ستہ یعنے لطیفۂ اخفی جو اُم الدماغ میں ہے اور لطیفہ خفی جو درمیانِ پیشانی بالائے ہر دو گوشۂ ابرو اور لطیفۂ روح زیر پستانِ راست اور لطیفہ سر درمیانِ سینہ اور لطیفۂ قلب زیر پستانِ چپ اور لطیفہ نفس زیر ناف۔ یہ چھ فانوس نہایت شفاف و روشن اِس محلِ شاہی میں روشنی کے واسطے لگائے گئے ہیں تاکہ محلِ شاہی پُر انوار رہے اور حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی دربان و جاسوس و مخبر ہیں اور ان کا حال مفصل آخر کتاب میں بطور تمثیل لکھا جائے گا۔ اور یہ حلیہ کیشر جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے پس اس بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ کل اشیا رقبضۂ الٰہی میں ہیں۔ اور قبضہ دلیل ملک۔ اگر کوئی دوسرا شخص قبضۂ مخالفانہ کرے تو فوجداری میں گرفتار ہو۔ پھر ایسا دیوانہ کون ہے کہ جوان اشیاء کو اپنی طرف منسوب کر سکے۔ جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے۔ اِسی واسطے نماز میں حکم ہے کہ حالتِ قیام میں سجدہ گاہ کو دیکھو تاکہ خاکی لباسِ عاریت کو بھول نجاؤ اور رکوع میں پانوں کو۔ اور سجدہ میں ناک کو۔ اور وقفہ سجدتین میں ہاتھوں کو اور قاعدہ میں سینہ کو دیکھتے رہو کہ اللہ پر نظر رہے سچ فرمایا ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِ نماز مومن کے لیئے معراج ہے یعنے دیدارِ خدا۔ اگر مشاہدہ ہے تو مسمّےٰ کو دیکھوگے ورنہ اسم کو ہی دیکھتے رہو۔ اب میں حیرت میں ہوں کہ وہ بندہ جس کو غیر اللہ کہتے ہیں وہ کہاں ہے۔ جا بجا اوّل و آخر

ظاہر و باطن سرکار ہی سرکار ہے پھر غیر کسکو کہا جائے غیر کا تو کہیں نام ونشان ہی نہیں پایا جاتا۔ واہ سبحان اللہ کیا احسن تقویم ہے کہ ہر مقام پر خود ہی جلوہ نما ہے

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر	سوی اللہ واللہ مافی الوجود

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر ظاہر کیا صورت سے مراد اسمار وصفات الٰہیہ ہیں یعنے حق سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے جمیع اسمار وصفات سے ظاہر فرمایا ہے بلکہ اپنی ہویت سے جو مخفی ہے موصوف اور اپنی ذات کو حقیقت انسانیہ میں مستتر کیا ہے۔ پس انسان کا ظہور اسکی ہویت میں ہے۔ اور انسان کی حقیقت حقیقت الٰہیہ سے ہے۔ اور یہ اسم اعظم الٰہی ہے کہ وہ حقایق اسمار غیر متناہی کا جامع ہے۔ سے

اے کشادہ در خزانۂ جود	یافتہ کائنات از تو وجود
چند از عشقت آتش افروزی	تا کے از جان ما برآری دود
سالہا با تو بودم آسودہ	فارغ از غصہ ہائے بود و نبود
خواستی آمدن بعین از علم	تا ہویدا شوی بغیب وشہود
پس دوئی درمیانہ پیدا شد	از طریق مجردی وقیود
ماشدیم آئینہ جمال ترا	ہر کہ در ما جمال دید آسود
نے چہ جائے دوئی موہوم است	بود آن تو ہست وما نبود
در جلابیب صورت ومعنےٰ	نیست غیر از تو شاہد ومشہود
می کنی جلوہائے حسن وجمال	در لباس وجود ہر موجود
گوید آن عارفے کہ ہیچو حسین	بجمال تو چشم او بہ کشود
کہ جہاں صورت ست ومعنی یار	لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ

جمیع کتب سماویہ و وید و شاستر اور جملہ ملت وادیان اسی طلسم کی شان وشوکت کو بتلا رہی ہیں اور کل انبیا علیہ السلام واولیا اللہ و رشی منی اسی کی حمد وثنا میں رطب

سے اس حدیث کو مسلم میں بروایت ابوہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

اللسان ہیں۔ اور تمام حکما و فلاسفر اسی کی حقیقت میں حیران و سرگردان ؎

باز آمدم بر سر مطلب - جب اِس طلسم کی صورت و سیرت اور ظاہری و باطنی صفات کا نقشہ مشیتِ ایزدی میں منظور ہو گیا تو اُسی کے موافق صفحۂ اظہار میں لایا گیا۔ چونکہ یہ کام نہایت شاندار تھا اللہ تعالیٰ بڑی جبار ذی شان قسموں[۱] کے بعد (یعنی قسم ہے مجکو اِس درخت انجیر کی جس نے آدم کو حالتِ برہنگی میں اپنے پتّوں کا لباس عنایت کیا۔ اور قسم ہے مجکو اُس درخت زیتون کی جس نے موسیٰ کو اندھیری شب میں اپنی روشنی سے رہنمائی فرمائی۔ اور قسم ہے مجکو اِس طور سینا کی جسنے اپنے نور سے موسیٰ کے دعوے کو توڑا اور بے ہوش کر کے گرا دیا۔ اور قسم ہے مجکو اِس شہر امن والے کی جہاں تم امن میں رہتے ہو (یعنے مکہ معظمہ)) فرماتا ہے[۲] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنے ضرور ہمنے بنایا آدمی اچھے سے اچھے اندازہ پر یعنی اوّل اُس کا یہ اندازہ کیا کہ انسان کو خاکستری پردہ میں اپنی ہی صورت پر بنا کر نکالوں۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ[۳] اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنے اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا سُبْحَانَکَ رَبَّنَا عَنِ الصُّوَرِ الْمَحْسُوْسَاتِ وَالْمَعْلُوْمَاتِ وَالْمَکْشُوْفَاتِ وَالْمَفْہُوْمَاتِ وَالْمُدْرَکَاتِ وَالْمَعْقُوْلَاتِ نہ یہ صورِ محسوسہ بلکہ اپنی خاص سبعہ صفات کے عکوس سے یعنے حیات۔ وعلم۔ وارادہ۔ وقدرت۔ وسمع۔ وبصر وکلام۔ واسمار۔ وصفات سے متصف کیا۔ لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو یہ صفات ہماری ہیں خدائے تعالیٰ کی صفات بھی اِس طرح کی ہونگی جن کا عکس ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کی جمیع صفات میں ہم بجز اسکے کہ ہیں اور کچھ کیفیت بیان نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کا مصداق ہے۔ پھر چاہا کہ اپنی روح اُس میں پھونک کر زمین پر اپنا نائب بناؤں۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اُسکا عندیہ اور اُنکی لاعلمی اُن پر ظاہر

---

[۱] توریت میں لکھا ہے کہ تین وزیتون اُن دو پہاڑوں کا نام ہے جہاں پر حضرت داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کو بغیر اسباب و وسائل دنیاوی اللہ تعالےٰ نے پیغمبری و بادشاہی عنایت فرمائی اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو طور سینا پر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلد امین کے پہاڑ جبل ثور پر بلا وسائل و اسباب نبوت و شہنشاہی ایسی عطا فرمائی کہ جمیع سلاطین زمانہ مقابلہ میں بھاگتے نظر آئے ۱۲

[۲] پ ۳۰۔ سورہ تین۔ [۳] اِس حدیث کو مسلم نے بروایت ابو ہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

کرنے اور غرور عبادت توڑنے کے لئے اُن سے دریافت فرمایا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً یعنے اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ اللہ تعالیٰ نے جاعل فرمایا ہے، فاعل نہیں فرمایا۔ جاعل اور فاعل میں جو فرق ہے دانشور اس رازِ مخفی کو خوب جانتے ہیں قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ بولے کیا تو رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے اور کرے خون وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات کو قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کہا مجکو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا دعویٰ علم و عبادت کا سُنا تو اب امتحان کی ٹھیری) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور سکھائے آدمؑ کو سارے نام (یعنی آدمؑ کو جملہ اسمائے آلہیہ اور کونیہ کے اسرارِ ذاتی وصفاتی و اسمائے خطاب و عہدے سکھا دیئے۔ اور جمیع علوم و فنون میں چاق و چوبند کر دیا تو اب امتحان شروع ہوا) ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ پھر پیش کیا ان اسمار کو فرشتوں پر پس کہا بتاؤ مجکو نام انکے (یعنی اُن اسماء آلہیہ و کونیہ کے اسرارات ذاتی وصفاتی و اسماء خطاب و عہدہ بتاؤ) اگر ہو تم سچے قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ کہا اُنھوں نے پاک ہے تو ہم کو علم نہیں مگر جو سکھایا تو نے ہمکو تحقیق تو ہی ہے جاننے والا حکمت والا قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ کہا اے آدمؑ بتا دے انکو نام اُنکے (یعنے اسمائے آلہیہ و کونیہ کے اسرارِ ذاتی وصفاتی و خطاب و عہدہ و جمیع علوم و فنون کے اوصاف بتا اور سُنا دیئے، چونکہ آدمؑ پہلے ہی ذاتِ آلہی سے جمیع اسمائے آلہیہ و کونیہ کے اسرارات ذاتی وصفاتی و خطاب و عہدہ و جملہ علوم و فنون کی پوری تعلیم و تکمیل پا چکے تھے بفضلہ تعالیٰ فوراً ہی بالتشریح بیان کرنا شروع کر دیا) فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ پھر جب بتا دیئے اُن کو نام اُنکے (یعنے جب آدمؑ نے فرشتوں کو اسمائے آلہیہ کونیہ کے اسرارات ذاتی وصفاتی و خطاب و عہدہ و جمیع علوم و فنون کے اوصاف بتا اور سُنا دیئے) تو آدمؑ

سلہ پ۱ ع۴۔ ۵۲ ایضاً ۵۳ ایضاً ۵۴ ایضاً ۵۵ ایضاً ۵۶ ایضاً ۵۷ ایضاً ۵۸ ایضاً ۵۹ ایضاً ۶۰ ایضاً

اِمتحان میں پاس ہوگئے اور سب فرشتہ فیل قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کہا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو تحقیق میں جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو ظاہر کرتے ہو تم اور جو پوشیدہ رکھتے ہو (پس سب ملائکہ سرنگوں ہوئے اور آدم علیہ السّلام کے سر پر سہرہ خلافت باندھا گیا) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا اُنھوں نے مگر ابلیس نے (یعنے اللہ تعالیٰ نے سب ملائکہ کو حکم فرمایا کہ اب تم اپنے استاد کو سجدہ کرو کہ وہ اب واجب التعظیم ہے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا لہٰذا مدرسہ سے خارج کر دیا گیا کہ اپنے اُستاد کی تعظیم بجا نہ لایا اور مردود بارگاہِ الٰہی ہوا) اوّل ملائکہ نے از روئے رشک اور اپنے ناز عبادت اور اظہار علم کے لیئے یہ بات کہی کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا۔ ایسے کو نائب کیوں کرتا ہے۔ کیا ہم میں ایسے پاکیزہ صفات والا کوئی اس قابل نہیں جو نیابت پر شرف عزت پائے۔ بھلا یہ شور محبت کی نمکینی اور شیریں اُلفت کی چاشنی ملائکہ میں کہاں تھی۔ حکم ہوا کہ بس تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں ملائکہ کو یہ خیال گزرا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے از روئے مشورہ دریافت فرماتا ہے حالانکہ اُنکے خیالات اُنپر ظاہر کرنے تھے پس اپنی لاعلمی پر قائل ورنازِ عبادت پر سرنگوں ہوگئے **خلیفہ** مخفی نہ رہے کہ خلف سے خلیف اور خلیف سے خلیفہ بنایا گیا ہے اور اسکی جمع خلائف ہے **خلف** باختلاف حرکات کثیر المعانی ہے خلف بفتح اوّل و سکون ثانی پیچھے آنیوالا اور فرزند نالایق اور قرن بعد قرن ہے۔ اور بفتحتین فرزند لائق کو کہتے ہیں یعنی پیچھے آنیوالا باپ پیچھے چھوڑا اُنچونکہ بیٹا باپ کے بعد آتا ہے اسلیئے اُسکو خلف کہتے ہیں اور پھر وہ اپنے باپ کا قائمقام ہو جاتا ہے۔ اور جو سوار کے پیچھے کوئی سواری ہو یا حوائج ضروری اُسکو خلیف اور ردیف کہتے ہیں۔ اور جو بڑا بادشاہ اپنے کل اختیارات سلطنت کسی کو سپرد کر دے تو اُسکو نائب و خلیفہ کہتے ہیں۔ اور بادشاہ کا نائب اور خلیفہ وہ ہو سکتا ہے جو بادشاہ کے ذاتی و صفاتی اوصاف رکھتا ہو مثلاً انسان کا نائب انسان ہی ہوگا نہ گھوڑا نہ گدھا۔ اور ہر علم و فن کے اُستادوں کا یہ دستور ہے کہ جب اپنے کسی شاگرد کو اپنے علم و ہنر

کی پوری تعلیم وتکمیل کر دیتا ہے تو اُسکے سر پر پگڑی باندھ کر اپنے اکھاڑہ کا خلیفہ اور اپنا قائم مقام بنا دیتا ہے تاکہ وہ اور شاگردوں کو اپنے اُستاد کے سامنے تعلیم کرے چنانچہ علماء میں دستارِ فضیلت اور فقراء میں خرقۂ خلافت اور کُشتی و بنوٹ و بانک پٹہ وغیرہ میں پگڑی اور مدارسِ انگریزی میں ڈگری کی سند دیجاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء و علوم و فنون کی تعلیم وتکمیل پورے طور پر کر دی۔ چنانچہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سے ثابت ہے اور پھر اپنا نائب و خلیفہ بنایا اور اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ کی دستار انکے سر پر رکھکر عالم ناسوت کے اکھاڑہ میں بھیجدیا تاکہ دوسروں کو تعلیم کریں اور تفسیر بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اس لئے خلیفہ کیا گیا ہے کہ وہ جمیع موجودات ومکوّنات کے خلف ہیں۔ اُنکے بعد خلیفہ عن دوسری کسی مخلوق میں نہیں ہوسکتا دہاں بیشک یہ خاتم خلائف ہیں جیسے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم انبیا) کیونکہ آدم علیہ السلام مجمع غرائب و منبع غیب وشہادت و خلاصۂ عوالم جسمانی و روحانی وجامع حقائق علوی و سفلی ہیں۔ آدمی کیا ہے ایک برزخ ہے صورتِ خلق و باطن حق متصل با دقائق جبروت و مشتمل بر حقائق ملکوت انتہی۔ اور علماء ظواہر فرماتے ہیں کہ آدم غیر اللہ ہے اس کو خدا سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ نہ ذاتی نہ صفاتی۔ اور اگر وہ ایسا ہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اُسکے واسطے سجدہ کا حکم جو خاص اعزاز و تعظیم شاہی تھی کیوں فرمایا اور نیز رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدمؑ کی شان میں یہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اگر اس حدیثِ قدسی کے یہی معنے ہیں جو علمائے ظواہر فرماتے ہیں کہ آدم کو آدم ہی کی صورت پر پیدا کیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جملہ حیوانات و نباتات و جمادات کو اپنی اپنی صورت پر پیدا کیا یعنے کُتّے کو کُتّے ہی کی صورت پر اور اُونٹ ہاتھی کو اُونٹ ہاتھی ہی کی صورت پر اور نیم آم کو نیم آم ہی کی صورت پر اور پہاڑ پتھر کو پہاڑ پتھر ہی کی صُورت پر پیدا کیا ہے تو پھر اس حدیث میں آدم علیہ السلام کی تخصیص کیوں ہے۔ اور حضور انور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بے نتیجہ حدیث کس ضرورت سے ارشاد فرمائی ہے حالانکہ كَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ ہوتا ہے نہ یہ کہ ؎

دندانِ تو جملہ در دہانند	چشمانِ تو زیر ابروانند

خدا جانے اس میں کیا بھید ہے۔ اور نیز خلیفہ اُس حجاب کا نام ہے جو آئینہ کے پس پشت لگایا جاتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے حسن وجمال کا نظارہ کرے اسی لئے قلبُ الْاِنْسَانِ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰنِ کہا گیا ہے یعنی قلب انسانی آئینہ رحمانی ہے اس آئینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حسن وجمال کا جلوہ ملاحظہ فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ قُلُوْبِکُمْ وَاَحْوَالِکُمْ یعنی اللہ تمھاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا ولیکن تمھارے دلوں کو اور اعمال واحوال کو دیکھتا ہے۔ ؎

ما بروں را ننگریم وقال را	ما دروں را بنگریم وحال را

پس اس سے واضح ہو گیا کہ قلب انسان کامل بالفعل اور قلب عوام النّاس بالقوۃ ضرور خدائے تعالیٰ کا آئینہ ہے اور اگر کوئی شخص اس رازِ مخفی پر لب کشائی کرے تو منصور وار دار پر ضرور کھینچا جائے۔ **باز آمدم بر سرِ مطلب** جب ارادہ ازلی میں اظہار آدم علیہ السّلام منظور ہوا تو عالم ارواح میں آدمؑ اور انکے ذریات سے بقسم اس بات کا عہد وپیمان لیا گیا کہ ہم تم کو ایک امانت کہ وہ عشق ومحبت ہے یعنی بجز ہماری محبت کے تمھارے دل میں کسی کی گنجایش نہ ہو سپرد کر کے خاکی لباس میں زمین پر اپنا نائب وخلیفہ اس شرط سے مقرر کرتے ہیں کہ ہمارے حکم کی پوری تعمیل کرو۔ اور رازِ مخفی جو ہمارے تمھارے درمیان اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کا ہے وہ کھلنے نپائے۔ اور شرط امانت کی تکمیل پورے طور پر کر کے ہمارے پاس سالماً وغانماً واپس لاؤ۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا یعنی اور جبوقت (یعنے عالم ارواح میں) نکالی تیرے رب نے آدمؑ کے بیٹوں کی پشت میں سے انکی اولاد کو اور اقرار کرایا اُن سے اُن کی جانوں پر (یعنے بقسم اقرار لیا) کیا میں نہیں ہوں تمھارا رب سب نے کہا البتہ ہم قائل وشاہد ہیں۔ پھر حکم ہوا کہ نَحْنُ نُحْیِیْ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ یعنے ہم جلاتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہمارے پاس پہنچنا ہے یعنی ہم تمکو جلاوینگے اور مارینگے پھر ہمارے پاس آنا ہوگا سب نے جواب دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہم اللہ کیواسطے ہیں اور ہم اُسی کی طرف پھر جائینگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ؔلہ پ ۹۔ ۱۲۶۔ ۵۲ پ ۲۔ ۳۶۔ ۵۳ پ ۲۔ ۳۶۔ ۱۲

کہ جو شخص اپنے عہد پر پورا رہے گا اُسکو ہم دوست رکھیں گے اور جو عہد کو توڑ دیگا وہ نافرمان ہوگا بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ یعنے کیوں نہیں جو پورا کرے اپنا قرار اور پرہیزگار رہے تو اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنے پھر جو کوئی پھر جائے اسکے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان یعنی جو عہد شکنی کرے گا وہ نافرمان گنا جائے گا۔ جب عہد و پیمان ہو چکا تو اتمام حجت کے لئے کہ آئندہ کوئی اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ کیا ہم اس قابل نہ تھے سب کو حکم فرمایا کہ تم میں سے ہماری امانت کو کون اُٹھا سکتا ہے اُٹھائے۔ اور جو اُٹھائے گا وہی ہمارا خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنے البتہ ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پھر سب نے اُسکو قبول نہ کیا کہ اُٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ اور اس کو انسان نے اُٹھا لیا۔ یہ بڑا ہی ظالم ہے اور بے خبر۔ اس آیت شریفہ کی دو تشریح ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ کَانَ صیغۂ ماضی ہے۔ اور ظلوم بمعنے ظلمت و تاریکی اور جھول بمعنے نادانی و جہل۔ یہ دو وصف ہیں یعنے انسان امانت اُٹھانے سے پہلے تاریکی جہل میں تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ سب نے اس امانت یعنی عشق و محبت کے اُٹھانے سے انکار کر دیا ہے مجھ میں ایسا کونسا وصف ہے جو تو اس امانت کے اُٹھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے دل میں اپنے اسرار کی روشنی ڈالی۔ اور اُسنے فوراً ہی اس امانت کو اُٹھا لیا کہ اس میں اسرار ربانی ہے۔ اور دوسری تشریح اسکی یہ ہے کہ بجز انسان کے ان میں سے کوئی ایسا مرد میدان نہ تھا جو اس امانت کو اُٹھا سکتا کیونکہ یہ دو وصف ظلوم و جھول کے انسان ہی میں رکھے گئے تھے۔ اور جبکہ آسمانوں اور زمین اور پہاڑ وغیرہ میں یہ صفات رکھے ہی نہیں گئے تھے تو اس امانت کے متحمل کیونکر ہو سکتے تھے اس لئے سب نے انکار کیا۔ اور انسان سے تو آپس ہی کا معاملہ تھا۔ اور پہلے ہی باتیں ہو چکی تھیں اور اُس کو ان دونوں صفات میں کامل طور پر موصوف بھی کر رکھا تھا۔ اشارہ

له پ ۳ ع ۱۶ ۔ ٹه پ ۳ ع ۱۶ ۔ ٹه پ ۲۲ ع ۶ ۱۳

پانے ہی امانت کو اٹھا لیا ظلوم وجہول اس لئے کہا گیا ہے کہ اپنے نفس پر ظلم وجبر کر کے
اس امانت کی حفاظت بھی کر سکتا تھا اور نفس اور شیطان کے دھوکے میں آکر اسکی
حفاظت سے بے خبر اور غافل بھی رہ سکتا تھا۔ اسی سبب سے مستحق ثواب وعذاب ہوا
جب امانت اٹھا چکا تو پھر یہ حکم صادر فرمایا کہ[1] اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی
اَھْلِھَا یعنے اللہ تعالے تم کو حکم فرماتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو[2] وَبِعَھْدِ اللّٰہِ
اَوْفُوْا ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ اور اللہ کا حکم مانو یہ تم کو کہدیا ہے شاید کہ
تم یاد رکھو۔ اب حفاظت امانت ہر ایک فرد بشر پر واجب ولازم ہوگئی۔ اور یہ ظاہر ہے
کہ امانت وہی شخص سلامت پہنچا سکے گا جو پورے طور پر اسکی حفاظت کریگا یعنے عشق و
محبت کو بجز ذاتِ الٰہی کسی غیر جگہ صرف نہیں کرے گا سب سے پہلے ہمارے ہادی وآقائے
نامدار سرور انبیا خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتعلیم الٰہی باقامت تمام قرار[3]
کیا اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنے میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا خاص اللہ کے واسطے
ہے جو رب سارے جہان کا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ ہی مجھکو حکم ہوا ہے۔ اور میں
سب سے پہلے حکم بردار ہوں۔ اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں
پورا کر دکھایا چنانچہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی شاہد حال ہے۔ پھر اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کو حکم ہوا[4] یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ یعنے اے رسول پہنچا جو کچھ
اترا تجھ کو تیرے رب کی طرف سے۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو مخاطب
کر کے فرمایا[5] وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ
ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اور یہ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور مت
چلو کئی راہیں (یعنے نفس وشیطان کی راہ) پھر تم کو بھٹکا دینگے اس کی راہ سے۔ یہ
کہدیا ہے تم کو شاید تم بچتے رہو۔ جب انسان امانت اٹھا چکا اور حفاظت امانت کا عہد
وپیمان لے لیا گیا تو نفس وشیطان دو بادی چور جو ٹھگی اور رہزنی وفریب میں کامل عیار

۱ پ۵ ع۵۔ ۲ پ۸ ع۶ ۳ پ۸ ع۷۔ ۴ پ۶ ع۱۲۔ ۵ پ۸ ع۶

تھے ہر فرد بشر کے پیچھے لگا دیئے کہ ہاں سلامت لیجانے نپائے جس طرح ممکن ہو چھینو
تاکہ ہمارے دربار سے عزت و دولت پائیں۔ غرضیکہ یہ ہنگامہ جدال و قتال گرم ہوا
جو لوگ کہ باتباع رسول علیہ السلام اپنے نفسوں پر ظلم و جبر کر کے حفاظت امانت میں ہمہ
تن مصروف ہو گئے اور ہوشیاری کے ساتھ رہزنوں سے صحیح و سلامت بچکر نکل
گئے۔ اور امانت صاحب امانت کو بوقت طلب امانت بحفاظت تمام پہنچا دی تو ان کو
اس صلہ میں حضوری کا اختصاص ملا اور مراتب اعلیٰ پر پہنچکر دیدارِ خدا کا شرف حاصل
ہوا۔ اور جو لوگ کہ نفس و شیطان کے دھوکے میں آکر ان کی فرمائشیں پوری کرنے میں
مشغول رہے امانت میں خیانت کر بیٹھے تو وہ بقدر اپنی غفلت و خیانت کے عذاب الیم
کے سزاوار ہوئے۔ مخفی نرہے کہ امانت اٹھانے کے بعد انسان کے چار گروہ بن گئے
ایک وہ گروہ ہے جو نفس آمارہ و شیطان لعین کے دھوکہ میں آکر انکی فرمان برداری
میں بالکل مصروف و حفاظت و امانت سے بے خبر محض ہو گیا ہے۔ یہ گروہ کفار و مشرکین کا
ہے اور نفس اس کا امارہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ[1] یعنے تحقیق نفس البتہ کھینچ کر
لے جانے والا ہے برائی کی طرف اور خواہشِ نفس و شیطان اس گروہ کا معبود ہے اِلٰهَهٗ
هَوَاهُ اس گروہ کی مذمت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ
اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ
اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ[2] یعنے انکے دل ہیں۔ اُنسے سمجھتے نہیں اور انکی آنکھیں
ہیں اُن سے دیکھتے نہیں اور انکے کان ہیں اُن سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ ڈھوروں
کی مانند بلکہ اُن سے بھی گمراہ زیادہ وہی یہی لوگ ہیں غافل۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت
میں تین درجے یقین کے بیان فرمائے ہیں یعنے پہلے حق الیقین۔ پھر عین الیقین
پھر علم الیقین اور انکے آلے دل۔ آنکھ۔ کان ہیں۔ دل سے اصل حقیقت کو سمجھ
لینا اور آنکھ سے اسکی ظاہری صورت کو دیکھنا۔ اور کان سے اُسکے اوصاف سُننا
سو یہ کفار مشرکین احکام الٰہی کو نہ دل سے سمجھتے ہیں نہ آنکھ سے دیکھتے ہیں نہ کان

---

[1] پ ۱۳ ع ۱۔ [2] پ ۹ ع ۱۲

سے سنتے ہیں یقین کے اِن تین مدارج میں سے ایک کو بھی حاصل نہیں کرتے۔ یہ لوگ ڈھوروں سے بھی بدتر ہیں اور حفاظتِ امانت سے بالکل بے خبر و غافل۔ باوجودیکہ اُسی کی یاد دہانی کے واسطے رسولوں کو وقتاً فوقتاً بھیجا گیا۔ مناسب تو یہ تھا کہ بغیر حجت و تکرار رسولوں کی زبان سے احکامِ الٰہی سنتے دیکھتے اور بہ یقین دل مان کر امانتِ الٰہی کی حفاظت کرتے۔ لیکن یہ کفار و مشرکین دل سے سمجھنا تو درکنار پھر کر دیکھتے بھی تو نہیں بلکہ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اِن سے تو ڈھور ہی اچھے ہیں کہ کہنے کو مان جاتے ہیں۔ اِن میں اتنی قابلیت بھی نہیں اور کیونکر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ[1] یعنے اور بنائی ہمنے اِنکے آگے دیوار اور انکے پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانپ دیا۔ سو اُن کو نہیں سوجھتا۔ یہ گروہ روح القدس کی روشنی سے محض بے نصیب و شیطانی ظلمت سے بالکل گھرا ہوا ہے۔ یہ خیانتی گروہ مستوجب عذاب عظیم ہے۔ اور باقی تین گروہوں کو جنھوں نے علیٰ قدر مراتب استعداد امانتِ الٰہی کی حفاظت میں کوشش کی ہے اِس آیت میں بیان فرمایا ہے ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ[2] یعنے پھر ہمنے کتاب (یعنی شرائط و لوازم امانت) کے وارث کئے وہ لوگ جن کو برگزیدہ کیا اپنے بندوں میں سے پھر اُن میں سے بعضے ظالم لنفسہ ہیں اور اُن میں سے بعضے میانہ رو ہیں۔ اور اُن میں سے بعضے آگے بڑھ گئے لیکر خوبیاں اللہ کے حکم سے یہی ہے بڑی بزرگی۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ نجات کے تین گروہ علیٰ ترتیب مدارج ثلاثہ یقین بیان فرمائے ہیں۔ اوّل گروہ صاحب علم الیقین جو ظالم لنفسہ ہیں جن میں روح القدس کی روشنی اور شیطان کی ظلمت و نفس امارہ کی اَمارگی غالب ہے۔ اِس میں دو درجے کے لوگ ہیں۔ ادنیٰ و اعلیٰ۔ اِس گروہ کو ظالم لنفسہ اِس لئے کہا گیا ہے کہ احکامِ الٰہی کو سنکر نفس پر ظلم و جبر کرتے ہیں اور نفس امارہ

[1] پ ۲۲ سورہ یٰسین ع ۱۔ [2] پ ۲۲ ع ۱۶ *

وشیطان لعین کی مخالفت کر کے کسی قدر امانت کی حفاظت کرتے ہیں یہ ادنے درجے کے لوگ ہیں اور بعض اس گروہ میں سے ایسے ہیں کہ شریعت میں استقامت کر کے اعمال و افعال میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس گروہ کا نفس لوامہ ہے نیکی کم بدی زیادہ اور بدی کرنے کے بعد ملامت کرنا اس کا کام ہے یہ دوئم درجہ کے لوگ ہیں۔ اور بعض وارثان کتاب میں سے جن کا نفس حالت میانہ روی میں ہے یہ وہ گروہ ہے جس میں روح القدس کی روشنی اور شیطانی ظلمت بدرجہ مساوات ہے اور ارادہ نیکی بدی مساوی یعنی بعض وقت ان کا نفس فرمانِ آلہی کو بخوشی خاطر بجالاتا ہے اور بعض وقت حفاظت امانت کا کام باکراہ وجبر لیا جاتا ہے۔ اور متقی سالک راہ طریقت جو عین الیقین کے درجہ میں ہیں اس گروہ کا نام مقتصد ہے یعنی میانہ رو اور نفس اُن کا مطمئنہ ہے یعنی اطمینان دہندہ۔ کما قال اللہ تعالیٰ يَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ یعنی اے نفس مطمئنہ خوش رہے تو پسند کیا گیا پس داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں یعنی اس عین الیقین کے مرتبہ سے ترقی کر کے خاص بندگان خدا میں داخل ہوجا جو حق الیقین کے مرتبہ میں پہنچ گئے ہیں اور مستحق دیدار آلہی ہیں اسی کا نام جنت آلہی ہے۔ اور وارثان کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ اپنے نفسوں کو خاص خدائے تعالیٰ کی محبت میں مجاہدات شاقہ پر ڈال کر حق الیقین کے اعلیٰ مراتب میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس گروہ میں روح القدس کی روشنی بہت زیادہ اور نفس وشیطان کی بدی بہت ہی کم بلکہ روح القدس کی روشنی غالب آکر سراسر خیر وبرکت ہو کر حق الیقین کے اعلیٰ درجہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اور نفس پر کلیتہً فتحیاب ہو کر خوبیوں میں آگے نکل گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری ان کی راحت جان بن گئی ہے یہ اخص بندگان آلہی ہیں بے ہیں اس گروہ میں بھی ادنے واعلے درجہ کے لوگ ہیں یعنی اولیا اور انبیا نفس اُن کا ملہمہ ہے یعنی دیدار آلہی کا الہام کرتا اور وصال کی خوشخبری دیتا ہے اس گروہ کا نام سابقٌ بالخیرات ہے ان کا مرتبہ قرب کا ہے۔ بجز وفانی وبحق باقی۔ اس مرتبہ کو بقا باللہ کہتے ہیں ؏

ع۱ پ۳۰ ع۱۴ سورہ فجر ۱۲

گم شدم در خود نمے دانم کجا پیدا شدم	شبنمے بودم بدریا غرقہ دریا شدم
سایہ بودم ز اوّل بر زمین افتادہ خوار	راست کان خورشید پیدا گشت من پیدا شدم

اس گروہ کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی تحقیق موحدین و عاشقین وصال و کشادگی میں ہیں مقام راستی میں نزدیک بادشاہ قدرت والے کے صاحب تفسیر بحر الحقائق نے لکھا ہے کہ مقعد صدق مقام وحدت و قربت ہے کہ جس کا ثبوت کلمہ عِنْدَ سے پایا جاتا ہے اور تفسیر کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ کلمہ عِنْدَ تقریب و تخصیص پر دلالت کرتا ہے اور یہ وہ مقام ہے کہ جس کی نسبت رسول صلعم نے فرمایا ہے اُبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ یعنی میں مہمان ہوتا ہوں نزدیک اپنے پروردگار کے مجھ کو وہ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ۵

اے محرم سر لایزالی	مرآۃ جمال ذوالجلالی	مہمان ابیت عند ربی	صاحب دل الانیام قلبی
از قربت حضرت الٰہی	ہستی شاپہ کہ خواہی	قربے کہ عبارتش نسنجد	در حوصلۂ خرد نگنجد
گم گشتہ بود عبارت آنجا	ہرگز نرسد اشارت آنجا		

اور یاد رہے کہ حق الیقین کے بے انتہا مدارج و مراتب ہیں انبیا علیہم السلام اس یقین کے اعلےٰ مدارج میں علےٰ قدر استعداد پہنچے ہیں اور اولیاء اللہ اُن کے ماتحت رہتے ہیں خدا کے فضل سے حق الیقین کے کسی درجہ پر پہونچ جانا بس یہ ہی بڑی بزرگی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ پھر اللہ تعالیٰ ان تینوں گروہ کی تحریص کے لیئے فرماتا ہے۔ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی کیوں نہیں جس نے اپنی ذات کو اللہ کے تابع کر دیا وہ محسن ہے پھر اس کے واسطے اجر ہے اس کے رب کے پاس اور نہ خوف ہے ان پر نہ کوئی غم۔ یعنی پکا مسلمان وُہ ہے جو اپنی ہستی کو مع جمیع اعتقادی و عملی طاقتوں کے خاص خدائے تعالےٰ کے سپرد کر دے اعتقادی طاقت کے یہ معنے ہیں کہ اس بات کو بہ یقین کامل جان لے کہ درحقیقت یہ تمام قولائے وجود خداوند کریم کی خاص رضامندی و طاعت و محبت و عشق و شناخت کے لیئے جس کا دوسرا نام امانت

رکھا گیا ہے پیدا کئے گئے ہیں اور عملی طاقت کے یہ معنے ہیں کہ حقیقی نیکیاں جن کو ہم دوسرے لفظوں میں حفاظت امانت سے تعبیر کرتے ہیں جو ہر ایک قوّت کے متعلق اور توفیق آلہی سے وابستہ ہیں خالصۃً للہ ایسے ذوق وشوق وحضور قلب سے بجالائے کہ گویا اپنے معبود حقیقی کو دیکھ رہا ہے پس جس کی اعتقادی وعملی نیکیاں اس درجہ محبت ذاتی وجوش طبعی پر مبنی ہونگی عند اللہ وہی مستحق اجر عظیم ہے یعنی نقد نجات اُس کو حاصل ہے نہ اُس کو کچھ خوف ہے نہ کوئی غم۔ کیونکہ جب انسان ذات وصفات آلہیہ میں موافقت تامّہ پیدا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے رنگ میں غوطہ دیدیتا ہے اور رنگِ آلہیٰ اسکی عبودیت کو ڈھانپ لیتا ہے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ [1] یعنی ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی سچے امانت دار۔ جب اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھ گیا تو بس اُسی کا نام نجاتِ کامل ہے۔ پس پہلی آیۃ کا یہ جملہ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ فنا کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی جس نے من کل الوجوہ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور اپنا کچھ اختیار باقی نہ رکھا کالمیّتِ بیدِ الغسّال بس اسی کا نام فنافی اللہ ہے اور وَهُوَ مُحْسِنٌ کا جملہ مرتبہ بقا کو بیان کرتا ہے یعنی جب فنافی اللہ ہو کر خدائی رنگ میں غوطہ لگا لیا تو وہ محسن یعنی درجہ بقاباللہ میں ہے از خود فانی بخدا باقی۔ اللہ تعالےٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حالت کو بیان فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور نہیں پھینکا تو نے (اے رسول) جبکہ تو نے پھینکا ولیکن اللہ نے کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالی یعنی اس وقت تو از خود نہیں تھا بے جود تھا بلکہ تو خدائی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا تو میں تھا۔ بھلا جائے غور ہے کہ ایک مشت خاک ہر فرد کفّار کی آنکھوں میں پڑ جائے اور کوئی جانور بھی نہ بچ سکے اور کفّار سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلیں یہ خدائی رنگ کی قوت نہیں تھی تو اور کیا تھا۔

آپ کرتے ہیں جہان کا نام ہے	آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے

اس مرتبہ میں ذاتِ حق فاعل ہے اور بندہ اُس کا آلہ۔ پھر اگلے فقرات اس آیۃ کے تا آخر آیۃ بقاباللہ پر دلالت کرتے ہیں یعنی جب انسان فنافی اللہ سے بقاباللہ کیجانب عبودیت

[1] پ ۱ ع ۱۶

کی حالت میں عود کرتا ہے اور اپنے معبود کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو لبقا باللہ سے
مشرف ہوتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت کاملہ کا نام احسان رکھا ہے۔
کَاَنَّکَ تَرَاہُ یعنی عبد عبادت کے وقت اپنے معبود کو گویا دیکھ رہا ہے اسی کا نام بقا
باللہ ہے اُس وقت اُس کے لیے اجر ہے اُس کے رب کے پاس یعنی دیدار اور
اُن پر نہ کچھ خوف ہے نہ کوئی غم کَاَنَّکَ تَرَاہُ اس واسطے کہا گیا ہے کہ کما حقہ
خدائے تعالےٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ یہ محاط وہ محیط یہ قطرہ وہ دریا پس قطرہ دریا پر کیسے
حاوی ہو سکتا ہے ایسی حالت والے کے واسطے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ
الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ
جَنَّتِیْ یعنی اے نفس مطمئنہ پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی
پھر مل میرے بندوں میں (یعنی اب تو ہمارے بندوں میں شامل ہو جس کا صلہ دیدار ہے)
اور داخل ہو میری بہشت میں یعنی میرے رنگ میں آ اور دیدار پا۔ کیونکہ نور آفتاب نظر میں سمائے
تو نور نظر آئے باز آمدم بر سر مطلب۔ جب انسان امانت الٰہی اٹھا چکا یعنی اسباب کو قبول
کر لیا کہ میں قرار کے موافق پورے طور پر عمل کروں گا اور راز مخفی کو ظاہر نہ ہونے دوں گا اور
امانت کو بحفاظت تمام آپ کے پاس پہنچا دوں گا تو حکم ہوا کہ جاؤ رخصت خدا حافظ و ناصر ہے

بسفر رفتنت مبارک باد		بسلامت روی و باز آئی

یہ مسافر آمادہ سفر ہو کر منتظر خطاب و خلعت ہوا پس وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ کا خلعت اور
اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ کا خطاب عنایت فرمایا ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ یعنی
پھر ہم نے اُس کو پھینک دیا نیچوں سے نیچے یعنی آخر تعین و تنزل میں جو سب سے اسفل درجہ ہے
جس کو عالم ناسوت یا عالم اجسام کہتے ہیں پھینک دیا جس کی تفصیل و تشریح عنقریب آئیگی
جب اللہ تعالےٰ نے انسان کا اظہار کرنا چاہا تو ملائکہ کو حکم ہوا کہ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ
فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ یعنی میں بناتا ہوں ایک انسان
مٹی کا اور پھر میں جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی جان تو تم گر پڑو اُس کے

لہ ف ۳۰ ع ۱۴، ۲ ہ پ ۱۵ ع ۷، ۱۲ ۳ ہ پ ۳۲ ع ۱۲ ۴ ہ ف ۳۰ سورہ طین ع ۱ ۵ ہ پ ۳۳ ع ۱۴، ۱۲

آگے سجدہ میں یعنی جب میری جان اس میں پہنچ جائے تو تم اس کو فوراً ہی سجدہ کرنا کہ دراصل وہ میں ہی تو ہوں گا سب ملائکہ اُس کے منتظر ہوئے کہ وہ نائب ذی شان عالم امر سے کب تشریف فرمائے عالم ظہور ہونے ہیں اِنِّیْ خَالِقٌ شرف علت فاعلی کی طرف اشارہ ہے اور بَشَرًا علت صوری اور مِنْ طِیْنٍ علت مادی اور فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ تا آخر آیہ علت غائی اور علت شرف کو دانا خوب جانتے ہیں ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ یادگار ہے یاد رکھنے والوں کو وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ یعنی اور شروع کے انسان کی پیدائش ایک گارہ سے یعنی پھر مٹی کی مورت بنائی اور جب نقشہ ازلی کے موافق یہ طلسم خاکی بنیاد تیار ہو گیا تو اس منقش و مزین پتلہ کے دل میں اپنی روح پھونکی اور آنکھ بچا کر تخت شاہی پر خود ہی جلوس فرمایا اور شہ نشین کے عین حجر و کون میں سے ملائکہ کو حکم ہوا کہ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ یعنی پس گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں ؎

آن کس کہ خاک ما را گل کرد و خانہ ساخت	خود در میان در آمد و ما را بہانہ ساخت

واہ سبحان اللہ کوزہ میں سمندر کا سما جانا اسی کا نام ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ یعنی پھر سجدہ کیا سب فرشتوں نے مگر ابلیس نے نہ کیا اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین سے دریافت فرمایا کہ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ یعنی اے ابلیس تجھ کو کیا اٹکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اُس چیز کو جو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنائی ہے یعنی جلال و جمال سے اور یہ ہی دونوں صفات اُس میں رکھے ہیں مگر کسی وجہ سے چوکڑی بھول کے انکار کر بیٹھا اور یہ نہ سمجھا کہ سجدہ تو مکین و جان کو ہے جو روح سرکاری اوّل و آخر ظاہر و باطن ہے نہ مکان کو جو حادث و فانی ہے البتہ ذاتِ الٰہی اور جانِ الٰہی میں نام کا فرق ضرور ہے جیسے دریا و قطرہ اس کے سوا اور فرق کچھ بھی نہیں دانا داند و بینا بیند مگر اس انکار میں بھی ایک بھید ہے جس کا اظہار نا جائز ہے اللہ اکبر اس گنج مخفی كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا کے لیے یہ خاکی طلسم کس خوبی اور ترتیب گم کردہ راہی سے مرتب کیا ہے اور کیا لطیف بہروپ بدلا ہے کہ جس میں بڑے بڑے دانشمند و صاحب علم خصوصاً معلم الملکوت جیسے دھوکا کھا گئے رباعی

بدلا نہیں کوئی بھیس ناچاری سے
ہر رنگ ہے اختیار سرکاری سے
بندہ شاہد ہے اور طاعت زیور
یہ سوانگ بھرا گیا ہے عیاری سے

اور دہو کہ نہ کھائیں تو تعجب ہے کہ اوّل ایک مٹی کا پتلہ بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں سے سجدہ کروایا اور اپنی صفاتِ خاص یعنی حیات وعلم وارادہ وقدرت وسمع وبصر وکلام سے موصوف کر کے اِس کا نام انسان وبشر وآدم رکھا سب نے اس کو تماشا اور یہاں مٹی کا سوانگ خیال کیا تھا لیکن جب اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ کا خطاب اور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا کا خلعت عنایت ہونا معلوم ہوا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ ہیں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ ؎

اخفا کے لیئے ہے اِس قدر جوش وخروش
یہاں ہوش کا مقتضا ہے بنا مدہوش
حسنِ ازلی تو ہے ازل سے ظاہر
یعنی ہے تجلیوں میں اپنی روپوش

پس قیدِ جسمانی وحجاب جہل وغیریت اعتباری کے لباس میں زمین پر اعتباراً ومجازاً بھیج دیا گیا ورنہ نہ کہیں سے آیا نہ گیا جہاں کا تہاں اور جوں کا توں موجود ہے۔ واہ سبحان اللہ اِس طلسمِ خاکی نہاد میں کس خوبی کے ساتھ بطون سے ظہور میں جلوہ آرا ہوئے اور کیسی ٹٹی کے آڑ میں شہ نشین کے جھروکوں میں سے دیدار بازی ہو رہی ہے۔ ہائے۔ ؎

دیدار مے نمائی وپرہیز مے کنی
بازارِ خویش وآتشِ ما تیز مے کنی
بااین ہمہ سادگی ہے پرکاری بھی
شوخی بھی ہے اُس میں اور عیاری بھی
چھپ چھپ کے ہے تاک جھانک اپنی کرتا
اس سے کوئی سیکھ جائے مکاری بھی
حسن نہ آنست کہ ماند نہاں
گرچہ بود پردہ جہان در جہان

جبکہ وُہ ماہ دل فروز صورت مہر نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ میں منہ چھپائے کیوں

اگر کبھی انسان اپنی اصلی حالت اور سرِ انسانی کا پرتو کچھ بھی معلوم کر لیتا ہے تو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اور اَنَا الْحَقُّ وغیرہ کہہ اُٹھتا ہے۔ ؎

بہر طرف نگری صورتِ مرا بینی
اگر بجوز نگری یا بسوئے این شروشور
ز احولی منگر ہر دو چشم نیکو کن
کہ چشم بد بود امروز از جمالم دور
بصورت بشرم ہان وہان غلط نکنی
کہ روح سخت لطیف است وعشق سخت غیور

زما حکایت عنقا بجا کنی باور	ترا بقاف چو ہرگز نبودہ است گذر

پس اگر یہ دعوٰئے قید جسمانی و تعینات صوری میں کرتا ہے تو وہ نافرمان و منکر و کافر و ملعون و مردود کہلاتا ہے کیونکہ راز مخفی کو ظاہر کرتا ہے جیسے فرعون و نمرود و شداد وغیرہ ہیں لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور اگر تعینات صوری و قید جسمانی کو توڑ کر شراب معرفت کی مستی میں نعرہ انا الحق لگاتا ہے تو حالت سکر کے اعتبار سے اُس کو معافی کا حکم دیا جاتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے صاحب سُکر کو مرفوع القلم کر دیا ہے اور یہ لوگ عارف کہلاتے ہیں چنانچہ بزرگان دین کی زبانِ مبارک سے اس قسم کے الفاظ بہت کچھ سرزد ہوئے ہیں۔ جو آیندہ کسی موقع پر تحریر میں آئیں گے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ مگر جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں سو اُن کو نیگ ہے بے انتہا یعنی جس نے اعتقادی و عملی نیکیاں اپنے جوشِ طبعی و شوق قلبی سے حفاظت امانت کیلئے کیں اور توحید و معرفت حاصل کرکے حجاب جہل کو پھاڑا اور تعینِ اعتباری و غیریت مجازی کو توڑ کر خودشناسی و عرفان ذات حاصل کرکے سراِ الٰہی سے واقف ہو گیا تو اُسکے لئے وصالِ بے زوال ہے اور جو نفس و شیطان کے دھوکے میں گرفتار ہو کر غفلت و جہل کی وجہ سے امانت الٰہی میں خیانت کر بیٹھا اور توحید و معرفت و خودشناسی سے محروم رہا تو وہ ہمیشہ مبتلائے فراقِ ابدی رہیگا وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا یعنے اور جو اس جہان میں اندھا ہی سو وہ پچھلے جہان میں بھی اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے یعنی جو یہاں توحید و عرفان حاصل نہ کر سکا اور دیدار الٰہی سے مشرف نہ ہوا تو وہ وہاں بھی دیدارِ الٰہی سے محروم و محجوب رہے گا کیونکہ عشق و محبت جو امانتِ الٰہی تھی غیر جگہ ضائع کر بیٹھا۔

فصل دوم دربیان وحدتِ وجود و وحدتِ شہود

واضح ہو کہ تنزلات خمسہ احدیت ذات یعنی۔ وحدت و واحدیت و ارواح و مثال۔ و اجسام میں صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو گروہ ہیں ایک گروہ تو ہمہ

سلہ نپ ۳ع ۲۰ - ۱۲ سلہ پ ۱۵ - ۸ع ۱۲

وحدت وجود و وحدت شہود

اوسط فرماتا ہے اور گروہ ثانی ہمہ از وست گروہ اوّل کا نام وجودیہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ کو عین ذات قرار دیتے ہیں اور دوسرے کا نام شہودیہ ہے اور اُس گروہ کے نزدیک صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات بلکہ زائد بر ذات وحدت و واحدیت میں سب کا اتفاق ہے اور ثلاثہ تنزلات اخیرہ یعنی ارواح ومثال واجسام میں اختلاف اور ہر ایک گروہ اپنے مدعا کو معقول ومنقول سے ثابت کرتا ہے پس اِس مقام پر چند اقوال محققین کے دربارہ وجود وشہود نقل کئے جاتے ہیں تاکہ طالب صادق کو بصیرت حاصل ہو اور منکشف ہو جاوے کہ مقصود ہر دو گروہ کا اثبات وحدانیت ذات واحد ہے نہ غیر۔ چنانچہ حضرت مرزا جانجانان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں کہ لفظ نسبت در اصطلاح صوفیہ چہ معنی دارد تحریر فرماتے ہیں۔ بدآنید کہ نسبت در لغت عرب عبارت است از علاقہ بین الطرفین و در اصطلاح این قوم مراد است از علاقہ کہ میان حق جلشانہٗ وخلق واقع است کہ متکلمین تعبیر میکنند ازان بصانعیت ومصنوعیت چون نسبت کلال با کوزہ واز ظاہر کتاب وسنت ہمین معلوم میشود وصوفیہ اگر وجودیہ اند تعبیر ازان نسبت بظہور وحدت در کثرت مے کنند مثل ظہور آب در صور موج وحباب ومے گویند کہ این کثرت مزاحم وحدت حقیقی مطلق نیست وحاصل این تعبیر اثبات عینیت تعلق است با حق واین معنے را تاویلات وتمثیلات مشروع ومعقول مے سازند واگر شہودیہ اند نسبت اصل با ظل چون نسبت اضوائے منبسطہ شمس با شمس مے فرمایند وظل این جا بمعنی تجلی است یعنی ظہور شئے در مرتبہ ثانیہ وظاہر است کہ این کثرت وجودات ظلی مخل وحدت وجود حقیقی اصل نمے تواند شد این قدر فرق است میان تعبیر اوّل وثانی کہ ہر چند ظل را حقیقتے دیگر غیر از حقیقت اصل او نیست ہمان اصل در مرتبہ ثانی ظہور کردہ خود را ظل وا نمودہ است اما حمل مواطات یکے بر دیگرے این جا صحیح نیست ودر امواج ودریا صحیح است پس شہودیہ باین تعبیر من وجہٍ اثبات غیریت مے کنند بطورے کہ در توحید وجود حقیقی ظل نکند واین معنے از کتاب وسنت بآسانی مے توان استنباط کرد وتصویر معنی نسبت بطور اوّل از کتب صوفیہ وجودیہ باید دریافت وبطور شہودیہ این است کہ نزد ایشان حقائق ممکنات در مرتبہ علم آلٰہی مرکب اند از عدم ووجود۔ باین معنی کہ اعدام اضافیہ یعنی عدم العلم کہ معبر است بجہل

جواب میرزا جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وعدم القدرت کہ معبر است بعجز وغیرہا کہ مفہومات متمائزہ دارند وثبوتے در مرتبہ علم الٰہی پیدا
کردہ اند ومرایائے صفات حقیقیہ کہ مقابل آن عدمات اند گردیدہ وانوار آن صفات دران
مرایا منعکس گشتہ واین مخلوطہا مبادی تعینات عالم شدہ اند پس نزد ایشان اعیان ثابتہ
فی العلم مرکب اند از اعدام اضافیہ وظلال صفات حقیقیہ ومرایائے خارج ظلی کہ ظل خارج
حقیقی ست مصدر آثار خارجیہ گشتہ پس اعیان خارجیہ نزد ایشان بوجود ظلی موجود اند نہ بوجود حقیقی
ودر خارج ظلی متحقق اند نہ در خارج حقیقی کہ موطن تحقق وجود حقیقی است ودر عالم ہرچہ ہست از وجود
وتوابع آن ظلال وانعکاسہا مستفاد ست از حضرت وجود جلشانہ فَلَا مَوْجُودَ بِالْوُجُودِ الْحَقِيقِيِّ فِي الْخَارِجِ
الْحَقِيقِيِّ إِلَّا اللهُ فہذا ہو التوحید وچون عدم منشا شر ونقص است ووجود مبدا خیر وکمال وعالم
مرکب است از عدم ووجود بلکہ عدم ذاتی اوست ووجود عاریتی ووجود حق بسیط وخیر وحسن محض است
وعین عالم نمی تواند شد ناچار عالم مجموعہ حسن وقبح خواہد بود اما وجود حسن ہمہ مستفاد ست از حضرت وجود
وجہات قبح ہمہ حاصل از طرف عدم پس ہرگاہ سالک بقوت استعداد خود وجذب مشائخ کہ ظل جذبہ
الٰہی ست بسیر علمی از حضیض امکان باوج وجوب قطع مسافت کہ عبارت ست از خرق حجب ظلماتی
ونورانی کہ موافق حدیث درمیانہ حق وخلق واقع است فرماید فیوض وبرکات آن نسبت محاذات
کہ درمیانہ ظاہر ومظہر متحقق بودہ برفع این حجب کہ مانع ظہور انوار شمس حقیقی ومرآۃ تعین سالک بودند
تمام بظہور می رسد واستیلائے آن انوار آن آئینہ را مستور میسازد این حالت را بہ نسبت فنائی
تعبیر می کنند وبعد فنا لازم است کہ وجود موہوب از جناب اقدس مناسب ہر مقام عطا می فرمایند تا
سالک بآن وجود کارخانہ بشریت واحکام شریعت را برپا تواند داشت آنرا نسبت بقائے میگویند
پس سالک اگر خرق حجب ظلمانی ونورانی تماما طے کردہ واز تجلیات صفات وشیونات گذشتہ
بتجلی ذات بحت مشرف شدہ وزمان نبوت باقی است نبی میگردد وبدرجہ عصمت کہ عبارت است از عدم
احتمال صدور شر می رسد وگرنہ بقدر طے مسافت از امکان بسوئے وجوب از عدم کہ شر صرف است
دور تر می افتد بوجود حق کہ خیر محض ست نزدیکتر می گردد وچون ظلمات عدم در استیلائے انوار وجود
مضمحل گشتہ است بیشتر مصدر خیر میشود اما باحتمال وقوع شر احیانا ولی ونائب نبی میگردد وتربیت واصلاح
بنی نوع خود می کند این است معنی آنچہ میگویند کہ انبیا معصوم اند واولیا محفوظ واین ست معنی ظہور

نسبت که در اصطلاح این قوم است بر سبیل ایجاز مشرب صوفیه شهودیه مجددیه رحمهم الله والسلام
ایضاً۔ برخوردار التصویر مسئلهٔ حارت وجود حسب التماس شما مرقوم می گردد۔ بدانند که در شرح
کتاب مراتب ستة می نویسد که حق تعالی العلم قایم خویش حقایق کلیه و جزئیه را میداند است و علم الشئ
مستلزم وجود آن شئ است در علم پس باید که اشیا بتمامها موجود علمی ازلی باشند و ازین راه است
که صوفیه باعیان ثابته فی العلم قایل اند و چون در وجود اشیا در مرتبه علم که نزد قوم مسمی است
بباطن وجود تقدم وتاخر زمانی نیست بخلاف وجود خارجی که تقدم وتاخر بدیهی است باید که وجود
علمی غیر وجود خارجی باشد۔ و باید که مقدم بران بود مانند تقدم اصل بر فرع۔ و تقدم ذی ظل بر ظل و کیفیت
صدور وجود خارجی اشیا از وجود علمی آنها آنست که چون حق تعالی میخواهد که صورتی را از صور علمیه در خارج
که عبارتست از وجود منبسط که مسمی است نزد قوم بظاهر وجود موجود گرداند و آثار مطلوبه آن صورت را از ان
صورت بظهور آرد در میانه آن صورت و نور این وجود تعلقی معلوم الانیة مجهول الکیفیة پیدا می کنند و مرات وجود منبسط
بظل و عکس آن صورت منطبع میشود بطوری که آن انطباع بر هم زدن اطلاع وجود گردد و لله المثل الاعلی چنانچه
عکس ابروی زنت مقابله مرات در مرات پیدا میشود و مرات باین مطلوب گردد و عقل سلیم بعد از صحیح صورت مرئیه را
در آئینه و بر آئینه نمی تواند گفت که آنجا دخول است و نه ارتسام۔ اگرچه بظاهر در فهم عوام صورت مرئیه
و وصف مرئیه در یک تصرف است که مرآة باشد و بحسب حقیقت هر یکی از صورت و مرآة آئینه بهمدیگر
یعنی شکل و لون صورت از مرآة پیداست و تقعر و تحدب مرآة از صورت هویداست مولنا جامی
در مراتب ستة میفرماید اگر وجود را مرات اعتبار کنند ظاهر در وی آثار و احکام صور علمیه است لان
الاعیان الثابتة فی العلم ما شمت رائحة الوجود فی الخارج و اگر صور علمیه را مرات قرار
دهند ظاهر در وی تجلیات اسمای صفات و شیونات حضرت وجود است نه وجود بعینه چنانچه
شان مرآة است گویی خزانه علم اشیا صفحه منقوش شئی است و وجود منبسط بجای آئینه صیقلی در مقابل
آن نه نقشی از ان صفحه بر آمده و نه صورتی در مرآة وجود در آمده که خروج صورت علمیه از مرتبه
علم مستلزم جهل است و دخول صورت در مرات وجود موجب قیام حادث بقدیم و این هر دو محال
است پس در میانه باطن وجود و ظاهر وجود از انعکاس آثار و احکام طرفین طلسمی است برپا که معبر است
در اصطلاح قوم بمرتبه وهم و دایره امکان که متضمن تنزلات ثلثه امکانیه است از تنزلات خمسه مشهوره

یعنی تنزل روحی و مثالی وجسدی چنانکہ مرتبہ علم واجبی متضمن دو تنزل وجوبی ست یعنی وحدت و واحدیت کہ عبارت است از ملاحظہ او سبحانہ شیونات صفات خود را اجمالاً و تفصیلاً در مرتبہ علم و میگویند کہ در خارج غیر وجود واحد ہیچ شئے را تحققے و ثبوتے نیست و این کثرت مرئیہ در مرتبہ وہم کائن است و حکمت بالغہ این وہم را اتقانے دادہ است و بنائے آثار ابدی بران نہادہ نہ وہمی ست کہ برفع وہم مرتفع گردد و مراد قوم از اطلاق وہم براین مرتبہ آنست کہ این کثرت را تحققے دیگر نیست ہمان وجود واحد در این مرأت وجود منبسط تجلیات شدہ است منشار تعدد و تجلیات تکثر شیونات است کہ در حضرت وجود مندمج بودہ اند و در مرتبہ علم منفتح شدہ مثل انفتاح شجر از بذر حقائق ممکنات گردیدہ است و عکوس آن حقائق در مرأت وجود منبسط افتادہ و مسمی بعالم شدہ و چون وجود وہمی اشیا حقیقتے دیگر ندارد بلکہ عکس وجود علمی است و در نفس الامر ہمان وجود علمی موجود اند از مرتبہ علم بر نیامدہ اند چنانچہ مذکور شدہ و علم صفتے از صفات الٰہی ست و صفات عین ذات اند بنزد علم صوفیہ و جودیہ پس باین تقریر وجود اشیا عین وجود حق باشد چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ میفرماید اِنْ شِئْتَ قُلْتَ حَقٌّ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ خَلْقٌ و ثابت شد کہ غیر از وجود واحد در خارج موجودے نیست و این ست معنی وحدت وجود این معنی مکشوف و مشہود این حضرات است رحمۃ اللہ علیہم +

ایضاً حضرت مظہر جانجانان صاحب بجواب سائل تحریر فرماتے ہیں۔ کہ علم بر دو قسم است حضوری و حصولی۔ لازم نفس عالم ست یا عین اوست چنانچہ علم نفس بخود و خواص خود و حصولی حصول صور معلومات ست در مرأت ذہن بتوسط عقل و حواس و سالک کہ بسیر علمی از حضیض امکان باوج وجوب عروج نماید۔ این علم از قبیل علم حضوری ست نہ حصولی۔ و کیفیت تعلق علم حضوری عارف بجناب الٰہی آنست کہ نزد صوفیہ وجود اشیا ظلی ست نہ حقیقی یعنی این کثرت کہ مرئی می گردد ظلال حضرت وجود حقیقی اند و در خارج غیر وجود واحد تحقق نیست و تعدد و تکثر ظلال از راہ تکثر شیونات وجود ست و ظل تا وقتیکہ از اصل خود غافل ست و از ظلیت خود آگاہ نیست وجود مستقل برائے خود در نظر ثابت میکند و در عین تکلم بلفظ انا اشارہ بہمان وجود وہمی مینماید۔ چون قطع این مسافت اصطلاحی قوم کہ عبارت ست از رفع حجب نورانی و ظلمانی بین الحق والخلق کہ از حدیث ثابت است میسر میگردد و با اصل خود واصل میشود خود را پیش از ظل آن اصل نمی بیند و وجود و توابع آن را

مستعار از اصل پیدا اند و دریابد کہ ظل را حقیقتے علیحدہ نیست بلکہ ہمان اصل در مرتبہ ثانی بتعین ظلی ظہور کردہ است واضح میشود کہ مشار الیہ مرجع آنا در نفس الامر اصل است نہ ظل آنگاہ علم حضوری او کہ لازم این تعین ظلی او بود متعلق باصل میگردد و اشارہ بلفظ آنا اولاً راجع میشود باصل و چون این اعتباری است از اعتبارات اصل ثانیاً آن آنا رجوع بظل میکند و چون این حالت مستمر میگردد آنرا دوام حضور گویند و این حضور را بعد تحقق فنا و زوال نیست و اگر گاہے فتورے درین حالت رو میدہد فترت در علم العلم واقع نہ در عین علم حضوری و علم حصولی عارف مثل عوام الناس باقی میماند زیرا حواس باقی است کہ تمشیت امور بشری موقوف بر آن است و این علم را اصلاً در جناب قدس بار نیست کہ حواس را دران بارگاہ دخلے نہ و منشا این اشتباہات این است کہ ذہول علم العلم را فنور علم حضوری دانستہ منکر دوام حضور میشوند حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرمودہ است اُصَلِّیْ وَاُجَهِّزُ الْجَیْشَ اشارہ باین ہر دو علم است کہ تجہیز جیش تعلق بعلم حصولی دارد و حضور در صلوٰۃ از قبیل علم حضوری است و ظاہر کہ صلوٰۃ آنجناب البتہ بے حضور نخواہد بود و تدبیر جہاد بے تصور اسباب صورت نمی گیرد پس تا ہر دو قسم علم جمع نشوند این ہر دو کار کہ تداخل عبادتین است در یک جزو زمان از نفس واحد متمشی نمیتواند گشت۔ و معنی قول خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ صحیح نمیتواند شد فافہم والسلام۔

ایضاً انکار حضرت مجدد رحمہ بر توحید وجودی نہ مثل انکار علما ظاہر است بلکہ از مقامی کہ وجودیہ تکلم می کنند تصدیق و تسلیم آن می نمایند این قدر ہست کہ مقصود اصلی را فوق این مقام میفرمایند۔ و غیریتی فی الجملہ بین الحق و الخلق بنہجے کہ مخل وحدت وجود حقیقی کہ متحقق در خارج حقیقی است نگردد ثابت می کنند بخلاف وجودیہ کہ او میان حق و خلق عینیت اثبات میکنند و تصویر مسئلہ وحدت وجود و شہود در مکتوب دیگر نوشتہ شد۔ والسلام

ایضاً باید دانست کہ حضرات صوفیہ لفظ وجود را بر سہ معنی اطلاق مینمایند یکے وجود بمعنی کون و حصول کہ امر انتزاعی و معقول ثانوی است۔ دوم وجود منبسط کہ منشاء انتزاع معنی اول و معبر بظاہر وجود بصادر اول است و بدیہی است کہ این ہر دو وجود از حضرت ذات تعالت و تقدست متاخر اند و ذات باین ہر دو وجود مصدر آثار نمی تواند شد۔ سوم وجودے کہ اول الاوائل و مبدأ المبادی است و بزعم قوم عین ذات است و ذات و آن وجود مصدر آثار است و حضرت ایشان

میگویند کہ ذاتِ او تعالیٰ خود مصدر آثار خود است و ہرگاہ وجود و ذات ہر دو در حقیقت یکے باشد صدور آثار را خواہ بوجود منسوب باید کرد خواہ بذات مطلب واحد است۔

ایضاً مخدوما نوشتہ اند کہ مکشوف حضرتِ مجدد در مسئلہ حقائق ممکنات آن است کہ در مرتبۂ واحدیت کہ عبارت از تفصیل کمالات الٰہیہ در خزانہ علم الٰہی ست در مقابلۂ ہر صفت کمال عدم منافی آن صفت ثبوتے و تمائزے پیدا کردہ است در مقابلہ صفت علم عدم العلم کہ معبر بجہل ست و در مقابلہ صفت قدرت عدم القدرت کہ معبر بعجز است وقس علیٰ ہذا۔ و آن اعدام متمائزہ بنا بر مقابلہ و محاذات و مجالی انوار و ظلال آن صفات گشتہ مبادی تعینات عالم و حقایق ممکنات شدہ اند آما اعدام بجائے مواد آن حقایق اند و آن عکوس و ظلال بجائے صور حالہ اند در آن۔ و بنا برہمیں اعیان خارجیہ ممکنات کہ برہبط آن حقائق مصدر آثار شدہ اند وجود و عدم ہر دو قبول می کنند و بہمیں وجہ مصادر خیر و شر میگردند و نیز مکشوف آن حضرت است کہ مبادی تعینات انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ صفات اند کہ اصول ظلال مذکورہ اند و وجود وجوبی دارند پس باید کہ در حقایق این حضرات عدم داخل نباشد و حالانکہ این حضرات نیز از ممکنات اند و حقیقت ممکن موافق تحقیق ایشان بے خلط عدم نمی باشد وجہت تطبیق چیست۔ **مخدوما** چون مقابلہ و محاذات درمیان اعدام متمائزہ و وجودات صفات مقدسہ در مرتبہ علم الٰہی مقرر شد۔ پس چنانچہ اعدام مجالی صفات گشتہ اند صفات نیز مرایائے آن اعدام گردیدہ اند۔ اما اینجا معاملہ بالعکس ست در ینجا صفات بجائے مادہ و اعدام بجائے صور حالہ اند جہت عدم درین صورت ضعیف واقع شدہ و جہت وجود قوی۔ و بہمیں جہت حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم اند و مصدر شر نمی گردند اما وجود خارجیہ ایشان عدم و وجود ہر دو را قبول میکند و انیقدر دخل عدم در حقایق این حضرات برائے ثبوتِ امکان کافی است والسلام۔

ایضاً بجواب سائل۔ مخدوما! بمذہب حضرات مجددیہ حقائق ممکنات مرکب اند از اعدام اضافیہ و ظلال صفات حقیقیہ یعنی آن اعدام بنا بر تقابلِ اسماء و صفات در علمِ الٰہی ثبوتے پیدا کردہ و مرایائے انوار اسماء و صفات گشتہ مبادی تعینات عالم گردیدہ اند و در خارج ظلے کہ ظلِ خارجِ حقیقی است بصنعِ خداوندی بوجود ظلی موجود شدہ و بنا برین ترکیب مصدر آثار خیر

وشر شدہ اند از جہت عدم ذاتی کسب شرمے نمایند واز جہتِ وجود ظلی کسب خیر ومخفی نیست که در عالم حسن شخصی بر مرآت ممتلی از انوار شمس نظر سکیند بملاحظہ اولی ہمان انوار می بیند نہ مرآة را چراکہ مرآت در شعشان انوار مختفی و مستور گشتہ است و ہرگاہ بذات نگاہ کند بلحاظ اوّل ہمان تعین مرآتی خود را خواہد دید نہ انوار را۔ چراکہ نظر او بر ظاہر نیست۔ پس نظر صوفی بر ظاہر شریفہ وخسیسہ بر جہت وجود کہ دران مظاہر است ومصدر خیر شدہ است می اُفتد وچون در خود نظر می کند نگاہِ او بر جہت عدم کہ ذاتی اوست ومنشار شر است خواہد اُفتاد وخود را از خیر وکمال مطلقاً عاری خواہد دید و خیر وکمال عاریتے را کہ از جہتِ وجود کسب کردہ از آن خود نخواہد یافت ناچار خود را از کافر فرنگ و دیگر اشیار خسیسہ بدتر خواہد فہمید ازین جا معلوم شد کہ مقصود قائل این قول آنست کہ صوفی کامل خیر وکمال را اصلاً بخود منسوب نمی نماید ومستعار می داند و ہمین است معنی فنارتام وحاصل شہود صحیح واگر صوفی را نظر بر جہت وجود وانوار مستعار خود می اُفتد وجہت مرآتیت او کہ عدم است مستور می شود از دعوائے اَنَا الشَّمس سر بر مے زند ہمین است سرِّ اَنَا الحَق گفتن حسین بن منصورؒ۔ اگرچہ آنجناب در دید خود معذور بود اما در دید خطا کرد از غلبۂ سکر در جہت وجود۔ وجہت عدم نیز نتوانست نمود وبسیارے از سالکان این راہ را این چنین اغلاط واقع می شود ❊

مکتوب قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی بجانب شاہ غلام علی شاہ صاحبؒ مخدوما!

مقرر عقلا است لِلمُمکِنِ فِیْ نَفسِہٖ لَیسَ وَلَہٗ مِنْ عِلَّتِہٖ اَلَیسَ پس ممکن را تا نسبتے با علّۃ او کہ فی نفسہ او را الیس ہ وجود ثابت باشد و واجب لوجود بود متحقق نباشد موجود نبود تا موجود نباشد ہیچ چیز را بر وے حمل نتواند کرد کہ برائے حمل ایجابی وجود موضوع شرط است و در حالت عدم سلب شئے از نفس او صحیح است و زید را زید نتوان گفت۔ پس ممکن را علت او از ذات او اقرب ہست قَالَ اللہُ تَعَالیٰ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیہِ مِنْ حَبْلِ الوَرِیْدِ پس تر کلام در آن ہست کہ ممکن چنانچہ در وجود محتاج است بواجب در بقا ہم محتاج بواجب ہست یا نہ۔ بعضے متکلمان درمیان ممکن وواجب نسبت کوزہ وکلال فہمیدہ گفتہ اند کہ در بقا محتاج نیست و درین قول بر خلاف جمہور عقلا استغنار عالم از صانع لازم می آید و

نص قطعی دال بر عدم وجود احتیاج است حیث قال عزوجل یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ[1] لہذا قائلان این قول برائے بعضے ازین قباحت تجدد امثال قائل شدہ تا دوام احتیاج ثابت شود ودر واقع برائے اثبات دوام احتیاج احتیاج این ہمہ تکلفات نیست نسبتے کہ ممکن را بواجب ست کوزہ وکلال را بآن چہ مشابہت مادۂ کوزہ کہ عناصر اربعہ است مثل کلال۔ بلکہ پیشتر از کلال مخلوق الٰہی ست جل سلطانہ و صورتِ کوزہ کہ عرض ست وصنع نیز مخلوق حق اللہ سبحانہ۔ مگر آنکہ حرکات دست کلال بنا بر جری عادت الٰہی عز برہانہ از معدات آن صورت آمدہ باز این حرکات کہ بنا بر عادت اللہ تعالیٰ از معدات واقع شدہ نیز مخلوق حق اللہ جل وعلا وبسبب توہم قدرت وارادت کہ در کلال مخلوق گشتہ کلال را کاسب این حرکات می گویند نہ خالق آن پس نسبت میان ممکن وواجب مانند نسبت کوزہ وکلال خیال کردن محض غلط فہم وقصور عقل ست وَمَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ بلکہ میان ممکن وواجب نسبتے است معلوم الانیۃ مجہول الکیفیت کہ مثل ندارد پس تشبیہ وتمثیل او چہ گفتہ شود لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اِلَّا فِی الذَّاتِ وَلَا فِی صِفَاتِ وَلَا فِی النِّسَبِ وَلَا فِی الْاِعْتِبَارَاتِ وَلَا فِی شَیْءٍ مِنَ الْاَشْیَاءِ ۝

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ	کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم	ز مرغ من بود آن نام ہم گم

وحق آن ست کہ ممکن در بقا ہم محتاج است بعلتِ موجدۂ خود کہ بقا عبارت است از وجود در زمانِ ثانی وچون ممکن وجود را در زمانِ اول مقتضی نیست در زمانِ ثانی چگونہ مقتضی باشد کہ اقتضائے حقیقت باختلاف ازمنہ مختلف نشود وزمانہ بعد لیت موہوم۔ اگر مقدار حرکت فلکی میبود نیز حقیقتِ امکانی را مقتضے وجود نمی توانست کرد حالانکہ این مذہب باطل ست کہ فلک حادث در زمانی ست قال اللہ تعالیٰ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ[2] وکسانیکہ فلک را متحرک میدانند بلکہ کسانیکہ فلک را ہم نمی دانند آنہا ہم زمانہ خیال کردہ اند از صبح تا شام تفاوت می نمایند غرضکہ ممکن در زمانِ ثانی ہم وجود را تقاضائی کند چہ اگر تقاضائے وجود کند ممکن ممکن نباشد واجب شود

[1] پ ۲۲ ع ۱۴ سورہ فاطر ۳۶ [2] پ ۲۴ ع ۱۵ سورہ حم سجدہ ۲۶

و قلب ماہیت لازم آید آنچہ میگویند اَلشَّیْءُ مَالَمْ یَجِبْ لَمْ یُوْجَدْ و آنکہ میگویند الممکن مَحْفُوْظٌ بِالْوُجُوْبَیْنِ سَابِقٍ وَّلَاحِقٍ مراد اینجا وجوب بالغیر ست یعنی واجب ست باقتضائے علت خود نہ باقتضائے نفس خود کہ آن محال ست پس ثابت شد کہ ممکن در وجود بقا محتاج است بصانع تعالیٰ شانہ تا وقتیکہ بر ممکن از واجب افاضۂ وجود باشد ممکن موجود بود و مصدر آثار باشد و چون فیضان منقطع شود ہیچ اثرے از ممکن بر صفحۂ روزگار نیافتہ شود پس حال ممکن مثل حال زینے است کہ بمقابلۂ آفتاب روشن شدہ تا وقتیکہ مقابلہ باقی ست و ستارہ باقی است و چون غبار یا ابرے بمیان آمد و مقابلہ نماند از نور و روشنی ہیچ اثر نماند **بیت**

او چو جان ست و جہان چون کالبد	کالبد از وے پذیرد آلبد

پس باین معنی ممکن را ظل واجب میگویند چنانچہ آفتاب را کہ بر روئے زمین است ظل آفتاب میگویند نہ باین معنی کہ ممکن را با واجب مماثلت و مشابہت است چنانچہ ظل را با اصل کہ اینجاست ہیچ مماثلتے و مشابہتے نیست بلکہ باین معنی کہ چنانچہ ظل را ہیچ تحققے و تاصلے نیست و وجود او ہمان وجود اصل ست ہمچنان ممکن را وجود متاصل نیست و وجود او ہمان اصل است پس نمی بینی کہ ماہیت ممکن فی نفسہا تحقق ندارد و وجود او بمعنی مصدری کہ بر روئے از مبداء فیاض فائض گشتہ امری است انتزاعی چیزے بالذات منقسم نشدہ و مابہ الوجودیہ و منشاء انتزاع این وجود ہمان نسبت است کہ ممکن را با واجب بہم رسید آن ہم امرے است بین المنتسبین پس وجود ممکن بمعنی مابہ الوجودیۃ نیست مگر ذات واجب تعالیٰ و تقدس یا صفتے از صفات او **سوال** وجود ممکن بدیہی است کسیکہ بصانع اعتقاد ندارد او ہم از ممکن وجود مصدری انتزاع کردہ حکم بموجودیت او می کند پس اگر ذات واجب تعالیٰ شانہ منشاء این انتزاع باشد باید کہ منکر صانع انتزاع وجود نکند و حکم بموجودیت ممکن ننماید **جواب** این ملازمت ممنوع است یعنی ہر کہ از منشاء انتزاع خبر نداشتہ باشد او انتزاع نکند و حکم بموجودیت ممکن ننماید نمی بینی کہ اگر شخصے ماہ را در آب یا در آئینہ می بیند گو نظر بماہ آسمان نکردہ است و از آن خبر ندارد البتہ حکم میکند بوجود ماہ در آب یا در آئینہ ہمچنان ہر کہ ممکن را می بیند ہر چند از فرط غباوت و جہل از وجود متاصل خبر ندارد و حکم میکند بوجود در ممکن غایۃ ما فی الباب ہمان ممکن را وجود متاصل میداند چنانچہ طوطی در آئینہ خود را دیدہ آنرا وجود در وہم خود

متاصل فہمیدہ باشے درسخن می آید پس ممکن را جز در خزینہ وہم تحققے وثبوتے نیست ووجود این کثرت وہمی ما بہ الوجودیہ واحد حقیقی است کہ ازین کثرت در زن وحارت حقیقی خللے نیامدہ وگردے بدامان تنزہ او نرسیدہ چنانچہ زید کہ در آئینہ خانہ رود وصور تہائے متعدد پدیدار شود ہمان زید یک زید ست چنانچہ بود وھو الآن کما کان والاعیان العالم ما شمت رائحة الوجود رباعی

لا آدم فی الکون ولا ابلیس	لا ملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنیٰ	یا من ھو للقلوب مقناطیس

وچون منشاء این وہم ووجود این کثرت ذات واجب تعالیٰ شانہ یا صفتے از صفات اوست نہ فرض فارضان ونہ اعتبار معتبران این وہم وہم متیقن است کہ بنفی معتبران منتفی نشود۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار یعنی ما خلقتہ باطلا لا یترتب علیہ الاحکام والآثار بل خلقتہ دلیلا علی صانعہ سبیلا الی معرفتہ فانہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ سبحانک عن کل ما لا یلیق بشانک فقنا عذاب النار المترتب علی عدم العرفان والایمان مخدوما چون نسبت بین الممکن والواجب چنین متحقق شد کہ وجود او ہمان ذات است تعالت وتقدست پس صوفیہ وجودیہ در غلبات سکر این کثرت وہمی را عین واجب گفتند وعدم ذاتی او را در نظر نیاوردند وقائل ہمہ اوست شدند وگفتند

ہم سایہ وہم نشین وہمرہ ہمہ اوست	در دلق گدا واطلس شہ ہمہ اوست

لیکن مرتبہ تنزیہ را علیحدہ ثابت میکنند ومیگویند ؎

در انجمن فرق ونہان خانہ جمع	باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

نہان خانہ جمع عبارت از مرتبہ تنزیہ است واگر کسے مرتبہ تنزیہ را نفی کردہ وجود را مانند کلی طبعی منحصر دریں کثرت داند ملحد باشد وصوفیہ شہودیہ کہ صحو وافاقت بہم رسانیدہ اند شہود وحدت حقیقی در کثرت وہمی حکم کردہ ہمہ از وست میگویند وچون بتعمق نظر کردہ میشود ہمہ نیستند موجود اوست ظاہر میشود قولہ تعالیٰ کل شیٔ ھالک الا وجہہ قولہ علیہ السلام ان اصدق القول قول اللبید۔ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل دلیل است برین مدعا چرا کہ ہالک

وباطل بمعنی آنکہ کَانَ هَالِکًا اَوْ سَیَکُوْنُ بَاطِلٌ دلیل ست برین مدعا چراکہ ہالک وباطل بمعنے آنکہ کَانَ هَالِکًا اَوْ سَیَکُوْنُ بَاطِلًا گفتن مجاز است وتکلف ومعنی حقیقی متبادر آن است کہ ہالک باطل فی الحال بل علی الدوام مخدوما این است کہ ممکن را واجب گفتہ خواہند نزدیک معیت وجودیہ وشہودیہ است باصفات واجبی یعنے باعیان ثابتہ کمالات واجبی درحضرت علم باجمال وتفصیل ظہور یافتہ اند مشہور گشتہ آنہا صفات راعین ذات میگویند لاجرم ہمہ اوست گفتن برآنہا گران نیامدہ وحضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راچوں جذب بصیرت کاملہ عطا شدہ ذات مقدس راغنی عن العالمین دریافتند وصفات را در مرتبہ ثبوت زائد بر ذات ہم گفتند وشیون اعتبارات تعبیر نمودند وزائد بر ذات ہم گفتند چنانچہ مثبت وجماعت شکر اللہ سعیہم بدان قائل شدہ اند ومتبادر از آیات وحدیث ہمین است وممکنات را با ہیچ یکے از مراتب ذات وصفات نسبت مذکورہ بلاواسطہ نیافتند بلکہ دیگر این شان ظاہر شد ومسمّٰی بہ ظلال کردند وآن اعدام اضافیہ اند یعنی نقائض صفات الٰہیہ جلت عظمتہا کہ بنا بر مقابلہ درحضرت علم ثبوت وتقرر یافتہ ممکنات را با این مرتبہ ظلال نسبت مذکورہ ظاہر شدہ وحقائق ممکنات نزد حضرت مجدد این دائرہ ظلال شہود گشتہ اند لاجرم اللہ سبحانہ تعالیٰ وراء الوراء ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ برزبان شریف ایشان گذشتہ وازکمال ادب وتحاشی از مناسبت درمیان ممکن وواجب غیر از نسبت خالقیت ومخلوقیت برزبان شان نرفتہ واز قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَةٍ لَوْ كُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰی اِلَیْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ استنباط این مذہب می توان شد **سوال** از تقریر سابق ظاہر گشتہ کہ ممکن را با واجب نسبتی ہست کہ آن نسبت سبب ہست وجود ممکن را بمعنی مصدری وبعلاقہ بیان نسبت ذات واجبی یا صفاتی از صفات او تعالیٰ وجود ممکن بمعنی مابہ الوجودیۃ قرار یافتہ وبعلاقہ ہمان نسبت درزبان شرع واجب را خالق وممکن را مخلوق می گویند ودر اصطلاح صوفیہ واجب را اصل وممکن را ظل می نامند وچون بر مذہب حضرت مجدد الف ثانی رح ظلال ممکنات را آن نسبت نہ با ذات است و نہ با صفات بلکہ با دائرہ ظلال است وچون ظلال مغائر ذات وصفات باشند واعدام

داخلِ مفہوماتِ آنہا باشند لاجرم ظلال از ممکنات باشند و لازم آید کہ ممکن خالق ممکن باشد و این محال است و مخالفِ نص قطعی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ **جواب** مراد از اعدام کہ داخلِ مفہوماتِ ظلال اند نقائضِ صفاتِ کمال اند مانند موت و جہل و عجز و عمیٰ و صُمّ و بکم کہ در مرتبہ علم تقرر یافتہ با صنداد خود یعنی حیات و علم و قدرت و سمع و بصر و کلام بسبب مقابلہ منصبغ شدہ اند یعنی ضدین بیک ملاحظہ ملحوظ شدہ اند و بظلال مسمّیٰ گشتہ اند و شک نیست کہ صور علمیہ اعدام موجی است از دریائے علم و امکان و حدوث را دران گنجایش نیست و مغائرت او با صفت العلم مغائرت اعتباری ست نہ حقیقی پس آنچہ شما گفتید کہ چون ظلال مغائر ذات و صفات باشند و اعدام داخلِ مفہومات آنہا باشند لاجرم از ممکنات باشند این مقدمہ ممنوع است نمی بینی کہ صفات مغائر ذات اند از ممکنات نیستند و تعدد قدمائے مستقلہ محال است نہ تعدد ذات و صفات و مرا و از مغائرت ذات و صفات آن ست کہ ہر یک دتعقل جدا آیند و حمل یکے بر دیگرے بالمواطات صحیح نیست نہ آنکہ در خارج ہر یک مستقل باشد و ہر یک از دیگرے جدا تواند شد این قسم متغائرین را در اصطلاح اشعری لاعین و لاغیر گویند و چون حالِ صفات با ذات دریافتی ہمین قسم حال ظلال ست با صفات از دریائے علم **محدود** ما نسبتِ مذکور کہ مصحح نسبتِ خالقیت و مخلوقیت است و ہر چند ممکن را نسبت با صفاتِ حق تعالیٰ با ظلال گفتہ میشود در حقیقت آن نسبت با ذاتِ اوست وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ صفات و ظلال حجاب سبحانی بیش نیستند حقتعالیٰ میفرماید اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ الآیۃ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ کہ سبب روشنی مصباح است کنایہ از مرتبہ ذات ست کہ شرقی بودن و غربی بودن ازان منتفی است وَیَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ کنایہ از مرتبہ شیون و اعتبارات ست کہ در مرتبہ ذات مندمج است و مصباح کنایہ از مرتبہ صفات است کہ زائد بر ذات اند و مبشتر مصدر ظہور آثار گشتہ و زجاجہ کنایہ از مرتبہ

ظلال ہست مشکوٰۃ کنایہ از عالمِ امکان است۔ حاصل آنکہ نور شجرہ مبارک ذات بتوسط اضاءت ذاتیہ شیونات مصباح صفات را اضاءت بخشیدہ وبتوسط مصباح صفات زجاجہ ظلال را درخشان كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ساختہ وبتوسط زجاجہ ظلال ظلمت عالمِ امکان وظلمتِ کفر از مشکوٰۃ قلوب وصدور المومنین وظلمتِ غفلت وشرکتِ خفی از مشکوٰۃ قلوب العارفین برطرف ساختہ نور علیٰ نور بمنصہ ظہور آمدہ قولہ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ عبارت است از ہدایت کردن عارف بمراتب نور معرفت سریان نور ذات در جمیع مراتب شیون وصفات ظلال وممکنات وایراد اسم ذات قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ دلیل واضح است برآنکہ ذات است کہ ما بہ الموجودیۃ ہمہ اشیاء است لا غیر مخدوما در تقریر سابق مذکور شدہ است کہ ممکن را تا نسبت با علت بہم نرسد حمل اولی ہم از وساقط است وزید زید نتوان گفت پس علت ممکن از ذات ممکن بذاتِ ممکن اقرب است ومعمار نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ را انکشافے ظاہر شد وقاعدہ کہ نزد عقلا مقرر است کہ از ذات شئے بشئے چیزے دیگر بلکہ اقرب مساوی نتوان شد در اصل وظل این قاعدہ مفقود است بلکہ اصل ظل از ذات ظل اقرب است پس باید دانست کہ چنانچہ اصل ظل از ذات اقرب است ہمچنین اصل الاصل ظل از ذات ظل وہم از ذات اصل اول وی اقرب است ہمچنین اصل اصل الاصل از ہمہ اقرب است پس ذاتِ بحت واجب تعالیٰ شانہ بممکن اقرب است از شیونات وشیونات بوی اقرب اند از صفات وصفات اقرب اند بوی از ظلال وظلال اقرب اند بوی از ذات وے وآنچہ حضرت مجدد رح فرمودہ اند سبحانہ وتعالیٰ ورا الورا ثم ورا الورا این ورائیت در مراتب قرب مراد داشتہ اند نہ در مراتب بعد فَاِنَّهُ الْاَبْعَدُ فِي الْوِجْدَانِ وَالْاَقْرَبُ فِي الْوُجُوْدِ واللہ تعالیٰ اعلم مخدوما چنانچہ ظلال وصفات درمیانِ ذات بحت وعالمِ امکان بیش از حجاب سبحانی معلوم نمیشود ہمچنین قدرت وارادت درمیان افعال اختیاریہ عباد ودرمیان قدرتِ کاملہ وارادت شاملہ الٰہی جل شانہ بیش از حجاب سبحانی مدرک نمی گردد۔ واینجا مسئلہ جبر وقدر را باید فہمید پس فرق میان حرکت ارادیہ بطش وحرکت ارتعاش کہ بدیہی است مبنی است بر وجود قدرت بندہ کہ حق تعالیٰ در وے آفریدہ وحجاب قدرتِ کاملہ خود ساختہ است نہ بر انتفاء آن پس مذہب جبریہ باطل شدہ۔ وچون قدرتِ ناقصہ بندہ بیش از حجاب سبحانی نیست مذہب قدریہ باطل شد ونسبتِ

خلق بحق تعالیٰ ونسبت کسب بہ بندہ کہ مستفاد قولہ تعالیٰ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ است ثابت
گشت وچوں ظہور قدرت کاملہ درین حجاب بتجلی مع الفعل ثابت می کنند وپیش از فعل
نزد شان توہم قدرت است نہ حقیقت قدرت **سوال** آنچہ از تقریر سابق واضح شدہ آن ست
کہ در عالم امکان ہیچ چیز وجود حقیقی ندارد تمام دائرہ وہم ست پس مع الفعل قدرت حقیقی وپیش
از فعل قدرت وہمی چہ معنی دارد **جواب** بنا بر عالم بر وہم متیقن است لہذا آنرا قدرت
حقیقی گویند وپیش از فعل موہوم بوہم غیر متیقن است لہذا آنرا توہم قدرت گویند ❊

سوال مناط تکلیف باتفاق علما توہم قدرت است نہ حقیقت
قدرت پس اگر قدرت کہ مناط تکلیف واقع شدہ وہم غیر متیقن کائنات الاغوال معتبر باشد
تکلیف مالایطاق جائز باشد چراکہ وہم را تا ممنوعات ہم جولانگاہ ست وہم در ممکنات بطریق
اولیٰ۔ وتوہم قدرت بر حج بیت الحرام وزیارت بیت المعمور کہ در آسمان ہفتم است یکسان
است فَمَا الْفَرْقُ بَیْنَہُمَا **جواب** اولاً آنکہ تکلیف مالایطاق جائز ست اما تفصیلا واقع
نیست۔ کریمہ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ بر جواز عدم وقوع آن ولالت دارد۔ ثانیاً آنکہ
مراد توہم قدرت کہ مناط تکلیف ست آن ست کہ نظر بر جری عادۃً قدرت متوہم بود ووقوع
فعل وقدرت کہ اختیار عبد نظر بر ظاہر حال متحمل باشد لہذا بر جبری اعادہ حج بیت الحرام مقدور
بود فرض شد وزیارت بیت المعمور فرض نشد اما اگر کسے بزیارت کردن بیت المعمور قسم
خورد نزد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نظر بر امکان حقیقی یمین منعقد شود خلافاً لِصَاحِبَیْہِ و
نظر بر امتناع عادی فی الفور حانث گردد وکفارہ لازم آید ونیز نظر بر ظاہر حال ایمان آوردن
ابو جہل واجب گشت وبترک آن کافر شد مگر نظر بر آنکہ در علم ازلی ایمان او مقدر نبود اگر
ایمان می آورد انقلاب علم بجہل لازم می آمد پس ایمان آوردنش باین اعتبار محال بود واللہ اعلم

مکتوب بنام شاہ غلام علی شاہ صاحب منجانب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی

محققان طریقت چنان گفتہ اند کہ انسان مرکب است از دہ لطیفہ۔ پنج از عالم خلق ست

عناصر اربع و نفس حیوانی کہ جسمی است لطیف ساری در جسم کثیف کہ در ہر عضو سرایت دارد و ناشی است از عناصر اربعہ و از جہت لطافت خود مرآت است پنج لطیفہ عالم امر را چنانچہ آفتاب بر فلک ہست و بسبب مقابلہ و صفاء آئینہ زجاجی آفتاب در آئینہ منعکس میشود و نور حرارت و لون آفتاب در آئینہ پدیدار می گردد۔ حالانکہ آفتاب از اوج خود ہبوط نہ کردہ ہم چنین از لطائف عالم امر قلب و روح و سر و خفی و اخفی کہ مقر آنہا فوق العرش است بہ کریمہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا در شان آنہاست و درین آئینہ نفس منعکس گشتہ رو آثار آنہا بتوسط نفس در بدن انسانی ہویدا شدہ و آنچہ در احادیث وارد شدہ کہ ملائکۃ الموت روح انسانی را از بدن نزع می کنند و حلہ ہائے از بہشت می پوشانند یا موج از دوزخ می پوشانند این ہمہ از احوال نفس است کہ مرکب روح علوی است۔ پوشانیدن لباس بدون جسم متصور نیست پس باید دانست کہ لطائف عشرہ انسانی مزکی و مصفا نشود لائق تجلیات رحمانی نمی تواند شد پس در طریق دیگر در ابتدا بہ تزکیہ لطائف عالم خلق می پردازند بریاضات و مجاہدات و جذب شیخ کامل مکمل تصفیہ لطائف ہم میرسد و لطائف عالم امر ہنوز مکدر و ظلمانی است پس تصفیہ آنہا در خواب و معاملہ بیرون خود در آفاق صوفی می بیند کوکب می بیند یا قمر ناقص یا تمام و شمس و مانند آن۔ و آنرا سیر آفاقی می گویند۔ بعد ازان سیر انفس می کنند و بہ تزکیہ عالم امر می پردازند و در طریقہ نقشبندیہ کہ اقرب طرق ہست اول بتزکیہ عالم امری پردازند و انوار شان در قلب و روح و سر خود در خود می بینند و آنرا سیر انفسی میگویند و سفر در وطن نیز گویند کریمہ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نزد صوفیہ کنایہ ازین دو سیر است قدماء نقشبندیہ بعد تزکیہ لطائف امر بہ تصفیہ نفس و عناصر می پرداختند مجددیہ باہم خلط نمودند محققان گفتہ اند کہ در خارج ذات حق تعالیٰ موجود است و سوائے او تعالیٰ ہیچ کس در ہیچ چیز موجود نیست و بقول حضرت مجدد رح صفات ثمانیہ حقیقیہ نیز موجود در خارج اند و دیگر صفات موجود اند بمعنے آنکہ منشاء انتزاع شان در خارج موجود است و صوفیہ وجودیہ صفات زائد بر ذات نمی گویند و در خارج سوائے ذات ہیچ چیز را اثبات وجود نمی کنند و گفتہ اند کہ حق تعالیٰ چون ذات و صفات خود را اجمالاً دانستہ مرتبہ اجمال علمی را وحدت می گویند و چون تفصیل دانستہ مرتبہ

تعین روحی و مثالی و جسدی

تفصیل علمی را واحدیت می گویند و عکوس مرتبہ تفصیل را کہ ہم در مرتبہ علم متحقق اند تعین روحی و تعین مثالی و تعین جسدی گویند و این را تنزلات خمسہ و حضرات خمسہ و چون عکوس ظلال را عین ذی ظل گویند کہ آن صفات اند و صفات را زائد بر ذات ندانند عین ذات دانند لہذا قائل ہمہ اوست میشوند و چون در خارج سوائے ذات موجود ندانند می گویند الاعیان ما شمت رائحۃ الوجود اما حضرت مجدد و امثال ایشان کہ بصیرت قویہ دارند می گویند کہ صفات عین ذات نیستند بلکہ زائد بر ذات۔ آرے ذات محتاج صفات نیست۔ اگر فرضًا صفات نمی بودند از ذات ہم کار صفات سرانجام می شد۔ پس ذات من حیث انہ کار علم میکند آنرا شان العلم میگویند و کذا شان الحیوۃ والقدرۃ والسمع والبصر والارادۃ والکلام والتکوین صفات گویا فرع شیونات اند۔ و عکوس آنہا غرضکہ اعتبارات سمع و بصر و غیرہ کہ در ذات اند آنرا شیونات میگویند و صفات زائدہ را عکوس و فرع شان۔ و حکما و صوفیہ وجودیہ ہمان شیونات و اعتبارات را کہ عین ذات اند صفات میگویند و صفات زائدہ ثابت نمی کنند۔ و اعتبارات و شیونات باہم مرادف اند متغائر نیستند و حضرت مجدد باوجود تغائر صفات از ذات ممکنات را کہ مصدر شرور قبائح اند عکوس صفات نمی گویند و تحاشی میکنند۔ ازان کہ کمالے خسیس را حاکی صفات مقدسات گویند مگر جماعہ معصومین یعنی انبیا و ملائکہ را مرایائے صفات علیات میدانند۔ و لہذا عصمت صفت ثابت آنہاست و دیگران باین دولت مشرف نیستند بلکہ آنہا عکوس ظلال صفات اند کہ عبارت اند از اضداد صفات کہ در مرتبہ علم موجود اند بجہت تقابل ضدیت با نور صفات منور شدہ اند آن ظلال مرایات و مبادی تعینات ممکنات اند۔ در خارج حقیقی نزد حضرت مجدد سوائے ذات و صفات ثمانیہ ہیچ چیز موجود نیست لیکن در خارجی کہ ظل خارج حقیقی است حق تعالی عکوس ظلال را بوجود ظلی موجود ساختہ و منشاء احکام و آثار بقدرت کاملہ خود گردانیدہ۔ درین صورت ہمہ اوست گفتن محض خطاست ہمہ از وست باید گفت و چون عالم عکوس ظلال اند۔ و ظلال عکوس صفات اند و صفات عکوس شیونات و شیونات مندمج در ذات و ذات حق تعالی از ذات ممکن بممکن قریب تر است و ہم از صفات کہ حضرت مجدد فرمودہ اند کہ ہر چند احد المتغائرین از متغائر ثانی اقرب نمی تواند شد۔ و عقل اقربیت بین المتغائر تصور نمی تواند کرد لیکن بنظر کشفی

شیونات و عکوس

ظاہر میشود کہ اصل نسبت بظل از ذات ظل قریب تر است و اصل الاصل نسبت بہ ظل از نفس ظل و از اصل او قریب تر است وہکذا اصل اصل الاصل اقرب است نسبت بظل و از اصل او و اصل اصل او و اگر خواہی کہ مدعی را معقول سازی می توان ساخت باین تقریر کہ برائے حمل ایجابی وجود موضوع شرط است پس در وقت عدم موضوع حمل اولی ہم صحیح نیست و سلب بسیط صحیح است در وقت انعدام زید زیدٌ زیدٌ صادق نیست۔ و زید لیس بزید صادق است پس اول باید کہ زید را از علت خود بستنے بہم رسد کہ مثمر وجود او باشد بعدہ زید زید گفتن صادق آید پس نسبت ممکن بعلت او مقدم است بر حمل ذات وے بروے پس علت اقرب آمد از ذات۔ و این ہمہ تقریر است برائے اطمینان قلب متشکک و گرنہ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ برائے ایمان بالغیب کافی است۔ اے برادر باوجود اقربیت واجب نسبت بہ ممکن از ذات او ممکن از واجب بعید گشتہ۔ و حجاب میان واجب و ممکن غفلت است از واجب و تعلق علم ممکن بغیر واجب خواہ علم حصولی است کہ بغیر عالم تعلق دارد یا علم حضوری کہ بذات او تعلق دارد شاید کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجابہ النور کنایہ باشد از علم کہ علم بنور تعبیر می کنند و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَۃٍ کنایہ باشد از ہر دو نوع حجاب کہ حجاب غفلت ظلمانی است و حجاب علم حجاب نورانی و شاید حجب عبارت از دائرہ ظلال باشد کہ ظلال اسم الہادی نورانی ظلال اسم المضل ظلمانی باشد حقتعالی انبیا را فرستادہ۔ و اولیا را نائب شان گماشتہ تا حجب از میان بردارند۔ و آتش محبت در دلہائے سالکان افروزند ؎

عشق آن شعلہ است کان چون برفروخت	ہر چہ جز معشوق بد کلی بسوخت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ و چون معیت بیچون دست دہد بندہ را با خدا اقرب بہم رسد۔ و این قرب کہ دست دہد مراتب غیر متناہی دارد لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ از ان خبر میدہد۔ پس ہرگاہ بندہ را قرب بیچون بہم رسد ظلال او را در عالم مثال بصورت دائرہ ظاہر شود و خود را در مثال بیند کہ بفوق سیر میکند تا بحدے کہ بدائرہ ظلال رسیدہ خود را و اصل بدان دائرہ پس تر متلون بلون ظلال پس تر مضمحل و

فانی در آن و باقی ببقاء آن ببیند و ہم چنین ببیند خود را کہ سیر میکند در اصولِ آن تا انتہاءِ دائرہ ظلال بقدر حوصلہ خود وَمَا کُنْتُ لَہٗ وگرنہ آن دائرہ فی نفسہا۔ بلکہ ہیچ دائرہ نہایت ندارد ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی سخن پایان	بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنین باقی

فنائے قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ در ظلالِ اسماء و صفات الٰہی در ہمین جا دست می دہد مگر اخفیٰ را بالاتر ہمہ رسائی است پس ترطی دائرہ ظلال کہ مبادی تعینات ممکنات است غیر انبیا و ملائکہ سیر در اصولِ آن کہ اسماء و صفات اند واقع میشود کہ مبادی تعینات انبیاء است علیہم السلام و وصول بدان بالاصالہ مختص بانبیاء ست علیہم السلام و دیگران را حاصل نمی شود مگر بوراثت و طفیل تبعیت این اسماء و صفات کہ مبادی تعینات انبیاء اند بحسب ظہور نہ بحسب بطون و معنی ظہور و بطون آن ست کہ اسماء و صفات را دو اعتبار است یکے قیام بذات و آن رو بحق است و آنرا بطون میگویند پس دوم اعتبار مصدریہ آثار و حیثیت تربیت ممکنات و آن رو بخلق ست و آنرا ظہور میگویند پس اسماء و صفات باعتبار ظہور مبادی تعینات انبیاء اند و وصول بدان مقام ولایت کبریٰ و ولایت انبیا نام دارد و فنائے نفس درین موطن میسر میشود چنانچہ وصول بمرتبہ ظلال ولایت صغریٰ و ولایت اولیا نام دارد و اسماء و صفات باعتبار بطون مبادی تعینات ملائکہ اند۔ و وصول بدان ولایت علیا و ولایت ملأ اعلیٰ نام دارد بعد طی این ہر دو مقام وصول بذات بحت است و وصول بدان مقام بالاصالہ تعلق دارد بمنصب نبوت انبیاء کرام بسبب وصول آن مقام افضل اند از ملائکہ وگرنہ ولایت ملائکہ فوق ولایت انبیا است و اکمل ترین از امتیان ہم بسبب کمالِ متابعت انبیاء بدان درجہ واصل میشوند ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کنایہ ازین مقام است ارباب کمالاتِ ولایت اصحاب الیمین اند ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ و ارباب کمالات نبوت مقربین اند ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ یعنے من الانبیاء وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ یَعْنِیْ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدِ مُصْطَفٰے صلعم وَهُمُ الصَّحَابَةُ وَكَثِيْرٌ مِّنَ التَّابِعِيْنَ وَجَمَاعَةٌ مِّنْ اِتْبَاعِ التابعین وَجَمَاعَةٌ فِیْ اٰخِرِ الدُّهُوْرِ بَعْدَ تَجَدُّدِ الدِّيْنِ بَعْدَ اَلْفِ سَنَةٍ مِّنَ الْهِجْرَةِ در کمالات نبوت تجلی ذاتی دائمی است بے پردہ اسماء و صفات و کمالات رسالت و کمالات اولوالعزم

ولایت کبریٰ و صغریٰ و علیا۔ ظہور و بطون

موج است از دریائے کمالات نبوت این ہر سہ دوائر باہم مثل ابرہ واستر است و مثل مرکز و محیط نوعے باہم تفاوت در مرتبہ دارند کہ بر اولی الابصار ظاہر میشود بعد کمالات ثلثہ انچہ از مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد رح و حضرت ایشان عروۃ الوثقی و از رسالہ شواہد التجرید حضرت دلیل اللہ الصمد عبد الاحد رض ظاہر میشود وہم در مقام سلوک از جناب حضرت ایشان شہید رض استفادہ نمودہ شد دو راہ پیش می آیند در تقدیم و تاخیر سلیک آن ہر دو راہ پیران مناسب مصلحت اختیار میفرمایند یکے راہ حقیقت کعبہ ربانی کہ آنرا اسرار ذات عظمت کبریا و نور صرف بیچون تعبیر می فرمایند بالاتر ازان حقیقت قرآن است کہ آنرا مبدا وسعت بیچونی تعبیر فرمودہ اند و بالاتر ازان مقام معبودیت صرف گفتہ اند و گفتہ اند کہ آنجا سیر را گنجائش نیست آنجا فقط سیر نظری است اگر میسر شود ع بلا بودے اگر اینہم نبودے ٭ و سیر قدمگاہ تا حقیقت صلوٰۃ است کہ منتہائے مقام عابدیت است میفرمایند قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللہَ یُصَلِّیْ[1] اشارہ بدان است کہ فوق حقیقت صلوٰۃ جولانگاہ نیست آن صلوٰۃ است کہ

(حاشیہ ازمؤلف) [1] لفظ صلوٰۃ چند معنوں میں آتا ہے یعنی نماز و رحمت وغیرہ۔ اگر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ سے مراد یہی نماز جو ہم لوگ ادا کرتے ہیں لی ہے۔ اور نماز عبارت ہے حمد و ثنا سے تو یہ معنی ہوئے۔ کہ جب رسول علیہ السلام شب معراج میں تشریف فرما ہوئے اور پردہ عظمت و جلال کبریائی تک پہنچے تو آپ حمد و ثنا میں رطب اللسان ہوئے۔ چونکہ یہ مقام تنزیہ تھا حکم ہوا قِفْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ یعنے اے محمدؐ ٹھیر جا یہ مقام تیرے حمد و ثنا کہنے کا نہیں پس تحقیق اللہ اس مقام پر خود حامد ہے اور خود ہی محمود۔ پہلے میں آپ ہی اپنی حمد و ثنا کہتا ہوں پس سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ فرمایا یعنی پاکی ہے اس ذات کو کہ لے گیا ہے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے طرف مسجد اقصا کے جو برکت دی تھی ہم نے گرد اسکے تاکہ دکھلاویں ہم اسکو اپنی نشانیوں سے تحقیق وہ ہے سننے والا دیکھنے والا اور تو سجدہ کر اور ہمارے قریب ہو جا۔ پس رسول علیہ السلام یہ سنتے ہی خوف زدہ ہو کر کمال انکساری سے فوراً ہی سجدہ میں گرے اور اس دعا کے ذریعہ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصہ سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری ہی تجھ سے میں پوری نہیں کر سکتا تیری تعریف تو ایسا ہی ہے جب تو خود ہی اپنی تعریف کرتا ہے اسکے بعد اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شرف قرب مقام قاب قوسین او ادنی سے مشرف فرمایا اور فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی سے عزت بخشی پس آنحضرت علیہ السلام نے شکریہ میں التحیات عرض کی اور وہاں سے ہمکلامی کا اعزاز بخشا گیا اور سلام و رحمت و برکت کا انعام سرکار سے عطا ہوا۔ آپ نے قبول کیا اور مومنین کو بھی اپنے شامل فرمایا اور شہادت ادا کر کے بارگاہ الٰہی سے باعزاز و اکرام مرخص ہو کر شادان و فرحاں مراجعت فرمائی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شب معراج میں یہ نماز فرض ہوئی ہے اور جمیع عبادات کی اصل یہی نماز ہے اور نماز میں افضل سجدہ ہے اور اگر صلوٰۃ بمعنے رحمت مراد ہے تو یہ معنی ہوئے کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللہَ یُصَلِّیْ عَلَیْکَ۔ یعنی ٹھیر جا اے محمدؐ پس تحقیق اللہ تجھ پر رحمت بھیجتا ہے ؎ این سفر مر ترا مبارکباد ٭ مرحبا مرحبا تبارکباد

ازمراتب وجوب برسائے مرتبہ تنزیہہ صرف صادر میشود۔ راہ دوم بعد کمالات ثلثہ دائرہ محبت است
کہ خلت محیط آن دائرہ است و مبدا تعین ابراہیم است علیہ السلام آنرا ولایت ابراہیمی
گویند۔ مرکز آن محبت است چون بدان مرکز رسیدہ میشود۔ آن مرکز دائرہ ظاہر میشود کہ
محیط آن صرف محبت است کہ مبدا تعین موسیٰ کلیم اللہ است علیہ السلام آنرا ولایت
موسوی گویند و مرکز آن محبوبیت است چون بدان مرکز رسیدہ میشود آن مرکز ہم دائرہ
ظاہر میشود کہ محیط آن محبوبیت ممتزجہ است کہ آنرا حقیقت محمدی و ولایت محمدی گویند۔ و
آن مربی و مبدا تعین جبی سرور انبیا است صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار نام پاک او محمد۔ و مرکز
آن محبوبیت صرف است کہ آنرا حقیقت و ولایت احمدی گویند و مبدا تعین روحی آن
سرور است باعتبار نام پاک او احمد صلی اللہ علیہ وسلم و ہمین دائرہ محبت را چون باجمال بے
ملاحظہ خلت و محبت و محبوبیت صوفی متوجہ میشود سیر در تعین جبی کردہ باشد۔ و سیر در تعین
وجودی ہم درین اثنا واقع میشود۔ بالاتر ازین مقامات مبادی حقائق تعینات انبیا مقام لاتعین
است کہ آنجا سیر قدمی را گنجایش نیست۔ اگر میسر شود سیر نظری میسر شود۔ و آن از خصائص
سرور پیغمبران است صلی اللہ علیہ وسلم لِی مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا
نَبِیٌّ مُرْسَلٌ اشارت بہمین مقام گفتہ اند۔ و بعضے صاحب دولتان اولش خواران سرور را
بطفیل او علیہ السلام ازین خوان نعمت اولش عطا گشتہ ہ

اگر بادشہ بر در پیر زن	بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

عظمت سرور انبیا ازین جا ظاہر میشود کہ اولش خواران او باین دولت مشرف میشوند حقیقت
صوم در پہلوئے حقیقت قرآن و دائرہ سیف قاطع در پہلوئے ولایت کبری فرمودہ اند ظاہرا
سیف قاطع موجی است از اسما و صفات از قبیل ولایت کبری۔ چون نفس را فنا اتم آنجا دست مید
لہذا نام او سیف قاطع شد واللہ اعلم۔ درینجا دو شبہ بخاطر می خلد کہ حل آن از مکاتیب حضرات بدست
نیامدہ۔ شبہ اول آنکہ حضرت مجدد را در ابتدائے حقیقت محمدی صفۃ العلم ظاہر شدہ چنانچہ در مکتوبات
طریقہ و غیر آن بیان فرمودہ اند پس تر شان العلم ظاہر شدہ پس تر حقیقت جامعہ ظاہر شدہ وجہ
تطبیق درین مکشوفات چنان فرمودہ اند کہ گاہ باشد کہ ظل شئے بصورت اصل ظاہر میشود و پس تر

چون باصل میرسند آنگاه واضح میشود که آنچه پیش ازین ظاہر شده بود ظل بود۔ اصل نسبت ولہذا صفت العلم را در ابتدا حقیقت محمدی گفته بودم۔ چون بشان العلم که مربی صفة العلم است رسیدم دریافت شد که حقیقت محمدی این است پس تر چون بشان جامعه رسیدم که شان العلم جزوی است از اجزائے او دریافت شد که حقیقت الحقائق و تعین اول حقیقت محمدی ہمین است و در آخر مکشوفات ظاہر شده که تعین اول تعین وجودی است و پس تر ازان ظاہر شده که تعین اول تعین حبی است و شاہد این حال فرموده اند حدیث قدسی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ازین حدیث مستفاد میشود که اول حب سر بر زده که باعثِ ظہور جمیع اشیا گشته۔ و ولایت ابراہیمی و موسوی و محمدی و احمدی در دائره حب بتفصیلِ صدر بیان فرموده اند پس ازینجا لازم می آید که شان العلم جامعه ظل تعین حبی باشد که سابق بصورت اصل خود را امنوده بود۔ و این روا نباشد که صفت العلم از صفات حقیقیه است و شان العلم عین ذات است بتغایر اعتباری و صفت الحب از صفات اضافیه محال است که اصل شان العلم یا صفة العلم باشد و شبه دوم آن است که کمالات نبوت عبارت است از تجلی ذات بحت بے پردۂ اسما و صفات بعد قطع مراحل سیر در ولایت کبریٰ و علیا که سیر در صفات است و اصول آن و اصولِ اصولِ آن و در شیون و اعتبارات من حیث الظہور و البطون پس بعد از قطع مراحل صفات و تیسر تجلی ذات بحت بے پردۂ اسما و صفات ترقی ازان مقام چه معنی دارد و پس در ارالعیلو آن قربت حقیقت کعبه عبارت از سرادقات عظمت و کبریاست و این اضافت بیانیه است یعنی عظمت و کبریا که سرادقات ذات اند۔

سوال عظمت و کبریا از صفات اند که مصدر اسم العظیم و اسم الکبیر اند اطلاق سرادقات بران از چه راہست **جواب** در حدیث قدسی آمده اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْهِمَا اَدْخَلْتُهٗ فِی النَّارِ ازار و ردا چنانچه ساتر بدن انسان اند ہمچنین صفت عظمت و کبریا الٰہی مانع اند از ظہور درک الابصار حیث قال لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ لہذا اطلاق سرادقات صحیح گشته آمدم بر اصل سخن که حقیقت کعبه صفتِ عظمت و کبریاست و حقیقتِ قرآن و صلوٰة وسعت بیچون است که مصدر اسم الواسع است و آن نیز صفت است و حقیقتِ صوم عبارت از صفات سلبیه است که صَمَدٌ لَا یَاْکُلُ وَلَا یَشْرَبُ وَلَا یَلِدُ وَلَا یُوْلَدُ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ محبت و محبوبیت

ہم از صفات اند بلکہ از صفاتِ اضافیہ تفوق آن از مرتبہ کمالاتِ نبوت کہ تجلی ذات بحت است
چہ معنی دارد مگر صوفی در ینحالت رجوع قہقری میکند و این شبہ ثانی بجناب ایشان عرض کردہ بودم
ارشاد فرمودند کہ فی الواقع حقیقت محمدی و حقیقتِ احمدی از دائرہ صفات از ولایتِ کبریٰ ہستند لیکن
شاید کہ حصول بعضے تفاصیل موقوف بود بر تحصیل کمالات نبوت۔ لہٰذا حصولِ این ولایت بعد حصولِ
کمالات باشد لیکن دریں این ہر دو شبہ آنچہ بخاطرِ فقیر گذشتہ۔ و آن را بخدمت حضرت ایشان
شہید رضی ہم عرض کردہ بودم و جناب حضرت صاحب ایشان آنرا شنیدہ تسلیم فرمودند و گفتند کہ شاید
ہمچو باشد۔ و آن آنست کہ ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ درخارج موجود است و صفاتِ ثمانیہٗ او تعالیٰ
نیز درخارج موجود اند۔ و دیگر صفات ثبوتیہ و سلبیہ و اضافیہ ہم درخارج موجود اند بدین طور کہ منشاء انتزاع
آنہا درخارج موجود است چنانچہ گفتہ شود کہ در موطنے کہ زید موجود است در آن موطن ابوت زید
عمرو را ہم موجود ست۔ بدین معنی کہ منشاء انتزاع آن دران موطن موجود است وہمی و عقلی محض
نیست اگر فرض کردہ شود کہ تعقل عاقل در جہان نباشد زید را با عمرو نسبتی ست کہ اگر عاقل موجود شود
حکم کنند بابوت زید مر عمرو را حاصل آنکہ ذات و صفات حق سبحانہ تعالیٰ درخارج موجود اند۔ و سوائے
شان ہیچ چیز دران موطن موجود نیست پس تر علم حق سبحانہ بذات او و صفات او اجمالاً و تفصیلاً
متعلق شدہ پس در مرتبہ علم ہم ذاتِ حق تعالیٰ موجود است و ہم صفات حقیقیہ و صفات دیگر ثبوتیہ
و سلبیہ اضافیہ و نقائص صفات ہم در مرتبہ علم موجود اند و ازاں دائرہ ظلال ناشی گشتہ و از
دائرہ ظلال دائرہ امکان در مرتبہ علم پدید آمدہ و درخارج ظلی بوجود ظلی منو دار گشتہ و ازین کثرت
در وحدت حقیقیہ کو درخارج است ظل راہ نیافتہ ازین تقریر ظاہر گشتہ کہ ممکنات را سوائے مرتبہ علم
و وجود ظلی و وہمی درخارجِ حقیقی گنجائش نیست و ذات و صفات الٰہی را دو موطن ست یکے موطنِ
خارج حقیقی و دوم مرتبہ علمِ واجبی دیگر باید دانست کہ سیر و سلوک صوفی مکانی نیست کہ از حضیض
باوج می رود و نہ انقلاب ماہیت است کہ ممکن واجب شود کہ این محال ست بلکہ عبارتست
ازان کہ بجذب انبیاء و اولیاء مجتبے ہم میرسد کہ بدان محبت بندہ را با ظلال اسماء و صفات و ذات
واجب معیتے بیچون حاصل میشود و ترقی دران معیتہ در عالم مثال بصورتِ سیر مکانی متمثل میشود
و کمالِ آن معیتہ بصورتِ وصول و اضمحلال او فنا دیدہ میشود۔ بیچون بصورت چون بنظر کشفی دیدہ

میشود چنانچہ یوسف علیہ السلام بقرات وسنابل را بسنین قحط تعبیر فرمودہ بود و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حمی مدینہ را بصورت زن سیہ فام دیدہ ۔ غرضکہ بیچون درعالم مثال بصورت چون دیدہ میشود اکنون باید دانست کہ دائرۂ ظلال کہ آنرا ولایت صغری میگویند آنرا وجود نیست مگر در مرتبہ علم واجبی اول صوفی بدان واصل میشود کہ اصل وست و دائرہ صفات کہ آنرا ولایت کبری و علیا وسیف قاطع خوانند آن عبارت است از صفات واجبی کہ در مرتبہ علم او تعالی موجود اند نہ آن صفات کہ درخارج موجود اند و کمالات نبوت و رسالت و اولی العزم عبارت است از تجلیات ذات بے پردۂ صفات لیکن آن ذات کہ در مرتبہ علم موجود ست نہ درخارج اول صوفی را معیت ظلال بہم میرسد پس تر با صفاتے کہ در مرتبۂ علم موجود اند پس تر با ذات بحت کہ ہم در مرتبہ علم موجود است وآن منصب انبیا است چون از انجا صوفی بطفیل پیغمبر علیہ السلام ترقی کند او را معیت بہم رسد با صفات اضافیہ او تعالی کہ درخارج موجود اند از انجملہ ست تعین وجودی و تعین حبی و خلت و محبوبیت کہ صفات انبیا اند ۔ و از انجملہ ست سرادقات عظمت و کبریا و وسعت بیچون کہ حقیقت کعبہ و قرآن و صلوۃ و صفات سلبیہ کہ حقیقت صیام اند لیکن با معبودیت صرفہ کہ آنہم از دائرۂ صفات است کمال معیت بہم نتوان رسید للمنافاۃ بین العابدیۃ والمعبودیۃ اما بجہت مقابلہ عابدیت و معبودیت معیت بہم میرسد کہ آنرا سیر نظری توان گفت و بالاتر از مقام صفات اضافیہ و سلبیہ کہ درخارج موجود اند مرتبہ صفات حقیقیۃ است کہ آن تشبیہ بذات او تعالی تشبیہ لا عین و لا غیر ست و بالاتر از ان مرتبہ ذات ست کہ درخارج موجود است و این مرتبہ ذات و صفات کہ درخارج موجود است آنرا مرتبہ لاتعین گویند تا اینجا ہیچکس را جولانگاہ نیست کہ معیت فرع محبت ست و محبت فرع معرفت و واجب برتر است ازان کہ علم مخلوق بوے تعلق گیرد ۔ سُبْحَانَ مَنْ لَا یَعْلَمُ مَا هُوَ اِلَّا هُوَ مگر سرور پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم و بعضے اولش خواران او را سیر نظری دران مقام است استوی ای محمد بالافق الاعلی ۔ اعنی اعلی شواہق الامکان ثُمَّ دَنٰی الْجَبَّارُ ذَا الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی الکارم کہ ہنگام سیر نظری صفات حقیقیہ قاب قوسین و ہنگام سیر نظری ذات مقام او ادنی است چراکہ در مقام نظر بذات منظور قوس وجوبی ست لاغیر و در مقام نظر بہ صفات بوے از امکان باقی است لاحتیاج الصفات

تعین وجودی و تعین حبی

اِلَی الذَّاتِ مِنْ غَیْرِ عَکْسٍ باین تقریر ہر دو شبہ منحل میشود کہ رجوع صوفی قہقری لازم نمی آید
و فرعیت شان العلم و شان الجامع از تعین حبی نیز درست می آید کہ آن شان علم و شان جامع
در مرتبہ علم متحقق است و تحقق آن در مرتبہ علم فرع حب ست کہ در خارج موجود است کُنْتُ کَنْزًا
مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ بران شاہد ست و اللہ اعلم اصل قلب در دائرہ ظلال ست و اصل آن
ظل کہ مربی قلب ست در مقام صفات ست و مربیِّ آدم است چون فنا قلب در اصل او صوفی
را حاصل شود آن صوفی صاحب ولایت آدم علیہ السلام باشد و چون روح ہم در اصل خود فانی
شود و اصل روح شفیق ابراہیم و نوح علیہ السلام است آن زمان صوفی را صاحب دو ولایت
گویند ولایت آدمی و ولایت نوحی و ابراہیمی و چون سر ہم در اصل خود فانی شود کہ شفیق موسیٰ
علیہ السلام صاحب ولایت موسوی ہم باشد و چون خفی ہم در اصل خود فانی شود کہ شفیق عیسیٰ ست
علیہ السلام صاحب ولایت چہارگانہ شود و ولایت عیسوی ہم او را باشد و چون اخفیٰ ہم در اصل خود
فانی شود آن صوفی صاحب ولایت پنجگانہ باشد اخفی زیر قدم آنحضرت ست و اصل اخفی شفیق
اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام ۞

مکتوب ۵ بنام قاضی شیخ محمد منجانب قاضی صاحب رحمہ اللہ

نوشتہ بودند کہ بر بعضے کلمات صوفیہ اہل شرع تکفیر صوفیہ میکنند چنانچہ مولنا روم میفرماید ؎

چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی	موسیٰ و فرعون دارند آشتی

و ہمچنین مولوی عبد الرحمن جامی میفرماید ؎

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست	در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

درچنین جا چہ اعتقاد باید کرد۔ مہربان من۔ مردم کہ تکفیر می کنند بر مراد قائل اطلاع نیافتہ
لب بطعن می کشایند بیجا می کنند۔ اول مراد قائل را باید فہمید۔ بعد ازان حکم باید کرد این چنین
مقالات مبنی بر وحدتِ وجود اند کہ ہمہ اوست می گویند و ہم از وست ؎

در انجمن فرق و نہان خانہ جمع	باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

باین معنی میگویند کہ زید خدا است و عمر و ہم خدا است نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا و نہ باین معنی کہ حق تعالیٰ

بمنزلہ کلی طبعی ست واشخاص ممکنات افراد وے اند- این ہر دو قول کفر صریح است وانکار وجود حق تعالیٰ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْهَا بعض جہال کلام بزرگان را برین معنی باطلہ خود حمل کردہ بالحاد میروند وبعضے زبانِ طعن بر بزرگان می کشایند ودر حقیقت صوفیہ وجودیہ حقتعالیٰ را بوجود حقیقی موجود میدانند سوائے خدا کسے را موجود نمی دانند وعالم را بمرتبہ وہم میدانند لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہُ میگویند درین جا چند اعتراض وارد میشوند یکے آنکہ این مذہب سوفسطائیہ است کہ حقائق موجودہ محسوسہ را موہومہ گفتہ شود فرق در مذہب سوفسطائیہ و درین مذہب چیست- دوم آنکہ استدلال بر وجوبِ واجب از وجود ممکنات کردہ میشود- لہذا در کتب عقائد اول مسئلہ حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ می نویسند پس اگر عالم ممکنات موجود نباشد استدلال بر صانع فوت میشود- سوم آنکہ آیہ کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا منافی این قول ست چراکہ موہوم باطل وناچیز است- چہارم آنکہ بالفرض اگر عالم موہوم باشد وحقتعالیٰ موجود پس ہمہ اوست گفتن چگونہ راست آید کہ اتحاد موجود باموہوم محال ست ومعنی این ابیات وامثال آن چہ باشد جوابات این اعتراضات آن ست کہ سوفسطائیہ عالم موہوم بمعنے میگویند کہ منشار تحقق آن اصلا نیست لہذا استدلال بر صانع فوت میشود وصوفیہ وحدتِ حقیقی یعنے وجود واجب را منشار توہم کثرت کہ عبارت ست از عالم امکان میدانند چنانچہ شعلہ جوالہ منشار توہم دائرہ میگردد چنانچہ زید اگر در آئینہ خانہ رود وعکوس او در آئینہ ہائے رنگا رنگ باشکال والوانِ مختلفہ ظاہر شود پس شک نیست کہ شعلہ وزید در خارج موجود اند ودائرہ وعکوس آئینہ اصلا تحققے وثبوتے ندارند ومعہذا آن دائرہ و عکوس دلیل اند بر وجود زید رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا صادق است چراکہ عالم را در مرتبہ وہم برائے استدلال بر وجود خود پیدا ساختہ ومعہذا صوفیہ باستدلال کار ندارند حاصلِ استدلال حصول علم حصولی است نہ حضوری کسے بر وجود خود کہ آنرا علم حضوری متعلق است محتاج استدلال نیست مولوی روم رحمۃ اللہ علیہ میفرماید ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب	گر دلیلے بایدت زو رو متاب
پائے استدلالیان چوبین بود	پائے چوبین سخت بے تمکین بود

ازین جواب ہمہ اعتراضہا مضمحل گشتہ- مگر اعتراض چہارم وجوابش آنکہ ہمہ اوست گفتن خالی

ازتجوزنیست چراکہ چون تحقق دائرہ شعلہ وعکوس زید کہ درآئینہ خانہ ظاہرگشتہ اصلا نیست بلکہ ہمان شعلہ
وزید است پس اگر آنرا بالمجاز عین زید گفتہ شود وعین شعلہ گفتہ شود ہم گنجایش دارد واگر غیر گفتہ شود
ہم گنجایش دارد کہ آن موجود است واین موہوم لیکن در غیر گفتن اثبات وجود مستقل متبادر میشود
لہذا ازان تحاشی مینمایند وبعینیت قائل شدہ اند وگرنہ مراد آنہا عینیت نیست کہ مستلزم کفر
باشد نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہَا پس معنی بیت مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ معلوم شد چگونہ مراد مولوی جامی
رحمۃ اللہ علیہ آن باشد کہ معترض فہمیدہ است حالانکہ خود مولوی میگوید ؎

بے غرض ذات او وبے جوہر	ہرچہ بندی خیال ازان برتر

ومعنی بیت مولوی رومی قدس سرہٗ آن است کہ وجود حقیقی کہ عین ذات حق است یا صفت او
چون از بیرنگی خود اسیر رنگ شد یعنی در مرتبہ وہم بکثرت تعلق گرفت مبتلی باموسیٰ در جنگ شد
یعنے ازیک نوع افراد متعددہ ومتکاثرہ برآمد مثل موسیٰ وعیسیٰ ومحمد صلی اللہ علیہم ازیک جنس اند وہریک
منشاء ہدایت وبااین احکام واحوال مختلفہ دارند مراد در جنگ شدن ہمین تکثر واختلاف است

چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی	موسیٰ وفرعون دارند آشتی

یعنی چون صوفی در وقت مراقبہ مستغرق مشاہدہ وجود حقیقی میشود ودران وقت موسیٰ وفرعون
ہردو از نظر او ساقط میشوند وتعدد وتکثر مطرح نظر او نمی باشد ازان وقت خبر میدہد کہ موسیٰ و
فرعون دارند آشتی۔ وازہمچنین حالت مولوی روم قدس سرہ خبر میدہد ؎

علم حق در علم صوفی گم شود	این سخن کے باور مردم شود

یعنی وقتیکہ صوفی متوجہ ذات بحت میشود دران صفات آلہی ہم مد نظر نمی باشد پس صادق
آمد کہ علم حق کہ صفتے از صفات حقیقیہ حق است وانفکاک او از ذات محال است دران وقت
در علم صوفی آن ہم مطرح نمی باشد پس در علم صوفی گم شد نہ در نفس الامر **سوال** ازین تقریر
امکان صحت دعوی صوفیہ ظاہر شد لیکن دلیل برین دعوی چیست **جواب** این جماعت برین
دعوی ہرچند استدلالات مذکورہ کردہ اند ودران کتب ورسائل نوشتہ اند لیکن در واقع دلیل
آنہا کشف است لاغیر صوفیہ شہودیہ میگویند کہ این جماعت کہ ہمہ اوست میگویند در غلط افتادہ
اند ومنشاء غلط ایشان دو چیز است یکے سکر عشق ومقتضائے عشق آن است کہ غیر محبوب

از نظر محب مستور گردد. و ہر سو کہ می بیند صورت معشوق کہ در خیال او مستقر است مشہود میگردد
و در عشق مجازی ہم این صورت ظاہر میشود دوم آنکہ وجود ممکن در مقابلہ وجود واجب بمنزلہ لاشے
است ولہذا عقلا وجود را کلّی مشکک میگویند عقلا میگویند لِلْمُمْکِنِ فِیْ نَفْسِهٖ لَیْسَ وَلَهٗ
مِنْ عِلَّتِهٖ اَلْاَیْسُ ورسول کریم میفرماید اَصْدَقُ الْقَوْلِ قَوْلُ اللَّبِیْدِ مصرع اَلَا کُلُّ شَیْءٍ
مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ یعنے عدم ذاتی اوست و وجود او مستعار از حق جل و علا پس وقتیکہ بحکم
قولہ تعالیٰ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا انسان تصور کند و یقین داند کہ وجود ممکنات
ذاتی شان نیست مستعار است در وقت غلبہ این تصور ممکن را البتہ از وجود خالی خواہد یافت
و خواہد گفت لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ چنانچہ زید کہ برہنہ بود و پارچہ عاریت پوشیدہ است. اگر
آن پارچہ را بغیر نسبت کند و درین ملاحظہ استقامت نماید البتہ خود را برہنہ خواہد دانست
و چنانچہ شخصے نظر خود در آفتاب دوختہ باشد. البتہ روشنی چراغ در نظر او تاریک خواہد بود و این
دید اقرب بصواب و اوفق بکتاب و سنت و اجماع امت است **سوال** فریق ثانی صوفیہ
کہ قائل وحدت شہود اند میگویند کہ در خارج حقیقی غیر از واجب حقیقی ہیچ موجود نیست و ممکنات در
خارج ظلی بوجود ظلی موجود اند این چہ معنی دارد **جواب** این جماعت کہ عالم را ظل و عکس تعبیر میکنند
بالمجاز میکنند و نیز آنچہ ایشان را در اثنائے سیر و سلوک مشہود می شود در حالت سکر از ان حکایت می کنند
و چون بہ انتہائے کار میرسند از ان تحاشی می نمایند و میفرمایند کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم را ظل نبود
خالق محمد را چگونہ ظل باشد. و نسبتے کہ درمیان وجود واجب و وجود ممکن متحقق است لفظے حقیقی برائے
آن موضوع نیست ناچار بالمجاز برائے اظہار قوت و ضعف و اولیت و اولیت و ضد آن باصل
و ظل تعبیر می کنند و میگویند کہ آنچہ در دید تو و شہود تو بگذرد آن غیر حق است آنرا تحت لائے نفی باید
کرد و مقصود ورائے آن باید جست ع عکس در آئینہ ہا نماید مرد ؎

غیر ازین پے نبردہ اند کہ ہست	دور بینان بارگاہ الست

مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ اور حضرت **مولنا شاہ ولی اللہ صاحب** محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ بجواب خطوط **شاہ ابو سعید** صاحب تحریر فرماتے ہیں وہ نوشتہ بودند کہ اولا مشہود میشود
کہ ذات مبدا اثر ہا وار مانند آتش کہ اثر او ضوء است فرق اینقدر کہ ذات مبدا صفات کاملہ غیر متناہی

دارد۔ لہذا سبب ظہور مراتب غیر متناہی میتواند بود۔ و آتش ہمہ یک اثر دارد کہ ضرورت سیادت مآبا
حاصل این شہود ظہور استعداد ذات وجوبیہ است در مظاہر امکانیہ و اطلاع بر عدم تناہی آن استعدادات
جمیع صوفیہ چہ قائل بوحدت وجود و چہ قائل بوحدت شہود ہمہ بر آن متفق اند۔ باز نوشتند کہ مشہود
میشود کہ وجود واحد است۔ و قوالب مختلف و بسبب اختلاف قوالب امتیاز ممکنات پیدا شد ضوء
مصباح و زجاجہ یک صورت است چون آنجا قوالب مختلف است اگر آئینہ ہا سرخ و سبز و زرد باشد
رنگہائے مختلف پیدا شود۔ سیادت مآبا۔ این معرفت بوحدت وجود می کشد باز نوشتند و
چیز مشہود میشود ذات کہ نور دقیق است و صفات در زید و فرس غیرہ مشہود میشود و در ان میان بنظر
دقیق ذات ہم مشہود میگردد سیادت مآبا آن نیز از شعبہائے وحدت وجود است کہ حقیقت
وجود و رنگہائے مختلف کہ ظل قابلیات ذات وجود است در ہمہ مشہود و ظاہر ست۔ سیادت مآبا
آنچہ بر لوح ضمیر الیشان مشہود شدہ ہمہ موافق مکاشفات صوفیہ محققین است غلطی واقع نشدہ ہنوز
سیر لطیفہ خفیہ است۔ در خلوت گفتہ شدہ بود کہ در سیر لطیفہ خفیہ ہمچنین مکاشفات بیش خواہد آمد۔ یاد داشتہ
باشند۔ شکر نعمت حضرت واجب الوجود باید کرد و امید مزید باید داشت سیر این لطائف بحقیقت
این نیست کہ یاران گمان می کنند کہ بمجرد استنطاق تمام شود طولے و عرضے دارد۔ بالجملہ بخاطر جمع در بن
سیر و سلوک سعی نمایند۔ ہم موافق سیر صوفیہ است و ہم مطابق شریعت۔ آنچہ نوشتہ اند نشان لطیفہ
خفیہ ست آنکہ اجمالاً اشیا را در مبدا می بینند و مبدا را تفصیلاً در اشیا ہمان کیفیت است کہ موحدین
بدیدن حق در خلق و دیدن خلق در حق تعبیر کردہ اند۔ مبارک باشد۔ خدا تعالیٰ انوار و فتوح مزید
گرداند۔ آنچہ نوشتہ بودند بر قاعدہ است تردد را جائے نہ ہشند۔ نوشتہ بودند کہ رجوع کل بجانب
مبدا مشہود میشود پس تطبیق خلود اہل نار در نار و خلود اہل بہشت در بہشت این مکاشفہ چہ صورت
بندد۔ صاحب من این رجوع کل کہ عارف را مشہود میگردد رجوع در زمان آیندہ نیست بلکہ
بالفعل ست باعتبار ذات خود حکیم میگوید کہ ماہیت ممکنہ را باعتبار ذات او این ست کہ نیست
و باعتبار موجد این است کہ ہست و عارف میگوید کہ ماہیت ممکنہ را باعتبار تحقق خود با مبدا در دو
نوع ارتباط واقع است یکی آنکہ از مبدا بر آمد۔ و دیگر بمبدا باز گشت بالفعل او را باعتبار مبدا
ہر دو حیثیت ثابت است چنانکہ وجہ او را با یک دو ربط واقع است یکے آنکہ یک را چند بار گرد شش دادم

دو گشت دیگر آنکہ چون وہ تمام شد یکے گشت از عشرات الحال ہمین قدر باید فہمید ثانی الحال صورت مبدا و مرجع بوجہ دیگر نسخ خواہد بود **ایضاً** اینکہ میروند ہمان صراط مستقیم است کہ اکابر اہل عرفان رفتہ اند ہیچ دغدغہ خاطر ایشان را مشوش نسازد۔ درحالت اولیٰ صفتے از صفات مبدا رو لازمے از لوازم ذات او بمنزلہ ضوء بہ نسبت آفتاب کہ برنگہائے مختلفہ برآمدہ وثانیاً ذات مبدا را بغیر ملاحظہ صفات دیدند کہ در مظاہر مختلفہ ظہور نمودہ۔ فقیر این ہر دو حالت را منسوب بلطیفہ خفیہ می کند۔ اما حالت ثانیہ بلند تر ہست از حالت اولیٰ بعد ازان دیدند کہ از میان ایشان نورے میل میکند بجانب مبدا رو آنجا مثل حباب در آب متلاشی شدہ پیش این فقیر این حالت نمایش است از حجب ہست۔ بالجملہ آنچہ خدائے تعالیٰ عطا کردہ است نعمتے است عظیمہ بران از جان و دل شکر کنند و متوقع مزید باشند **ایضاً** نوشتہ بودند کہ ذات مقدس خالی از جمیع قیود می شود کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً اشارہ باوست بعد ازان انوار صفات کہ مبدا افعال است بنظر می آید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ رمزیست بآن بعد ازان تاثیر آن صفات در خارج بحیثیت آن صفات مرئی میگردد فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ تلمیح است بآن این ہمہ معارف حقہ ہست شکر او تبارک و تعالیٰ بران باید کرد۔

مکتوب از حضرت عبد الرزاق احمد صاحب قادری جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بجانب شیخ حسین شاہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آنکہ اِعْلَمْ یَا اَخِیْ مَتَّعَکَ اللّٰہُ بِالْمَعْرِفَۃِ وَالْمَحَبَّۃِ اِنَّ الْمَعْرِفَۃَ عَلٰی نَوْعَیْنِ اِسْتِدْلَالِیٌّ وَوِجْدَانِیٌّ وَاَمَّا الْاِسْتِدْلَالِیُّ فَاِنَّ مَنْ طَالَعَ حُسْنَ اللّٰہِ وَاِتْقَانَہٗ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا لَاحَ لَہٗ فِیْ کُلِّ صُنْعٍ اٰیَۃٌ یَسْتَدِلُّ بِہَا عَلٰی صَانِعٍ حَکِیْمٍ مُرِیْدٍ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ الصُّنْعُ اَثَرًا مِنْہُ فَیَعْرِفُ اللّٰہَ بِدَلَالَتِہَا وَہٰذِہِ الْمَعْرِفَۃُ وَاِنْ کَانَتْ ضَرُوْرِیَّۃً لَا یَسَعُ الْمُؤْمِنُ جَہْلَہَا وَلَا یَنْعَقِدُ عَقْدُ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِہَا لٰکِنَّہَا مَعْرِفَۃٌ عَامَّۃٌ لَیْسَتْ مِنَ الْمَعْرِفَۃِ الْحَقِیْقِیَّۃِ فِیْ شَیْءٍ

چو آیات است روشن گشتہ از ذات	نگردد ذات او روشن ز آیات

وَالْمُسْتَدِلُّوْنَ یَعْرِفُوْنَ وَرَاءَ الْعَالَمِ وَہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ الْمُسْتَدِلُّوْنَ بِالدَّلِیْلِ

زہے ناداں کہ او خورشید تابان	بنور شمع جوید در بیابان

وَاَمَّا الْمَعْرِفَۃُ الْحَقِیْقِیَّۃُ الْوِجْدَانِیَّۃُ فَہِیَ اَنْ یَّنْخَلِعَ ذَاتُ الْعَارِفِ عَنْ مَلَابِسِ الْوُجُوْدِ

بِمُلَازِمَةِ الرِّیَاضَاتِ وَالْمُجَاهِدَاتِ وَادَامَةِ الذِّکْرِ بِلَوَاطَاةِ الْقَلْبِ اللِّسَانِ وَلِاعْتِصَامِ بِعُرْوَةِ هِمَّةِ الشَّیْخِ فَسَلَکَ بِمَسَالِكِ الْفَنَاءِ فَیَخْلَعُ اللّٰہُ عَلَیْهِ لِبَاسُ نُعُوْتِهٖ وَاَسْمَائِهٖ وَانَّہ الَّذِیْ یُعْرَفُ الْحَقُّ بِالْحَقِّ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ

خاصہ حضرت وجود بود	رویت حق بحق شہود بود

حاصل این معرفت آن ست کہ جمیع موجودات ممکن بنور حق یعنے تجلی او پیدا و روشن گشتہ اند و بواسطہ تجلی او بصورت اشیا بنسبت وجود باشیا کردہ اند و بحقیقت غیر حق ہیچ موجودے نیست و جمیع اشیا را موجود شدہ اند نہ آنکہ حق سبحانہ تعالیٰ ورائے عالم ست و عالم ورائے حق ست تعالیٰ اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ لِلْخَلَلِ وَمِنْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ بِرَائِہٖ بَلْ یَکُوْنُ لِهٰذَا مِنْ فَضْلِهٖ وَعَطَائِہٖ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ یعنے اے آن کسانیکہ ایمان آوردہ اند ایشان یعنے الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَهُمُ الْمُسْتَدِلُّوْنَ خَاطَبَهُمُ اللّٰہُ بِخِطَابِهٖ وَاَمَرَهُمْ بِقَوْلِهٖ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ اَیْ بِالشَّهَادَةِ کَمَا اَشَارَ اِلٰی هٰذَا الْاِیْمَانِ بِقَوْلِهٖ اَلَا اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ اَلَا اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ محققے باید کہ مشاہدہ حق فرماید در ہر متعین بے تعین زیراکہ اللہ تعالیٰ مشہود است در ہر مقید بے باسمے و صفتے امافی الواقع نہ مقید است بدین ہا بلکہ مطلق است ازینہا ے

او جمیل و جمال دارد دوست	ہمہ عالم جمال حضرت اوست

فَاعْلَمْ یَا اَخِیْ اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَكَ بِالْمَعْرِفَةِ وَالْمَحَبَّةِ اِنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی وَاجِبُ الْوُجُوْدِ فَاِذَا وَجَبَ وُجُوْدُهٗ وَجَبَ عَدَمُ مَا سِوَاهُ فَاِنَّ الَّذِیْ یَظُنُّ اَنَّهٗ سِوَاهُ لَیْسَ بِسِوَاهُ لِاَنَّهٗ تَنَزَّهَ اَنْ یَکُوْنَ غَیْرَهٗ سِوَاهُ بَلْ غَیْرُهٗ هُوَ فَلَا غَیْرَ وَاِلٰی هٰذَا اَشَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ هُوَ الدَّهْرُ اَشَارَ اِلٰی اَنَّ وُجُوْدَ الدَّهْرِ وُجُوْدُ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لِاَنَّهٗ تَعَالٰی وَرَاءَ الدَّهْرِ فَوَرَاءَ الْعَالَمِ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ شاید کہ نجاطر شریف واضح نماید روشن تر ازین عرض دارم یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ یعنی آنکسانیکہ ایمان آوردہ اند ایشان بذات خود یعنی ہستی را بخود نسبت کردہ اند و دانستہ اند کہ ما موجودیم ورا حقیقت مطلق خطاب مستطاب از ملک وہاب بدیشان میرسد کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنے

اَلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُسْتَیْقِنِیْنَ بِاَنْفُسِہِمْ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ بِاَنَّ وُجُوْدَکَ وُجُوْدُ اللّٰہِ بِلَاضَرُوْرَۃٍ
وُجُوْدُکَ وُجُوْدُ اللّٰہِ وہذا معنی قولہ علیہ السلام مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ زیراکہ
اول اوست و آخر اوست ظاہر اوست و باطن اوست فَاِذَا ثَبَتَ اَنَّہُ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ
وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ ثَبَتَ اَنَّکَ لَسْتَ اَنْتَ بَلْ اَنْتَ ہُوَ فَاِذَا عَرَفْتَ نَفْسَکَ ہٰکَذَا فَقَدْ
عَرَفْتَ اللّٰہَ وَاِلَّا فَلَا لِاَنَّہٗ تَعَالٰی جُزْئِیٌّ حَقِیْقِیٌّ وَرَاءَکَ وَوَرَاءُ الْمَوْجُوْدَاتِ کُلِّہَا تَعَالَی
اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا شاید واضح نگردد روشن تر ازین عرض دارم قال اللہ تعالٰی
یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ یعنی اَلْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْاَشْیَاءِ وَیَتَیَقَّنُوْا بِاَنَّ
الْاَشْیَاءَ مَوْجُوْدَاتٌ عَلٰی حِدَۃٍ مُسْتَقِلَّۃٌ وَرَاءَ الْحَقِیْقَۃِ الْمُطْلَقَۃِ خطاب کریم از رحمت رحیم
بہ پریشان رسید اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ لَا بِالْاَشْیَاءِ لِاَنَّ الْاَعْیَانَ الْمَعْلُوْمَاتِ مَعْدُوْمَاتٌ اَبَدًا
موجوداتٌ بِوُجُوْدِہٖ سَرْمَدًا وَہٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ہِیَ ؎

در نظر عین غیر آب نماند	محو شد قطره و حباب نماند

واعیان ازین رو که ساکنند معدوم اند و اعیان ممکنات را آثار است در وجودے که ظاہر است
و دراعیان وجود عین حق است و اصناف وجود باعیان نسبتی است اعتباریه و افعال و تاثیر
تابع وجود اند و اعیان معدوم و معدوم نه موثر تواند بود و نه فاعل بلکه موجود حق است تعالیٰ و تفرد
عاید است باعتبار تعین و تقید بصورت عبد و این شانی است از شیون ذاتیه او و معبود ذات
باعتبار اطلاق و عین عبد باقی است نه او تعالیٰ شانه معبود است و را حقیقت عبد زیراکه
حقیقت عبد ذات اوست تعالیٰ شانه و آن ذات از حسب تعدد و تکثر که بواسطه تلبس او تبعینات
می نماید خلق و عالم است پس پیش از ظہور عین حق بود و حق بعد از ظہور عین عالم ؎

بر شکل بتان رہزن عشاق حق است	لا بلکه عیان در ہمه آفاق حق است
چیزے که بود زروئے تقلید جہان	واللہ که ہمان ز وجه اطلاق حق است

فَاِذَنْ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مَعْبُوْدَ غَیْرُ اللّٰہِ وَقَدْ ذُکِرَ اِنَّ حِجَابَہٗ وَحْدَانِیَّتُہٗ وَ
فَرْدَانِیَّتُہٗ لَا غَیْرُ وَلِہٰذَا جَاءَ لِلْوَاصِلِ اَنْ یَّقُوْلَ اَنَا الْحَقُّ وَاَنْ یَّقُوْلَ سُبْحَانِیْ
مَا اَعْظَمَ شَانِیْ وَمَا وَصَلَ وَاصِلٌ اِلَّا بِصِفَاتِہٖ صِفَاتُ اللّٰہِ وَذَاتُہٗ ذَاتُ اللّٰہِ لِاَنَّہٗ

لَاذَاتَ اِلَّاذَاتُهٗ وَلَا وُجُوْدَ اِلَّا وُجُوْدُهٗ کما ثبت مِنْ قَبْلِ بِقَوْلِهٖ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ
شاید کہ واضح نگردد روشن ترازین عرض وارم رَوِیَ عَنِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ حَاکِیًا عَنِ
اللّٰهِ تَعَالٰی یَا عَبْدِیْ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ وَسَأَلْتُکَ فَلَمْ تُعْطِنِیْ اِشَارَ اِلٰی اَنَّ وُجُوْدَ الْمَرِیْضِ
وُجُوْدُهٗ وَوُجُوْدُ السَّائِلِ وُجُوْدُهٗ وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّ وُجُوْدَ السَّائِلِ وُجُوْدُهٗ ثَبَتَ اَنَّ وُجُوْدَهٗ وَ
وُجُوْدُ جَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ مِنَ الْمُکَوَّنَاتِ مِنَ الْجَوَاهِرِ وَالْاَعْرَاضِ وُجُوْدُهٗ وَمَتٰی ظَهَرَ سِرُّ ذَرَّةٍ
مِنَ الذَّرَّاتِ ظَهَرَ سِرُّ جَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ دانم کہ واضح نگردد روشن تر
ازین عرض وارم و وجدانی را در کتاب رم قال اللہ تعالیٰ فی محکم کتابہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ
اَلْاَلِفُ وَاللَّامُ فِیْهِ لِلْاِسْتِغْرَاقِ مَعْنَاهُ جَمِیْعُ الْمَحَامِدِ لِلّٰهِ یعنے ہرچہ در صحائف کائنات
از صنف ثنیہ و محامد ہست آن اثنیہ و محامد ذات واحد است تعالیٰ شانہ۔ پس باشارت قولہ
تعالیٰ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ معلوم میشود کہ ہیچ ذاتے ورا رذات باری تعالیٰ موجود نیست و امکان ندارد کہ
بے ذات حق سبحانہ تعالیٰ ذاتے دیگر موجود باشد۔ الغرض اگر ذاتے دیگر ورا رذات حق موجود باشد
او از صفت خالی نباشد زیرا کہ ہر ذاتے کہ ورا رذاتِ مطلق موجود باشد از قبل و از بعد و از حرکت و
سکون خالی نباشد پس ذات اینہا صفات او باشد وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ الصِّفَاتِ کُلَّهَا لِلّٰهِ فَثَبَتَ
اَنْ لَّاذَاتَ اِلَّا اللّٰهُ واضح تر عرض وارم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ یعنے
آن کسانیکہ ایمان آوردہ اند بخدائے تعالیٰ فَاِنَّهٗ خَالِقٌ مَوْجُوْدٌ وَذَاتٌ مَوْصُوْفٌ بِصِفَاتِ
الْکَمَالِ مُنَزَّهٌ عَنِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ خطاب کریم از ملک رحیم بدیشان رسید اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
بِاَنَّ ذٰلِکَ الْخَالِقُ الْمَوْجُوْدُ لَیْسَ وَرَائَکَ موصوف بصفات کمال منزہ از نقص و زوال بَلْ
ذٰلِکَ الْمَوْجُوْدُ الْمَوْصُوْفُ اَنْتَ فَاٰمِنْ بِاللّٰهِ بِاَنَّکَ اَنْتَ الْمَوْصُوْفُ بِصِفَاتِ الْکَمَالِ مِنْ غَیْرِ
اَنْتَ چون ایمان بخدائے تعالیٰ بیاری مومن باشی وَاللّٰهُ الْمُؤْمِنُ دیوانہ یگانہ خوش میفرماید؎

بیرون زحا و و کائنات است دلم	بیرون ز احاطۂ جہان است دلم
فارغ ز تقابل صفات است دلم	مرآۃِ تجلیاتِ ذات است دلم

وشے در رسالہ دیگر نوشتہ است کہ اقرب طرق ذکر است و ازان قریب تر مشغول بودن
باصورت پیر و مرشد است کسے راکہ حق سبحانہ و تعالیٰ توفیق رفیق گرداند کہ مشغولی واسطہ پیر

حاصل شود ہیچ کارے بہتر ازین کار ندارد و درگوشہ اُفتادہ ہم درین ملاحظہ مشغول ماند اگرچہ ریاضتے دیگر داشتہ باشد ہمیں او را بخدا رساند و مبتدی را از مشغول بودن بصورت پیر گزیر نیست زیرا کہ عالم الٰہی عالم معنی است و دیدن او ممکن نیست مگر در صورت صاحب کمال کہ انسان کامل ذات او ذاتِ حق است و مظہر کمالات حق است۔ ؎

	مظہر تام غیر انسان نیست		کہ ہمہ کون را مسخر کرد
؎	انبیا را و اولیا را حق بدان		سِرّ مخفی کردہ ام با تو بیان

این فقیر را حضرت ملاحظہ صورتِ خود با ذکر چہار پایہ فرمودند بحدے مشغول گشتم کہ بالکلیہ از ذکر و فکر بعینہٖ ہمیں ملاحظہ صورت ماند غیر از نماز فرض و سنت موکدہ لابد از دستم نمی آمد و ہر کس کہ بواسطہ پیر مشغول ماند اگرچہ از دستش ہیچ عبادتے و ریاضتے نیاید ہم مقصود وے برآید زیرا کہ ہر صاحب دولتے و سعادت مندے کہ با ایشان متوجہ شود و در متابعت ایشان موافق رود و نور روئے رخشان ایشان در مرأتِ دلِ وے بتابد و بواسطہ صفائے وجہ ایشان خود را عین ایشان یابد لاجرم فیض و عطائے کہ با ایشان میرسد با و نیز رسد و ذوقے و حالے کہ از ایشان ظاہر می شود از و نیز ظاہر شود چنانچہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در باب ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمودند مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ و واسطہ حضرت پیر بر فقیر چنان غالب آمدہ بود کہ چون خلق مادھی دیدند و بندہ نیز می نگریست اصلاً ماہتاب در نظر نمی آمد و بحدے مشاہدہ صورت غالب بود کہ غیر از وجہ مبارک ایشان ہیچ چیز در دیدہ ام نمی نمود اگر بر درخت یا بر دیوار و بہر جانب کہ نظر میکردم جمال حضرت ایشان مشاہدہ می شد ؎

؎	در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمی بینم		غیر از تو کسے باشد حقا کہ محال ست این
؎	در ہر چہ نظر کنم بہ تحقیق		جز نورِ رخ تو نیست منظور

راقم

اِن بزرگانِ دین کے خوانِ نعما یعنے مکتوبات مذکورہ بالا کے مضامین حقایق آلٰہیہ کے نعمہ مختلفہ سے اِس فقیر کو جو کچھ حصہ ملاہے مسافرانِ طریق طریقت و رہروانِ راہ حقیقت و

وسالکان مسلک معرفت کی خدمت میں پیش کرتا ہے تاکہ اہل ذوق اپنے مذاق طبعی کے موافق
اِس دسترخوان نعمتہائے پرلطف انعمہ آلہی سے محظوظ ہوکر باطمینان تمام وحسب منشائے خود دیدار
یارکا رستہ لیں وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰہِ صوفیہ کرام وحدت حقیقی کو منشار توہم کثرت جانتے
ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ عالمِ امکان ایک عالی شان طلسم ہے جسکو صانع مطلق نے اپنی
صنعت کاملہ سے واسطے پوشیدہ رکھنے اپنی وحدتِ حقیقی کے برپا کر رکھا ہے تاکہ ہر ایک
شخص اس گنج مخفی کا کھوج نپا سکے اور یہ راز ان پر بمرتبہ حق الیقین منکشف ہوگیا ہے کہ وجود
واجب تعالی یعنے وحدتِ حقیقی کثرت طلسمی غیر حقیقی میں ساری وطاری ہے جیسے آب کہ باوجود
کثیف ہونے کے صور مختلفہ محسوسہ وغیر محسوسہ میں ساری وطاری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو عالم
اِمکان ورطۂ عدم میں پہنچے پس اسی طرح اگر وحدتِ حقیقی یعنے وجود واجب جو الطف ہے کثرتِ
طلسمی غیر حقیقی میں موجود نہو تو کل کثرت طلسمی غیر حقیقی معدوم محض ہو جائے اور اس طلسم مصنوعی
کا ڈھانچ بالکل بکھر جائے لیکن چونکہ کثرت غیر حقیقی میں وحدت حقیقی بذات خود موجود ہے لہذا
کثرت غیر حقیقی قائم ونمودار ہے۔ کثرت غیر حقیقی وہ ہے جو بوسیلہ ظاہر ہوا اور وحدت حقیقی وہ
ہے جو بذات خود قائم وبرقرار ہے۔ کثرت غیر حقیقی قادح وحدت حقیقی نہیں ہوسکتی کہ وہ معدوم ہے
اور یہ موجود بلکہ بغیر وحدت حقیقی وجود کثرت غیر حقیقی محال ہے جیسے بغیر آب وجود کل اشیاء۔
مفسرین نے کَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کی تفسیر میں اِس حدیث کو نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے
اللہ تعالی نے ایک موتی منور پیدا کیا جسکو نور محمدی کہتے ہیں (جسکی گولائی اور بزرگی اُسکے
علم میں ہے) پھر اسپر تجلی جلال فرمائی اور وہ ہیبتِ آلہی کے مارے پگھل کر پانی ہوگیا اور جوش
کھاکر پکنے لگا اور اُس میں سے دخان اُٹھا اور ہوائیں مختلف پیدا ہوگئیں اُس دخان سے آسمان
بنے اور ہواؤں کے جھونکوں سے پانی پر کف نمودار ہوا جس سے زمین نمودار ہوئی پھر ان
چاروں یعنے آتش وہوا وآب خاک کے اشتمال سے جملہ اجرام فلکی واجسام ارضی محسوسہ وغیر
محسوسہ موجود ہوگئے کُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ سے واضح ہے
غرض دنیا وما فیہا میں جو کچھ گلکاریاں ہو رہی ہیں یہ حضرت آب کا فیضان ہے پس اِس سے ثابت
ہوگیا کہ زمین وآسمان وغیرہ کی اصل اور کل اشیار کی جان پانی ہے کما قال اللہ تعالی وَجَعَلْنَا

مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ یعنی اور کیا ہمنے پانی سے ہر چیز کو زندہ اور اسی بارہ میں حدیث شریف بھی ناطق ہے کُلُّ شَیْءٍ حَیٍّ مِنَ الْمَاءِ اور پانی کی اصل وحدت حقیقی یعنے وجود واجب تعالیٰ ہے تو سب اشیاء کے وجود میں وحدت حقیقی ضرور موجود ہے جیسے ہر شے میں پانی کی حقیقت اور یہ وہی پانی ہی جو بخارات بن کر اڑتا ہے اور ہوا کے ذریعہ سے جابجا ابھی تک اپنی اصلی بہار کے کرشمے رنگ برنگ صور واشکال والوان مختلفہ میں دکھا رہا ہے اور دکھاتا رہیگا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ اب ذرا اعداد پر غور فرمائیے کہ الف یعنے ایک اپنے نقطۂ احدیت ذات لاتعین سے ظہور پکڑا ہے جس کا بیان مفصل ہندسہ آلہیّہ میں کیا جایگا اور جملہ اعداد اسی ایک سے شروع ہو کر نو ۹ پر ختم ہو جاتے ہیں اور آگے وہی صفر اور وحدت حقیقی واحد کے ہر ایک عدد میں موجود ہے مثلاً ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹ اور اگر اس ایک کی وحدت حقیقی اعداد میں نہو تو کوئی عدد قائم نہیں رہ سکتا اور یہ نو کا عدد پورے طور پر مکمل ہے چونکہ اس نو کے عدد کو وحدت حقیقی نے کمال کے درجہ تک پہنچا دیا ہے اسلئے اسکے آگے صفر کے سوا کوئی عدد نہیں اور جو کچھ بھی ہیں تو اسی ایک سے نو تک کی شاخیں ہیں باقی صفر مثلاً اسی ایک۱ سے نو تک کے اعداد میں باہم ایک کو دوسرے میں جمع یا ضرب یا تفریق یا تقسیم یا اور کوئی عمل حسابی ان اعداد پر کیا جائے تو شاخ در شاخ برابر نکلتی چلی آئینگی غرض ایک سے لیکر نو۹ تک تمام دنیا کے حساب کا خاتمہ ہے یہ ہی اکائی ہیں اور یہی دہائی اور یہی سیکڑا اور یہی لاکھ وغیرہ فقط نقطہ ومراتب کا ہیر پھیر ہے اور کچھ بھی نہیں ؎

آثار تعینات چوں یافت ہلکے	کثرت ہمہ وحدت است بے ہیچ شکے
چون نقطہ صفر شد نہان از رقمت	بنگر چہ دہ و صد و ہزار است یکے

مگر جہان کہیں کوئی عدد ہے وہاں ایک بھی ضرور موجود ہے یعنی یہ ایک اپنی وحدت حقیقی ہر ایک عدد میں قائم اور برقرار رکھتا ہی اسی طرح مظہرات وشیونات آلہیہ لَاتعدُّ وَلَاتحصٰے ہیں کہ ہر ایک اپنے کمال ترین درجہ کو پہنچا ہوا ہی اور آگے صرف وہی نقطہ وحدت ذات ہی اور احدیت ذات کی وحدت حقیقی ہر ایک مظہر وشان میں اَظْہَرُ مِنَ الشَّمْس شامل حال ہے لیکن اندھا ما در زاد معذور محض ہے اب دہائی سیکڑہ ہزار دس ہزار لاکھ دس لاکھ وغیرہ میں نقاط کا فرق ہے اور اعداد وہی ایک۱ سے لیکر نو۹ تک ہیں اور انکے درمیانی اعداد مختلف صورت وشکل کے ہیں مگر ایک

کی وحدت حقیقی جملہ اعداد میں ساری و طاری ہے اور جمیع علوم و ہر زبان کے اعداد و حروف کی ابتدا اسی ایک سے جسکو الف کہا جاتا ہے شروع ہوئی ہے اور اسی پر ختم اور ہر عدد و حرف باشکال و صور مختلفہ موجود ہے اسی طرح احدیت ذات ہر شئے میں اپنی وحدت حقیقی قائم و برقرار رکھتی ہے۔ سہ

احدیت و شمار از و معزول آن احدے کہ عقل داند و فہم	صمدیت و نیاز از و مخذول آن صمدے کہ حس شناسد و وہم
ہزار رنگ جہاں گرچہ در نمود آید	ہمان یکے ہست کہ در دیدۂ شہود آید

متی ایک جو انگ اینک ہو اسمین بھن سب ہن کا روپ ہے جی
بے مات کوئی سنگ مات لئے مس سب ہی میں تدروپ ہے جی
ایسے کہان چرون مدانند ہی میں چدانند دیکھو سب ہلو ٹہے جی
کبیر بھیک سی جان لیجئے نام روپ تو من کے دوڑ ہے جی

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت وجود کو اس طرح پر ثابت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ ظہورات عالم کو احدیت ذات سے دو ربط ہیں جیسے دس کے عدد کو ایک کے عدد کے ساتھ مثلاً اگر ایک کے عدد کو چند بار گردش دی جائے تو دس کے عدد تک پہنچ جائیگا اور جب دس تمام ہوئے تو پھر وہی ایک کا ایک ہے۔ اگرچہ مولٰنا صاحب نے اس میں ظہور و بازگشت کا حساب رکھا ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ لیکن فی الحقیقت آپنے انھیں اعداد میں ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ کو ظاہر کر دیا اور وحدت وجود کا ثبوت کامل طور سے کر دکھایا ہے یعنی اول ایک آخر ایک ظاہر ایک باطن ایک اور سب میں موجود اور سب سے جدا اور پھر وہی ایک کا ایک یعنی باوجود کثرت اعداد مختلفہ صور و اشکال کے سب میں ایک موجود ہے۔ اسی طرح عشرات و مآت و الوف وغیرہ میں وحدت حقیقی کو دیکھو۔ غرض کوئی شئے وحدت حقیقی سے نہ خالی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ صفات عین ذات نہیں بلکہ ذات پر زائد ہیں کہ ذات محتاج صفات نہیں اگر صفات بھی نہوتیں تو ذات سے ہی صفات کا کام سرانجام ہوتا۔ بھلا اگر ذات ہی بذات خود بغیر صفات کھلے بندوں بے پردہ ہو کر چٹیل میدان میں آکر کھل کھیلتی تو بھلے

ہی دن نہوتے اِس میں ہمارے لئے یہ بڑا نفع تھا کہ ہم اس بندگی کے جنجال سے آزاد ہوجاتے ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا	ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہوتا میں تو کیا ہوتا

مگر افسوس کہ ایسا نہوا اور کیوں ارادہ بدلدیا لیکن ذاتِ حق نے چونکہ علیم و حکیم مطلق ہے اپنے علمِ قدیمہ سے معلوم کرلیا کہ کھلے بندوں میدان میں آجانا حکمتِ بالغہ کے خلاف ہے لہذا صفاتی بھیس کا بہروپ بھر کر تجلی صفاتی فرمائی اور مصلحت بھی اسی میں دیکھی تا کہ غنائیت و صمدیت محفوظ وقائم رہے اور صفات کارفرمائے عالم سمجھی جائیں ؎

بدلا نہیں کوئی بھیس ناچاری سے	ہر رنگ ہے اختیار سرکاری سے
سب روپ میں ناک جھانک اپنی کرنا	یہ سوانگ بھرا گیا ہے عیاری سے

اور پُرلطف کیفیت بھی اسی میں ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان پردہ ہو۔ ورنہ نہ عاشق رہے نہ عشق نہ معشوق ؎

ہست از پسِ پردہ گفتگوئے من و تو	چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

اب بڑے بڑے دانشمندوں کی عقل جزوی چکر کھا رہی ہے کہ یہ کیا طلسم حیرت افزا ہے کوئی تو عین کہتا ہے اور کوئی ظل و عکس اور کوئی کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں غرض ہر ایک شخص اپنے علم و انکشاف سے خیالی تکے لگا رہا ہے مگر وہ ذات لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اپنی اسی اصلی شان میں اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ متجلی ہے

رباعی

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد	عاشق بہ مئے دوسالہ ضبطے دارد
معلوم نشد کہ یار مشغول بکیست	ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد

بازآمدم برسرِ مطلب یاد رکھو کہ شیونات جمع شان کی ہے بمعنی طَوْرٌ مِّنْ اَطْوَارِ اللّٰہِ یا تجلی ذات یعنی بطون سے ظہور میں جلوہ نمائی فرمانا کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ دلیل قطعی اس پر دال ہے پس جیسے پانی کا ظہور موج و حباب کی صورت میں ہے کہ یہ آپس میں یکذات ہیں اسی طرح شان و شیونات و ذاتِ حق بھی ایک ذات ہے غرض بجز ذاتِ حق کچھ بھی موجود نہیں اِلّا پردۂ طلسمی جسم و صورت ؎

ز دریا موج گوناگوں برآمد	زبیچونی برنگِ چون برآمد

گہے در کسوت لیلیٰ فروشد	گہے بر صورت مجنون برآمد

چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی شہودی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ (صوفیہ شہودیہ کہ صحو وافاقت بہم رسانیدہ اند وشہود وحدت حقیقی در کثرت وہمی حکم کردہ ہمہ از وست میگویند وچون تعمق نظر کردہ میشود ہمہ نیستند موجود اوست ظاہر میشود قولہ تعالیٰ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ وقولہ علیہ السلام اِنَّ اَصْدَقَ الْقَوْلِ قَوْلُ لَبِیْدٍ ؎ اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ دلیل ست برین مدعا وباطل بمعنے آنکہ کَانَ ھَالِکًا اَوْ سَیَکُوْنُ بَاطِلًا گفتن مجاز است وتکلف ومعنی حقیقی تبادر آن ست کہ ہالک وباطل فی الحال بل علی الدوام) اس سے صاف ظاہر ہے کہ بجز ذات حق کچھ موجود نہیں۔ اور اگر کوئی شخص جمیع حقائق الموجودات عالم کو جس کا نام ممکنات ہے وہم وباطل پر محمول کرے تو یہ آیۃ مذکورہ بالا وقول لبید کے جسکو رسول علیہ السلام اصدق فرما چکے ہیں بالکل برخلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یعنے جو کچھ یہاں پر ہے وہ سب فانی ہے اور تیرے پروردگار صاحب جلال والاکرام کی ذات باقی ہے یعنی جنکو تم ممکنات کہتے ہو وہ سب فانی ہیں اور ذات واجب تعالیٰ باقی پس فانی وہ ہے جسکے اندر فنا فی الحال اصلی ولازمی ہو جیسے جسم وصورت اشیاء۔ اور جس میں فی الحال اصلی ولازمی فنا ہوتی ہے وہ فی الحال لاشے ومعدوم محض ہوتی ہے اور جب یہ بات ممکنات میں ثابت ہے تو ممکنات فی الحال لاشے ومعدوم محض ٹھیرے۔ اور **باقی** وہ ہے کہ جسکی ذات کو اصلی ولازمی بقا ہو اور یہ ذات واجب تعالیٰ پر صادق ہے تو معلوم ہوگیا کہ ممکنات فی الحال معدوم وفانی محض ہیں اور ذات الٰہی موجود وقائم۔ اب حیرت انگیز یہ بات ہے کہ جو ذات ازل الازل سے باقی ہے اور ابد الآباد باقی رہیگی اُس ذات کے مقابل جو اپنی اصلی وذاتی بقا رکھتی ہے اور ادراکات وانکشافات وعقول وافہام وخیال وقیاس وگمان واوہام سے برتر ہے ایک لاشے ومعدوم محض کو اسکے مقابل قائم کرکے اسپر عقلی وقیاسی دلائل شریعت کی آڑ میں پیش کیئے جاتے ہیں تعجب سے خالی نہیں حالانکہ شریعت پہلے ہی وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ارشاد فرما چکی ہے کیا ایسے دلائل احتمالی وانکشافی قابل پذیرائی ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں؟

سوال۔ بعض فقرا فرماتے ہیں کہ حسین بن منصورؒ کی دید نے انا الحق کہنے میں خطا کی۔ اور

اکثر سالکانِ راہ کو ایسے اغلاط واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً سُبحانی ما اعظم شانی وغیرہ۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب کتب عقائد میں جمیع علماء کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ اَلْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَ الصِّرَاطُ حَقٌّ وَالْمِیْزَانُ حَقٌّ وَالْکِیَا وَ الْکِیَا حَقٌّ حَقٌّ لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے اور اگر حق حق کا عقیدہ نہیں رکھے گا تو کافر ہوگا۔ اور اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ یہ حق باطل کے مقابل کہا گیا ہے تو ہم کو ضرور یہ عرض کرنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شئے کو باطل پیدا ہی نہیں کیا۔ چنانچہ وہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۱؎ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلاً یعنے اور نہیں پیدا کیا ہمنے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے باطل **ایضاً**۲؎ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یعنے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق کے **ایضاً**۳؎ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا لٰعِبِیْنَ وَمَا خَلَقْنٰھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ یعنے اور نہیں پیدا کیا ہمنے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُنکے درمیان ہے کھیلتے ہوئے (یعنی یہ بچوں کا سا بیہودہ کھیل نہیں ہے کہ بنایا اور بگاڑا) نہیں پیدا کیا ہمنے اِن دونوں کو مگر ساتھ حق کے **ایضاً**۴؎ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی یعنے نہیں پیدا کیا ہمنے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان اُنکے ہے مگر ساتھ حق اور وقت مقرر کے۔ پس جب ہر جگہ حق ہی حق موجود ہے تو پھر بیچارے منصور نے اگر انا الحق کہدیا تو کیا بُرا کیا۔ اور اگر یہ فرمائیں کہ وہاں حق بمعنی ثابتۃ ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ بیچارے حسین ابن منصور نے کیا خطا کی ہے یہاں بھی ثابتۃ کے معنی لگالو آپکا کیا حرج ہے مگر ہاں یہ بات دوسری ہے کہ ملّا کی ماری حلال ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ انانیت خاصۂ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ اور ذات کا ذاتی نام بجز ضمیر متکلم کے دوسرا نہیں ہے یعنی اَنَا۔ نَحْنُ۔ مَن۔ ما۔ میں۔ ہم۔ جو ہر ایک زبان میں بولتے ہیں۔ اور اللہ وغیرہ اسماء حسنیٰ یہ سب صفاتی نام ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں ہر چیز کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ آیات مذکورہ بالا سے مفہوم ہوتا ہے پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام منصور حلاج و بایزید بسطامی رحمہما اللہ کا تھا نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ع

انسان کی ذات میں یہ خدائی کے کھیل ہیں	بازی کہاں بساط میں جو شاہ ہی نہیں

۱؎ پ ۲۳ ع ۱۲ ۲؎ پ ۲۳ ع ۱۵ ۳؎ پ ۲۵ ع ۱۵ ۴؎ پ ۲۶ ع ۱

پس کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ جو چیزیں خاصۂ ذات حق ہیں وہ ماسوا اللہ کی طرف منسوب کی جائیں هٰذَا ظُلْمٌ عَظِيْمٌ اور بفرض محال اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ منصور حلاجؒ سے اَنَا الْحَق اور بایزید بسطامیؒ سے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ اور جنید بغدادی سے لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ وغیرہ اولیاء اللہ سے اور جو کچھ سرزد ہوا ہے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قرآن شریف کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ هٰذَا قُرْاٰنٌ صَامِتٌ وَاَنَا قُرْاٰنٌ نَاطِقٌ اور فرمایا ہے اَنَا عَاقِدُ نُطْفَةٍ فِي الْاَرْحَامِ وَاَنَا بَاعِثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مَنْ رَاٰنِيْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اور فرمایا ہے وَاَنَا عَرَبٌ بِلَا عَيْنٍ وَاَنَا اَحْمَدُ بِلَا مِيْمٍ کیا اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ان بزرگان دین سے یہ کلمات وہم و غلطی سے سرزد ہوئے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب بولنے کی وہوم وہام ہے خیر یہ تو جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن وادی مقدس طویٰ میں وہ شجرۂ بے زبان کس وہم و غلطی میں گرفتار ہوگیا تھا کہ اول تو موسیٰؑ کو ان کلمات سے فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ وغیرہ وغیرہ کلمات سے پکار اٹھا۔ اب میں یہ سوال کرتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس شجرۂ بے زبان کی زبانی جو کچھ سنا تھا اسکو غلط سمجھا یا وہم و باطل۔ اور اسپر عمل کیا تھا یا نہیں اگر اس قسم کی ذاتی تجلیات کا ظہور جو ہر شخص و ہر شئے پر وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے اغلاط و اوہام و ابطال پر مبنی ہے تو خدا اور رسول و رسالت و نزول وحی و ایمان و کفر و مومن و کافر و بہشت و دوزخ و شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و جمیع مراتب و منازل تصوف و فقر و ولایت صغریٰ و ولایت کبریٰ و عرفان و انکشاف سب کے سب باطل و غلط و وہمی ثابت ہونگے واہ سبحان اللہ!

دوہا

بھلا ہوا گر بہرے اور سر سے ٹلی بلائے	جیسے تھے ویسے بھئے اب کچھ کہا نجائے

ہاں اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دکھائیں کہ اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ وغیرہ اسی درخت کا قول تھا تو پھر ہمکو بھی ضرور قائل ہونا پڑے گا کہ اَنَا الْحَق و سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ وغیرہ وغیرہ انہیں

سلہ ان روایات کو شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے ۱۲

سالکانِ معرفت کے اقوال تھے لیکن یہ تو فرمایئے کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کو اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں کیوں ارشاد فرمایا اس میں کوئی رازِ مخفی ضرور ہے گو علما ظواہر نے بلحاظ شریعت غرابت کچھ تاویلیں گھڑی ہیں مگر صاف معانی کے مقابل مصنوعی تاویلات کا اثر دل پر بہت کم پڑتا ہے اور رسول علیہ السلام نے بھی نہایت صراحت کے ساتھ اس آیۂ شریفہ کی تشریح بڑے زور سے فرمادی ہے کما قال صلعم وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ اَدْلَيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ قَرَءَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یعنے رسول علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ قسم ہے مجکو اُس خدا کی جسکے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے. اگر ڈالو تم رسّی کو سب سے نیچے کی زمین پر تو البتہ پڑے گی اللہ تعالیٰ پر پھر پڑھی آپنے یہ آیت کہ وہی اوّل ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہ سب چیز کو جانتا ہے۔ البتہ ذاتِ حق پردہ کی آڑ میں متکلم ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (ترجمہ) آدمی کی حد نہیں کہ اُس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارے سے یا پردہ کے پیچھے کوئی فرشتہ پیغام لانے والا پس جی میں ڈالدے اُسکے حکم سے جو کچھ چاہتا ہے وہ سب سے اُوپر ہے حکمتوں والا۔ کیا اِس کا نام بھی وہم ہے۔ اِس بات کے کہنے کا تو کچھ خوف نہیں کہ صاحب حسن وجمال کو پردہ کی آڑ ضروری ہے مگر توبہ۔ توبہ سے

حسن نہ آن است کہ ماند نہاں	گرچہ بود پردہ جہاں در جہاں
جب وہ جمالِ دلفروز صورت مہر نیم روز	آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ میں منہ چھپائے کیوں

نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ ذرہ بھی پردہ نہیں۔ وہ ذات تو بے پردہ خاموشی کے ساتھ ہر ذرہ میں جلوہ گر ہے مگر تاب جمال کہاں۔ اور جب او سبحانہ تعالیٰ اپنی انانیت کے اظہار کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں صور ہائے مختلفہ طلسمی کی آڑ میں اپنی ہی انانیت کا اظہار فرماتا ہے کہ میرے سوا کچھ بھی موجود نہیں۔ ہر مکان و لامکان و وراء الورا میں میری ہی ذات موجود ہے

لہ اس حدیث کو ترمذی و امام احمد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہی ۱۲ سے پارہ ۲۵۔ رکوع ۶-۱۲

اور اِنِّیْ اَنَا اللہ - وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ پس میری ہی ذات کا ظہور رہے - پس ظاہر میں جو یہ اجسام اور صور احساس سے معلوم کر رہے ہو یہ فقط ایک طلسمی نظر بندی ہے اور کچھ بھی نہیں سچ ہے ؎

ذاتِ او راہے عنقا تش کس ندید	ذاتِ او با ما کن گفت و شنید
ہاں ؎ برہم بوسے کایا کے اوسے	کایا بن برہم کیا بوسے

کایا یعنی طلسمی حجاب صوری و تعیناتی ہیں - کما قال علیہ السلام اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَۃٍ (ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ ستر ہزار حجابات نور و ظلمت کے رکھتا ہے یعنے وہ ذاتِ حق اپنے انہیں شیونات و طلسمی تعینات و اضافات و صور مختلفہ میں اپنی کثرت انوار سے محتجب و مستور رہے جیسے ذات شمس اپنی ہی شعاع میں مستتر و پوشیدہ ہے پس اگر کوئی شخص طالب صادق اِن طلسماتی تعینات و اضافات و صور کے پردوں کو جو حقایق الاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ ہے اور نظر ظاہری کے درمیان باشکال و الوانِ مختلفہ بصورتِ غیریت حائل ہو رہے ہیں اُٹھائیگا تو بالضرور ذاتی جلوہ پائیگا - اس کا کام ہے تَطْھِیْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَاسِوَی اللّٰہِ ؕ

سوال - بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ جماعت وجودیہ جو ہمہ اوست کہتی ہے غلطی میں پڑی ہے

جواب - یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان ہر دو گروہ شہودیہ و وجودیہ میں سے کون صاحب غلطی پر ہیں کیونکہ ہر دو گروہ کے حضرات ادنیٰ و اعلیٰ میرے بزرگ اور سر کے تاج ہیں مگر اس مقام پر دو قول صاحبانِ شہود کے نقل کرتا ہوں جو صاحبِ نظر ہوگا وہ اپنے دل میں خود ہی فیصلہ کرلیگا - اول حضرت مظہر جان جاناں صاحب دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں (صوفیہ اگر وجودیہ اند تعبیر ازان نسبت[2] بظہور وحدت در کثرت می کنند مثل ظہور آب در صور موج و حباب می گویند کہ این کثرت مزاحم وحدت حقیقی مطلق نیست و اگر شہودیہ اند نسبت اصل با ظل چون نسبت اضوا منبسط شمس با شمس میفرمایند و ظل اینجا بمعنے تجلی است یعنی ظہور شئ

[1] اِس حدیث کو قاضی ثناء اللہ صاحب نے اپنے مکتوب میں جو شاہ غلام علی شاہ صاحب کو لکھا ہی نقل کیا ہے ۱۲

[2] نسبت بمعنی علاقہ بین الطرفین اور یہاں اس علاقہ سے مراد ہے جو درمیان حق جلشانہ و خلق کے واقع ہے ۱۲

در مرتبۂ ثانیہ و ظاہر ست کہ این کثرت وجودات ظلی محل وحدت وجود حقیقی اصل نمی تواند شد
این قدر فرق ست میان تعبیر اول و ثانی کہ ہر چند ظل را حقیقتے دیگر غیر از حقیقت اصل او
نیست ہماں اصل در مرتبۂ ثانی ظہور کردہ خود را ظل وانمودہ است اما حمل مواطات یکے بر دیگرے
این جا صحیح نیست و در امواج و دریا صحیح است پس شہودیہ باین تعبیر من وجہ اثبات غیریت می کنند
دوم حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ
(انکار حضرت مجددؒ بر توحید وجودی نہ مثل انکار علما ظاہر ست بلکہ از مقامے کہ وجودیہ تکلم میکنند
تصدیق و تسلیم آن مینمایند۔ اینقدر ست کہ مقصود اصلی را فوق این مقام میفرمایند و غیریتے
فی الجملہ بین الحق والخلق بہ نہجیکہ محل وحدت وجود حقیقی کہ متحقق در خارج حقیقی است نگردد میکنند
انتہی کلامہا) پس وجودیہ خدا کے ساتھ غیریت ثابت نہیں کرتے اور شہودیہ خدا کے ساتھ
کسی قدر غیریت ثابت کرتے ہیں۔ اس بات سے ہر ایک شخص صاحب بصیرت بغور و تامل
بآسانی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حق پر کون صاحب ہے۔ پس اگر کوئی وجودی ہو یا شہودی
یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ ذات کے عرفان کا خاتمہ ہمارے ہی علم و انکشاف پر ہوگیا ہے۔
اور باقی سب غلط چنانچہ رسول علیہ السلام نے بصیغہ جمع متکلم ارشاد فرمایا ہے کہ مَا عَرَفْنَاکَ
حَقَّ مَعْرِفَتِکَ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ بہ نظر غائر کلام اللہ میں
دیکھو اور پڑھو تاکہ تمکو کُلَّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ کی تصدیق ہو جائے۔ ذاتِ الٰہی کا عرفان کسی کے
علم و معرفت پر منحصر نہیں اور اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ "ہمہ اوست" تو شریعت کے
مخالف ہے اور "ہمہ از وست" موافق۔ کیونکہ اگر "ہمہ اوست" کو صحیح مانا جائے تو پھر شریعت
اور اسکے جملہ احکام و مومن و کافر و بہشت و دوزخ و جزا و سزا سب کے سب معطل و بیکار ہو جائینگے
وجودیہ صاحب فرماتے ہیں کہ شریعت ہی نے تو ہمکو توحید تنزیہہ کا سبق پڑھایا ہے اور
یہ راہِ راست و صراط مستقیم جھاڑ جھنکار سے صاف اور رہزنوں سے بالکل پاک بالتشریح
بتلا دیا اور فرما دیا ہے کہ دیکھو خبردار رہو خدا کے ساتھ غیریت ثابت مت کرنا کہ شرک ہے اور
یہ بھی صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ ذات حق کے دو وصف ہیں یعنے جمالی و جلالی۔ اور
اسمائے الٰہی بھی دو قسم کے ہیں جمالی و جلالی جنکو ارباب کہتے ہیں اور وصف جمالی۔ و

ارباب جمالی ہیں انبیاء اولیاء مومن و ثواب جزا و بہشت اور وصف جلالی و ارباب جلالی ہیں کافر و مشرک و سزا و عذاب دوزخ۔ اور ہر ایک اہل جمال و جلال کے علامات و احوال و اقوال و افعال و اعمال اور انکے مدارج و مراتب سے بالتصریح خبر کردی ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ ہر ایک شخص علی قدر وصف جمال و جلال اپنے اپنے مقام میں آرام و راحت پائیگا۔ اور جمال و جلال ہر دو وصف ذاتی ذات حق ہیں کہ یہ کبھی ذات حق سے منفک نہیں ہو سکتے۔ اب فرمایئے کہ اس میں کیا قباحت و شریعت کی مخالفت ہے بلکہ شریعت بھی توحید وجودی میں داخل ہے اور راقم کے نزدیک تو "ہمہ اوست" و "ہمہ از وست" بھی شرک سے خالی نہیں۔ ذات حق کے مقابل (ہمہ) کیا چیز ہے۔ اگر آپ صاحب (ہمہ و ہمہ از) کی گردن مار دوگے تو کیا ہی کہنا ہے پھر تو توحید ذاتی کے مطلع پر جو اضافات کا ابر چھا رہا ہے جملہ جھاڑ جھنکاڑ سے بالکل پاک و صاف ہو کر "اوست ہی اوست" جلوہ نما ہوگا۔ اَلتَّوحِیدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَاتِ عَنْ مَاسِوَی اللّٰہِ اسی کا نام ہے۔ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کَانَ اللّٰہُ[1] وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ یعنی اللہ تھا اور نہ تھی اسکے ساتھ کوئی شے وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ یعنی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا یعنی اب بھی اسکے ساتھ کوئی شے نہیں۔ پس ان تین مراتب ذات یعنی احدیت و وحدت و واحدیت میں غیر اللہ کا جسکو ممکنات کہا جاتا ہے کہیں پتہ چلتا نہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ ان علماء ظواہر رحمہم اللہ نے کہاں سے اور کیونکر غیر اللہ کو اللہ کے مقابل خم ٹھوک کر کھڑا کر دیا ہے اور ان ظہورات الٰہی کا نام ممکنات رکھا ہے اور ممکن بمعنی شاید ہے یعنے جسکے ہونے اور نہونے کا شک ہو یقین نہ ہو۔ یعنی بہ یقین دل یہ نہیں کہہ سکتے کہ حقائق اشیاء غیر اللہ ہیں۔ یا اشیاء ماسوی اللہ ہیں۔

سوال۔ علمائے ظواہر روح قدسی کو ممکنات و مخلوقات میں شمار کرتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟

جواب۔ وہ روح قدسی جسکے لئے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرماتا ہے کہ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ یعنے پھر جب میں ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی جان تو گر پڑو اسکے آگے سجدے میں۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ اس آیت کے

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲

فائدہ میں لکھتے ہیں کہ اپنی ایک جان یعنی روح آب و خاک کی نہیں بنی غیب سے آئی ہے یعنی روح مخلوق نہیں۔ اِس آیت سے یہ راز بھی منکشف ہوگیا کہ سجدہ روح اللہ کو تھا۔ خاکی ڈھچر طلسمی کو نہ تھا ورنہ سَوَّيْتُهٗ کے آگے فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ہوتا نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کے بعد نہ ہوتا۔ ضرور اِس طلسم میں کوئی راز پوشیدہ ہے صوفیہ وجودیہ کے نزدیک روح و ذات حقیقت واحدہ ہے نہ غیر اور ہندو مذہب والے کہتے ہیں کہ مادہ اور روح اور ایشر آپس میں غیر اور قدیم ہیں پس یہ محض غلط اور لغو ہے۔ واجب الوجود کے سوا نہ کوئی قدیم ہے نہ کچھ موجود ہے البتہ ویدانتی سنیاسی مت کے فقرا وجودیہ اسلامیہ فقرا سے موافقت تامہ رکھتے ہیں مخفی نہ رہے کہ عالم دو ہیں یعنی عالمِ خلق و عالمِ امر کما قال اللہ تعالیٰ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلق امر نہیں اور امر خلق نہیں۔ عالمِ خلق جسم و صورت محسوسہ و غیر محسوسہ ایک طلسم ہے جسکو ظاہر و آخر کہتے ہیں اور عالمِ امر روح و حقایق اشیاء ہے جس کا نام باطن و اول ہے اور کتب عقائد میں لکھا ہے کہ حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ ثابت وہ ہے جسکو فنا نہ ہوا اور روح کو اللہ تعالیٰ اپنی جانب منسوب فرماتا ہے یعنی میری روح۔ تو پھر کس طرح قوت متخیلہ نے روح اللہ کو اپنی خام خیالی سے بغیر دیکھے بھالے اور سوچے سمجھے ممکنات و حادثات میں داخل کرلیا ہے حالانکہ پہلے ہی اسکی منادی ہوچکی ہے۔ جبکہ یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا تھا اور پھر فرمان الٰہی صادر ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا یعنی تو کہہ میرے پروردگار کا ایک ذاتی راز مخفی ہے چونکہ کفار کو اس راز مخفی سے محروم رکھنا تھا فرمایا کہ تمہارا تھوڑا سا علم اس راز کی تفہیم میں قاصر و عاجز ہے پس تمکو اتنا ہی بتادینا کفایت کرتا ہے کہ یہ روح ہمارا ایک مخفی راز ہے چنانچہ حدیث قدسی اس مخفی راز کی حقیقت سے خبر دے رہی ہے كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ یعنے میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس میں نے یہ چاہا کہ میں اظہر من الشمس ہوجاؤں تو پھر میں نے اپنے اسرارات کو اس طلسمانی مخلوقات میں پوشیدہ تر و ظاہر تر کر دکھایا اور انسان کو مظہر اتم بنادیا۔ ہائے افسوس ؎

وگرنہ ہم خدا تھے گر دلِ بے مدعا ہوتا	سراپا آرزو ہونے نے بندہ کردیا ہم کو

اور جمیع صوفیہ کرام شہودیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں
کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفی۔ کہ مقر آنہا فوق العرش است۔ آیہ کریمہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ
رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا در شان آنہا ست۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
روح عالم امر میں ہے جو فوق العرش ہے عالم خلق میں سے نہیں جو عرش سے تحت الثریٰ
تک ہے اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کی تفسیر میں یوں ارشاد فرماتے
ہیں کہ روح چونکہ عالم امر میں سے ہے نہ عالم خلق میں سے اسلئے محجوبین کے علم و ادراک کی
رسائی وہانتک غیر ممکن ہے۔ کیونکہ عالم امر وہ ایک ذات مجردہ ہے ہیولیٰ و جواہر سے۔ اور وہ
مقدس و منزہ ہے شکل و لون و جہات سے۔ پس محال ہے کہ محجوبوں کا ناقص علم و ادراک
اسکی تعریف و توصیف بیان کر سکے بلکہ عالم خلق کے محسوسات میں بھی اُن کا علم و ادراک ناقص
و بے قدر ہے اور فرماتے ہیں کہ ظاہری جسم و صورت آدم حکمت ظہور احکام اسماء و صفات
آلہیہ ہے اور روح آدم یعنے باطنی حالت حکمت ربوبیت و خلافت ہے پس آدم ربوبیت و اتصاف
صفاتِ آلہیہ کے اعتبار سے عالم کے لئے حق ہے اور مربوبیت و عبودیت کے اعتبار سے
خلق ہے یعنی باعتبار روح حق ہے اور باعتبار جسم و صورت خلق انتہا کلامہ۔ پس اگر کسی
صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ ممکنات و حادثات میں ہے تو روح اللہ بھی ہمارا اس میں
کیا حرج ہے لیکن ملت ابراہیمی میں عقلاً و نقلاً ثابت ہو چکا ہے کہ ذات واجب الوجود
وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ازل الازال سے قائم و واجب قدیم ہے ممکن و حادث نہیں
اور تم کو بھی اس بات کا کامل یقین ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی روح قدسی کیسے ممکنات و حادثات
میں سے ہو سکتی ہے ع حیرت اندر حیرت است ٭ اے یاران جلسہ!
اگر تم تھوڑی دیر کے لئے خام خیالی کو دفنا بھیجو اور چشم ظاہری احوال بین کو بند کر کے
چشم باطن سے اگر روشن ہے تو دیکھو کہ ذات واجب تعالیٰ منکشوف ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر
کسی کے ہئے کی بھی پھوٹ رہی ہے تو خدا کے حوالے پھر کسی طبیب یا ڈاکٹر حاذق سے علاج
کرائے وہ اپنے علاج کامل سے تمہاری چشم باطن کو پُر نور کر کے اُس پر عینک حق بین چڑھا وے
تا کہ تمکو حق ہی حق دکھائی دینے لگے اسی نور کو نُورٌ عَلٰی نُور کہتے ہیں یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِہٖ

مَن یَّشَاءُ غرض بزرگانِ دین نے جو کچھ واجب و ممکن کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ اپنے علم و انکشاف و مراتب کی داد دی ہے ورنہ حقیقت ذات و صفات واجب تعالیٰ علم و انکشاف و ادراکات عقول و افہام سے برتر ہے ؎ نیست کس را از حقیقت آگہی | جملہ می میرند با دست تہی

البتہ حواس ہمیشہ دہوکا کھانے اور دینے کے عادی ہیں اور محسوسات میں بلا تحقیق حکم لگا دینا انکا کام ہے جیسے انسان کو رسی میں سانپ و سیپ میں چاندی اور سراب میں پانی کا دہوکا ہو جاتا ہے۔ غرض یہ حواس دہوکا دیئے بغیر نہیں رہتے پس انسان بھی انھیں کے دہوکے میں جو پہلے ہی سے اسی طلسمات میں گرفتار ہو رہے ہیں آگر ذات واجب تعالیٰ میں جو حواس کے ادراک سے بعید و برتر ہے اور ممکنات جو محسوساتِ طلسمی ہیں ان میں کچھ گڑبڑ کرکے دلائل عقلیہ سے کام لینے میں بعید از قیاس ہے۔ چونکہ راقم نے اِس کتاب میں متقدمین و متاخرین بزرگان دین کے مقالات جمع کئے ہیں اور ان بزرگواروں نے ممکن و واجب میں ظلال و اصل و آئینہ و عکس و دریا و موج و حباب و قطرہ کی نسبت قائم کرکے کم فہموں کو سمجھایا ہے تاکہ غلط فہمی سے بچیں اور خندقِ زندقہ و الحاد میں نہ گریں لہذا مجکو بھی وہی طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ ورنہ او سبحانہٗ تعالیٰ عکوس و ظلال وغیرہ سے مبرّہ و منزہ ہے توہمات کو اس ذاتِ مقدس میں کچھ دخل نہیں سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ یہ چند اقوال درباب وحدتِ وجود و وحدتِ شہود مشتے نمونہ از خروارے واسطے مزید آگاہی طالبین کے نقل کئے گئے ہیں۔ اگر کسی کو زیادہ شوق ہو تو مطولات میں دیکھے یہاں گنجایش نہیں والسلام باز آمدم بر سرِ مطلب وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَیْهِ

فصل سوم دربیان تنزلات و تعینات

خمسۂ ذات بحت بالاجمال

واجب چو تنزل کند از حضرت ذات وحدت و واحدیت است و روح و مثال	پنج است تنزلات اورا درجات والخامس جمیعت است ای بحر صفات

ذات بحت یا عالم لاہوت

بحت بمعنی خالص یعنی جو ذات کہ اسم و رسم و نعت و وصف سے منزہ و مبرّہ ہو اسکو ذاتِ بحت

تنزلات و تعینات

عالم لاہوت

کہتے ہیں اور اسی کو احدیت صرف ولاتعین و وجود مطلق و وراء الوراء و منقطع الاشارات و کنہ حق و ہویت حق و حقیقتِ حق بھی کہتے ہیں یہ مقام تنزیہ ہے ۔ اس کا نام عالم لاہوت ہے اس مرتبہ میں ذات کا کوئی نام مقرر نہیں لیکن اہلِ تصوف نے دوسروں کو سمجھانے کے لئے ذاتِ مطلق کے نام رکھ لئے ہیں ؂

وحدت یا عالمِ جبروت

عالم جبروت

جب اُس ذاتِ بحت نے اسم و رسم و نعت و وصف پایا تو اس کا نام وحدت ہوا یعنی ذات ذوالجلال والجمال اسم سے مراد ہے ذات باصفات۔ اور وہ صفات وجودی ہوں یا عدمی۔ اور رسم سے مراد ہے خلق و صفات خلق اور نعت عبارت ہے صفات وجودی اور وصف اسماء صفات وجودی و عدمی سے۔ یہ مرتبہ خالقیت ہے اور یہ حدیث قدسی[1] كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ اِلَيْهِمْ فَبِيْ عَرَفُوْنِيْ وَعَرَفْتُ بِهِمْ یعنی تھا میں ایک خزانہ پوشیدہ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو پیدا کیا خلقت کو اور میں نے اُنکو اپنا شناسا کیا پس اُنہوں نے مجھ کو مجھ سے پہچانا۔ اور میں بسبب اُنکے پہچانا گیا۔ یہ اسی مقام کا بیان ہے جب اُس ذات نے ارادہ ظہور کا کیا تو اوّل نور محمدی ظہور میں آیا۔ اِس مرتبہ میں ذات کا نام وحدت رکھا جسکو حقیقت محمدی یا عالمِ جبروت یا برزخِ کبریٰ یا تنزلِ اوّل کہتے ہیں یہاں ذات کو اپنا علم بالاجمال ہے۔ اب تمکو یہ خیال ہوگا کہ حقیقت محمدی کیا شئے ہے اور محمد صلعم کون ہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اُنکی کیا قدر و منزلت ہے اور وہ کن اوصاف سے موصوف ہیں اور خدا تعالیٰ سے کیا نسبت رکھتے ہیں ؟ سنو!

بیان حقیقت محمدی صلعم

حقیقت محمدی صلعم

کیا لکھوں اور کس سے کہوں کہ دانشور دنیا میں کم ہیں اور عوام الناس کو اَلْحَقُّ مُرٌّ کا اثر بمنزلہ تیر جگر دوز کے ہوتا ہے لیکن بغیر کہے رہا بھی نہیں جاتا۔ کیونکہ حق کو پوشیدہ رکھنا بھی منع ہے خیر بطور اشارہ کچھ بیان کرتا ہوں قَالَ النَّبِیُّ صلعم اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ مِنْ نُوْرِیْ یعنی رسول

[1] اِس حدیث قدسی کو شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تکملۂ معارج النبوۃ میں نقل کیا ہے[2] کتاب مواہب لدنیہ میں اس حدیث کو عبدالرزاق سے نقل کیا ہے

صلعم نے فرمایا ہے کہ میں خدا کے نور سے ہوں اور خلقت میرے نور سے ہے اور دوسری حدیث میں اس اجمال کی تفصیل آن حضرت صلعم نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے رسول علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دو اول شئے سے جسکو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ یا جابر اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ الخ یعنے ای جابر تحقیق اللہ تعالیٰ نے سب اشیا سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا الخ یہ حدیث بہت طویل ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ مجھ سے پہلے کوئی چیز یعنے لوح و قلم وغیرہ نہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پھرایا جب تک چاہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ خلقت کو پیدا کروں تو میرے نور سے فلاں فلاں چیز کو پیدا کیا۔ اس حدیث میں بالتفصیل بیان ہے یہاں طوالت کی وجہ سے ترک کیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کل اشیا میرے نور سے پیدا کی گئیں اور یہ حدیث کہ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُ مِنْ نُوْرِیْ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ۔ اَنَا مِنَ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ[1] یعنے میں خدا کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں خدا سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں۔ یہ کمال شفقت اور اتحاد کی بات ہے چونکہ مومنین رسول خدا صلعم کی پیروی میں سر مو تفاوت نہیں کرتے اس اتحاد کی وجہ سے آن حضرت صلعم نے اپنی کمال شفقت سے اُن کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے ورنہ کل مخلوق نور محمدی سے ظاہر ہوئی ہے۔ ہرگاہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ذاتی کو نور محمدی سے موسوم کیا پس اسی کو حقیقت محمدیہ و تعین نزول اول کہتے ہیں۔ اس تقریر سے تمکو یہ بھی ثابت ہوگیا ہوگا کہ کوئی چیز نور محمدی سے کہ وہ نور ذاتی ہے خالی نہیں اور کل اشیا میں اسی ذات احدیت کا جلوہ ہے اور یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے نزدیک کیا مرتبہ اور کیا قدر و منزلت ہے۔ یا ذات خدا سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں اس سے زیادہ ہم کچھ نہ کہینگے کہ وہ حبیب خدا ہیں اور مرتبہ محبوبیت رکھتے ہیں۔ اور حدیث میں بھی وارد ہے کہ کسی صحابہ کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ ع م

[1] اِن دونوں حدیثوں کو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت میں نقل کیا ہے ۱۲

روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپکی یہ قدر و منزلت ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَفِی رِوَایَةٍ۔ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ یعنی اگر تجھ کو نہ پیدا کرتا اے محمد تو البتہ میں ظاہر نہ کرتا اپنی ربوبیت کو یعنے تیری خاطر ہر دو جہان کو پیدا کیا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے اب ذرا گوش ہوش سے سنو کہ آنحضرت صلعم کو ذات الٰہی سے کیا نسبت ہے اب ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول صلعم کو قرآن شریف میں اپنے اسماء حسنیٰ سے موسوم کیا ہے (اللہ) کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی اور تم نے نہیں پھینکی مشت خاک جبکہ تم نے پھینکی ولیکن اللہ تعالیٰ نے کافروں کے منہ میں خاک ڈالی یعنی تیرا پھینکنا اللہ کا پھینکنا تھا ایضاً اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ یعنے تحقیق جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں جز این نیست کہ وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے یعنی تیرا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے (نور) کما قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ایضاً یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ یعنے تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور قرآن واضح۔ چاہتے ہیں کافر کہ بجھاویں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے حالانکہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اور اگرچہ کافر ناخوش ہوں یعنی رسول اللہ صلعم نور اللہ ہیں اور نور الٰہی کسی سے بجھ نہیں سکتا (حق) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ایضاً فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ یعنے اے لوگو آیا تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے حق کو جبکہ آیا انکے پاس۔ یہاں رسول کریم صلعم کو اسم حق سے موسوم کیا (شہید) وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا یعنے اور رسول صلعم تم پر گواہ ہے (رؤف الرحیم) حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ یعنے حریص ہے تمہر ساتھ مومنین کے رؤف و رحیم ہے (شاہد) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ

لہ یہ حدیث کتاب مدارج النبوت میں ہے ۱۲

لہ پ ۹ ع ۱۶، لہ پ ۲۶ ع ۹، لہ پ ۶ ع ۱، لہ پ ۲۸ ع ۹، لہ پ ۱۱ ع ۱۴، لہ پ ۷ ع ۷، لہ پ ۲ ع ۱، لہ پ ۱۱ ع ۵، لہ پ ۲۲ ع ۳

نذیرا یعنے اے نبی تحقیق ہمنے تمکو شاہد و مبشر و نذیر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر آپکا نام شاہد رکھا۔ کریم إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ یعنے تحقیق وہ البتہ قول رسول کریم کا ہے اور نہیں ہے وہ قول شاعر کا۔ علی هذا القیاس خبیر۔ فتاح۔ شکور۔ علیم۔ هادی۔ مؤمن۔ مهیمن۔ داعی۔ خطیب وغیرہ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بتیس اسمار جنمیں سے رسول صلعم کو قرآن شریف میں موسوم کیا ہے دیکھو شفائے قاضی عیاض و شرح مشکوٰۃ و مدارج النبوت کو۔ اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ چونکہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ سے نسبت اتحاد ذاتی و صفاتی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے اسمار ذاتی و صفاتی سے موسوم کیا ہے اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھ جاوے کہ رسول صلعم العیاذ باللہ خدا تھے نہیں ہرگز نہیں کیونکہ تعین کفر ہے ہاں البتہ اتنا ہم ضرور کہیں گے کہ اگرچہ رسول علیہ السلام خدا نہیں لیکن خدا سے غیر و جدا بھی نہیں چنانچہ رسول علیہ السلام خود ارشاد فرماتے ہیں مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ [1] جنے مجکو دیکھا پس تحقیق اسنے حق کو دیکھا۔

فافہم

یا صاحب الجمال و یا سید البشر	من وجهك المنير لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتیم	کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ یعنے ہدایت کرتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے

واحدیت

جس وقت اس ذات نے اپنی ذات میں تعینات اقسام و انواع عالم کو موسوم کیا تو اہل توحید نے اس کا نام واحدیت رکھا یہ مرتبہ ربوبیت و الٰہیت ہی جسکو حقیقت انسان و اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات و صور علمیہ برزخ صغریٰ بھی کہتے ہیں یہ تعین و تنزل ثانی ہے۔ یہاں ذات کو علم بالتفصیل ہے اس مرتبہ ذات تک ہر دو گروہ صوفیہ کرام یعنے وجودی و شہودی متفق ہیں یعنی تعین اول و تعین ثانی مرتبہ وجوب میں ہیں اس میں کسی کو اعتراض و گفتگو نہیں ہر دو فریق بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں۔

[1] پ ۲۹ ع ۶ [2] اس حدیث کو بخاری نے ابو سعید اور قتادہ انصاری سے روایت کیا ہے ۱۲

تعیّن روحی و عالمِ ملکوت

عالمِ ارواح جسکو ملکوت بھی کہتے ہیں اور قرآنِ شریف میں فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ[۱] کُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ اِس مرتبہ کی طرف اشارہ ہی۔ روح ایک وجود صرف بسیط ہے جسکی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتا ہے نمودار ہوتا ہے اور یہ معنی ہر ایک صورت میں ظاہر ہے اسکو روح ربانی کہتے ہیں۔ رباعی

روح در مرأۃ قالب از ظہور وجہ اوست	شخص راہست ماس کان ہم اول و ہم آخر است
از ازل روئے بر آن حسن ابد کرد است باز	در پئے معراج دل شو قاب قوسین این سر است

اس کو تنزل و تعیّن سوم کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں ذات باسم روح موسوم ہے اور نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ اسی مقام کا بیان ہے۔

تعیّن مثالی و عالمِ مثال

عالمِ مثال جسکو لوح محفوظ بھی کہتے ہیں سے | لوح محفوظ است پیشانی یار | ہست درو سے
سرِ جانان آشکار | بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ عالمِ مثال عبارت ہی صور مرکبات لطیفہ سے جو قابل تجزی و تبعیض نہیں نہ انکو خرق و التیام ہے۔ اس کا نام خیالِ منفصل بھی ہے اس کو تنزل و تعیّن چہارم بھی کہتے ہیں یہاں ذات بمنزلہ مثالی ہی

تعیّن جسدی و عالمِ ناسوت

عالمِ اجسام مراد ہے صور مرکبات کثیفہ سے جن میں تجزی و تبعیض و خرق و التیام کی قابلیت ہے۔ اسکو عالمِ ناسوت یا عالمِ حس یا عالمِ شہادت بھی کہتے ہیں یہ مرتبہ جامعہ ہے اور تعیّن و تنزل پنجم۔ پس جو حرکت یا حس کہ اس عالم میں موجود ہے عالمِ مثال کے واسطہ سے ہی یعنے اول فیاض مطلق کا فیض عالمِ ارواح میں پہنچتا ہے پھر عالمِ مثال میں پھر عالمِ حس و

[۱] یعنی حقیقت کل شیا ر۱۲ پ ۲۳

عالم ملکوت

عالم مثال

عالم ناسوت

شہادت ہیں۔ عالمِ شہادت صور حسی ہے اور عالمِ مثال صور خیالی اور عالمِ ارواح دونوں سے لطیف تر۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ سب سے الطف لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۔ ع

شنیدہ ام کہ جمال تو دیدہ اند بسے	وسے چنانکہ توئی آنچناں ندید کسے

بیان بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ تعین اول مراد ہے علم اجمالی سے جسکو وحدت کہتے ہیں اور دوسرا تعین مراد ہے علمِ تفصیلی سے جسکو واحدیت اور اعیان ثابتہ وصور علمیہ و حقایق ممکنات بھی کہتے ہیں اور تیسرا تعین روحی ہے اور چوتھا تعین مثالی اور پانچواں تعین جسدی اور کل صوفیہ کرام کے نزدیک تعین اول وثانی مرتبہ وجوب میں ہے اور باقی تین تعین یعنے روحی ومثالی وجسدی مرتبہ امکان میں ہیں لیکن راقم کے نزدیک روح قدسی یعنی روح اللہ ممکنات ومخلوقات میں داخل نہیں۔ بلکہ وہ ذاتی جلوہ ہے اسکی بحث پہلے گذر چکی ہے اور اعیان ثابتہ وحقائق ممکنات کا وجود وظہور خارج میں نہیں ہے باقی تین تعین جو امکانی ہیں وہی خارج میں منودار ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اعیان ثابتہ کا سایہ ہیں اور یہی محل جزا وسزا و تکالیف شرعیہ ہیں صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ موجودات امکانیہ خارجیہ اعیان ثابتہ کا سایہ ہے اور اعیان ثابتہ کیا ہیں؟ صور علمیہ یعنی ذات کا علم تفصیلی اور علم بلحاظ مفہوم کے تو عین ذات نہیں لیکن بلحاظ وجود کے غیر ذات بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک علم عین ذات ہے اور ذات عین علم ہے چنانچہ مولانا جامیؒ لوائح میں فرماتے ہیں کہ صفات تعالیٰ مِنْ حَيْثُ الْمَعْقُوْلِ غیر ذات ہیں اور مِنْ حَيْثُ التَّحْقِيْقِ وَالْحُصُوْلِ عین ذات اور تعین ثانی کے اعتبار سے حضرت علم میں ہر شئے کے وجود کی حقیقت کا تعین ہے یعنی اعیان ثابتہ (صور علمیہ) اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں اور یہ موجودات خارجی اعیان ثابتہ کا عکس یا سایہ ہے اور وہ آثار و احکام جنکی تکلیف کی گئی ہے موجودات خارجی کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں نہ کہ اعیان ثابتہ کیلئے کیونکہ احکام کی ترتیب وجود مفصل کے واسطے ہے اور اعیان ثابتہ کا زوال و انفصال ہستی باریتعالیٰ سے محال ہے کیونکہ حقائق ہمیشہ باطن وجود میں پوشیدہ ہیں اور انکے آثار و احکام ظاہر وجود پر ظاہر ہیں اور صور علمیہ کا زوال باطن وجود سے محال ہے ورنہ خدا کی ذات میں جہل لازم آتا ہے پس صفت باعتبار مفہوم غیر موصوف ہے اور باعتبار وجود عین موصوف یعنی

تغایر بحسب مفہوم واتحاد بحسب وجود ہے پس اس بیان میں قباحت شرعیہ کوئی نہیں پائی جاتی

ہمسایہ و ہم نشین و ہمرہ ہمہ اوست در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع	رباعی	در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست
الحق کہ نہیں ہے غیر ہرگز موجود حق یہ ہی کہ وہم کا بھی ہونا حق ہے	رباعی	جبتک کہ ہے وہم غیر حق ہی مفقود حق ہے تو ہر ایک طرح سے حق ہی مشہود

اور یہ کثرت جو نمودار ہے دراصل اس کا کوئی وجود نہیں معدوم محض ہے۔ چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی کتاب تقریر دلپذیر میں لکھتے ہیں کہ بخلاف کثرت کے کروہ حقیقت میں وجود کے اقسام میں سے نہیں غلطی کے باعث اسے وجودات میں سے شمار کرتے ہیں بلکہ جیسے وحدت کی اصل وجود ہے کثرت کا مبنی عدم پر ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نور آفتاب ایک شئے واحد ہے پر اگر دیوار میں ایک مکان کے کئی روشندان برابر برابر ہوں تو سب بیچ کے اندھیرے کے ہر روشندان کا نور جدا معلوم ہوگا غرض یہ کثرت اندھیرے کے سبب معلوم ہوتی ہے اگر ادھر ادھر بیچ میں اندھیرا نہ ہو یعنی دیوار کو مکان کے بیچ میں سے اٹھا دیں تو سب جگہ نور ہی نور ہو جائے۔ اور یہ فرق و امتیاز و تعدد جس کا نام کثرت ہی باقی نہ رہے اور چونکہ اندھیرا نور کے نہ ہونے کو کہتے ہیں اور یہ ہی عدم ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کثرت عدم کے باعث معلوم ہوتی ہے کچھ وجود کے اقسام میں سے نہیں۔ القصہ کوئی یوں نہ دھوکا کھائے کہ کثرت بھی تو وجود کے اقسام میں سے ہی ہو وجود عالم عارضی ہے تو یہ بھی کسی موجود حقیقی کا فیض ہوگا تو لازم آئیگا کہ کثرت بھی خدا کے اندر ہو کیونکہ دوسرے کو فیض اسی چیز کا ہوتا ہے جو اپنے اندر ہوتی ہے۔ آگ میں اگر گرمی نہ ہو تو دوسروں کو کیا گرم کرے اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو اوصاف وجود کے اقسام میں سے ہیں اور عالم میں پائے جاتے ہیں جیسے مثلاً بینا ہونا وہ ضرور ہے کہ خدا میں بھی ہوں اور جو اوصاف عدمی ہوں جیسے مثلاً نابینا ہونا وہ ضرور ہے کہ خدا میں نہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو موجود اصلی ہو اس میں کسی طرح کثرت کی گنجایش نہ ہو نہیں تو وحدت جو اوصاف وجودی میں سے ہے چنانچہ ظاہر ہوا اس میں اصلی نہ ہو حالانکہ یہ محال ہے کہ وجود تو اس کا اصلی ہو اور سب قسم کا وجود موجودات کو اسے پہنچے اور ہر طرح کے وجود کا وہ معدن منبع ہو

اور پھر اُس میں بعضی قسم وجود کی اصلی نہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وجود اُس کا عین ذات ہے
اور ذات اُسکی عین اوصاف ہے اور اوصاف اُسکے عین وجود ہیں یہ نہیں کہ ذات اسکی اور
ہے اور اوصاف اور ہیں اور وجود اور ہے۔ ورنہ دو خرابیاں لازم آئینگی ایک تو یہ کہ اُس میں
وحدت اصلی نہو حالانکہ اسکی وحدت کا اصلی ہونا ابھی ثابت ہوا ہے دوسرے یہ کہ جیسے ہمارا
وجود بسبب اسکے کہ ہماری ذات پر ایک شئے زائد ہے عارضی ٹھیرا ایسے ہی اُس کا وجود بھی
عارضی ہوگا۔ پھر وہ وجود اصلی کیوں ہوگا انتہی کلامہ غرض یہ ہے کہ کثرت تو محض وہمی نمودار ہے
البتہ اس میں جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے وہ ہستی واحد کا پرتو ہے مولٰنا شاہ عبد العزیز صاحب محدث
دہلوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضہ اس آیت کو ھَلْ اَتٰی
عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا قاری سے سُنتے تھے تو فرمایا
کرتے تھے کہ یَا لَیْتَھَا تَمَّتْ یعنی کاش یہ حالت تمام ہو جاتی اور ہمنے جس جگہ سے سفر کیا ہے
پھر وہاں پہنچ جاتے اور کثرت وحدت میں متلاشی ہوتی۔ اور حباب دار دریائے بے پایان
ازل میں نیست و نابود ہو جاتے یعنے یہی حالت موہومہ موجب گرفتاری ہے اور جب یہ
وہم جاتا رہا پس وہی ایک ذات ہے جسکے لئے کوئی نام مقرر نہیں انتہا کلامہ۔ اور تحقیقین اہل
وجود و اہل شہود کے درمیان جو جنگ ہے یہ فریقین میں نزاع لفظی ہے نہ حقیقی کیونکہ موجود
کی چار قسمیں ہیں واجب الوجود۔ ممتنع الوجود۔ ممکن الوجود۔ واحد الوجود۔ **واجب الوجود**
وہ ہے کہ جس کا وجود لازمی و ضروری ہو اور اُس کا عدم محال اور **ممتنع الوجود** وہ ہے کہ جس کا
عدم ضروری و لازمی ہو اور اُس کا وجود محال اور **ممکن الوجود** وہ ہے جس کا وجود و عدم
دونوں مساوی ہوں اور **واحد الوجود** وہ ہے کہ اُسکی ہستی کے سوا کسی کی ہستی نہو پس
ذات احدیت کو باعتبار مرتبہ علم اجمالی کہ جسکو حقیقت محمدی و ملاحظہ صفت وحدت کہتے
ہیں تنزل اول ہے اور جب یہ مرتبہ اسماء و صفات کی علت و مبدا ہوا یعنے علم تفصیلی کے
درجے میں آیا تو اُس کا نام تنزل ثانی رکھا اور ان ہر دو تنزل کو واجب قدیم کہتے ہیں۔ اور اسماء
صفات جبکہ اپنے ظہور میں عالم ارواح کی حاجت و ضرورت رکھتے ہیں یہ تنزل ثالث ہے
اور عالم مثال کہ مانند رویا کے ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے یہ درمیان عالم ارواح و عالم

اجسادکے برزخ ہے اسکو تنزل رابع کہتے ہیں اور مرتبۂ اجساد تنزل خامس ہے اور یہ ہر سہ تنزلات ممکن وحادث ہیں انکا حمل ہر دو تنزل سابق پر نہیں کیا جا سکتا۔ کہ موجب کفر ہے کیونکہ حمل میں محمول کو اپنے موضوع کے ساتھ کسی قدر اتحاد مطابقت وموافقت شرط ضروری ولازمی ہے اور اس میں مادہ مغائرت ذاتی رکھتے ہیں پس حمل کس طرح پر صحیح و درست ہوگا بخلاف حمل اشتقاقی کے کہ ذولہٗ۔ فی کے واسطے سے ہوتا ہے۔ پس چونکہ صوفیہ کرام وجودیہ کی نظر وجود واحد پر حق ہے اور تنزلات ثلثہ ممکنہ کو مثل ظلال موجود بوجود ذی ظل بلکہ من کل الوجوہ موہوم ومعدوم مطلق جانتے ہیں مستقل وجود نہیں جانتے اسلئے کہتے ہیں کہ یہ باعتبار اپنے منشا کے اُن کا عین ہیں خلاصہ تقریر یہ ہے کہ ممکن وحادث کے دو وجود ہیں اجمالی وتفصیلی۔ پس صوفیہ وجودیہ فرماتے ہیں کہ ممکن بوجود اجمالی کہ منشا شئے سے مراد ہے عین واجب ہے اور صوفیہ شہودیہ کا قول ہے کہ وجود تفصیلی ممکنات واجب تعالیٰ سے مغائرت بالذات رکھتا ہے اور اس کا حمل اُس پر غیر جائز ونا درست ہے فقط اور اسی نزاع لفظی پر فریقین کی جنگ ہے۔ چنانچہ حضرت مظہر جان جانجان صاحب نقشبندی مجددی شہودی ایک سائل کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں "حضرات صوفیہ لفظ وجود را بر سہ معنی اطلاق می نمایند یکے وجود بمعنی کون وحصول کہ امر انتزاعی ومعقول ثانوی است دوم وجود منبط کہ منشا انتزاع معنے اول ومعبر بظاہر وجود و لیصادر اول است وبدیہی است کہ این ہر دو وجود از حضرت تعالت وتقدست متاخرا ند وذات باین ہر دو وجود مصدر آثار نمی تواند شد سوم وجودیکہ اول الاوائل ومبدء المبادی ست وبزعم قوم عین ذات است وذات بآن وجود مصدر آثار ست وحضرت ایشان حضرت مجدد میگویند کہ ذات او تعالیٰ خود مصدر آثار خود است وہرگاہ وجود وذات ہر دو درحقیقت یکے باشد صدور آثار را خواہ بوجود منسوب باید کرد خواہ بذات مطلب واحد ست پس اختلاف راجع بنزاع لفظی است"۔

فصل چہارم در بیان تنزلات بطرز دیگر

ہویت حق

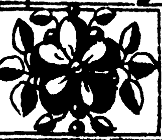
ہویت حق مراد اس سے ہے کہ ذات کا ملاحظہ بے اعتبار ماسوی یعنے ماسوی سے قطع نظر

کرکے ذات کو دیکھا اسکو غیب الغیب و ابطن کل باطن اور ہویت مطلقہ کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اس صحرائے ہویت میں خیال و وہم اور ادراک و فہم کے پر جلتے ہیں کسیکو مجال پرواز نہیں

بخیال در نگنجد تو خیال خود مرنجان	ز جہت بود مبرا مطلب بہیچ سویش



احدیت ذات و عالمِ لاہوت



احدیت ذات عبارت ہے ملاحظۂ ذات بشرط قطع نظر جمیع ماسوئی سے اور اس حضرت کو حضرت اسم ہو سے کہتے ہیں کہ اس میں کثرت مستہلک و مقہور ہے اور اُسکے احکام ظہور سلطنت وحدت کے مقابل میں مستور ہیں۔ اِس حضرت کو علم مطلق و حضرت جمع و مرتبۂ عما بھی کہتے ہیں اسلئے کہ اولوالانظار کی ابصار و ذوی الافکار کی بصائر اس حضرت کے ادراک سے کور ہیں۔ اور حقیقت الحقائق اس سلئے کہتے ہیں کہ قیام جمیع حقایق و ماہیات کا اُس ذات میں ہے۔ اِس حضرت میں کوئی تنزیہ بے شائبۂ تشبیہ و تشبیہ بے غائلہ تنزیہہ حاصل نہیں ہوتی اِس لئے رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تَفَکَّرُوْا فِی نَعْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی ذَاتِہٖ

۵		
	اے منزہ ز این و آن کہ توئی	کہ شناسد ترا چنانکہ توئی
	ساحت کبریات افزون است	زانچہ من میبرم گمان کہ توئی
	ہیچ کس بے نشان نگشتہ ترا	در نیابد بدان نشان کہ توئی
	در جلابیب گرچہ پنہانی	داندت جان خردہ دانچ توئی
	آشکارا بہر چہ سے نگرم	بتوان داشتن نہان کہ توئی

جاننا چاہیئے کہ حقیقت ذات حق سبحانہ تعالی ایک ہستی ہے جو زوال و نقص سے پاک ہے اور تمام ہستیوں سے ظاہر تر ہے کیونکہ وہ خود بخود ظاہر ہے اور جمیع ہستیوں کا موجب ہی ذات ہے

۵		
	ہمہ عالم ز نور اُوست پیدا	کجا او گردد از عالم ہویدا
	چو آیات است روشن گشتہ از ذات	نگردد ذات او روشن ز آیات

ہر طرح کے تغیر و تبدل سے اور شمار و کثرت سے مبرا ہے وہ ہستی خود نما ہے کیونکہ حقیقی نمایندگی بجز ہستی کے ممکن نہیں وہ ہستی تمام نشانوں سے بے نشان ہے۔ نہ عیاں ہے نہ نہاں ہے۔ نہ علم میں

آئے نہ عیاں ہیں سمائے جمیع اشیا اُسی سے مدرک ہیں اور وہ احاطۂ ادراک سے باہر چشم سر
اُسکے مشاہدۂ جمال میں خیرہ اور دیدۂ سر اُسکے ملاحظۂ کمال میں تیرہ حقیقتاً وہ ہستی اپنی دلیل
آپ ہی کسی طرح اُس میں کثرت کو دخل نہیں پس وہ اپنی خودی پر خود ہی دلیل ہے کما قال اللہ
تعالیٰ اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ یعنے کیا تیرا رب کافی نہیں ہر چیز پر گواہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلت باید از وے رخ متاب

وہ ذات وجود سادہ و ہستی بحت ہے لفظ وجود کو کبھی بمعنی تحقق و حصول یعنی ہونا کہ معانی مصدریہ
و مفہومات اعتباریہ میں اطلاق کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے معقولات ثانیہ کے قبیلہ سے ہے
کہ خارج میں اسکے مقابل کوئی امر نہیں بلکہ تعقل ماہیات کو عارض ہوتا ہے چنانچہ حکما و متکلمین نے
اسکی تحقیق و تشریح کی ہے اور کبھی لفظ وجود سے ایک حقیقت مراد لیتے ہیں کہ جسکی ہستی بذات
خود ہے اور باقی موجوات کی ہستی اُسکے سبب سے ہے اور حقیقت میں اسکے سوا کوئی موجود فی
الخارج نہیں کما قال علیہ السلام کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ یعنے تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی
کوئی شے اُسکے ساتھ وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ یعنے اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ پس یہ باقی
موجوات اُسکے عوارض ہیں اور اُسی کے ساتھ قائم۔ اقوال ارسطو اور سکھیا منی بودھ مت اور
اقوال ویدانت مت وغیرہ و عرفائے کاملین اسلام کا ذوق و وجدان اسپر گواہی دیتا ہے۔
پس اس اسم وجود کا اطلاق حضرت حق سبحانہ تعالیٰ پر بمعنی ثانی ہے اِس سے ثابت ہے کہ موجود
حقیقی ایک کے سوا نہیں اور وہ عین وجود حق و ہستی مطلق ہے اکثر مذاہب کی کتب تصوف
میں یہ مسئلہ بالتفصیل موجود ہے وہاں دیکھو اور ہم بھی اسی کے ثبوت میں کوشش کرتے ہیں اِس وجود
کے لئے مراتب بیشمار ہیں اول مرتبہ لاتعین و عدم انحصار ہے اور وہ ہر قید و ہر اعتبار سے مطلق
ہے اِس حیثیت میں جملہ اضافات و صفات سے منزہ اور دلالت الفاظ و نغات سے مقدس ہے
اُسکے جلال کی رفعت زبان سے ادا نہیں ہوسکتی اور اُسکے کمال کی کنہہ سمجھ میں نہیں آسکتی ارباب کشف
و عرفان بھی اسکی حقیقت کے ادراک سے حجاب در حجاب ہیں وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اُسکے عرفان
کی غایت حیرانی و نادانی ہے۔ اِس مرتبہ کو حضرت علم مطلق و حضرت جمع و مرتبۂ عما و حقیقت الحقائق بھی کہتے
ہیں کیونکہ ساری حقیقتیں اور کل ماہیتیں اسی سے قائم ہیں۔ اور اسکو جمع الجمع بھی کہتے ہیں اسلئے کہ تمام

اسماء و صفات و حقائق و ماہیات اِس میں مجتمع ہیں۔ کلام سرچشمہ ولایت کا اشارہ اسی مرتبہ کیطرف
ہے کما قال اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُہٗ وَکَمَالُ مَعْرِفَتِہٖ التَّصْدِیْقُ بِہٖ وَکَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِہٖ تَوْحِیْدُہٗ
وَکَمَالُ تَوْحِیْدِہٖ الْاِخْلَاصُ وَکَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَہٗ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْہُ یعنی دین اسلام کی
ابتداء خدا کا جاننا ہے اور جاننے کا کمال اسکی تصدیق کرنا ہے اور اسکی تصدیق کا کمال اسکی وحدت
و واجب الوجود ہونے پر پورا یقین کرنا ہے (جو عقل و نقل دونوں سے علیٰ حسب استعداد افراد انسان
ثابت ہوتا ہے) اور اسکی توحید کا کمال اُسکی ذات کے ساتھ خلوص پیدا کرنا ہے اور اخلاص کا
کمال ذات باری سے صفات کا نفی کرنا ہے اس مرتبہ کا نام احدیت ہے اور دوسرا مرتبہ وحدت
کا ہے یعنی وہ ایک تعین ذات جمیع تعینات فعلیہ وجوبیہ الٓہیہ و تعینات انفعالیہ امکانیہ کا جامع
ہے اور اس مرتبہ کا نام تعین اول ہے۔ اسلئے کہ تعینات میں سے اول حقیقت وجود کا تعین ہے
اور ما فوق اسکے مرتبہ لاتعین ہے اور بس اور اس مرتبہ وحدت ہی کا نام حقیقت محمدی ہے تیسرا مرتبہ
واحدیت کا ہے۔ واحدیت سے یہ مراد ہے کہ ذات کا ملاحظہ مع جمیع اسماء و صفات کے۔ اور اس
مرتبہ کو مرتبہ الوہیت و مقام جمع و غیب مضاف بھی کہتے ہیں اور اس مرتبہ الوہیت کو اگر اس اعتبار
سے ملاحظہ کریں کہ اعیان و حقائق جو حضرت خالق کے اسماء و صفات کے مظاہر ہیں اپنی استعداد کے
موافق اکتساب کمالات کرتے ہیں تو اُسکو مرتبہ ربوبیت کہتے ہیں اور اگر ذات کو بشرط صور علمیہ
ملاحظہ کریں تو اُسکو مرتبہ اسم باطن مطلق والعلم کہتے ہیں کہ رب اعیان علمیہ ثابتہ کلی اور اگر ذات کو بشرط
کلیات اشیاء فقط ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم رحمٰن کہتے ہیں کہ رب عقل اول کا ہے جسکو لوح قضا
و اُم الکتاب قلم اعلیٰ کہتے ہیں۔ اور اگر ذات کو اس شرط کے ساتھ (کہ اس میں کلیات جزئیات ثابتہ
مفصلہ ہوں بغیر اسکے کہ وہ جزئیات اُن کلیات میں محتجب ہوں) ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم رحیم
کہتے ہیں کہ رب نفس کلیہ کا ہے جسکو لوح قدر و لوح محفوظ و کتاب مبین بھی کہتے ہیں اور اگر ذات کو (باین
شرط کہ صور مفصلہ اس میں جزئیہ مستقرہ ہوں) ملاحظہ کریں تو اُسکو مرتبہ اسم مُحیی کہتے ہیں جو کہ جسم
کلی میں رب ہے نفس منطبعہ کا جسکو لوح محو و اثبات کہتے ہیں اور اگر ذات کو اس شرط کے ساتھ
ملاحظہ کریں کہ وہ صور نوعیہ روحانیہ و جسمانیہ کے قابل ہے تو اسکو مرتبہ اسم قابل کہتے ہیں جو کہ رب ہے
ہیولیٰ کلیہ کا جسکو کتاب مسطور و رق منشور کہتے ہیں اور اگر ذات کو اس شرط کے ساتھ کہ اُس میں

تاثیر و تاثر کی قابلیت ہی تو اسکو مرتبہ اسم فاعل کہتے ہیں جو کہ موجد و فاعل کی طرف معتبر ہے اور طبیعت کلیہ کا رب ہی۔ اور اگر ذات کو بشرط صور روحانیہ مجردہ ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم علیم و مفصل و مدبر کہتے ہیں جو کہ عقول و نفوس ناطقہ کا رب ہی حکما جسکو عقل مجردہ کہتے ہیں اہل اللہ اسکو روح کہتے ہیں اس لحاظ سے عقل اول کو روح اللہ کہا گیا ہی اور حکما جسکو نفس مجردہ کہتے ہیں اہل اللہ اسکو قلب کہتے ہیں جسوقت کہ اسپر کلیات مفصل ہوں اور شہود عیانی اُن کلیات کا مشاہدہ کرے پس عقل اول روح اللہ ہی اور نفس مجردہ قلب اور انکے نزدیک نفس سے مراد نفس منطبعہ حیوانی ہی اور اگر ذات کو بشرط صور عینیہ ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم مصور کہتے ہیں جو کہ رب ہے عالم خیال مطلق و مقید کا۔ اور اگر ذات کو بشرط صور حسیہ شہادیہ ملاحظہ کریں تو اسکو اسم ظاہر مطلق و آخر کہتے ہیں جو کہ رب ہی عالم ملک کا۔ اور اسکو مرتبہ انسان کامل کہتے ہیں و انسان کامل مراد ہے اس انسان سے جس میں جمع ہوں جمیع مراتب الٰہیہ و عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ و مراتب طبیعت وجود کے آخر تنزلات تک اور اسی کو مرتبہ عمائیہ بھی کہتے ہیں اسلئے کہ یہ مرتبہ بمرتبہ الٰہیت مشابہت رکھتا ہے اور ان دو مراتب کے درمیان فرق ربوبیت و مربوبیت کا ہی اسی لحاظ سے سزا خلافت حق و مظہر اسما و صفات جناب مطلق کا قرار پایا ہے۔

چوتھا مرتبہ عالم ارواح

یہ عالم مرتبہ اُلوہیت کی تفصیل اور اُسکے اسما و صفات کا مرتبہ ہے اور ان دو مراتب کا اعتبار ظاہر وجود کی حیثیت سے ہے کہ وجوب وصفت اس کا خاصہ ہے۔

پانچواں مرتبہ عالم مثال

یہ مرتبہ جمیع تعینات انفعالیہ کا مرتبہ ہی کہ تاثر و انفعال نفس کی شان ہی اور یہ مرتبہ کونیہ امکانیہ کا ہے

مرتبہ سادسہ عالم حس و شہادت

یہ مرتبہ تفصیل مرتبہ کونیہ کی ہی کہ مرتبہ عالم حسی ہے اور ان دو مراتب کا عروض باعتبار ظاہر علم کے ہے کہ امکان اُسکے لوازم میں سے ہے اور یہ اُسکی تجلی ہے کہ اپنے اُوپر بصور حقائق و

اعیان ممکنہ تجلی فرمائی ہے پس فی الحقیقت وجود ایک ہی ہے زیادہ نہیں جو ان تمام مراتب و حقائق میں کہ مرتبہ واحدیت کی تفصیل ہے ساری و طاری ہے اور وہ ذات ان مراتب و حقائق میں عین مراتب و حقائق ہے جس طرح یہ مراتب و حقائق مرتبہ ذات میں عین ذات ہیں وَقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا یعنے اور تحقیق پیدا کیا میں نے تجھ کو پہلے اس سے اور نہ تھا تو کچھ۔ شاہد حال ہے۔ یہاں اسماء و صفات حق تعالیٰ کو بحسب کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ مراتب آلہی میں شوق و تجلیات ہے اور بحسب شوق و تجلیات اسماء و صفات ہیں اور اُسکے صفات یا تو ایجابی ہیں یا سلبی۔ اور صفات ایجابی بھی یا تو حقیقی ہیں کہ ان میں اضافت کو کچھ بھی دخل نہیں جیسے حیات و وجوب بقا۔ یا اضافی ہیں جیسے ربوبیت و علم و ارادت یا محض اضافت ہے جیسے اولیت و آخریت اور صفات سلبی جیسے غنا و سبوحیت و قدوسیت اور ان میں سے ہر ایک صفت ایجابی و سلبی کا ایک وجود ہے اور یہ وجود جیسے کہ عدم پر عارض ہوتا ہی ایک وجہ سے معدوم پر بھی عارض ہے اور وہ وجود عبارت ہی تجلیات ذات حق سبحانہ تعالیٰ سے اس وجود کے مراتب کے قتضا پر کہ تمام کو مرتبہ الوہیت جامع ہے اِسکا نام لسان شرع میں عما ہے پس اول کثرت وجود میں واقع ہوئی ہے اور وہ درمیان حضرت احدیت و اتیہ و مظاہر خلقیہ کے برزخ ہی کیونکہ ذات حق تعالیٰ نے صفات متعددہ متقابلہ کو بذات خود بحسب مراتب ربوبیت والوہیت خویش قتضا کیا ہی جیسے لطف و قہر و رحمت و غضب و سخط و رضا وغیرہ۔ اور ان جمیع نعوت متقابلہ کو جمال و جلال جامع ہی اس لئے کہ جو کچھ لطف و رحمت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ جمال ہے اور جو قہر و نقمت کے ساتھ متعلق ہے وہ جلال ہی اور ہر ایک جمال کو جلال اور جلال کو جمال ہی پس ذات جبکہ ملاحظہ کی جائے باعتبار تجلی کے کسی صفت معین کے ساتھ تو اسکو اسم کہتے ہیں جیسے کہ رحمٰن ایک ذات ہی موصوف برحمت۔ اور قہار ایک ذات ہی موصوف بقہر اور یہ اسمائے لفظیہ اُسی ذات کے نام ہیں۔ اِس خیال سے کہ اسم کو عین مسمی کہتے ہیں دوسری یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی ذات پر بذات خود اپنے جمیع کمالات پر علم کا موجب ہوا اور محبت آلہی نے کہ جسکو قابلیت ظہور کہتے ہیں ان کمالات میں سے ہر ایک کیساتھ اول حضرت علمیہ میں پھر حضرت علینیہ میں ظہور ذات کو چاہا اسی وجہ سے ظہور کثرت منود ار ہوا پس

صفات ایجابی و سلبی

کثرت ایک وجہ سے راجع بعلم ذاتی ہو گئی۔ پھر صفات اِس لحاظ سے کہ یا توجلہ دیگر صفات پر اُنکو احاطۂ کلی ہے یا احاطۂ کلی نہیں ہے باہم متفاوت ہیں اور جو صفات کہ جمیع صفات کو محیط ہیں اُنکا نام ائمہ سبعہ ہے اور وہ حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام ہیں اور یہ سات صفات اگرچہ اُصول ہیں تمام صفات کے لیکن بعضے بعض سے متاخر ہیں جیسے کہ علم متاخر حیات سے ہے اور ارادت وقدرت دو اول سے متاخر ہیں اور سمع و بصر ان چار سے متاخر ہیں اور کلام سب سے آخر۔ اور مراتب اسمار بھی اِس لحاظ سے کہ اُن کو دوسرے اسمار پر شمولِ کلی ہے یا شمول کُلی نہیں ہے باہم متفاوت ہیں اور یہ اسم یعنی اول و آخر و ظاہر و باطن انکا نام ائمہ اربعہ ہے اور اسم اللہ اور اسم الرحمن ہر ایک ان میں سے جامع جمیع ائمہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنی کہہ اللہ کو پکارو یا رحمن کو جو کہہ کر پکاروگے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے۔ اور جمیع اسمار کو اِن چار اسمار کا شمول اس وجہ سے ہے کہ جس اسم کا مظہر ازلی و ابدی ہے ازلیت اسکے اسم اول سے ہے اور ابدیت اسکے اسم آخر سے اور ظہور اس کا اسم ظاہر سے اور بطون اس کا اسم باطن سے اور جو اسمار کہ ابدار و ایجاد کے متعلق ہیں وہ اسم اول کے تحت میں ہیں اور جو بجزا و معاد متعلق ہیں وہ اسم آخر کے تحت میں ہیں اور جو بظہور و بطون متعلق ہیں وہ اسم ظاہر و باطن کے تحت میں داخل ہیں اور کوئی شے اولیت و آخریت و ظہور و بطون سے خالی نہیں پس کل اسمار ان اتمہات اربعہ کے تحت میں ہیں اور یہ چاروں اسم اسم اللہ و اسم الرحمن کے تحت میں ہیں پس صفات بحیثیت معقولہ غیر ذات ہیں اور بحسب تحقق عین ذات ہیں مثلاً الحی باعتبار صفت حیات ایک ذات ہے اور عالم باعتبار صفت علم ایک ذات ہے اور مرید باعتبار صفت ارادت ایک ذات ہے اور قادر باعتبار صفت قدرت ایک ذات ہے اور سمیع و بصیر و کلیم باعتبار صفت سمع و بصر و کلام ایک ذات ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ صفات جیسے بحسب مفہوم ایکدوسرے کے متغایر ہیں ذات کے بھی متغایر ہیں لیکن بموجب تحقق و ہستی عین ذات ہیں کیونکہ یہاں وجود ذات متعدد نہیں بلکہ محض وجود واحد ہے اور اسمار و صفات اُسکے نسب و اعتبارات ہیں اور ذات بحیثیت ذات جمیع اسمار و صفات و نسب و

سلہ پ ۱۵ - ع ۱۲ -

اضافات سے منزہ و مبرا ہے۔ مگر چونکہ اول تجلی میں ظہور عالم کی طرف توجہ فرمائی ہے اسلیئے
اِن اُمور میں اتصاف ذات ہی یعنی خود بخود اپنی ذات پر تجلی فرمائی اور علم و نور و وجود و
شہود کی نسبت متحقق ہوئی پس علم کی نسبت چاہتی ہے کہ ایک عالم ہو ایک معلوم اور نور کی
نسبت کے لئے لازم ہے کہ ایک ظاہر ہو ایک مظہر اور وجود کی نسبت کے لئے ایک واجد ہو
ایک موجود اور شہود کی نسبت کے لئے چاہئے کہ ایک شاہد ہو ایک مشہود اور اسی طرح ظہور جو کہ نور
کے لئے لازم ہے اُس سے پہلے بطون ہونا چاہیئے اور بطون چونکہ مقدم ہے ظہور پر اس لئے
بطون و ظہور میں اول و آخر کی نسبت ہوئی اسی وجہ سے اول و آخر ظاہر و باطن ذات کے نام ٹھہرے
اسی طرح دوسری اور تیسری تجلی میں تعینات و اضافات یعنی نسبتیں بڑھتی گئیں ہر چند کہ اُسکے
نسبتِ اسماء کا تضاعف اُسکے ظہور سے پیشتر ہے لیکن اس کا خفا اُس سے بھی زیادہ ہے
کیونکہ خفا باعتبار صرافت و اطلاق ذات کے ہے اور اس کا ظہور باعتبار مظاہر و تعینات کے ہے
اب **ایجاد عالم** کا حال سنئیے کہ عالم ماخوذ ہے علامت سے اور لغت میں اُس چیز کو کہتے
ہیں جس سے کوئی چیز کہی جائے اور یہ اسم آلہ ہے۔ پس عالم آلہ علم ہے جیسے خاتم آلہ ختم۔ اور
اور اصطلاح میں جمیع ماسوی اللہ کو عالم کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس سے اسماء و صفات باری
تعالیٰ مفہوم ہوتے ہیں کیونکہ افراد تمام عالم میں سے ہر فرد میں جملہ اسماء الٰہی کسی اسم خاص کا مظہر ہے
کہ وہ اسم اسی فرد سے معلوم ہوتا ہے جیسے اجناس و انواع اسماء کلیہ کی حقیقت پر دال ہیں پس
عقلِ اول یعنی نور محمدی جس کو وحدت و لوح قضا و اُم الکتاب و قلم اعلیٰ کہتے ہیں ازروئے اشتمال
جمیع حقائق و صور پر علیٰ طریق الاجمال ایک عالم کلّی ہے کہ اسم رحمٰن پر دال ہے اور نفس کلیہ
جس کو لوح قدر و لوح محفوظ و کتاب مبین کہتے ہیں ازروئے اشتمال ان جمیع اشیاء پر جن پر
عقل اول مشتمل ہے ایک عالم کلّی ہے کہ اسم رحیم پر دال ہے اور حضرت انسان کامل کہ جامع
جمیع حقائق ہے اجمالاً بمرتبہ روح و تفصیلاً بمرتبہ قلب ایک عالم کلّی ہے کہ اسم اللہ پر دلالت کرتا ہے
کیونکہ اسم اللہ جامع جمیع اسماء و صفات ہے اور چونکہ ہر فرد عالم اسماء الٰہی میں سے ایک اسم
خاص کی علامت ہی اور وہ اسم اُس ذات سے عبارت ہے جو جمیع اسماء کو جامع ہے تو انسان
کامل بھی مشتمل جمیع اسماء و صفات ہوا۔ اسی وجہ سے ہر ایک فرد عالم ایک عالم کلّی ہے کہ جمیع اسماء

پروال ہوے	نمی ہنیم الحق یکے برگ کاہ		کہ در وے نہ مشہود گردد الٰہ

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ[1] یعنے ہم شتاب دکھا دینگے
اُن کو نشانیاں اپنی ملکوں میں اور اُنکی جانوں میں یہاں تک کہ ظاہر ہو جائیگا اُنکو کہ تحقیق یہ ہے
حق، شاہد حال ہے اگرچہ بوجوہِ مذکورہ بالا عوالم کی نہایت نہیں کہ تنزلات و اعتبارات حدّ و
حصر سے باہر ہیں لیکن محققین نے حضرات کلیہ الٰہیہ پانچ مقرر کئے ہیں۔ اوّل حضرت غیب مطلق
جسکا نام غیب حقیقی و احدیت و ہویت مطلقہ ہے اور اس حضرت کا عالم عالم اعیان ثابتہ علمیہ
ہے۔ دوم حضرت غیب مضاف۔ اور یہ دو قسموں پر منقسم ہے ایک قسم تو قریب تر ہے غیب مطلق
سے اور وہی مرتبہ اسم علیم ہے۔ اور اسم علیم عقول و نفوس ناطقہ کا رب ہے اس کا عالم ارواح
مجرّد کا عالم ہے اسی عالم کو عالم جبروت کہتے ہیں دوسری قسم نزدیک تر ہے عالم شہادت سے
اور یہ مرتبہ اسم مصوّر کا ہے۔ جو عالم خیال مطلق و مقید کا رب ہے اس عالم کا نام عالم مثال
و عالم ملکوت ہے اور غیب مضاف دو قسم پر اس وجہ سے منقسم ہے کہ ارواح مثالی صور میں نہیں ہیں
جو عالم شہادت کے مناسب ہو بخلاف صور عقلیہ کے کہ غیب مطلق کے مناسب ہے اور حضرت
چہارم حضرت شہادت مطلقہ ہے جو حضرت غیب مطلق کے مقابل ہے جسکو مرتبہ اسم ظاہر مطلق
و اسم آخر کہتے ہیں اور یہ مرتبہ عالم ملک کا رب ہے اور یہ آخر تنزل انسان کامل کا مقام ہے اس کا
نام عالم ملک ہے پنجم حضرتِ جامع ہے جسکو حقیقت و عالم انسانی و انسانِ کامل و مرتبہ عمائیہ
کہتے ہیں کہ جامع جمیع عوالم ہے۔ پس عالم ملک عالم ملکوت کا مظہر ہے اور عالم ملکوت عالم جبروت
کا مظہر ہے اور عالم جبروت اعیان ثابتہ کا مظہر ہے اور اعیان ثابتہ اسمار الٰہیہ کا مظہر ہے
جسکو وحدت کہتے ہیں اور وحدت حضرت احدیت کا مظہر ہے اور عالم انسان ان جمیع حضرات
کا مظہر ہے اور ان مظاہر کو مجالی و مطالع بھی کہتے ہیں مخفی نہ رہے کہ ذات کو ہر مرتبہ و حصر میں علاوہ
ان مراتب و حضرات کے جو مذکور ہوئے تنزلات و تجلیات و تعینات کہتے ہیں۔ اور بعضے تنزلات
وجود سے موسوم کرتے ہیں۔ بعضے محققین کا مقولہ ہے کہ احدیت تنزل اول ہے یعنی ذات نے
ہویت سے احدیت میں تنزل فرمایا اور بعض کا ارشاد ہے کہ اول ذات نے احدیت سے وحدت

[1] پ ۲۵-ع ۱۲-۱

میں منزل فرمایا اس گروہ کے نزدیک ہویت واحدیت میں کچھ فرق نہیں یعنی ہویت کو احدیت پر تقدم نہیں
ایک ہی مرتبہ ہے بہر تقدیر تجلی اول کو مقام اَوْ اَدْنیٰ وَاَحَدُ الْجَمْعِ وَطَامَّۃُ الْکُبْرٰی کہتے ہیں اور تجلی ثانی کو قابَ
قَوْسَیْنِ اور یہ مرتبہ تنزل میں مقدم ہے اور رجوع میں مؤخر پس سرّ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ کہ مبین
معراج ہے محتاجِ شرح نہیں۔ اِسی طرح ہر تعیّنات میں سے ہر ایک مقتضی غیر حضرت حضراتِ
مذکورہ سے ہے اور موجب تحقق مرتبہ قَابَ قَوْسَیْنِ مراتب ذات سے ہے پس غیب مطلق
سے تا آخر مرتبہ مظاہر حق اور اطلاق وجود سے تا تقید شہود ایک ہی ذات ہے جو تجلیات اور
تعیّنات کے اختلاف کے مطابق مختلف مراتب یا مختلف حضرات سے موسوم ہوئی ہے اور
تعینات محض اعتباری اور صرف نسبتی باتیں ہیں جنکی وجہ سے ذاتِ مقدس میں کوئی نقص عائد
نہیں ہوتا۔ تم ایک کو اگر چار کی چوتھائی کہو یا تین کی تہائی یا دو کا آدھا یا آدھے کا دوچند تو
ان نسبتوں سے اُسکی یگانگی میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ اسی طرح ذات پاک کو تجلیات
و تعینات کے لحاظ سے مختلف ناموں اور مختلف مرتبوں اور مختلف حضرات کے نام سے
بولنا اسکی احدیت کا مانع نہیں ہے وہی ایک ذات ہے جو رنگا رنگ نظر آرہی ہے +

فصل پنجم بیان تنزلات بطریق دیگر قدمائے سالکین رحمہم اللہ علیہم

تعین اول۔ ایک وحدت صرف و قابلیت جمیع صفات و اعتبارات سے مجرد ہو یا نہو اگر
جمیع صفات و اعتبارات سے تجرد ہے تو اس قابلیت تجرد کو احدیت کہتے ہیں جس کا نام
بطون و اولیت و ازلیت ہے اگر اس قابلیت کا اعتبار ہے جو جمیع صفات و اعتبارات
سے متصف ہے تو وہ مرتبہ واحدیت ہے کہ اس کے لئے ظہور و آخریت و ابدیت
ہے لیکن مرتبہ واحدیت کے بعض اعتبارات اس قسم سے ہیں کہ ذات کا اتصاف
ان کے ساتھ باعتبار جمع کے ہے خواہ وہ مشروط بہ تحقق وجود بعضے حقائق کونیہ کے
ہوں یا نہوں۔ اور اگر ہوں تو وہ حقائق کونیہ ہیں۔ مثلاً خالقیت و رازقیت وغیرہ
اور خواہ مشروط نہوں۔ جیسے حیات و علم و قدرت و ارادت وغیرہ۔ اور یہ
اسماء و صفات آلہیت و ربوبیت ہیں۔ اور صورت معلومیت ذات

جوان اسمار وصفات سے متلبس ہے یہ حقایق آلہیہ ہیں مگراُن کے ساتھ ظاہر وجود کا متلبس ہونا موجب تعدد وجودی نہیں بلکہ تعدد لباس ہے۔ اور وجود واحد۔ اور مرتبہ واحدیت کے بعضے اعتبارات اِس قسم سے ہیں کہ ذات کا اتصاف ان کے ساتھ باعتبار مراتب کونیہ کے ہے جیسے فصول وخواص وتعینات کہ اعیان خارجیہ کے ممیزات ہیں اور صورت معلومیت ذات جوان اعتبارات سے ملتبس ہے حقایق کونیہ ہے اور ان کے احکام وآثار سے ظاہر وجود کا ملتبس ہونا یہ ہی موجب تعدد وجودی ہے اور حضرت ذات جامع کمالات احدیت عالم ارواح ومثال میں حس وشہادت میں دنیا وآخرت میں جمیع شیئون آلہیہ وکونیہ ازلاً وابداً ان سب حقایق میں کہ مرتبہ واحدیت کے تفاصیل ہیں ساری ومتجلی ہے اور ان تمام تحقق وظہور سے مقصود اصلی کمال اسمائی ہے جس کو کمال جلاو استجلا کہتے ہیں کمال جلا یعنی اعتبارات کی وجہ سے اس کا ظہور۔ اور کمال استجلا یعنی انہیں اعتبارات کیوجہ سے اپنے لیئے اُسکا شہود اور یہ ظہور شہودی ہی اسکو اعیانی وعینی بھی کہتے ہیں یعنی مجمل کا ظہور وشہود مفصل میں جیسے تخم کا وجود درخت میں بخلاف کمال ذاتی کے کہ بغیر اعتبار غیریت وغیر اپنی ذات کا اپنی ہی ذات کے واسطے ہے اور اس ظہور کا نام ظہور علمی عینی ہے جیسے مفصل کا ظہور مجمل میں مثلاً تخم کے اندر درخت کا وجود۔ اور غنائے مطلق کمال ذاتی کو لازم ہے۔ اور غنائے مطلق کے یہ معنے ہیں کہ ذات کے شیئون واحوال واعتبارات اُسکے احکام ولوازم سمیت کلی جملی کیوجہ پر ہون کہ ذات کو تمام مراتب حقائق آلہی وکونی کے بطون میں دکھاتے ہون اور اسکی وحدت میں اندراج کل بجمیع اس کی صور واحکام کے شاہد وثابت ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ وجود مطلق کا مستغنی ہونا اسی حیثیت سے ہے کہ اب آخر تنزل سے اصل کی طرف عروج کرو۔ مثلاً اگر تشخصات وتعینات افراد وانواع مندرجہ تحت الحیوان کو دفع کیا جائے تو ہر نوع کے افراد اس میں جمع ہوجائینگے اور اگر ان انواع کے ممیزات کو کہ وُہ فصول وخواص ہیں دور کردو تو تمام حقیقت حیوان میں جمع ہوجائینگے۔ اور اگر ممیزات حیوان و ماتحت جسم نامی کو رفع کرو تو سب جسم نامی میں آجائینگے۔ اور اگر جسم نامی وماتحت جسم کو دور کیا جائے تو تمام حقیقت جسم میں شامل ہوجائینگے۔ اور اگر ممیزات جسم وماتحت جوہر یعنی عقول ونفوس کو اٹھادو توان تمام کا شمول حقیقت جوہر میں ہوجائیگا اور اگر مابہ الامتیاز جوہر وعرض کو دفع کیا جائے تو کل کا اجماع ممکن کے تحت میں

ہو جائیگا۔ اور اگر ما بہ الامتیاز ممکن و واجب کو مرتفع کیا جائے تو دونوں موجود مطلق میں جمع ہو جائینگے
کہ جو عین حقیقتِ وجود ہے اور بذاتِ خود موجود جسکی ظاہر صفت وجوب باطن امکان ہے یعنی اعیان
ثابتہ جو تجلی علی نفسہ سے تلبس شیونیہ بروے کار ہوئے۔ اور یہ ممیزات خواہ فصول و خواص ہیں
خواہ تعینات و تشخصات تمام شیونِ آلہی ہیں جو وحدت ذات میں مندرج تھے اولاً مرتبہ علم میں بصورِ
اعیان ثابتہ نمودار ہوئے اور ثانیاً مرتبۂ عین میں بظاہر وجود جو وجود باطن کا آئینہ ہے بواسطہ تلبس احکام
و آثار اعیان ثابتہ نے اعیان خارجیہ کی صورت پکڑ لی پس خارج میں کچھ بھی نہیں مگر حقیقت واحدہ
لیکن جو لوگ کہ مضیق مراتب میں محبوس اور اُنکے احکام و آثار میں مقید ہیں ان کو وہ حقیقت واحدہ شیون
و صفاتِ مختلفہ کے اعتبار سے متکثرہ و متعددہ معلوم ہوتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ وحدت ذات میں کثرت شیون
کا اندراج جزو کل مظروف و ظرف کا سا نہیں بلکہ جیسے اوصاف کا موصوف میں یا لازم کا ملزوم میں
ہوتا ہے یا نصفیت و ثلاثیت و ربعیت و خمسیت وغیرہ کا ذاتِ واحد عددی میں اندراج ہوتا ہے
اس لیے کہ یہ نسبتیں اس میں مندرج ہیں لیکن جبتک جزو اثنین و ثلاثہ و اربعہ و خمسہ کا واقعہ نہ ہو
اصلاً اس کا ظہور نہیں۔ پس جمیع موجودات میں احاطہ ذات حق ایسا ہے جیسے احاطہ موصوف
باوصاف یا ملزوم بلوازم نہ احاطہ کل یا جزو یا ظرف بمظروف۔ اور حفظ مراتب کے اعتبار سے وجود کی حقیقت
اگرچہ جمیع موجودات ذہنی و خارجی پر مقول و محمول ہوتی ہے۔ لیکن مراتب میں تفاوت وَفَوْقَهَا بَعْضَ
فَوْقَ ہے اور اس کیلئے ہر مرتبہ میں اسامی اور نسبتیں و صفات و اعتبارات مخصوص ہیں نہ سائر مراتب
میں درجہ مساوات مثلاً حقیقت وجود مرتبۂ الوہیت و ربوہیت اور عبودیت و خلقیت میں تفاوت ہے
نہ درجہ مساوی۔ پس اسامی مرتبہ الہیت کا اطلاق جیسے اَللّٰه وَ رَحْمٰن وغیرہم مراتب کونیہ پر
عین کفر و محض زندقہ ہے اسیطرح اسامی مخصوصہ مراتب کونیہ کا اطلاق مرتبۂ الوہیت پر غایت درجہ
کا ضلال و الحاد ہے۔ ع۔ گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی۔

فصل ششم در تنزلات بطریق دیگر بالتفصیل

مخفی نہ رہے کہ طریقت میں سر عظیم توحید ذاتی ہے۔ اور علم توحید ذاتی وہ علم ہے کہ نہ تحریر و تقریر کو اس کی
طرف راہ نہ اشارہ و کنایہ کی اس کی جانب نگاہ۔ وہ علم باطن ہے۔ باطن باطن میں حاصل ہوتا ہے

اور اسکے حصول کا طریق یہ ہے کہ بہ یقین دل جان لے کہ ماسوائے اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی وجود موجود نہیں مگر مجالی و مظاہر حق ہے۔ اور اہل توحید وہ گروہ ہیں کہ کوئی وجود غیر حق انکی نظر میں نہیں آتا اور نہ کسی شئے کو غیر اللہ جانتے ہیں۔ مگر مظاہر و مجالی حق۔ اور وہ لوگ صاحب تجرید و تفرید ہیں یعنی زائل کرتے ہیں اپنے دل سے ماسوائے اللہ کو اور دیکھتے ہیں حق کو کل میں اور انکی نظر مدام مرتبہ احدیت میں ہوتی ہے کہ اس مرتبہ میں ماسوائے اللہ کا کچھ بھی وجود نہیں پس جب اہل توحید از روئے تمام صدق و اخلاص تفکر و تامل میں اس معنی کا لحاظ علی الدوام رکھتے ہیں تو بالکل نقش غیریت انکے دل سے محو و نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ پھر ایسی حالت میں کہہ اٹھتے ہیں ؎

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر	سوے اللہ و اللہ ما فی الوجود

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ طریقت میں اہل توحید بہت قسم کے ہیں لیکن دو گروہ سب میں ممتاز و عامل علی الشریعت ہیں یعنی وجودی و شہودی اور انہیں کو محققین کہتے ہیں۔ اہل وجود کا قول ہمہ اوست ہے کہ کل حقایق اشیا عین حق ہیں۔ اور اہل شہود ہمہ از وست فرماتے ہیں کہ کل اشیا نہ غیر حق ہے نہ عین حق بلکہ مظہر حق۔ گروہ اول کا کلام مرتبہ احدیت میں ہے۔ اور گروہ ثانی کا مرتبہ واحدیت میں ہے اور حقیقت میں دیکھو تو مقصود ہر دو گروہ کا ایک ہے فقط نزاع لفظی ہے چنانچہ تفصیل و تشریح سے بخوبی روشن ہو جائے گا۔

خمسہ تنزلات

قال علیہ السلام کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ غَیْرُہٗ[1] یعنی اللہ تھا اور نہ تھی کوئی شے اُس کے غیر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے مظہر ذات و صفات کو ظاہر کیا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ اِلَیْھِمْ فَبِیْ عَرَفُوْنِیْ وَعَرَفْتُ بِھِمْ[2] یعنی میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ اور میں نے انکو اپنا شناسا کیا پس شناخت کیا مجکو مجھ سے اور

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ [2] اس حدیث قدسی کو حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے تکملہ مدارج النبوت میں لکھا ہے۔ ۱۲

خمسہ تنزلات

میں بسبب اُن کے پہنچانا گیا طالبان حق و تشنگان توحید مطلق کو معلوم ہو کہ علماء محققین کے نزدیک حق تعالیٰ واجب الوجود یعنی وجود مطلق ہے۔ اس وجود کے لیئے نہ کوئی شکل ہے نہ حد نہ حصر۔ اور یہ وجود واحد ہے اور لباس متعدد و مختلف ہیں اور یہ وجود جمیع موجودات کی حقیقت ہے کوئی شے اِس وجود سے خالی نہیں اور وجود اِس کا خود بخود موجود اور کل موجودات میں ہویدا ہے خارج میں بھی اسکے سوا کچھ نہیں اِس وجود کے لیئے کئی لباس ہیں اول لباس لاتعین و ذات بحت یعنی خاص لباس ذاتی ہے اِس لباس میں تعین و غیر تعین کو دخل نہیں۔ کیونکہ وہ ذات ہر قید و اطلاق سے منزہ و مبرہ ہے اور کل اشیاء ذات وجود مطلق میں مندرج۔ اور حکم ظہور کا بطون میں اور صفات قدیمہ ذاتِ عزیزہ میں مختفی ہے اور نام عینیت[1] و غیریت و اسم[2] و رسم[3] و نعت[4] و وصف و ظہور[5] و بطون و کثرت و وحدت و وجوب[6] و امکان[7] منتفی تھا۔ اِس مرتبہ میں ذات کا نام اہل توحید نے احدیت و لاہوت رکھا ہے۔ اسامی ذات مرتبہ احدیت میں یہ ہیں اِس نقشہ میں دیکھو۔

کیفیت	اسامی ذات بمرتبہ وحدت	نمبر
لاتعین اسلیئے کہتے ہیں کہ ذات کو اِس مرتبہ میں کچھ تعین نہیں نہ اسمائی و نہ افعالی +	لاتعین	۱
ازل الآزال اسلیئے کہتے ہیں کہ منشار تمام مراتب قدیمہ ازلیہ کا ہے کوئی مرتبہ اِس سے فوق نہیں +	ازل الآزال	۲
غیب الغیوب اس لیئے کہتے کہ یہ مرتبہ فوق جمیع مراتب معقولہ سے ہے تا مرتبہ شہادت کہ یہ تمام حس سے غائب ہے +	غیب الغیوب	۳
اِس لیئے کہتے ہیں کہ وجود بمعنے ذات ہے اور بحت بمعنی خالص۔ پس	وجود البحت	۴

[1] نام عینیت و غیریت منتفی تھا اس لیئے کہا گیا ہے کہ اِس مرتبہ میں کثرت کو اصلاً تحقق نہیں اور نہ یہ امور مستلزم کثرت ہیں کیونکہ عینیت و غیریت بجز اثنینیت متصور نہیں [2] اسم عبارت ہے ذات باصفات وجودی سے جیسے علیم قدیر وغیرہ [3] رسم مراد ہے خلق وصفات سے [4] نعت عبارت ہے صفات وجودی اور وصف اعلام وجودی و عدمی سے ۱۲ [5] ظہور و بطون ظہور موجب کثرت ہے اور بطون بغیر ظہور متصور نہیں یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح وحدت و کثرت ۱۲۔
[6] وجوب سے مراد ہے اسمار الٰہی کلی سے ۱۲۔ [7] امکان عبارت ہے اسمار الٰہی کونی سے ۱۲۔

نمبر	اسامی ذات بمرتبہ وحدت	کیفیت
	وجود البحت	ذات اس مرتبہ میں اسم ورسم ولغت ووصف سے خالص ہے۔
۵	مجہول النعت	اسلیئے کہتے ہیں کہ نعت عبارت ہے وصف ثبوتی سے اور اس مرتبہ میں وصف کا ثبوت اصلا نہیں۔
۶	عین الکافور	اس لیئے کہتے ہیں کہ کافور کی خوشبو سب پر غالب ہے جو چیز اس میں شامل ہوتی ہے اسی کی صفت اختیار کرتی ہے اسی طرح جو کوئی اس مرتبہ میں پہنچا ہو فنا ہوجاتا ہے نمک کے مانند۔ مصرعہ۔ ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد اور نیز کافور کے غایت مزہ میں کوئی پہنچتا نہیں ایسا ہی اس مرتبہ کی انتہا کو کوئی نہیں پہونچتا۔
۷	ذات ساذج	اس مرتبہ میں ذات کیساتھ کوئی شئے نہیں یعنی یہ مرتبہ ذات صفات سے بالکل سادہ ومعرا ہے۔
۸	منقطع الاشارات	منقطع الاشارات اسلیئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں تمیز کسی شئے کی نہیں اور نہ قابل اشارہ کے ہے اور نہ اس مرتبہ میں کوئی غیر ہے جو اسکی طرف اشارہ کرے یا کیا جائے
۹	منقطع الوجدانی	منقطع الوجدانی اسلیئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں وجدان ذاتی وصفاتی ہرگز نہیں۔
۱۰	غیب الہویت	غیب الہویت اس لیئے کہتے ہیں کہ ہویت مراد ہے ذات بحت سے پس ذات اس مرتبہ میں صفات سے غایب اور اس کے شعور سے معرا بلکہ جملہ صفات اس مرتبہ میں بالکل نداردہیں
۱۱	عین مطلق	اسلیئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں ذات بالکل مطلق ہے شایبہ غیر اس میں صلا نہیں بخلاف دیگر مراتب کے کہ ان میں مطلق مضاف ہے۔
۱۲	ذات بلا اعتبار	اسلیئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں ذات کیساتھ کسی چیز کا اعتبار وتعبد نہیں۔
۱۳	مرتبہ الہویت	اسلیئے کہتے ہیں کہ ذات بحت کو ھُوْ کیساتھ نسبت ہے اور ھُوْ اشارہ ہے اور یہ اشارہ طرف ذات کے ہے اور تار نسبت واسطے مبالغہ کے ہے یعنی وہ ذات کہ کامل ہے اپنی ذاتیت میں اور غیر ہرگز اس کے ساتھ شامل نہیں۔

لباس دوم تعین اول ہے

لباس دوم

یعنی اس لباس دوم مرتبہ میں ذات مطلق کو ہر شئے میں علم بالاجمال ہے اس مرتبہ میں ذات کا نام وحدت جبروت[۱] ہے اور اسکو منشاء احدیت و واحدیت بھی کہتے ہیں ظاہر ہے کہ واحدیت وحدت سے ناشی ہے کیونکہ وحدت مرتبہ اجمال ہے اور واحدیت مرتبہ تفصیل پس مرتبہ تفصیل مرتبہ اجمال سے ناشی ہوتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت مرتبہ احدیت ہی منشاء کل ہے۔ اور وحدت منشاء ہے تمام قابلیات کا کہ وہ حقائق اشیاء ہیں اور مرتبہ وحدت کا ظہور و بطون مساوی ہے۔ اور یہ برزخ جامع ہے درمیان احدیت و واحدیت کے جس طرف توجہ کرتا ہے بے واسطہ اس کا رنگ پکڑتا ہے گاہ بطرف بطون کہ وہ احدیت ہے اور گاہ بطرف ظہور کہ وہ واحدیت ہے اور محققین نے اس مرتبہ میں ذات کے نام یہ رکھے ہیں۔ اس نقشہ میں دیکھو وھو ھذا

نمبر	اسامی ذات بہ تعین اول	کیفیت
۱	تعین اول	تعین اول اسلیئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں ذات کے نام مقرر کئے گئے ہیں
۲	علم مطلق و وجود مطلق	علم مطلق کہ وہ وجود مطلق ہے اسلیئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں بخلاف مراتب دیگر کے ذات کا شعور و یافت باعتبارات مطلق و مجمل ہے کہ ہر ایک مرتبے نے اِس سے تقید پایا ہے۔
۳	وحدت حقیقی	وحدت حقیقی اسلیئے کہتے ہیں کہ یہ نام باعتبار نفس تعین اول کے ہے یعنی ذات وحدت کہ ہر دو جانب نسبت اسکی برابر ہے اور کسی جانب متوجہ نہو یہ برزخ ہے بخلاف وحدت کے کہ باعتبار مواجہت بطرف ظہور کے ہو یا بطرف بطون کے ہو کہ اسمیں شائبہ ظہور و بطون کا ہے
۴	فلک ولایت مطلقہ	اس مرتبہ میں ولایت مطلقہ کا مدار ہے یعنی اس مرتبہ پر کسی مرتبہ ولایت کو فوقیت نہیں۔ بخلاف دیگر کے کہ مراتب انبیاء اور اولیاء کے ہیں تو وہاں بعض فوق بلکہ یہ کل مراتب صفات ہیں اسکی طرف اصلی ولایت کے یہ ہیں کہ قائم بحق ہو اور اپنی ذات سے فانی۔

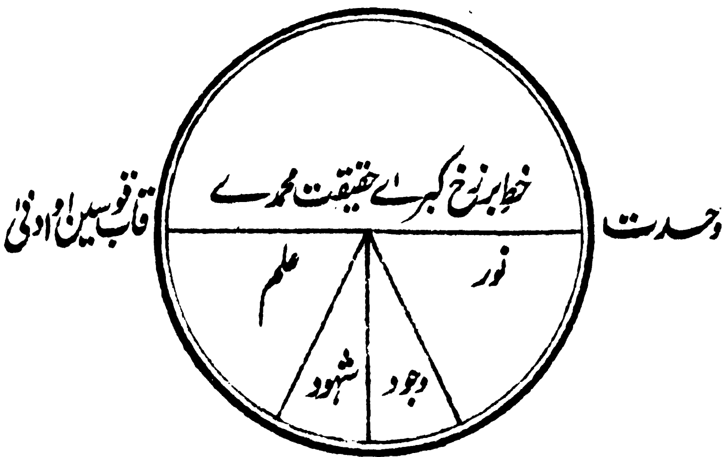
[۱] جبروت عظمت و جلال اسماء و صفات الٰہی کو کہتے ہیں ۱۲ [۲] اصلی حالت ۱۲

۵	تعین اول و حقیقت محمدی صلعم	اِس لئے کہتے ہیں کہ اول ظہور اسی مرتبہ میں ہوا ہے پہلا مرتبۂ ظہور یہ ہی ہے کہ اول تجلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آیا ؛
۶	البرزخ بین الظہور والبطون	اِس لیئے کہتے ہیں کہ درمیان ذوات کے کہ من کل الوجوہ واحد ہے اور درمیان صفات کے کہ مرتبہ کثرت ہے ربط دیتا ہے ؛
۷	محبّت حقیقت	اِس لئے کہتے ہیں کہ کُنتُ کنزاً مخفیاً فاَحبَبتُ کے اشارہ سے حب حقیقی پائی جاتی ہے اور کنز مخفی عبارت ہویت احدیت سے ہے کہ غیب میں رمز مکنون ہے اور وہ باطن ترین تمام بواطن کا ہے اور شاید کہ جہت سے مراد توجہ ظہور بطرف خلق ہو۔
۸	قابلیت اول	اِس لئے کہتے ہیں کہ وہ ذات اِس مرتبہ میں مادہ و مبدا تمام قابلیت کا ہے۔
۹	مقام اوادنیٰ	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قاب قوسین اَوْ اَدنیٰ سے مراد ہے اور مقام اوادنیٰ نزد صوفیہ کرام احدیت جمع ذاتیہ سے مراد ہے اِس لئے کہ اس مرتبہ میں تمیز و اثنینیت اعتباریہ بفنائے محض مرتفع ہوجاتی ہیں اور ہر رسوم کے لئے طمس کلی ہے ؛
۱۰	برزخ البرازخ برزخ کبریٰ	اِس لئے کہتے ہیں کہ یہ خط برزخ ہے درمیان دو قوس کے کہ وہ احدیت و واحدیت ہے۔ اور متمیز کرتا ہے اوادنیٰ کو بوقتِ اتحاد ہر دو قوسین کے۔ اور اوادنیٰ عبارت ہے اتحاد قوسین سے ؛
۱۱	احدیت الجمع	اِس لیئے کہتے ہیں کہ احدیت الجمع مراد ہے اعتبار ذات مِن حیثُ ہِیَ بغیر اعتبار سقاط صفات کے اور اثبات اُس کا اس حیثیت سے کہ مندرج ہو اُس میں نسبت حضرت واحدیت کی اور تعین اول باعتبار طرف ظہور کہ وہ شامل ہے واحدیت کی نسبت کو۔

اور اس لباس وحدت کو حقیقتِ محمدی بھی کہتے ہیں کہ جب ذات مطلق نے اپنے آپ کو اجمالاً دریافت کیا اور جو کچھ اُس کے پاس میں تھا تمام کو اجمالاً مشاہدہ کیا تو اول محمد صلعم کو مشاہدہ کیا۔ بلکہ محض شہود آنحضرت صلعم کو وحدت کہتے ہیں یعنے آنحضرت صلعم کے شہود میں ذات کو وجدان اپنا اور بغیر شہود کل ماسوی کا ضمناً حاصل ہے۔ پس وحدت بغیر اعتبار غلبہ بطون و ظہور کے کہ نفس اس مرتبہ کا ہے یعنی اس مرتبہ کی اصلی حالت یہ ہی ہے کہ کسی جانب غلبہ نہو کیونکہ احدیت

مرتبہ ذات کا ہے۔ اور واحدیت مرتبہ صفات کا۔ اور بعبیر اعتبار توجہ بطرف باطن وظاہر کے کہ مرتبہ احدیت و واحدیت کا ہے اور ان ہر دو مراتب کے درمیان اس لیے ہے کہ مرتبہ احدیت سے فیض لے اور مرتبہ واحدیت کو فیض پہنچاوے۔ تاکہ پرورش عالم کی ہو۔ کہ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ گواہ ہے چونکہ وحدت یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم برزخ درمیان احدیت و واحدیت کے ہے پس اس دائرہ میں دیکھو کہ ایک طرف قوس احدیت ہے اور دوسری طرف واحدیت۔ اور درمیان خط برزخ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس سے طرفین کی تمیز ہوتی ہے اور قوس واحدیت چار قسم پر منقسم ہے یعنی نور[۱]۔ وجود[۲]۔ شہود[۳]۔ علم[۴]۔ جیساکہ اس دائرہ میں لکھا ہے

قوس احدیت



قوس واحدیت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر خود تجلی کی یعنی بہ تعین اول اپنی ذات کو ظاہر کیا اس کا نام نور ہے اور اپنے آپ کو پایا یہ وجود ہے۔ اور بخودی خویش خود حضور ہوا وہ شہود ہے۔ اور درحالیکہ ذات کو من حیث الاسماء والصفات مجملاً شعور ہوا وہ علم ہے۔ جس مرتبہ میں ذات مطلق ہے یعنی ماسوائے ہے نام اس کا احدیت ہے اور جب ذات درپے ارادہ ظہور اجمال ماسوائے ہوئی تو اس کو وحدت کہتے ہیں۔ اور جب درپے تفصیل ظہور ماسوائے ہوئی تو اس کا نام واحدیت رکھا وَاِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَرَاتِبِ پس یہاں ذات کو حادث کرنا ماسوائے کا باعتبارات جلگی حاصل ہوا ہے۔ ورنہ ذات میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ پس یہ یافت و پیدائی کہ عبارت وجود سے ہے۔ اور پیدا کنندگی کہ

مراد تجلی ذات ہے اور شہود کہ با خودی خود حضور ہے یہ سب کثرت اعتباری ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں مجملاً حاصل ہیں پس انکا ثبت کرنا قوس احدیت میں کہ جانب کثرت ہی بہ نسبت قوس احدیت کے انسب ہوا اس لئے کہ یہ اعتبارات اس حضرت میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں بلکہ عین ایکدوسرے کے ہیں یعنی مرتبہ احدیت میں کسی چیز کی تمیز اصلا نہ تھی جب ایک حالت شعور اجمالی پیدا ہوئی تو اس اعتبار سے کہ وہ حالت شعور ذات من حیث الاسماء و الصفات مجملاً ہوئی ہے اسکو علم کہتے ہیں اور باعتبار اسکے کہ اس ظہور تجلی ذاتی کیساتھ وجود حقیقی ہے اسکو نور کہتے ہیں اور باعتبار اسکے کہ یافتن خود من حیث الاسماء و الصفات مجملاً ہے اسکو وجود کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ جو کچھ تفصیل میں الی الابد ہے مشاہدہ مجملاً ہے اسکو شہود کہتے ہیں پس جانب کثرت ثبت کرنا انسب ہوا اور ان امور کو اعتبارات اس واسطے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں انکا محض اعتبار ہی اعتبار ہے اور ایسا ہی مرتبہ واحدیت میں ہوگا کہ مرتبہ تفصیل ہے

لباس سوم تعین ثانی

اس لباس میں علم اللہ تعالیٰ کا ہر شے میں باتفصیل ہے اس لباس کو واحدیت و حقیقت انسانیہ بھی کہتے ہیں۔ ان تین مراتب میں تقدم و تاخر اعتباری ہے نہ زمانی۔ اور یہ مراتب قدیم ہیں جبکہ ذات مطلق خواہان اس بات کی ہوئی کہ جیسے مرتبہ وحدت میں اپنے آپ پر اپنے مجملاً جلوہ کیا۔ مفصلاً بھی جلوہ کرے پس وحدت کو توجہ ظہور پر حاصل ہوئی اور یہ توجہ متضمن کمال ذاتی و اسمائی کی بطریق اجمال و کلیت ہوئی اور بحکم غلبۂ وحدت کہ مرتبہ اجمال الاجمال کا ہے یہاں تمیز حقایق کی گنجایش نہیں کہ غناء مطلق کمال ذاتی کو لازم ہے اور غناء مطلق کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ من الازل الی الابد درپے تفصیل ہے اس کو شہود کلی اجمالی مشاہدہ ہوا لہذا وہ بسبب اس شہود کلی کے اس کی تفصیل سے مستغنی ہے کیونکہ جو کچھ درپے تفصیل ہے اس کا شہود حاصل ہوگیا اگرچہ بوجہ اجمال ہی ہو پس اس مرتبہ واحدیت میں مطلوب کمال اسمائی ہے یعنی جب ذات نے توجہ ظہور کی طرف کی تو ظہور کو ہرگز قرار نہیں جب تک کہ ظہور نہ ہو اور بعد فنائے عالم پھر ظہور ہو علیٰ ہذا کَمَا بَدَءْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ اور کمال اسمائی اس وقت حاصل ہوگا کہ جیسے مرتبہ وحدت میں یافت ذات و حضور

تعین ثانی

ذات من حیث الاسماء والصفات وظہور ذات مجملاً حاصل ہوا ہے ایسے ہی مفصلاً بھی حاصل ہو مفصلاً حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تمیز حقائق بعضہا عن بعض وثبوت حکم غیریت نہو اگرچہ اعتباری ہی ہوتا وقتیکہ ظہور کا اعتبار ہے۔ مثلاً وہی ظاہر ہے جو باطن ہی تھا پس ظاہر عین باطن ہوا۔ اور مرتبہ وحدت میں تمیز حقائق و تغائر کو ہرگز راہ نہیں۔ پس کمال اسمائی کہ مطلوب ہے اس وقت حاصل ہوگا کہ تعین ثانی حاصل ہو۔ اور یہ موقوف ہی تجلی و تعین ثانی پر پس ذات نے دوسری تجلی فرمائی یعنی جب ذات وحدت نے ظہور کی جانب توجہ کی تو اس مرتبہ کا نام واحدیت رکھا گیا۔ ہرگاہ کہ مرتبہ واحدیت منشار کثرت ہے تو ایرا د تمثیل و اطلاق اسماء اس پر نسب ہونگے۔ پس اسامی ذات مرتبہ واحدیت میں یہ ہیں۔ **اس نقشہ کو دیکھو**

نمبر شمار	اسامی ذات تنزل ثانی	کیفیت
۱	تعین ثانی	تعین ثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس دوسرے مرتبہ میں ذات کا نام مقرر کیا گیا ہی تعین معنی مقرر اور ثانی دوسرا یعنی ذات نے تنزل دوسرا اختیار کیا۔
۲	معدن الکثرت	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تنزل منشار کثرت ہی یعنی اس مرتبہ میں کثرت شروع ہوئی
۳	منشار سوا	اسلئے کہتے ہیں کہ ذات و وجود حق جو ظاہر ہیں بطور ممکنات کے ہی اسلئے اسکے ظہور کے اعتبار سے بصور ممکنات اسکو سوا رغیر کہتے ہیں ورنہ یہاں بھی وہی ذات ہی جو پہلے تھی
۴	حضرت جمع و الوجود	اس سبب سے کہتے ہیں کہ جمع عبارت ہی وحدت سے باعتبار طرف ظہور کے اور وہ باطن اس مرتبہ کا ہی اور اس مرتبہ میں ذات من حیث الاسماء والصفات پائی جاتی ہی یعنی اس مرتبہ تنزل میں ذات نے اسماء و صفات کو پایا ہی اور یہاں اطلاق اسماء و صفات کا ذات پر صادق آیا ہے ❊
۵	حضرت الاسماء والصفات و حضرت الالوہیت	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ شامل ہی اسماء و صفات کو اور الوہیت عبارت ہی حصول تمامی اسماء و صفات و افعال سے ❊
۶	قابلیت الکثرت	اس لئے کہتے ہیں کہ اس تنزل میں چونکہ حقائق اشیاء کا بیان ہی اور وہ قابل کثرت وجود ات خارجیہ کا ہے ❊

نمبر	نام	وجہ تسمیہ
۷	احدیت الکثرت	احدیت الکثرت اسلئے کہتے ہیں کہ اسکا اعتبار طرف ظہور کے ہے جیسے احدیت الجمع
۸	فلک الحیات	اس لئے کہتے ہیں کہ مدار حیات عالم اس مرتبہ میں ہے جو متضمن ہے حقائق عالم اجسام وارواح کو ؀
۹	قابلیۃ الظہور ومنشاء کثرت	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ حقائق عالم کو متضمن ہے جو منشاء کثرت اور ظہور عالم کی قابلیت رکھتا ہے ؀
۱۰	نفس رحمانی	اس لئے کہتے ہیں کہ نفس رحمانی عین تجلی ثانی ہے ظہور عالم مانند نفس پراگندہ کے ہوا ہے جیسے متنفس کے سانس منہ سے نکل کر پھیل جاتے ہیں۔ یہ تجلی ثانی بھی مانند انبثات نفس و رحمتِ عام ہے ؀
۱۱	منتہی العابدین	اس لئے کہتے ہیں کہ مرتبہ الوہیت کو متضمن ہے ؀

اور یہ تجلی ثانی حق سے متجلی ہے بطریق نفس پراگندہ کے جو شخص متنفس کے باطن سے ظاہر ہوتا ہے پس جمیع حقائق الہی وکیانی وانسانی بسبب اس پراگندگی کے ممتاز و ممیز ہوئیں مراد حقائق الہی سے اسمار الہی کلی ہیں مثل بدیع و باعث وغیرہ کے اور حقائق کیانی عبارت ہے اسمار کیانی سے جیسے عقل کل و نفس کل وغیرہ ہیں اور حقیقتِ انسانی آدمؑ کی حقیقت کو کہتے ہیں اور کون بحیثیت حق وجود عالم مراد ہے پس جو کچھ در پے تفصیل تھا تجلی ثانی میں نمودار ہوا جبکہ یہ تجلی ثانی نفسی و ظہوری تعین اول سے ہے تو ضرور ہوا کہ اسی کی صورت پر ظاہر ہو یعنی جیسا وہ مرتبہ تعین اول احدیت و واحدیت و برزخیت پر مشتمل تھا۔ یہ تعین ثانی بھی وحدت و کثرت اور ایک برزخ پر مشتمل ہو کہ وہ حائل و جامع ہو درمیان دونوں کے اور جو وحدت کہ اس تعین ثانی کے ضمن میں ہے اسکو ظاہر وجود کہتے ہیں اسلئے کہ وجود کا اعتبار جو مرتبہ وحدت میں تھا اس مرتبہ میں ظاہر ہوا یعنی اپنے آپکو پایا کہ جو مرتبہ وحدت یعنی تعین اول میں تھا اس مرتبہ تعین ثانی میں اس کا ظہور ہوا کہ وجوب خاص وصف اس ذات کا ہے اور وجوب اسمار الٰہی کلی کہتے ہیں اور وہ اٹھائیس ہیں یعنی

اسامی کلیات اسمائے الٰہی ارباب یہ ہیں

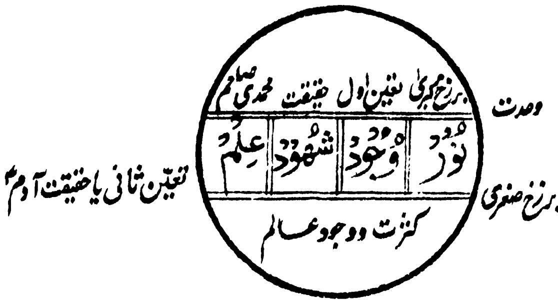
بدیع ۔ باعث ۔ باطن ۔ آخر ۔ ظاہر ۔ حکیم ۔ محیط ۔ شکور ۔ غنی الدہر ۔ مقتدر ۔ رب ۔ علیم ۔ قاہر ۔ نور ۔ مصور ۔ محصی ۔ مبین ۔ قابض ۔ حی ۔ محیی ۔ ممیت ۔ عزیز ۔ رزاق ۔ مذل ۔ قوی ۔ لطیف ۔ جامع ۔ رفیع الدرجات ۔ اور کثرت کثرت کو کہتے ہیں جو ضمن میں تعین

ثانی کے ہے یعنی کثرتِ اسمار کو ظاہر علم کہتے ہیں اسلئے کہ اُس کا تعلق حقائق کونیہ سے ہے کیونکہ اعتبار علم کا جو مرتبہ وحدت میں تھا اس تعین ثانی میں اُس کا ظہور ہوا اور وہ اٹھائیس اسمار کلی مربوب ہیں جو تمام اس مرتبہ میں ہیں کہ جو ذات کو شعور من حیث الاسمار و الصفات مفصل ہوا کہ امکان اسکے لوازم میں سے ہے اور امکان اسمار کونی کو کہتے ہیں اور وہ بھی اٹھائیس[۲۸] اسم ہیں یعنے

اسامی کلیات اسمائے کونی مربوب

عقل کل[۱] (یعنی قلم) نفس کل[۲] (یعنی لوحِ محفوظ) طبیعت کل[۳] جوہر ہبا[۴] شکل کل[۵] جسم کل[۶] عرش[۷] کرسی[۸] فلک اطلس[۹] فلک منازل[۱۰] فلک زحل[۱۱] فلک مشتری[۱۲] فلک مریخ[۱۳] فلک شمس[۱۴] فلک زہرہ[۱۵] فلک عطارد[۱۶] فلک دنیا[۱۷] کرہ آتش[۱۸] کرہ ہوا[۱۹] کرہ آب[۲۰] کرہ خاک[۲۱] مرتبہ جمادات[۲۲] مرتبہ نباتات[۲۳] مرتبہ حیوانات[۲۴] ملائکہ[۲۵] مرتبہ جنات[۲۶] مرتبہ انسان[۲۷] مرتبہ جامعہ[۲۸]۔ اور اس ظاہر وجود جو اس مرتبۂ ثانی میں باعتبار سرایتِ احدیت کے صورت احدیت کی ہے حقیقی ہے یعنی اس سبب سے کہ احدیت اس میں ساری ہے اور اس میں کثرت نسبی ہے سریان واحدیت سے کہ وہ اسکی وحدت ظاہر وجود ہے جو شامل ہے شیون کلی و اعتبارات اصلی کو۔ اور اسکی کثرتِ نسبی منشار اسمار و صفات کا ہے۔ اور یہ ظاہر علم جو اس تعین ثانی میں صورت واحدیت کی رکھتا ہے ایک کثرت حقیقی اس میں ہے سرایت واحدیت سے اور اس میں ایک وحدتِ نسبی ہے اثر احدیت سے اس لئے کہ وحدت غیریت کی طرف منہ رکھتی ہے اور یہ منشار غیر ہیں اور اس میں احدیت کے اثر سے ایک وحدت نسبی ہے۔ اِس کثرت حقیقی کو اعیان ممکنات و حقائق کونی کہتے ہیں اور اس وحدت نسبی کو حضرتِ ارتسام و عالم معانی و بحر امکان کہتے ہیں یعنی ظاہر وجود جو اس تعینِ ثانی میں ہے اِس میں ہر ایک احدیت و واحدیت نے سرایت کیا ہے لیکن حضرتِ احدیت کو غلبہ ہے اور صورت احدیت کی ہے ضرور احدیت کی سرایت سے اِس میں وحدتِ حقیقی ہوگی اور واحدیت کی سرایت سے کثرت نسبی برخلاف ظاہر علم کے کہ اس میں وحدت کا غلبہ ہے اور اُسی کی صورت پس سرایت احدیت سے اِس میں کثرت حقیقی ہوگی اور وجود اثر احدیت سے وحدت نسبی ہے نہ سرایت احدیت کی پس وحدت اُس ظاہر وجود کی جو وحدتِ حقیقی ہے ظاہر وجود کا باطن ہے۔ اِس نقشہ میں دیکھو

قوس احدیت



قوس واحدیت

جو شیون کلی و عتبارات اصلی کو شامل ہے اور کثرت نسبی اس ظاہر وجود کی ہے جو اُس سے اسماء و صفات ظاہر ہوئے پس کثرت حقیقی کو اعیان ممکنات و حقائق کونی کہتے ہیں کیونکہ منشار اشخاص ممکنات و حقائق خارجیہ کا ہے اور وحدت نسبی کو حضرت ارتسام و عالم معانی کہتے ہیں اسلئے کہ ارتسام واعیان ثابتہ اس مرتبہ میں ہیں۔ اعیان ثابتہ معانی اشیاء کو کہتے ہیں اور بحر امکان اس کو اسلیے کہتے ہیں کہ منشار اسمار کونی کا ہے اور اُنکے محیط کیونکہ مرتبہ ظاہر وجود بحر کے مانند ہے اور حقائق کونی مثل ماہیوں کے ہیں جو اس سے صورت پکڑی ہے پس وہ برزخ جو درمیان وجود اور ظاہر علم کے ہے وہ حقیقت انسانی ہے یعنی حقیقت آدم کہ وہ مقام الٰہی ہے اسکو برزخ صغریٰ بھی کہتے ہیں اور اسی طرح برزخ کبریٰ۔ یعنی وحدت کہ حقیقت محمدی صلعم ہے مقام آنحضرت صلعم کا ہے یعنے جیسے مرتبہ وحدت مرتبہ احدیت کو واحدیت میں پہنچاتا ہے کہ وہ مقام محمد صلعم کا ہے یعنی واسطہ بس اسی طرح علم کو وجود میں پہنچانے والی حقیقت آدم کی ہے کہ برزخ و واسطہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح آنحضرت صلعم جامع جمیع حقائق الٰہی و کونی ہیں اسی طرح آپکے بعد آدم ع جامع جمع حقائق الٰہی و کونی ہیں پس اسی طرح تفصیل عالم کی ہے مانند عالم مجردات و عالم ارواح و عالم مثال و عالم طبائع و عالم عناصر و عالم نباتات و عالم حیوانات۔ پھر آدم ع ظاہر ہیں جامع جمیع حقائق الٰہی و کونی ہیں اور تمام حقائق کلی و جزوی کو شامل ہوئے لہذا انسان کامل ہیں بھی یہ تمام حقائق الٰہی و کونی ظاہر ہوتے ہیں اور منتہی الٰہ ان کا انکے ساتھ ہوتا ہے اور حقائق کو تمام موجودات میں موجود پاتا ہے بخلاف ملائکہ و عقول کے ابلیس لعین نے آدم کو سجدہ نہ کیا اس وجہ سے کہ حق کو مرتبہ خاک میں نہ پہچانا۔

جبکہ ذات وحدت نے توجہ مرتبہ واحدیت میں کی تو مراتب معدودہ وتعینات معہودہ اہل توحید کے نزدیک جب ایک لاکھ چالیس ہزار تک آئی تو آدم کے قالب نے خارج میں وجود پایا لیکن جب ازروئے حقیقت دیکھا جاتا ہے تو تعینات وجود مرتبۂ واحدیت میں حد و حصر سے زیادہ ہیں کہ شمار و عدد محال ہے کما قال اللہ تعالیٰ قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا جیسے ذات نامحدود و نامتناہی ہے اسی طرح تعینات بھی نامحصور و بے انتہا ہیں اس لئے کہ اشیا کبیرہ وصغیرہ میں سے ہر شئے کا مربی علیحدہ علیحدہ ہے بلکہ ہر ذرہ کے لیے ایک اسم باری تعالیٰ ضرور ہے۔ پس عقلمند خوب جانتے ہیں کہ تعینات حد وحصر سے باہر ہیں کیونکہ ذات مرتبہ واحدیت میں کمال الوہیت کے ساتھ پہنچی ہے اور الوہیت عبارت ہمگی ذات وصفات سے ہے اور وہ نامحصور ہیں تو تعینات بھی نامحدود ہوئے لیکن کلیات اسمار وصفات اٹھائیس ۲۸ ہیں کہ تعین پایا ہے ساتھ ترتیب کے اور تحت میں ہر ایک کلی کے اسمار نامحصور ہیں کہ مربی اشیار نامحصور کے اور ظاہر کنندہ اشیار نامحدود کے ہیں یعنی کلیات اسمار الٰہی ظاہر کنندہ کلیات اکوان اور جزئیات کہ تحت میں ہر ایک کلی کے ہیں ظاہر کنندہ جزئیات اکوان ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور بعض محققین نے چہار لباس ذات اور زیادہ کرکے انسان تک پہنچایا ہے یعنی چہارم لباس و تعین ثالث عالم ارواح پنجم لباس و تعین رابع عالم مثال ششم لباس و تعین خامس عالم اجسام ہفتم لباس جامعیت ہے بعنے یہ تمام مراتب جسمانیہ ونورانیہ وروحانیہ احدیت و وحدت و واحدیت ایک جا جمع ہو جائیں اور یہ لباس و تجلی اخیرہ ہے اور وہ انسان ہے کہ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ ؎ رباعی

چہار لباس

بدلا نہیں کوئی بھیس ناچاری سے	ہر رنگ ہے اختیار سرکاری سے
بندہ شاہد ہے اور طاعت زیور	یہ سوانگ بھر الگیا ہے عیاری سے

ان سات مراتب میں سے پہلا مرتبہ لاظہور کا ہے اور باقی چھ مراتب ظہور کلیہ کے ہیں اسی کو صوفیہ کرام نزول کہتے ہیں یعنی وہ وجود مطلق درجہ بدرجہ بہ تبدیل لباس انسان تک پہنچا اور جب انسان یہ تمام مراتب عروج میں طے کر لیتا ہے تو اسکو انسان کامل کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اے پ ۱۶ ع ۳ سورۂ کہف

رباعی

روزے دو سہ خانہ درعدم با ید داشت	روزے دو سہ در وجود ہم باید داشت
اکنون ز وجود واز عدم آزادیم	ما گشتیم از کہ غم باید داشت

اور مولنا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں ؎

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیوان سرزدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم
حملہ دیگر بمیرم از بشر	تا برآرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن زجو	كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
بار دیگر از ملک قربان شوم	آنچہ اندر فہم نایدآن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون	گویدم کانّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

پھر اُس وجود مطلق کے دو کمال ہیں ایک ذاتی۔ دوسرا اسمائی۔ کمال ذاتی یعنی دیکھنا اللہ تعالی کا سب شیون و اعتبارات کو اپنے آپ میں جیسے تخم میں درخت کا وجود معہ شاخ و برگ و ثمر۔ اور کمال اسمائی یعنی ظہور اللہ تعالی کا اپنے آپ پر اور شہود اُسکی ذات کا تعینات خارجیہ میں جیسے درخت کے اندر تخم کی حقیقت پس معلوم ہوا کہ ذات خدا میں جمیع موجودات اور جمیع موجودات میں ذات خدا موجود ہے ؎

رباعی

اخفا کے لئے ہی اس قدر جوش و خروش	یہاں ہوش کا مقتضا ہے بنا مدہوش
حسن ازلی تو ہے ازل سے ظاہر	یعنے ہے تجلیوں میں اپنی روپوش

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّکُمْ اَدْلَیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللہِ تَعَالٰی ثُمَّ قَرَأَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ[1] یعنے رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے مجھ کو اُس خدا کی جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تم ڈالو رسی کو سب نیچے کی زمین پر تو پڑے گی اللہ تعالی پر پھر پڑھی آپنے یہ آیت کہ وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب چیز کو خوب جانتا ہے۔ رباعی

الحق کہ نہیں ہے غیر ہرگز موجود	جبتک کہ ہے وہم غیر حق ہے مفقود

[1] اس حدیث کو ترمذی اور احمد نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے ۱۲

حق یہ ہے کہ وہم کا بھی ہونا حق ہے	حق ہے تو ہر ایک طرح سے حق ہے مشہود

کما قال اللہ تعالیٰ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اور اللہ کی ہے مشرق اور مغرب پس جا بھر تم دیکھو اُدھر ذاتِ خدا ہے۔ ؎

یعنی آنسو کہ مقصد انداری	تا حق بندگیش بگذاری
وجہ حق کان بود حقیقت او	باشد آنجا بسوئے او کن رو
ہیچ جائے نکروہ استثنا	پس بود عین حق عیان ہمہ جا
عارف حق شناس را باید	کہ بہر سو کہ دیدہ بکشاید
بیند آنجا جمال حق پیدا	نگ مدار از جمال حق قطعا

یعنی عارف ہر جگہ ذات باری کو متجلی دیکھے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی اور خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں رہو تم۔ یہ معیت عقل سے مفہوم نہیں ہوتی بلکہ یہ ذوق اور کشف سے نمایاں ہوتی ہے ؎ رباعی

ہو معکم زین حقیقت حق چہ خواست	یعنی واجب راز ممکن جلوہا ست
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ دانی چہ گفت	اے اسیری یار بی ما و شما ست

اور حضرت ابو بکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ روح از عالم کون برنیا مدہ است اگر آمدہ بودی بر دل در آمدے ؎

ممکن زتنگنائے عدم ناکشیدہ رخت	واجب بجلوہ گاہ عیان ناتہادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست	بر لوح صورت آمدہ مشہود خاص و عام

قولہ تعالیٰ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی سوائے اسکے نہیں ہمارا کہنا کسی چیز کیواسطے جب ہمنے چاہا ہی ہے کہ کہیں اسکو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ بعض حمقا اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ لفظ کن واسطے خطاب شئے کے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر یہ خطاب وجود شئے سے پہلے ہے تو محال ہے کہ معدوم شئے قابل خطاب ہو کیونکہ معدوم ہے تو خطاب کس کو اور اگر یہ خطاب بعد وجود شئے ہے تو اسکو پیدا کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ وہ موجود ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ حقایق کل اشیا علم الٰہی میں موجود ہیں تو خطاب شئے کی جانب جائز نہ ہوا کہ وہ حاضر ہے اور ہو جانا عبارت ہے بطون سے ظہور میں اور بے صورتی سے صورت میں آجانا۔ اور ہمارے نزدیک تو ایمان کی بات یہ ہے کہ ذات ہر شئے وصفِ ذاتی ہے اور ذات قدیم ہے تو وصفِ ذاتی بھی قدیم ہوا۔ اور وصفِ ذاتی عین ذات ہے تو ثابت ہوا کہ وجود واحد کے سوا کچھ موجود نہیں۔

اور شے کا ہو جانا صرف بے صورتی سے صورت مین آجانا مراد ہے کیونکہ اسی فی اتہ بے صورت نے یہ صورت پکڑلی ہے جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے یعنی خود ہی مخاطب ہی اور خود ہی مخاطب ہی اور خود ہی خطاب - کوئی غیر نہیں - اور یہ جو کثرت بصور غیر نمودار ہے یہ محض ہماری نظر کی خرابی اور نافہمی کے آثار ہیں ورنہ ہر شے میں ذاتِ واحد ہے اگر دیدۂ بصیرت میں سرمۂ توحید لگا کر نظر کروگے تو سوائے ذات واحد کے کچھ نہ پاؤگے۔

علمِ توحید گشتہ حق یقین	کردم این نکتہ را ازان تضمین
کہ ہمہ اوست ہرچہ ہست یقین	جان و جانان و دلبر و دل و دین

وجود عالم ان تین چیزون سے نمودار ہے یعنی زمان و مکان و جہات - اگر ان تینون چیزون کا تعین ٹوٹ جائے یا فرض کیا جائے کہ یہ تینون چیز معدوم ہیں تو بتاؤ باقی کیا رہ جائیگا اور اس کا کیا نام رکھوگے یا آنکھیں بند کرکے دیکھو اور بتاؤ کہ اب کیا ہے۔

غیرتش غیر در جہان نگذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا رشد

ہاں ایک ہستی و علم مطلق باقی رہیگا اب جو چاہو اس کا نام رکھو - اور سچ پوچھو تو یہ سارا گورکھ دہندا اس علم کا ہی ہی اگر یہ علم بھی فنا ہو جائے تو سبحان اللہ تینون تعین خود بخود ٹوٹ جائینگے - اور اگر تمہارا علم اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ ظہور عالم غیر اللہ ہے تو اس علم کو حجاب اکبر کہتے ہیں اَلعِلمُ حِجَابُ الاَکبَر یعنی جہان علم کا قیام ہوگا وہی حجاب اکبر و سد سکندر بن جائیگا لیکن فی الحقیقت اگر علم کی طرف دیکھا جاتا ہے تو یہ ہی علم باعث نبوت ہے اور یہ ہی دانشگی موجب ولایت ہے اور یہی آگاہی سبب کفر و شرک ہی جب سمجھ جاتی رہی تو مرفوع القلم ہو گیا نہ شارع اس کا خواستگار نہ حاکم طلبگار اگر یہ علم رستی کیساتھ ہی تو سبب نجات و رستگاری ہی اور اگر یہی علم کجی کیساتھ ہی تو موجب ہلاکت و گرفتاری ہے جبکہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت ہے کہ غیر اللہ کا کچھ بھی وجود نہیں تو پھر ماسوائے اللہ کو موجود سمجھنا باعث ہلاکت و گرفتاری نہیں تو اور کیا ہے اور قرآن و حدیث اس بات کے دو گواہ عادل موجود ہیں کہ غیر اللہ نہ کچھ پہلے تھا نہ اب ہے اور یہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ سب صفات ذاتی کے آثار یا اعتبار و تعینات ہیں دراصل ان چیزون کا کچھ بھی وجود نہیں - جو کچھ ہے سب ایک ذات ہے جو تھی نہ گھٹی نہ بڑھی نہ اتری نہ چڑھی یہ سب باتین اسی علم کے متعلق ہیں - نقل ہے کہ ایک روز جناب قبلہ

حضرت سید غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ سرہ العزیز کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ حضرت دیکھئے فلاں شخص نے جس قدر علم پڑھا ہے اسی قدر گمراہ زیادہ ہو گیا ہے سچ ہے زیادہ علم بھی انسان کو خراب کرتا ہے اور دین کے لیئے حجاب اکبر بن جاتا ہے۔ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ آپ نے فرمایا کہ علم کی نسبت یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا جن لوگوں نے علم کے معنے یہ سمجھے ہیں انکی غلط فہمی ہے علم شریف ہے اور علم کی شرافت سے انسان کو شرافت ملی ہے علم کی شرافت سے تمام مذاہب و ملل و ادیان کے کتب خانے معمور ہیں کوئی علم کے شرف سے انکار نہیں کر سکتا۔ عالم کا ظہور اسی علم سے ہے انسان علم کے زور سے کیا کیا ایجاد کرتا ہے۔ ریل۔ تار برقی روشنی برقی جہاز رانی اور طرح طرح کے ہنر اور پیشے وغیرہ وغیرہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا بلکہ اس علم کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ بعض نے العلم حجاب الاکبر کے یہ معنے بیان کیے ہیں کہ حجاب اشیا کو پوشیدہ کرتا ہے اور یہ علم بھی عیبوں کو ڈھانپ لیتا ہے لیکن یہ معنے ٹھیک نہیں کیونکہ حجاب کا کام ہی پوشیدہ کرنا خواہ وہ چیز اچھی ہو خواہ بری یہ نہیں کہ بری چیز کو پوشیدہ کرے اور اچھی کو نہیں مثلاً جواہرات اور پتھر دونوں کو ایک جگہ رکھکر اوپر پردہ ڈالو تو دونوں کو پوشیدہ کریگا۔ ہماری دانست میں تو علم تلوار ہے اور تلوار کا کام کاٹنا ہے جسکے ہاتھ میں ہو اور اسکو جہاں چاہے جا و بیجا استعمال کرے دشمن کو مارے یا اپنا گلا کاٹے اس کا کام کاٹنا ہے کاٹے گی بلکہ علم صیقلہ ہے کہ جوہر ذاتی و مادۂ اصلی کو ظاہر کر دیتا ہے یعنی جس انسان میں جو مادہ ہے اس کو ایک خوبی کے ساتھ روشن و منجلی کر دیتا ہے اگر اس میں مادہ نیکی کا ہے تو نیکی کو اور اگر مادہ برائی کا ہے تو برائی کو بھی خوبی کے ساتھ ہویدا کرے گا۔ مصرعہ۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے۔

اور ہمارے نزدیک تو العلم حجاب الاکبر کے یہ معنے ہیں کہ علم بمعنے دانستن ہے۔ مثلاً کسی کا علم حاصل کرنیکے واسطے تم نے کوشش کی اور بدل یقین کر لیا کہ اس چیز کا علم مجھ کو حاصل ہو گیا ہے تو بس یہی دانستگی اس کیواسطے حجاب اکبر اور سد سکندری ہے اب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ خود حد مقرر کر چکا ہے ورنہ علم کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا جس چیز میں غور کیا جاوے شاخ در شاخ نکلتی چلی آئینگی یہی حال فقر کا ہے جس شخص نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کہ مجھ کو خدا کا عرفان حاصل ہو گیا ہے بس وہ آگے قدم نہیں بڑھا سکتا وہی علم اس کیواسطے حجاب اکبر ہو گیا

ورنہ محاط محیط کو کیا پا سکتا ہے جو صاحب حوصلہ ہیں وہ ہل من مزید کا نعرہ مارتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ہر وقت یہ ورد زبان رکھتے ہیں کہ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ جیسے خدا لا ابتدا وَلا انتہا ہے اسی طرح علم بھی حد و حصر سے باہر ہے بلکہ یہ اُسکی صفت ذاتی ہے اور ذات عین علم ہے کہ ہر شے کی ذات میں موجود ہے غرض علم ایک عجیب چیز ہے بغیر علم کے آدمی مو کہہ کہلاتا ہے تم یہ خیال مت کرو کہ بہت سی کتابیں پڑھنے کا نام علم ہے نہیں بلکہ دانستگی و آگاہی پیدا کرنیکا نام علم ہے اور یہی موصل الی المطلوب ہے علم و دانائی و عقلمندی محض ہمیشہ ممتاز رہی ہے اسی لیئے صاحب علم و عقل قدیم مرجع خاص و عام چلا آتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب انبیا علیہم السلام اور دنیا میں جو عالم و عقلمند زیادہ ہے وہی سرآوردہ قوم و مرکز حاجات ہے۔ مصرعہ۔ رونا خلق بدیدارش از بسے فرسنگ۔

نقل ہے کہ ایک گروہ مچھلیوں کا متفق ہو کر اور دور و دراز سفر طے کر کے ایک عالم و عقلمند مچھلی کے پاس پہنچا اور دریافت کیا کہ ہم مدت سے دریا کا نام سنتے ہیں کہ اس سے ہماری زندگی ہے لیکن آجتک دریا نہیں دیکھا ہم کو بتاؤ وہ کہاں ہے اُس نے جواب دیا کہ اگر تم مجکو دریا کے بغیر کوئی چیز بتاؤ میں تمکو دریا بتادوں یہاں تو دریا ہی دریا موجزن ہے اگر دریا کے سوا کچھہ اور موجود ہو تو میں بتاؤں تم کو تمہاری لاعلمی نے محجوب کر رکھا ہے ورنہ ہماری تمہاری بود و نمود اسی دریا سے ہے جس میں ہم موجود ہیں الغرض علم ایک وصف اعظم اور مرتبہ عالی ہے اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اور علم کہیں باہر سے نہیں آتا بلکہ اس کا چشمہ اپنے ہی اندر سے اُبلتا ہے چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ایک سبد پر نان ترا بر فرق سر	تو ہمی خواہی لب نان در بدر
در سر خود پیچ دل خیرہ سری	رو در دل زن چرا بر ہر دری
تا بزانوئی میان آب جو	غافل از خود این و آن تو آب جو
بر سرت نان است پایت اندر آب	وز عطش ہوز جوع گشتستی خراب
پیشت آب و پس ہم آب بادو	چشمہا را خلف سد و پیش سد
اسپ زیر ران و فارس اسپ جو	چیست این گفت اسپ لیکن اسپ کو
ہین نہ اسپ است ایں بزیر تو پدید	گفت آرے لیک خود اسپم کہ دید

ہست آن وپیش رہے اوست آن	اندر آب و بے خبر ز آب روان
چون گہر در بحر گوید بحر کو	وان خیال چون صدف دیوار او
گفتن آن کو حجابش مے شود	ابر تابِ آفتابش مے شود
بند چشم اوست ہم چشم بدش	عین رفع سد او گشتہ سدش
بند گوش او شدہ ہم گوش او	گوش باحق دار اے مدہوش او

قولہ تعالیٰ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ یعنی ذات آلہی آسمانون اور زمین کا نور ہے وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۝ اور وہ سب شے کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی۝ وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ یعنی پس جب آیا اُس کے پاس (یعنی اُس درخت روشن کے پاس) پکارا گیا اے موسیٰ تحقیق میں ہون پروردگار تیرا بس اوتار ڈال دونوں جوتیان اپنی تحقیق تو بیچ میدان پاک طوے کے ہے (یعنی دین و دنیا دونوکو ترک کر۔ کہ تو میدان پاک عشق میں آیا ہے) اور میں نے پسند کیا تجھ کو پس سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے (اور وہ یہ ہے کہ) تحقیق میں ہون میں اللہ ہون نہیں کوئی معبود مگر میں پس عبادت کر میری اور قایم کر نماز کو واسطے یاد میری کے اور پھر دوسری آیۃ میں اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق فرماتا ہے فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی جب پہنچا اس کے پاس۔ آواز ہوئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والی زمین میں اُس درخت سے کہ اے موسیٰ علیہ السلام البتہ میں ہون میں اللہ ہون جہان کا رب ف یعنی حضرت موسیٰ نے وادی مقدس طوے میں ایک درخت سبز زیتون کو منور دیکھا جب وہان پہنچے تو اس درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں خدا ہون جہاں کا رب میرے سوا کوئی نہیں میری عبادت کر۔ عیاذاً باللہ کیا درخت کی آواز تھی۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ ذات احدیت بکل شئی محیط ہے۔ اور ہر جگہ ظہور ذات ہے اور کچھ بھی نہیں پس معلوم ہوا کہ سوائے ذات آلہی کے کوئی چیز موجود نہیں۔ بقولہ تعالیٰ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ یعنی

لہ پ ۱۸ ع ۱۴-۱۲۔ لہ پ ۱۶ ع ۱۰-۱۲۔ لہ پ ۲۰ ع ۷-۱۲۔ لہ پ ۲۳ ع ۱۷-۱۲۔

اے محمدؐ تحقیق تو اور وہ سب میت ہیں اور معدوم۔ اور یہ نہیں فرمایا اَنَّكَ تَمُوْتُ وَاِنَّهُمْ تَمُوْتُوْنَ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کل موجودات فی الحال میت نابود معدوم ہے اور حیات دائمی صرف ذات خدا کو ہے ؎

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ	زندہ معشوق است و عاشق مردۂ
کہتے ہیں جو اہل عقل ہیں دور اندیش	مخلوق کو ہے عدم کا رستہ در پیش
مخلوق بھلا عدم سے نکلی کب تھی	موجود تو ہے وہی جو کم ہو نے بیش

قولہ تعالیٰ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ یعنی یہ اسی سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود واجب و ثابت ہے اور یہ جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا درستیکہ وہ باطل و معدوم ہے۔ یعنی دونوں حق جسکی پرستش کفار کرتے ہیں وہ معدوم و غیر موجود ہیں کیونکہ ذاتِ حق کے سوا کوئی موجود اصلی نہیں اور وہ بذاتِ خود قایم و ثابت و واجب و قدیم ہے پس اُس کے سوا کسی اور کو موجود سمجھنا محض نادانی ہے بقول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ قَوْلُ لَبِيْدٍ۔ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ یعنی سچا کلمہ جو شاعر نے کہا ہے وہ قول لبید کا ہے اور وہ کلمہ یہ ہے کہ سن لو جو شے ماسوا اللہ ہے وہ باطل ہے یعنی فی الحال معدوم ہے چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ	اِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ غَيْمٌ هَاطِلٌ
ملک ملکِ اوست او خود مالک است	غیر ذاتش کل شیٔ ہالک است

پس ثابت ہوا کہ بجز ذاتِ خدا کچھ موجود نہیں اور حدیث قدسی میں آیا ہے يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ یعنی قیامت کے روز اللہ فرمائیگا کہ اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا تھا تو نے مجھکو نہ پوچھا اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا سو تو نے مجھ کو نہ کھلایا۔ اے اولادِ آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا سو تو نے مجھکو پانی نہ پلایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وجود مریض و وجود سائل حق ہی بس کوئی وجود ذاتِ حق سے خالی نہیں ع۔ نہ تو در ہیچ مکانی نہ مکانے ز تو خالی ✤

ف پ ۲۱ ع ۱۲۔ ۱۲۔ ف۲ اس حدیث کو بخاری مسلم نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے۔ ف۳ اس حدیث کو مسلم نے بروایت ابو ہریرہ بیان کیا

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم[۱] اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ اور امام احمد نے بروایت ابوہریرہ یوں بیان کیا ہے اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ رَبِّکُمْ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تحقیق میں پاتا ہوں خوشبو تمہارے خدا کی یمن کی طرف سے۔ ؎

گفت پیمبر کہ ز خط یمن	بوئے خدا دم بدم آید بمن

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے دیکھا مجھکو پس تحقیق اس نے خدا کو دیکھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے اَنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَاَنَا مُقِیْمُ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا عَاقِدُ نُطْفَۃٍ فِی الْاَرْحَامِ وَاَنَا بَاعِثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ یعنی میں زندہ ہوں نہ مرونگا میں اور میں قائم کرونگا قیامت کو اور میں باندھتا ہوں نطفہ کو ارحام میں اور میں اٹھاؤنگا مردوں کو قبروں سے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَنَا اللہ یعنی تحقیق میں اللہ ہوں۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ وَسُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ۔ یعنی البتہ میں ہوں میں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں سوا میرے۔ سو میری عبادت کرو۔ اور میں پاک بڑی شان والا ہوں اور حضرت سید الطایفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللہُ یعنی نہیں میرے جبہ میں مگر اللہ ہے اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاَنَا اَقُوْلُ وَاَنَا اَسْمَعُ وَھَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِیْ یعنی میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں بھلا میرے سوا دونوں جہان میں کون ہے اور حضرت غوث صمدانی قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اَنَا الرَّءُوْفُ یعنی میں رؤف ہوں شفیق۔ اور حضرت شاہ منصور کا قول ہے اَنَا الْحَقُّ یعنی میں خدا ہوں اور حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

من خدایم من خدایم من خدا	فارغم از کبر و کینہ و ز ہوا

اور بہت بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کلام اسی طریق پر واقع ہوئے ہیں پس ان آیات احادیث اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ ذات خدا حقیقت سب موجودات کی ہے جب دل کھلتا ہے تو تمام انا الشمس کا نعرہ مارتے ہیں[۲]

[۱] اس حدیث کو امام بخاری نے ابو سعید ابو قتادہ الحارث بن ربعی سے روایت کیا ہے ۱۲
[۲] مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں

آفتابم آفتابم آفتاب	ذرہ دار انداز من رنگ و تاب

اور حدیث قدسی میں آیا ہے یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ[۱] یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایذا دیتا ہے مجھکو ابن آدم برا کہتا ہے زمانہ کو اور زمانہ میں ہوں وَقَالَ اِبْنُ الْعَرَبِیْ اَلْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ وَالْحَقُّ مَحْسُوْسٌ یعنی حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مخلوق معقول ہے اور حق محسوس ہے۔ پس صوفی ظاہر کو دیکھتا ہے نہ مظہر کو۔ ؎

این نہ جہان است کہ مے بینشین	صورت آن است کہ مے بینشین

جبکہ اوّل و آخر ظاہر و باطن وہی ہے اور جب او وجود ہے تو جو کچھ ہے سو عین حق ہے سوائے حق کے کوئی موجود بالذات نہیں پھر ہمہ اوست و ہمہ از وست و ہمہ در وست و ہمہ بر واست و ہمہ با اوست و ہمہ بے اوست میں کیا شک و تردد رہا ؎

تراز دوست بگویم حکایتے بے پوست	ہمہ از وست اگر نیک بنگری ہمہ اوست

اگر دیدۂ دل سرمۂ توحید سے روشن اور چشم بصیرت نور یگانگی سے منور ہو تو سوائے خدا کے کچھ موجود نہ پاؤگے ؎ رباعی۔

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست	در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہان خانۂ جمع	باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

ایک روز کسی نے اس رباعی پر جناب قبلہ قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا کہ حضرت جب ہمہ اوست ثابت ہے اور اُسکی ذات کے سوا کچھ موجود نہیں اور وہ ذات مستجمع جمیع صفات کمال ہے تو ہم میں وہ قدرت و علم و ارادہ و حیات و سمع و بصر و کلام وغیرہ کیوں نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز میں اسکی حیثیت کے موافق قدرت علم و ارادہ وغیرہ موجود ہے۔ مگر چُلو بھر پانی میں تو تنکا ہی تیر سکتا ہے نہ جہاز۔ اور جہاز سمندر میں شناوری کر سکتا ہے نہ چلو بھر پانی میں پس جو طاقت کل میں ہے وہ جزو میں محال ہے مثلاً جو قوت ایک آدمی میں ہے وہ طاقت اسکی ایک ہاتھ میں نہیں اور جو قوت ایک ہاتھ میں ہے وہ اسکی ایک انگلی میں نہیں اور ہر ایک صفت و قوت مو الیداللہ کل عالم میں ایک ہی ہے مثلاً قدرت و علم و ارادہ و حیات و سمع و بصر و کلام وغیرہ غرض جس صفت کو یا قوت کو لو وہ ہر دو عالم میں ایک ہی ہے اور کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں یکسان ساری و طاری ہے جیسے خلا کہ ہر ایک چیز کو اُسکے تعین کے موافق حصہ ملا ہوا ہے اور ذات بحت بلا تعین ہے۔ پس یہ تعین لا تعین سے کیسے

[۱] اس حدیث کو امام بخاری نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

مقابلہ کرسکتا ہے جسقدر اُس کا تعین ہے اسی قدر اُس کو قدرت وعلم وارادہ وغیرہ بھی ہے اگر سب تعینات کی کوئی قوت یا صفت جیسے علم وارادہ وقدرت وسمع وبصر وغیرہ میں سے کسی ایک قوت کو جمع کرکے دیکھا جائے تو بتاؤ وہ کیسی قوت ہو جائیگی پس اِن کل طاقتوں کا مجموعہ خدا میں ہے اور تم میں ان کل طاقتوں میں سے قدر قلیل ہیں تو کل وجزو کا مقابلہ غیر ممکن ہے بقدر تمہاری حیثیت کے تم میں بھی وہ صفات موجود ہیں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اور اگر تم اپنی انانیت کو فنا کردو تو سب صفات کمال تمہارے ہی ہیں۔ شعاع شمس نہ عین شمس ہے اور نہ غیر شمس اور سب کی نمود شمس کی شعاع سے ہے اگر شعاع شمس نہو تو آفتاب نمادار دہے۔ اِسی طرح اگر صفات نہ ہوں تو ذات کا پتہ نہیں اور وہ صفات ہم ہی ہیں ہم سے ذات جدا نہیں اور نہ ذات سے ہم جدا۔ بلکہ ذات کا ظہور ذات سے ہی ہے اور ایک سبب سے صفات عین ذات ہیں اور ذات عین صفات۔ جیسا تمہارا علم ہوگا وہی ظہور پکڑیگا اور جو علم ہوگا وہی نظر آئیگا ہر ایک کو اسی کا علم رہنما ہے۔ غرض یہ سب علم کی خوبی ہے جس قدر علم زیادہ ہوگا اُسی قدر اس کو اپنا عرفان زیادہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو جب اپنے نفس کا علم ہوا تو ایک روز فرمایا کہ تیس برس پہلے میں خدا کو ڈھونڈتا تھا اور اپنے آپ کو پاتا تھا لیکن اب میں اپنے آپ کو ڈھونڈتا ہوں اور خدا کو پاتا ہوں۔ ؎

بخدا غیر خدا در دو جہان چیزے نیست	بے نشان است کزو نام ونشان چیزے نیست

اور لکھا ہے کہ جب حضرت طیفور شامیؒ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنے منکشف ہوئے اور اپنی حقیقت کا علم وانکشاف حاصل ہوا تو جناب باری میں عرض کی کہ آلٰہی میں اتنی مدت حیران وپریشان رہا تمام عمر مجاہدات میں صرف کی اب آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں کہ مجھ میں اور تمام مخلوق میں کچھ بھی فرق نہیں اِدھر اُدھر ایک حقیقت ہے پس مجھکو اِس کوشش سے کیا فائدہ ہوا جبکہ میں کسی طرح کا فرق وامتیاز اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ حکم ہوا کہ یہی فرق ہے کہ تجھ پر یہ بھید کھل گیا اور اوروں سے محجوب ہیں ورنہ خلقت سب کی ایک ہے۔ رباعی۔

ساقی وہی مے کش وہی مینا بھی وہی	گویا وہی شنوا وہی بینا بھی وہی
آدم وہی بندہ وہی مولا بھی وہی	ہے بھی وہی تھا بھی وہی ہوگا بھی وہی

؎ اِسکی سند پہلے گذرچکی ہے ۱۲

جب آثار تعینات دل سے مٹ جاتے ہیں اور حقیقت و ماہیت اشیا عیاں ہو جاتی ہے تو بجز ذات واحد کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ع

رباعی

آثار تعینات چون یافت سکے	کثرت ہمہ وحدت ست بے ہیچ شکے
چون نقطہ صفر شد نہاں از رقمت	بنگر کہ دہ و صد و ہزار ست یکے
دو عالم چیست نقش و صورت دوست	چہ جائے نقش و صورت بلکہ خود اوست
دو صد آئینہ یک روئے مقابل	اگرچہ صد نماید لیک یک اوست

جملہ موجودات دو حال سے خالی نہیں یا تو عدم ہے یا وجود اَلعَدَمُ لَیْسَ بِشَیْءٍ وَالْوُجُوْدُ ھُوَ الْحَقُّ یعنے عدم کوئی چیز نہیں اور وجود وہ عین حق ہے پس اس سے صاف ظاہر ہو کہ وجود واحد کے سوا کچھ موجود نہیں بلکہ ایک ہی ذات ظاہر و عیاں ہے قطعہ

بہ بین بہ دیدۂ دل مظہر جمال و جلال	سموم و دوزخ و ہم روضۂ جنان ہمہ اوست
شنار اوست ہو الظاہر ہو الباطن	عیاں بخلق نہاں در جہانِ جاں ہمہ اوست
ز حسن و قبح مزن دم کہ اندرین عالم	شرار گلخن و ہم رنگ گلستاں ہمہ اوست

اور مولنا مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ قطعہ

قرار یافت کہ از غیر حق وجودے نیست	نے شود کہ بنوعے دگر قرار کنم
چہ شد کہ کافر و مؤمن بنام ہا خوانند	یکے دو کے شود از نام گر ہزار کنم
بخاطر دل ما نیست غیر جلوۂ حق	چو غیر نیست چرا رغ این غبار کنم
تو طالبی و ترا مطلب از ہمہ رو اوست	ز چیست آنکہ تفاوت بنور و نار کنم

رباعی

کر سکتا ہے نقاش سے کب نقش خلاف	ہیں نقش ہیں جلوہ گر اسی کے اوصاف
ہر شے میں عیاں ہے آفتاب وحدت	گر وہم دوئی نہ ہو تو ہے مطلع صاف

جب یہ بات حدیث صحیحہ سے ثابت ہو کہ اللہ تھا اور کوئی شے غیر اللہ نہ تھی اور اب بھی وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا تو جائے غور ہے کہ اس غیر اللہ کا ظہور کہاں سے ہو گیا اور کہاں سے آیا اور کدھر جاتا ہے اور حدیث میں وارد ہے کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ یعنی ہر شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے اور سب کی اصل ذاتِ الٰہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یعنی سب حقائق و امور اللہ

کی طرف پھیرے جاتے ہیں پس جبکہ بجز ذات الٰہی کسی کی اصل پائی نہیں جاتی تو فرمایئے کہ یہ مخلوق کیا ہے البتہ ازروئے صورت غیر ہے اور ازروئے معنی عین۔ اور صورت معدوم محض ہی پس ذات کے سوا کوئی موجود نہیں۔ حدیثوں میں وارد ہے کہ اول پانی کا ظہور ہوا پھر اُس میں جوش آیا پھر بخارات اُٹھے اور اُس پر کف ظاہر ہوا گو ان سب کی صورت مختلف ہو گئی ہے لیکن حقیقت سب کی پانی ہی ہے۔ اور اس اجمال کی تشریح یہ ہے کہ پانی سے مراد دریائے احدیت ہے اور اُس میں جوش آنا ارادۂ ظہور ہے جسکو تنزل اول کہتے ہیں یعنی نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آیا اور بخارات کا اُٹھنا تعین ثانی ہے اور اُس پر کف نمودار ہونا عالم اجسام کی پیدایش مراد ہے اور یہ بیان مفصل ہو چکا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنے سے غیر پیدا کیا ہے اس لئے خلقت غیر خدا ہے لیکن دانشمند اس راز کو خوب جانتے ہیں۔

مولٰنا فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے پردہ برگرفتہ بازار آمدہ — خلقے درین طلسم گرفتار آمدہ
غیر تو ہرچہ ہست سراب و نمایش است — کاین جا نہ اندک ست نہ بسیار آمدہ
این جا حلول کفر بود و اتحاد ہم — این محض حق ست لیک بتکرار آمدہ
یک صانع ست صنع ہزاران ہزار بیش — جملہ ز نقد علم خریدار آمدہ
بحریست غیر ساختہ از موجہائے خویش — ابریست عین قطرہ عدو بار آمدہ
این را مثال ہست بعینہ یک آفتاب — کز عکس او دو کون پر انوار آمدہ
والا کلام حق کہ علی الحق یکیست بس — پس در نزول مختلف آثار آمدہ
سنگ سیہ ببین تو یمین اللہ اش ببین — کاین جا جہان محو جہاں دار آمدہ
بر خود پدید کرد ز خود ستر خود دمے — ہر دہ ہزار عالم اسرار آمدہ
در باغ عشق یک احدیت کہ یافتہ است — شاخ و درخت و برگ و گل و خار آمدہ
یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود — چون گشت ظاہر این ہمہ اغیار آمدہ
عکسے ز زیر پردۂ وحدت علم زدہ — در صد ہزار پردۂ پندار آمدہ
یک پرتو او فگند جہان گشت پر چراغ — یک تخم گشت این ہمہ در بار آمدہ

برخویش جلوہ دادنِ خود بود کارِ تو ۔۔۔ تا صد ہزار کار زیک کار آمدہ
از قہر دور ماندہ و انکار خواستہ ۔۔۔ وز لُطف قرب یافتہ اقرار آمدہ
چون در دو کون از تو بجز نیست ہیچکا ۔۔۔ صد شور از تو در تو پدیدار آمدہ
زلفِ تو پیش روئیتو افتادہ داد خوم ۔۔۔ روئے تو پیش زلف بزنہار آمدہ
برخود جہاں فروختہ از نور خویشتن ۔۔۔ خود را درون پردہ خریدار آمدہ
اے ظاہر تو عاشق و معشوق باطنت ۔۔۔ مطلوب را کہ دید طلب گار آمدہ
این خود چہ نکتہ ایست کہ گرد طواف او ۔۔۔ ہفت آسمان مقیم چو پرکار آمدہ
آن کیست و ان کجاست چنین جلوہ گر شدہ ۔۔۔ وان چیست ان چہ بود در اظہار آمدہ
گر ہر دو کون موج بر آرد دو صد ہزار ۔۔۔ جملہ یکیست لیک دو صد بار آمدہ
غیرے چگونہ روئے نماید ہر چہ ہست ۔۔۔ عین دگر یکے است پدیدار آمدہ
بوئے بجانِ ہر کہ رسیدست ازین حدیث ۔۔۔ از کفر و دین ہر آئینہ بیزار آمدہ
این آن قلندریست کہ ہل من مزید گفت ۔۔۔ تسبیح در حمایتِ زنّار آمدہ
زینجا فقیر سوختہ بگریختہ ز کفر ۔۔۔ دُر چین شارعلم ز کفار آمدہ
رستم ازین حدیث شدہ زیر چادرے ۔۔۔ پس چون زنان روئے بدیوار آمدہ
بر ہر یک نفس شدہ زین راز آشکار ۔۔۔ انفاس بر وہانش چو مسمار آمدہ

اگر تم حجاب تعینات کو اٹھا کر بغور و تفکر خیال کرو گے تو تمھارے خیال میں بجز ذات واحد کے کسی کی بھی گنجایش نہ ہوگی۔ مثلاً شعاع آفتاب کی گرمی سے سمندر کا پانی بخارات بنکر اڑا اور مختلف صورتوں میں نمودار ہوا اور ہر تعین میں ایک نام علیحدہ پایا غرض ہر لباس میں ایک نئی شان دکھائی اور ہر جگہ مختلف ناموں سے نامزد ہو کر ایک نئی صورت بنائی اب اگر تم ان ملبوسات کو پھاڑو اور تعینات کو توڑ کر دیکھو تو وہی سمندر کا پانی ہے جو تھا غیر نہیں فقط اس لباس و تعین کیوجہ سے تم غیر جانتے تھے ورنہ ہر لباس و تعین میں پانی ہی پانی ہے پس تمام مخلوقات کا ظہور اس طور پر ہوا ہے کہ جب ارادہ الٰہی جنبش میں آیا تو ہر شے کے پردہ تعینات میں وہی ذات نئے انداز و شان و نرالی ادا و آن سے جلوہ افروز ہوئی۔

اور رنگ برنگ کے تعینات میں طرح طرح کے ناز و نیاز سے ظہور فرمایا پھر جب تعین ٹوٹا وہی ذاتِ واحد بے کم و کاست ہے جو تھی اُسکا غیر خیال محال ہی یہ سب جو ذات و تعینات وہمی و اعتباری ہیں جنکو کچھ بھی ثبات نہیں ایک آن کی آن میں درہم و برہم و فنا ہو جاتی ہیں۔ اے رقم ذرا ہوش میں آ۔ کہاں جا پہنچا تو نے ایسے عرشِ عظیم پر کمند ڈالی ہے کہ جہاں ادراک سریع السیر کی رسائی نہیں۔ اور خیال برق رفتار کی مجال نہیں اور ایسے بیابان شتوا گذار میں قدم رکھا ہی کہ جہاں شیرِ نر کے ہوش و حواس پراگندہ ہیں اور فیل مست کا حوصلہ پست ہے اور ایسے دریائے عمیق بے پایاں میں غوطہ لگایا ہے کہ جس میں کروڑ ہا دانشمند انبیاء و اولیاء و حکماء و عقلاء کی جانیں ہلاک ہو گئی ہیں مگر اس بحرِ ناپیداکنار کی تہ کسی کو نہ ملی۔ ؎

ہاں اہلِ طلب کون سُنے طعنہ نایافت	دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

؎ کسے رہ سوئے گنجِ قارون نبرد	دگر بُرد رہ باز بیرون نبرد

اس بحرِ مواج خوں خوار سے نکل اور اپنی سیدھی ڈگر لے۔ ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

لیکن میں کیا کروں کہ میرا اصلی مقصود یہ ہی ہے اور بغیر اسکے مجکو چین نہیں کہ یار کی باتیں اور اس کا بیان میری غذائے روح اور راحتِ جان ہے۔ ؎

پھر پھر کے دائرہ ہی میں رکھتا ہوں میں قدم	آئی کہاں سے گردشِ پرکار پاؤں میں

باز آمدم برسرِ مطلب پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ انسانِ کامل جامع جمیع حقائق الٰہی و کونی ہے مرتبہ وحدت میں انسان کامل عبارت ہے ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یعنی جو کچھ اس کے مافوق وجود باطن میں ہی کہ وہ مرتبہ احدیت ہی مرتبہ وحدت میں اجمالاً موجود ہے۔ اور جو کچھ اسکے ماتحت یعنی ظاہر وجود و اسماء مرتبہ واحدیت میں ہی وہ مرتبہ وحدت میں ضمناً موجود ہے اور مرتبہ واحدیت میں انسان کامل آدمؑ سے مراد ہے اگرچہ اور انبیاءؑ و اولیاءؒ بھی اس میں شامل ہیں لیکن آدمؑ برزخ صغرا ہے اُنکا مرتبہ جامع ہے مافوق خود کہ وحدت ہے یعنی توجہ وجود بجانب ظہور و ماتحتِ خود کہ حقائق کونیات ہیں ان میں ضمناً موجود ہیں اس واسطے آدمؑ جامع جمیع حقائق الہیات و کونیات کے ہیں یعنی عالم ظاہر و باطن میں بطور کلیات و جزئیات موجود ہیں۔ پس

ترکیہ نفس و تصفیہ قلب جمیع افراد انسان کا اس وقت ممکن ہے کہ اسمائے الٰہی کے ہر اسم سے عبادت کرے اور سر قلب پر کہ عرش الٰہی ہے غیر کو جگہ نہ دے کما قال اللہ تعالیٰ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ[1] یعنے تم محافظت کرو تمام نمازوں پر اور نماز درمیانی پر اور تم کھڑے رہو اللہ کے واسطے حالت خاموشی میں یہ آیت تعلیم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اہل تصوف نے اس آیت کے یہ معنی لئے ہیں کہ صلوٰۃ سے جمیع جوارح بدن سوائے دل کے مراد ہیں اور صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد دل ہے تو یہ معنی ہوئے کہ تم محافظت کرو تمام جسم کی اُمور ناشائستہ سے اور خاص کر دل کو نگاہ رکھو یعنی جب تک تم اپنے دل کی نگرانی شرک ما سوی اللہ سے نکرو گے تو نماز ادا نہو گی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک جس دل میں شرک ہو وہ دل مقبول نہو گا اور قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ کے یہ معنی ہیں کہ مستعد ہو جاؤ غیر اللہ اور ما سوی اللہ کے دور کرنے میں بحالت تصور و تفکر اس لئے رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے لَا تُقْبَلُ الصَّلَوٰةُ بِغَيْرِ طُهُورٍ[2] یعنے طہارت کے بغیر نماز نہیں قبول کیجاتی اسکے یہ معنی نہیں کہ دل میں کفر و شرک اور طرح طرح کے فسادات بھرے ہوئے ہیں اور مونہ ہاتھ دھو کر نماز پڑھ لی اور بس قبول ہو گئی یہ نہیں بلکہ جتبک تطہیر القلب عن ما سوی اللہ نہو خدا کے نزدیک وہ نماز قبول نہیں پس طہارت قلب عن ما سوی اللہ از بس ضروری ہے کیونکہ بنیاد عمل دل سے متعلق ہے اور دل میں اگر شرک بھرا ہوا ہے تو وہ عمل باطل اور مردود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے نہ ظاہر کو۔ چنانچہ حدیث شریف قدسی میں وارد ہے کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ[3] یعنے تحقیق اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا و لیکن تمہارے دلوں کو اور اعمالوں کو دیکھتا ہے۔

ما بروں را ننگریم و قال را	ما دروں را بنگریم و حال را

اگر دل غیر اللہ سے پاک ہے تو محبوب ہے ورنہ مردود۔ اور حضرت ابو بکر شبلی رح کا مقولہ ہے کہ اَلْوُضُوْءُ اِنْفِصَالٌ وَالصَّلٰوةُ اِتِّصَالٌ فَمَنْ لَّمْ يَنْفَصِلْ لَمْ يَتَّصِلْ یعنے وضو سے مراد جدا ہونا ہے غیر اللہ سے اور نماز عبارت ہے وصل ہونا اللہ سے پس جو شخص غیر اللہ سے دور ہی نہوا وہ خدا سے ملا ہی نہیں

[1] پ ۲ ع ۱۵ ۔ ۱۲ [2] اس حدیث کو مسلم نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کیا ہو ۱۲ [3] اس حدیث کو مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے

یعنی جب تک غیر اللہ و ماسوی اللہ سے دُور نہوگا مع اللہ اتصال نہ پائیگا جب غیر حق کا وہم باطل مٹ جاتا ہی تو تخت دل پر حق جلوہ نما ہوتا ہے اور یہ رتبہ اُن لوگوں کا ہی جو ہر وقت اپنے دل کی نگرانی کرتے ہیں اور شرک ماسوی اللہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے کما قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلوٰتِهِمْ دَآئِمُوْنَ[1] یعنے اور وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں یعنی وصال و عرفان الٰہی اُن لوگوں کے نصیب میں ہی جو غیر اللہ کو اپنے دل میں آنے نہیں دیتے غرض جبتک توحید پوری نہوگی عرفان و وصال محال ہی ۞

فصل ہفتم دربیان حد الہیہ

حدود۔ حد (۱) نقطہ۔ یعنی ذات بحت

تعریف و شرح نقطہ۔ نقطہ وہ ہی جسکے اجزا نہو سکیں یعنی اُسکی کچھ مقدار نہو اور کیفیت و کمیت کی بحث سے پاک ہو مقدار اُسکو کہتے ہیں جو کم و بیش ہو سکے پس وہ نقطہ ہی جو مقدار سے منزہ و مبرا ہے نہ کبھی کم ہو نہ بیش الآن کما کان لفظ نقطہ عبارت ہی اس معنی کے لیئے جسکی تعریف و توضیح مقصود ہی یعنی اس موجود غیر معلوم و لاتعین و غیر محدود کا اسم معین کیا گیا ہی جسکا علم و عرفان ہنوز حاصل نہیں۔

نسبت رویت اگر باماہ و پروین کردہ اند	صورتت نادیدہ تشبیہے بہ تخمیں کردہ اند

لیکن یہ اسم فرضی چونکہ اسی ذات غائب و لاتعین کے خیال سے پیدا ہوا ہی اسلیئے وہ غیر ذات نہیں بلکہ وہی ذات غائب جب تعین علم کی طرف متوجہ ہوئی تو لامحالہ خود ہی ایک اسم معلوم و معین کے لباس میں رونما ہوئی تاکہ اپنی ذات پر آپ دلالت کرے۔ ؎

زدریا موج گوناگوں برآمد	ز بیچونی برنگ چوں برآمد

اگرچہ اسم کا وجود مسمیٰ کے وجود سے مؤخر بلکہ اس کے وجود کا پرتو ہے لیکن تعریف و بیان کے طریقہ میں اسم اپنے مسمیٰ پر مقدم ہی لیکن حقیقتاً نہ تقدم ہے نہ تاخر۔ کیونکہ وہی ذات لباس اسم و عبارت میں آنکر خود ہی دال رہنما اور خود ہی مدلول و مفہوم ٹھہری پس چونکہ دال و مدلول ذات واحد ہے اس لئے باوجود تعریف و تعین کے بھی غیر معلوم و غیر معین ہے تعالیٰ شانُہٗ عَمَّا یَصِفُوْنَ یعنی

[1] پ ۲۹ ۔ ع ۷ ۔ ۱۲

وہ ذات معنی بن جائے یا عبارت میں ظاہر ہو یا باطن میں عیاں ہو یا نہاں کسی شان رنگ اور کسی طور اور کسی ڈھنگ میں ہو اسکی اصل و حقیقت میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ پس حقیقت مقصود بعد تجسس و تحقیق اور کشف و عرفان بھی ویسی ہی رہتی ہے جیسی کہ تھی۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ چونکہ اس عبارت یعنی لفظ نقطہ سے عقدہ حل نہوا اسواسطے اشارت کی طرف رجوع کی گئی اور کہا گیا کہ نقطہ وہ چیز ہے جسکی کچھ مقدار نہیں یعنی وہ ذات لاتعین جو اس عبارت کی حقیقت معلوم ہے اسقدر ظاہر و عیان ہے کہ بے اختیار اُسکی طرف اشارہ کرنے کو موجب ایقان و عرفان خیال کیا گیا لیکن یہ اشارہ حقیقت معلوم کی حصولِ علم کے واسطے واقع ہوا ہے اِس لئے اشارہ عین جہل ہوگیا۔ پس نہ تو وہ عبارت کے تعین سے معین ہوسکے نہ اشارہ کی قید میں مقید۔ کیونکہ اشارہ و عبارت کا وجود اسکے وجود باجود کا ایک پرتو ہے بلکہ وہی خود بہ تبدیل لباس عبارت و اشارت ہے اس لئے اُسکی تعریف و توصیف کا ذریعہ کسی دوسری شے کو سمجھنا ایک خیال محال اور تصور باطل ہے۔ مصرع کہ نتواں ترا دید الا بتو۔ خود ذات نقطہ موجود ہے اور خود ہی وجود و وجدان ہے اور خود ہی مکشوف و عیان اور خود ہی معلوم و علم اور خود ہی عرفان و ایقان۔ چونکہ وہ ذات خود ہی اصل ہے اس لئے اِس سے جو کچھ صادر اور متفرع ہوتا ہے وہ بھی عین اصل ہے۔ رباعی

از حق جز حق دگر چہ گوید بابا	از حق جز حق دگر چہ روید بابا
در شدت این ظہور همچو صفت	حق را جز حق دگر کہ جوید بابا

پس ثابت ہے کہ اسکی تعلیم و تعریف کے لئے وہ ہی کافی ہے کما قال اللہ تعالیٰ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ[1] کیا تیرا رب کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر حاضر و شاہد ہے ۵

آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلے باید از وے رو متاب

مگر جب اُسکے علم و عرفان اور حصول ایقان کا ارادہ کیا گیا تو وہ ذات کہ ظاہر و اظہر ہے عین اشارت و عبارت بن گئی اور وہ ذات کہ عین وحدت ہے صور مختلفہ اور آثار و اطوار رنگا رنگ میں ظاہر ہوئی۔ پس حصولِ علم و عرفان عین ترک علم و عرفان ہے اَلتَّوْحِيْدُ تَرْكُ التَّوْحِيْدِ

[1] پ ۲۵ ع ۱-۱۲

فِی التَّوحِیدِ ناچار اس حیرانی و سرگردانی و گم گشتگی و پریشانی سے یہ نتیجہ نکالا کہ نقطہ وہ ہے جسکی کچھ مقدار نہیں یعنی وہ کچھ نہیں لَیْسَ بِشَیْءٍ کا مصداق ہے جسکو کچھ چیز یا شے یا معلوم و محسوس یا معدود و محدود و قابلِ تجزی و انقسام یا کمی و بیشی سمجھتے ہو وہ ذات ان سب سے نرالی اور جدا ہے وہ حقیقتِ محققہ اور عین واحد خود موجود و مکشوف اور ظاہر و عیان ہے نہ کسی ذریعہ سے معلوب ہو سکتی ہے نہ کسی واسطہ اور دلیل سے مجبور۔ اگر وہ ہے تو کسی شے کا پتہ نہیں اور جب کسی شے کا وہم ناشی ہوا تو خود اُس کا نشان گم ہے کیونکہ خود وہی منشا رہے وہی ناشی وہی شے ہے وہی لاشے وہی نیست وہی ہست وہی عدم وہی وجود وہی غیب وہی شہود۔ اِس لئے وہ احاطۂ قیاس دگمان اور وہم و خیال اور حس و ادراک سے منزہ اور مبرا اور ورا الورا ہے کیونکہ وہ سب کے لئے اصل الاصول اور عین وحدت ہے تعیّن عبارت اگر کچھ ہے تو وہ اُس سے الگ ہے اور قید اشارت کا اگر کچھ وجود ہے تو وہ اس سے بھی جدا ہے دکچھ بھی نہیں) اگر کچھ ہے تو وہ اُس سے بھی پرے ہے۔ کیونکہ وہ خود موجود و وجود و وجدان ہے۔ لا و الا۔ کی قید میں کس طرح مقید ہو لا بھی وہی اور الا بھی وہی جس طرح وہ کچھ ہے سے پاک ہے اس طرح کچھ نہیں سے بھی منزہ ہے۔ ؎

لا و الا ہر دو لفظے ساختند	خلق را در دام وہم انداختند

مصرع نہ تو در ہیچ مکانی نہ مکانے ز تو خالی ؛ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ مطلب کا حصول کچھ بھی نہیں جو کچھ نہیں وہی نقطہ ہے اور جو نقطہ ہے وہ کچھ نہیں یعنی جو کچھ نہیں وہی ہے اور جو ہے وہی کچھ نہیں۔ ؎

زاں سبب اُستادِ اُستادان صمد	کارگاہش نیستی و لا بود

نہ تو ہے نہ نہیں۔ ہے بھی اور نہیں بھی۔ معدوم بھی اور موجود بھی۔ مثبت بھی اور منفی بھی۔ دال بھی مدلول بھی۔ معلوم بھی مجہول بھی۔ وہی ہر علم و خیال اور ہر قال و حال کی اصل الاصول اور عین العیون ہے۔ وہی کاتب وہی کتاب۔ وہی مبدا اور وہی مآب۔ وہی محجوب وہی حجاب اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ وہی ارض و سموات کا نور اور وہی جمیع کائنات و موجودات کا ظہور وہی ظاہر وہی مظاہر وہی باطن وہی مباطن۔ لیکن وہ خود اپنی آب و تاب میں رو بنقاب

اور زیر پردہ وحجاب ہے باایں ہمہ ظہور مستور اور باوجود وجود نابود۔ ہست نیست نما۔ موجود کالعدم پس اِس کے علم و عرفان کی راہ ہے تو وہی راہ ہے وہی رہنما۔ وہی علم و معلوم ہے وہی آگہی و آگاہ ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ در پوش	من از رفتار پایت می شناسم

پس نقطہ وہ ہے جو کچھ نہیں یعنے ہر چیز کا وجود کچھ نہیں کے ذریعہ سے قائم ہے اور جو کچھ ہے وہ درحقیقت اسی کچھ نہیں کا ظہور ہے مصرع کچھ نہیں سب کچھ ہے یارو اور سب کچھ کچھ نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جہاں دیکھو جس طرف نظر کرو جس پر خیال جاؤ نقطہ کا وجود ظاہر و باہر عیان و آشکار ہے پس بلا تعین و تشخص اور بلا تحدید و تعدد نقطہ ہی نقطہ ہے اور یہ کثرت مظاہر عین وحدت ظاہر ہے چونکہ نقطہ بالذات موجود و نمایاں ہے اس واسطے لاحد ولا نہایت نقاط پیدا ہیں جو کبھی بصورتِ خط ہویدا کبھی بہ لباسِ سطح عیاں۔ کبھی بصورتِ شکل نمودار۔ اور کبھی بحالتِ جسم مجسم و محسوس۔ نقطہ کی حرکت سے خط پیدا ہوا یعنے نزا طول اور خط کی حرکت سے سطح اور سطح کی حرکت سے جسم پس نقطہ ان سب کے وجود کا باعث ہے اور خط و سطح و جسم میں ہر جگہ نقطہ ہی نقطہ ہے مبتدا بھی نقطہ اور منتہا بھی نقطہ۔ اسلئے مہندس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے نقطہ فرض کرے یعنے وہ عین واحد صور مختلفہ اور اشکالِ محدودہ و معدودہ میں عیاں و مشہود ہے اگرچہ نقطہ بے مقدار ہے لیکن ہر ایک مقدار جب ہی ممیز و معین ہوتی ہے کہ نقاط فرض کئے جائیں ورنہ مقدار خود کوئی چیز نہیں پس نیستی ہر ایک ہست اور اسکی ہستی کا سرچشمہ ہے اور خود کچھ نہیں مگر جو کچھ ہے اُسی سے ہے ہے

یک عین متفق کہ جز او نقطۂ نبود	گردہ ظہور زان ہمہ اغیار آمدہ

جبکہ سطح پر نقطہ کا نشان بنا یا گیا تو یہ نقطہ کچھ نہیں کی شان سے نکل کر کچھ ہے کے لباس میں جلوہ گر ہوا تو وہ نقطہ جو کچھ نہیں تھا اس سے الگ ہو گیا۔ نہیں نہیں یہ نقطہ باوجود کچھ ہونے کے بھی عین کچھ نہیں کی شان میں داخل و مستغرق ہے۔ کیونکہ "ہے" اور "نہیں" سب میں نقطہ کا وجود ثابت ہے۔ پس یہ نقطہ بھی اُس نقطہ کے وجود سے خالی نہیں کیونکہ اسکی ہستی کچھ نہیں کے ظاہر کرنے کو پیدا ہوئی ہے اسلئے اسکی ہستی بھی عین نیستی ہے اور نیستی عین نقطہ ہے پس یہ بھی جو نقطہ

نہیں وہی حقیقی نقطہ ہے۔ اگر وہ نقطہ جو کچھ نہیں ہے نہوتا تو یہ نقطہ جو کچھ ہے کہاں ہوتا۔ اور کیوں ہوتا یعنے جو کچھ ہے وہی نقطہ اور جو کچھ نہیں وہی نقطہ۔ اِس لئے نقطہ ہی نقطہ ہمہ نقطہ ہمہ از نقطہ ہمہ در نقطہ۔ ہمہ با نقطہ۔ ہمہ بے نقطہ جو ہے وہی نہیں اور جو نہیں وہی ہے **نکتہ** تل کی اوٹ میں پہاڑ کُل موجودات نے اِس نقطۂ وجود یعنی ذات بحت سے جسکو کچھ نہیں کہتے ہیں وجود و نمود پائی ہے یعنی کثرت میں وحدت نمودار اور وحدت میں کثرت آشکار۔ جیسے نقطۂ موہوم اُم الدماغ جسکو خفی الاخفیٰ کہتے ہیں **مقام محمود** اور ہندی میں برہم منڈ اور تربینی اور فلاسفر **فوکس** کہتے ہیں تمام جہان کی صور مختلفہ اُس میں مندرج اور نقطہ چشم سے آمدو رفت رکھتے ہیں سب شئے ہیں وہ نقطہ اور اس نقطہ میں کُل اشیاء جیسے درخت میں گٹھلی اور گٹھلی میں درخت مندرج ہے موجود ہے یہ ہی نقطہ سویدائے قلب ہے یہ ہی نقطہ حقیقت انس و جان ہے یہ ہی نقطہ ماہیت کون و مکان ہے یہ ہی نقطہ ابعاد ثلثہ کی جان ہے۔ اِسی نقطہ سے ظہور کن فکاں ہے۔ باوجود نہونے کے یہ شور و غوغا ہے۔ اگر کچھ ہوتا تو کیا ہوتا۔ اب اِس مثال پر ذرا غور و فکر کرو تاکہ تم کو حقیقت وحدت کی کثرت میں اور کثرت کی وحدت میں منکشف ہوجائے اکثر تمنے عکسی تصویر کھینچتے دیکھا ہوگا اور وہ اِس طرح کھینچتے ہیں کہ آئینہ میں ایک نقطۂ موہوم ہے جسکو فوکس کہتے ہیں اس میں یہ کمال ہے کہ جملہ موجودات کی تصاویر بلا فرق و امتیاز اس میں مندرج ہیں جب کوئی مجمع اسکے مقابل ہوتا ہے تو دوسرے آئینہ کے ذریعے سے صفحۂ قرطاس پر بعینہٖ نقش کر دیتا ہے اور وہی نقطۂ دماغ میں جہاں دونوں آنکھوں کا خط نظر تقاطع کرتا ہے موجود ہے اِس میں بھی کل عالم کی تصاویر بغیر فرق و امتیاز کے مندرج ہیں اگر کوئی چیز اسکے مقابل میں پڑتی ہے تو فوراً آئینہ چشم کے ذریعہ سے صفحۂ عالم میں صورت ثبت کردیتا ہے پس اِسی طرح نقطۂ ذاتِ بحت ہے جس میں کل کائنات مخفی ہے۔ آئینہ حقیقت حقیقتِ محمدی کی آڑ میں اشکالِ مختلفہ کو صورت حقیقتِ انسانی وغیرہ پر ثبت کردیتا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ وہی نقطۂ ذاتِ بحت ہر شئے میں خود بھی موجود و مخفی ہے پھر وہی کچھ نہیں جو سب کچھ ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ؏

توبہ کردم زانچہ گفتم زانکہ نیست	در سخن معنی و در معنی سخن

(ترجمہ ۲) ظہور نقطہ یعنی اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ۔ یہ نزول اول ہے۔

(۲ حد ۳) کثرت نقطہ یعنی اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْءٍ مِّنْ نُوْرِیْ یہ نزول ثانی ہے۔

(۴ حد ۴) خط مستقیم یعنے توحید

(۵ حد ۵) سطح مستوی یعنے عالم ارواح۔

(۶ حد ۶) زاویہ یعنی مذاہب۔

(۷ حد ۷) زاویہ قائمہ یعنے اسلام)

(۸ حد ۸) عمود یعنے پیغمبر۔

(۹ حد ۹) خطوط متوازی یعنی ازل و ابد۔

(۱۰ حد ۱۰) شکل یعنے عالم مثال۔

(۱۱ حد ۱۱) جسم یعنے عالم شہود۔

(۱۲ حد ۱۲) دائرہ یعنے عالم کون۔

(۱۳ حد ۱۳) مرکز یعنی وہی نقطہ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ

(۱۴ حد ۱۴) محیط دائرہ یعنی وہی نقطہ جبکہ اپنے اوپر آپ گردش میں آیا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

اصولِ موضوعہ (۱) اختیار ہے کہ ذات صفات میں ظہور کرے (۲) کن فیکون۔ (۳) اختیار ہے کہ صفات اسمائیہ آثار میں جلوہ گر ہوں ؂



علوم متعارفہ



(۱) ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یعنے موجود اصلی ایک سے زیادہ نہیں۔

(۲) اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ یعنی موجود اصلی کسی کا محتاج نہیں۔

(۳) لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ یعنی نہ تو اسکے اولاد نہ وہ کسی کی اولاد۔

(۴) وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ یعنی نہ اُس کا کوئی شریک۔

(۵) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی کوئی شے اُسکے مانند نہیں۔

(۶) ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ

شکل

(۱) ثابت کرو کہ اَلْوُجُوْدُ وَاحِدٌ غَیْرُہٗ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ فرض کرو کہ زید غیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زید موجود نہیں یعنی موجود اصلی نہیں بحکم (۱) اصل موضوعہ کے ذات کو متصف بصفت خالق سمجھو۔ بحکم (۲) اصل موضوعہ کے مخلوق کو مظہر اسم خالق سمجھو۔ اب زید چونکہ ایک مخلوق ہے لہذا مظہر اسم خالق ہے اور چونکہ خالق اسم صفت او صفت میں ذات سنے ظہور کیا ہے لہذا خالق وہی ذات ہی۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ زید مظہر اسم خالق ہے اِس لئے زید بھی

مظہر ذات ہے یعنی وجود زید عین وجود ذات ہے اور بحکم (۱) علوم متعارفہ کے ذات ایک سے زیادہ نہیں پس ثابت ہوا کہ اَلْوُجُوْدُ وَاحِدٌ یعنے زید جسکو غیر فرض کیا گیا تھا موجود نہیں بلکہ وہی ذات موجود اصلی ہے جو بالضرور واحد ہے پس معلوم ہوا کہ وجود غیر باطل ہے فھو المطلوب

اِس ذات کا ظہور شہود صفات ہے		نزدیک عارفوں کے سبھی عین ذات ہے

زیادہ اشکال کے لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہندسہ الٰہیہ کے طالب اگر ذوق سلیم و وجدانِ صحیح رکھتے ہیں تو وہ خود ہزاروں شکلیں ثابت کر سکتے ہیں ورنہ اشکال ثابتہ بھی بے کار محض ہیں ؎

؎	یک چشمۂ خور واز درون خانہ	بہ زاں جوئے کہ از بروں می آید
؎	دیدہ مے باید کہ بیند و بنظر	سر وحدت در صفات ہر بشر
	چو آدم را فرستادیم بیروں	جمال خویش در صحرا نہادیم
	جمال ما بہ بیں این راز پنہاں	اگر چشمت بود پیدا نہادیم
	وگر چشمت نباشد آنچناں داں	کہ گوہر پیش نابینا نہادیم

باب دوئم دربیان عین الیقین

جب پیر کامل مقام طریقت میں طالب صادق کو وادی طلب سے نکال کر اس اقلیم کے رسم و رواج کے موافق اذکار و اشغال و مراقبات کی تعلیم فرماتا ہے تو یہاں دو وادی پیش آتے ہیں وادی عشق و وادی عرفان۔ پیر کامل اول وادی عشق میں لاڈالتا ہی تا کہ جو کچھ کدورت اُس میں باقی رہی ہو مل جائے۔ یہ منزل نہایت حیرانی و سرگردانی کی ہے۔ اِس منزل میں مسافر عشق کی تپش و بیقراری سے روتا ہے شور و غل مچاتا ہے درد و غم از حد بڑھ جاتا ہے۔ اکثر مسافر اپنی کم ہمتی سے اس وادی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور مطلوب حقیقی سے محروم رہجاتے ہیں۔ اور اگر بہمت تمام اس وادی سے نکل جاتے ہیں تو وادی عرفان میں سیر وجودی سے تسکین پاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولٰنا شیخ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

بیان عین الیقین

صفت وادی عشق

بعد ازاں وادیٔ عشق آید پدید
غرق آتش شد کسے کانجا رسید
کس دریں وادی بجز آتش مباد
وانکہ آتش نیست عیشش خوش مباد
عشق آں باشد کہ چون آتش بود
گرم رو سوزندہ و سرکش بود
عاقبت اندیش نبود یک زمان
درکشد خوش خوش بآتش صد جہاں
لحظۂ نے کافری داند نہ دین
لحظۂ نے شک شناسد نے یقین
نیک و بد در راہِ او یکسان بود
خود چو عشق آمد نہ ایں نے آن بود
ہرچہ دارد جملہ در بازد بہ نقد
در وصال دوست می تازد بہ نقد
دیگراں را وعدہ فردا بود
عارفاں را نقد ہم این جا بود
عشقِ جانان آتش است و عقل دود
عشق آمد در گریزد عقل زود
مرد کار افتادہ باید عشق را
مردم آزادہ باید عشق را
نے تو کار افتادۂ نے عاشقی
مردۂ تو عشق را کے لائقی

اور حضرت ملا حسین کاشفی فرماتے ہیں

اے رند شراب خانہ عشق
این جا شنوی ترانۂ عشق
از عشق مپرس و زنشانش
خود با تو بیان کند زبانش
آنجا کہ ترا قدم کشد عشق
بر تختہ بسے رقم کشد عشق
اول قدمے کہ عشق دارد
ابر یست کہ جملہ کفر بارد
عشق از تو بہانۂ تو خواہد
ہے ہے نہ حکایتے تو خواہد
معشوق کجاست عاشقی چیست
از علت ہر دو عشق خالی است
این نکتہ ز ما و من جدا کن
اندیشۂ این و آن رہا کن
از قلزم وحدت است حاصل
در وصلۂ تو این حواصل
سیمرغ نشان بے نشان است
سر چشمۂ وحش آشیان است
پیوند ندارد و جدا نیست
بیگانہ نگشت و آشنا نیست

وادی عشق

سوزنده صد هزار خرمن   رویش نه بقبلهٔ معین

این جا به حقیقتے رسد مرد   کز محنت کفر و دین شود فرد

آنکه نه زیان و سود باشد   یک قبله و یک سجود باشد

پندار لقاء و دید طاعت   شرکے است به نزد این جماعت

علم و عمل اندرین ورق نیست   این شیوهٔ عاشقانِ حق نیست

این جا که نماز بے رکوع است   چه جائے اُصول یا فروع است

آن قبله برون ازین جهات است   آن کعبه ورائے کائنات است

این جا نه طمع نه علت آمد   نے مذهب و کیش و ملت آمد

در راهِ حقیقی و مجازی   این است کمال عشق بازی

در فقر مزن دم اے مزلق   این است سواد وجه مطلق

شمشیرِ فنا درین نیام است   این نور سیه درین ظلام است

طاؤسِ تو پر برید این جا   سر چشمهٔ کفر خیزد این جا

اے رهرو تیز گام چالاک   این مرتبه ایست بس خطرناک

چون عشق چراغ خود فروزد   اوّل پر جبرئیل سوزد

در عشق نه شک و نے یقین است   نے خوف و رجا و کفر و دین است

بشنو اسرار حقیقتِ عشق   با خویشتن است نسبت عشق

با خویش بود همه خطابش   خود گوید و خود دهد جوابش

معشوقِ خود است و عاشق خویش   در عشق سخن نرفت زین بیش

از لذتِ وصل راحتش نیست   از درد فراق زحمتش نیست

صد قافله دمبدم روان است   عشق است که میر کاروان است

در عشق چه جائے کار سازی است   هشدار که تیغ بے نیازی است

در مرتبهٔ بلا و تهمت   ابلیس قدم بود به همت

هر دل که بعشق محرم آمد   ماتم زدهٔ دو عالمِ آمد

اینجاو وجہاں جوے نیرزد	پائے ہمہ رہروان بلرزد
حلاج کہ بود مرد مطلق	این جا برسید وگفت انا الحق
او واسطہ گشت خود نبود او	حقا کہ بعکس سے نمود او
بود از غلیان عشق در جوش	ناگاہ شکستہ دید سر گوش
چشم ودلش استقامت آمد	بر آب وگلش ملامت آمد

جب عشق کی آگ سے طالب دم پخت ہو جاتا ہے تو پھر اُس کو وادی عرفان میں پہنچاتا ہے یہاں اپنے نفس کی سیر ہوتی ہے وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنی علی قدر مراتب منکشف ہوتے ہیں طالب استغراق وسکر کے مغاک میں جا گرتا ہے یہاں سے نکلنا سخت دشوار ہوجاتا ہے اور ہمیشہ مدہوش ومست رہتاہے اکثر طالب اس وادی میں بیٹھ رہتے ہیں

صفت وادی عرفان

بعد ازاں پیش آیدت اندر نظر	معرفت را وادی بے پا وسر
سیر ہر کس با کمالِ خود بود	قرب ہر کس حسب حالِ خود بود
چون بتابد آفتاب معرفت	از سپہر این رہِ عالی صفت
ہر کسے بینا شود بر قدر خویش	باز یابد از حقیقت صدر خویش
مے سزد آتش اگر روشن شود	گلخن دنیا بر و گلشن بود
مغز بیند از دروں نے پوستِ او	خود نہ بیند ذرہ جز دوستِ او
صد ہزار اسرار از زیر نقاب	روئے بنماید بر و چون آفتاب
گر ز اسرارت شود ذوقے پدید	ہر زمانت نو شود شوقے پدید
گر بیاری دست بر عرش مجید	دم مزن یک ساعت از ہل من مزید
خویش را در بحر عرفان غرق کن	ورنہ باری خاک رہ بر فرق کن
گر نئے ہیبی جمال یار تو	خیز و منشین مطلب دیدار او

جب طالب سیر سے علی قدر استعداد فارغ ہوتا ہے تو پھر اسکو وادی استغنا کی سیر کراتا ہے یہاں طالب مستغنی ہو کر خوشی مناتا ہے کرامات کا ظہور خاطر خواہ ہوتا ہے یہ وادی چہارم ہے بعض طالب یہاں متوطن ہو جاتے ہیں ٭

وادی عرفان

فصل اول دربیان ثبوت اذکار

اذکار جمع ذکر۔ اور ذکر کے معنے کسی کو یاد کرنا۔ پھر یاد کے پانچ طور ہیں لسانی قلبی روحی سری خفی۔ ایک عارف کہتا ہے ذِکرُ اللِّسَانِ لَقلَقَۃٌ۔ ذِکرُ القَلبِ وَسوَسَۃٌ۔ ذِکرُ الرُّوحِ مُشَاھِدَۃٌ ذِکرُ السِّرِّ مُعَاینَۃٌ۔ ذِکرُ الخَفِیِّ مُعَانِقَۃٌ یعنی ذکر زبانی کر کا اور ذکر قلبی بخیال و تصور آور ذکر روح مشاہدہ اور ذکر سر معاینہ یعنی دیدار ہے اور ذکر خفی فنا ہو جانا قال اللہ تعالیٰ فَاذکُرُونِی اَذکُرکُم یعنی تم مجکو یاد کرو میں تمکو یاد کرونگا وَاذکُر رَّبَّکَ کَثِیرًا وَّسَبِّح بِالعَشِیِّ وَالاِبکَارِ اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام وصبح کو وَاذکُر رَّبَّکَ اِذَا نَسِیتَ اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے یعنی اگر تم انشاء اللہ کو یا بلی شہدنا کو بھول گئے ہو تو اب پھر تمکو یاد دلایا جاتا ہے اور جو شخص خدا کو یاد نہیں کرتا دنیا و آخرت میں اسکے لئے خرابی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَمَن اَعرَضَ عَن ذِکرِی فَاِنَّ لَہٗ مَعِیشَۃً ضَنکًا وَّنَحشُرُہٗ یَومَ القِیَامَۃِ اَعمٰی یعنی اور جس نے روگردانی کی میری یاد سے پس تحقیق اسکے واسطے معیشت تنگ ہے اور ہم اسکو اٹھاوینگے قیامت کے دن اندھا تَطمَئِنُّ قُلُوبُھُم بِذِکرِ اللہِ اَلَا بِذِکرِ اللہِ تَطمَئِنُّ القُلُوبُ یعنی دل خدا کی یاد میں آرام پکڑتے ہیں خبردار ہو خدا کی یاد میں دل آرام پکڑتے ہیں ؎

ذکر کن ذکر تا ترا جان است	صافی دل ز ذکر یزدان است

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَقعُدُ قَومٌ یَذکُرُونَ اللہَ حَفَّتھُمُ المَلٰئِکَۃُ وَغَشِیَتھُمُ الرَّحمَۃُ وَنَزَلَت عَلَیھِمُ السَّکِینَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللہُ فِیمَن عِندَہٗ یعنے رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کا ذکر کرنے (یاد کرنے کو بیٹھتے ہیں تو انکو فرشتے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ اور خدا کی رحمت انکو چھپا لیتی ہے اور اترتا ہے ان پر آرام و چین اور خدا انکا ذکر کرتا ہے جو ان کے پاس ہیں یعنے فرشتے اور ارواح انبیا اور بہت سی آیات و احادیث میں ذکر کی فضیلت آئی ہے کیونکہ غفلت کا علاج اسکے سوا کچھ نہیں ہے جبتک انسان غیر حق کی طرف مشغول ہے تو خدا سے غافل ہے اور یہ ہی غفلت موجب عذاب ہے۔ غیر حق کی طرف مشغول ہونا ایک قلبی مرض ہے جو تین قسم کا ہوتا ہے (۱) حدیث نفس ہے

سلہ پ ۲ ع ۲۔ سلہ پ ۳ ع ۱۲۔ سلہ پ ۱۵ ع ۱۶۔ سلہ پ ۱۶ ع ۱۶۔ سلہ پ ۱۳ ع ۱۰۔ ۱۲

سلہ اس حدیث کو مسلم نے بروایت ابوہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

یعنی نفس ہمیشہ بالقصد کچھ نہ کچھ کہتا رہتا ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی چپ نہیں ہوتا (۲) خطرہ کہ بغیر اختیار و قصد کے دل میں آجاتا ہے (۳) دل کی نظر علم اشیا پر جسکی وجہ سے دل کو ثبات و قرار نہیں ہوتا پس سب سے اچھا علاج یہ ہے کہ حدیث نفس کے موقع پر اسم ذات (اللہ) کو اور خطرہ کے موقع پر اسمار امہات صفات کو قائم کرکے دل کی نظر کو جمال مرشد سے جو آئینہ حق ہے روشن رکھے۔ ایک تنگ تاریک مکان میں تنہا سیدھی پشت کرکے روبقبلہ بیٹھ جائے اور آنکھیں بند کرکے نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول ہو۔ ایسا مشغول ہو کہ گرمی اذکار تمام گوشت و پوست و خون و استخوان و رگ و پے میں اثر کر جائے۔ اُس وقت مکاشفات و انوار کی آنکھ کھلتی ہے اور حجاب قلبی رفع ہوجاتا ہے محض زبانی شور و غل سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ امہات صفات سات ہیں حیات۔ علم۔ ارادت۔ قدرت۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ ان صفات کی نسبت سے سات اسمار ہیں حی۔ علیم۔ مرید۔ قدیر۔ سمیع۔ بصیر۔ کلیم۔

فصل دوم دربیان طریق اذکار

یہاں وہ اذکار جو امراض قلب کے لئے مفید تام ہیں بترکیب مفصل تحریر کرتا ہوں تاکہ طالبان حق ماسوی اللہ کو ترک کرکے قرب الٰہی حاصل کریں اور قلب کی بیماریوں سے نجات پاکر حیات جاودانی میں آرام و چین منائیں قَالَ النَّبِیُّ صلعم اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1] ایضًا۔ وَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ[2] یعنے بہتر اذکار میں سے ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ہی ایضًا اور جسنے کہا لا الٰہ الا اللہ بخلوص دل داخل ہوا جنت میں اس کلمہ میں چار فرض ہیں اول تمام عمر میں ایکبار کہنا دوم درست کہنا سوم اس کلمہ کے معنے یاد رکھنا چہارم اسی معنی پر مرنا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ذکر پانچ چیزوں سے کیا جاتا ہے۔ زبان۔ دل۔ روح۔ سر۔ خفی۔ انکو ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ ہاہوت بھی کہتے ہیں۔ اول۔ ذکر کلمہ شریعت ناسوتی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ زبان سے

---

[1] اس حدیث کو ترمذی نے بروایت عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان کیا ہے ۱۲ [2] اس حدیث کو مسلم نے ابوبکر شعری سے نقل کیا ہے ۱۲

کہنا سننا ہے کیونکہ مدار شرع شریف ظاہر پر ہے دوم ذکر کلمہ طریقت ملکوتی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
دل سے کہنا سننا ہے سوم ذکر کلمہ حقیقت جبروتی اَللّٰہُ روح سے کہنا سننا ہے چہارم
ذکر کلمہ حقیقت لاہوتی ھُوْ سر سے کہنا سننا ہے پنجم ذکر کلمہ معرفت ہاہوتی اَنَا خفی سے کہنا
سننا ہے ششم حقیقت الحق خفی الاخفی ہے اس میں کہنا سننا کچھ نہیں ۔

بیان طریق اذکار

کما قال اللہ تعالیٰ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ یعنے
پھر جب نماز ادا کر چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔ اس سے ثابت
ہے کہ ذکر ہر طرح جائز و درست ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام نے اذکار کے طرق انواع و اقسام
سے بیان فرمائے ہیں چنانچہ اس کا بیان کیا جاتا ہے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

طریق ذکر نفی و اثبات چہار ضربی

کلمہ لا اِلٰہ کو جانب چپ سے کھینچے اور بطرف راست لائے اور مد کو ایسا دراز کرے کہ بیکدم
ضربات ثلاثہ کو ادا کر کے ضرب چہارم الا اللہ کی فضاء دل پر مارے اس کلمہ میں لا الٰہ اشارہ
نفی تین خطرات کا ہے۔ نفی خطرہ شیطانی۔ و نفسانی۔ و ملکی۔ اور الا اللہ میں اشارہ اثبات
ذات پاک کا ہے دل میں ضرب اوّل زانوئے چپ پر مارے کہ نفی خطرہ شیطانی ہے۔
اور مقام خطرہ شیطانی بطرف چپ مقرر ہے ضرب دوم بر زانوئے راست کہ اشارہ نفی
خطرہ نفسانی سے ہے ضرب سوم بر دوش راست کہ اشارہ نفی خطرہ ملکی ہے کہ مقام فرشتہ
کاتب خیر کا ہے ضرب چہارم بر فضائے دل کہ اشارہ اثبات ذات پاک کا ہے دل پر
یا مقام ثلاثہ پر تصور۔ لا معبود۔ یا لا مقصود۔ یا لا مطلوب۔ یا لا موجود کا کرے۔ اور کلمہ
الا اللہ میں اثبات ذات پاک کا دل پر کرتا رہے اور اسقدر کثرت کرے کہ مستغرق ہو جائے
اور دو ضربی میں دو ضرب ہیں یعنی ضرب اول لَا اِلٰہَ ضرب دوم اِلَّا اللّٰہُ اور بعد ہر سہ بار
یا پنج بار یا ہفت بار یا زیادہ محمد رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تاکہ ہر سہ رکن کلمہ طیبہ کے پورے

بیان اذکار

ذکر نفی و اثبات چہار ضربی

ہو جائیں اسی کو ذکر سہ رکنی کہتے ہیں **ف** لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ذکر ناسوتی ہے اور اِلَّا اللّٰہُ ذکر ملکوتی اور اَللّٰہُ اَلصَّمَدُ اَللّٰہُ اَحَدٌ حَیٌّ قَیُّوْمٌ ذکر جبروتی یعنی اسم ذات باصفات اور اللّٰہ اللّٰہ بغیر صفات ذکر لاہوتی اور اس ذکر میں ہمیشہ ملاحظہ ہفت صفات سلبیہ و ایجابیہ کا رکھے اور وہ صفات یہ ہیں لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَشْہُوْدِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَقْصُوْدِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَعْبُوْدِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَوْجُوْدِیْ اِلَّا اللّٰہُ اور اس راہ میں عروج و نزول بھی نہایت تاثیر رکھتا ہے۔ مثلاً نزول میں کہے اول بار لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ بار دوم لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ بار سوم لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ پھر عروج میں لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ پھر نزول میں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ یہ نوسم یکدم لیتا ہے تاکہ صفائی قلب حاصل ہو جب ایک ذکر سے دوسرے ذکر کیطرف انتقال کرے تو اول تین بار اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور بست و یکبار استغفار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اور یہ درود شریف بعد وطاق اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ پھر تین بار کلمہ طیبہ بالتسمیہ پڑھے اور پھر ذکر لا الٰہ الا اللہ میں بالملاحظات مذکورہ مشغول ہو جب تھک جائے تو تھوڑی دیر خاموش ہو کر متوجہ الی اللہ ہو۔ پھر ذکر الا اللہ کو اسقدر رکھے کہ تھک جائے۔ پھر خاموش ہو اور متواضع و متوجہ ہو کر بیٹھے۔ پھر دم لیکر ذکر اسم میں ایسا مشغول ہو کہ مستغرق ہو جائے۔ لیکن ہر ذکر میں صفات سلبیہ و ایجابیہ و شد و مد و صحت حروف کا ہمیشہ لحاظ رکھے اور نفی و اثبات سے اثبات زیادہ اور اثبات سے اسم ذات زیادہ کہے۔ اور بوقت اتمام درود و فاتحہ بارواح پیران عظام صاحب سلسلہ و جملہ خاندان اہل اللہ و دعا مزید ذوق و شوق طلب کرکے فارغ ہو۔

طریق ذکر نفی و اثبات

دو زانو بیٹھے اور دونوں ہاتھ اپنے دونوں زانو پر رکھے اور زبان کو تالو سے چسپان

کر کے حبسِ دم بحرکات ثلثہ و وقوف ثلثہ و خمسہ اسماءِ صفات اِس طور پر ذکر کرے کہ سر کو نیچے
لیجا کر لا کو ناف سے کھینچے اور لا کے ساتھ سر کو بلند مائل بکتف راست کرے
حتیٰ کہ کسرہ ہمزہ لَا اِ کو بسر کتف اور فتح ہائے اِلٰہ کو دماغ میں پہنچائے اور سر کو ذرا مائل
پشت کی طرف کرکے یہ خیال کرے کہ جمیع ماسوی اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے پھر ضرب
ضمہ ہائے اِلَّا اللہُ کو بزور تمام قلب پر لاے ۔ وقوف ثلثہ یہ ہیں ۔ وقوف عددی یعنی ذکر
بعدد طاق رکھے سہ بار یا پنج بار یا ہفت بار جبتک کہ دم وفا کرے حتیٰ کہ یک صد و یک
مرتبہ تک پہنچائے کہ محل نتیجہ ہے یعنی فنا وجود یہ بشریہ ۔ وقوف زمانی یعنی بوقت حبس و
کشایش دم و مابین نفسین آگاہ رہنا کہ غیر حق دل میں نہ آئے ۔ اور وقوف قلبی یعنے بوقتِ
نفی نفی غیر اللہ اور بوقت اثبات اثبات ذات حقیقی کرتا رہے اور اسماء صفات خمسہ یہ ہیں
لَا مَعْبُوْدَ ۔ لَا مَطْلُوْبَ لَا مَقْصُوْدَ ۔ لَا مَحْبُوْبَ ۔ لَا مَوْجُوْدَ یعنی بوقت نفی ان اسماء میں
سے ایک اسم کو دل میں تصور کرے مبتدی لَا مَعْبُوْدَ یا لَا مَطْلُوْبَ و متوسط لَا مَقْصُوْدَ یا لَا مَحْبُوْبَ
و منتہی لَا مَوْجُوْدَ ایضاً نفی و اثبات ذکر دو حلقی کہ مراد دو کون سے ہے یعنی دنیا و آخرت
چاہیئے کہ دل سے لَا اِلٰہَ کو نکالے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کرے بعد بلند ہونے کے
سر کو دو حلقہ دے ۔ اول میں تصور دنیا ۔ دوسرے میں آخرت مراد رکھے اور سر کو پس پشت
مائل کرے اور اس میں یہ خیال ہو کہ محبت ہر دو جہان کو قلب سے نکالکر پس پشت ڈال دیا
پھر اِلَّا اللہُ کی ضرب بتصور ثبوت محبوب و موجود حقیقی دل میں لگائے اور اُس وقت یہ بھی
خیال رکھے کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور میں خدا کو ۔ اور نفی میں اسماء خمسہ کا بھی خیال رکھے ۔

نفی و اثبات

ایضاً نفی و اثبات بموجب لطائف قلب

نفی و اثبات بموجب لطائف قلب

کما قال اِنَّ فِیْ جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً وَ فِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَ فِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَ فِی الْفُؤَادِ
رُوْحٌ وَ فِی الرُّوْحِ سِرٌّ وَ فِی السِّرِّ نُوْرٌ وَ فِی النُّوْرِ اَنَا اسی طرح ذکر نفی و اثبات کے بھی
سات درجے ہیں اول ذکر زبانی ناسوتی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اِس میں ایسا مشغول
ہو کہ بجز ذکر کچھ باقی نہ رہے جب سالک یہاں سے ترقی کرکے نفس میں پہنچے وہاں ذکر لا اِلٰہ
الا اللہ یا فنا ہے چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا ہے ایسا مشغول ہو کہ لا اِلٰہ نفی ہو جائے اور بجز

اثبات کے کچھ نہ رہے نفس سے ترقی کر کے مقام دل میں پہنچتا ہی اور ذکر دل اِلَّا اللّٰہ ہے بتصور دل اپنی ذات وصفات کو ذات وصفات حق سے ربط دیکر اس ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ استثنا یعنی اِلَّا بھی نفی ہو جائے بجز اللّٰہ کے کچھ باقی نہ رہے جب سالک کو یہ مقام ملا تو خطرۂ ملکوتی سے نکل کر مرتبۂ دل کو طے کر کے مرتبہ روح میں پہنچا ہے اور ذکر روحی اسم ذات یعنی اَللّٰہ ہے اور یہ اسم ذات جامع جمیع صفات ہے یعنی اَللّٰہ میں جو حرف الف لام ہے یہ اشارہ ہے طرف افعال واسماء صفات کے اور حرف ہا جو اللّٰہ میں ہے یہ اشارہ ہے طرف ذات کے پس سالک اس ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ الف لام جو اسم اَللّٰہ میں ہی وہ بھی نفی ہو جائے بجز ھُو کے کچھ باقی نہ رہے یہاں ذاکر خود ذکر ہو جاتا ہی اور مرتبۂ روح سے ترقی کر کے مرتبہ سر میں پہنچ گیا ہی اور اس مقام میں ذکر ہو میں ایسا مشغول ہو کہ خود مذکور ہو جائے فنا در فنا ہی مقام ہی وَبِی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ کا ظہور یہیں ہوتا ہی سالک خود یہاں نور بلکہ نُورٌ عَلٰی نور ہو جاتا ہی آگے جو کچھ ہوتا ہے یارائے بیان نہیں۔ جو دیکھتا ہے وہی جانتا ہے ✦ **دیگر ذکر نشست مربعہ**

رو بقبلہ نر انگشت پائے راست سے رگ کیماس کو کہ زیر زانوئے چپ ہی خوب مضبوط پکڑے اور ہر دو ہاتھ اپنے زانو پر رکھے اور پشت راست کر کے ذکر نفی واثبات شروع کرے بوقت نفی ہر دو ہاتھ کی دو انگلیوں کو بایں خیال اٹھائے کہ غیر اللّٰہ سے ہاتھ اٹھایا اور بوقت اثبات بخیال ثبوت ہستی مطلوب حقیقی انگلیوں کو ران پر رکھے اور اس طرح پر ذکر شروع کرے کہ سر کو زانوئے چپ پر لیجائے بحدیکہ پیشانی قریب زانوئے چپ پہنچ جائے اور وہاں کلمہ لَا اِلٰہَ کو آغاز کرے اور سر کو زانوئے راست پر لا کر وہ تمام کتف راست پر پہنچائے اور دم کو اسقدر دراز کرے کہ ضربات ثلثہ یکدم میں آئیں یعنی بتصور نفی خطرات شیطانی زانوئے چپ پر اور نفی خطرات نفسانی زانوئے راست پر اور نفی خطرات ملکی کتف راست پر کرتا ہوا سر و پشت و کمر برابر کر کے سر کو اس خیال سے پس پشت قدرے کج کرے کہ تمام خطرات ماسوی اللّٰہ کو میں نے پس پشت ڈالدیا اور وہاں سے بزور و قوت تمام ضرب کلمہ اِلَّا اللّٰہ کی دل پر لگائے اور تصور کرے کہ عشق اور نور الٰہی کو دل میں لایا ہوں حالت نفی میں آنکھوں کو بند رکھے اور حالت اثبات میں کشادہ لیکن مبتدی کلمہ نفی میں لَا مَعْبُوْدَ

اور متوسط لَا مَقْصُوْدَ یا لَا مَطْلُوْبَ اور منتہی لَا مَوْجُوْدَ خیال کرے اور کلمۂ اثبات میں
تصورِ نورِ الٰہی و ہمہ اوست کرتا رہے اور دہم بار مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے اِسی طرح
دو صد بار کہے پھر تھوڑی دیر مراقب ہو کر یہ تصور کرے کہ عرش سے نور الٰہی میرے دل
میں آتا ہے اور پھر ذکر میں مشغول ہو اور یوں بھی ہے کہ لَا کو دل سے نکالے اور اِلٰہ
کو کتف راست پر لائے اور سر کو مائل پشت کر کے یہ تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل سے نکال کر
پس پشت میں نے ڈال دیا اور ضرب اِلَّا اللّٰہُ کی بزور قوت با ملاحظات مذکورہ بالا دل
پر لگائے لَا مَعْبُوْدَ ملاحظۂ شریعت و لَا مَقْصُوْدَ یا لَا مَطْلُوْبَ ملاحظۂ طریقت و لَا
مَوْجُوْدَ ملاحظۂ حقیقت ہمہ اوست ملاحظۂ معرفت ہے یہ بھی یاد رکھو کہ خطرہ شیطانی خطرہ
معصیت ہے اور خطرہ نفسانی خطرہ تنعم لذات و شہوات ہے اور خطرہ ملکی خطرہ عبادت و طاعت
ہے اور خطرہ رحمانی خطرہ درد محبت و عرفان حق جلشانہ ہے اور عرفان ہمیشہ مشاہدہ حق میں
رہتا ہے ❊

دیگر ذکر آورد و برد

اِس کو ذکر فنا و بقا و ذکر جبروتی و ذکر لاہوتی بھی کہتے ہیں اور یہ دو طریقہ پر ہے ایک ترکیب
تو یہ ہے کہ اول رو بقبلہ مربع نشست رگِ کیماس پائے چپ کو انگشت پائے راست
سے مضبوط پکڑے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں زانو پر رکھے اور مقعد کو اِس طرح اوپر کھینچے
کہ ہر دو سرین ایک ہو جائیں اور شکم کو پشت سے ملادے اور سر و سینہ و کمر کو برابر کر کے جانب
کتفِ راست شونہ پھیر کر ھا کہے اور جانب کتفِ چپ ھُوْ اور سر نگوں کر کے دل پر ھی کی ضرب
لگائے اِسی طرح پیاپے مشغول ہو دوسری ترکیب یہ ہے کہ ھا کی ضرب ناف میں اور ھُوْ
کی ضرب دماغ میں اور ھی کی ضرب دِل پر لگاتے ہیں۔ جناب قبلہ سید محمد غوث علی شاہ
صاحب قلندر قادری قدس اللہ سرہ العزیز ہر دو طرح ارشاد فرمایا کرتے تھے اور اس
تصور سے ذکر کرے لاتعین کو ھای ھُوِیت کہتے ہیں۔ اول حرف ہ حرف بسیط ہے
بغیر حرکت پڑھنا دشوار۔ لہٰذا باشباع حرکت فتح بحرف ہ رجوع کیا۔ الف پیدا ہوا۔ الف
عبارت احد سے ہے بمرتبۂ احدیت اسم اعظم ھا پر مد بصورت تعین و تقید احدیت کا اس کلمے

ذکر آورد و برد

نام ہوا۔ ایک مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر اس حرف نے دوسری حرکت طلب کی فتح سے ضمہ کی طرف مائل ہو کر منضم بہ واؤ ہو اور واؤ سے یہ مراد ہے کہ وہ موجود ہے ششش مراتب کہ اشارہ بطرف مراتب واجب الوجود کے ہے اسکو ہو کہتے ہیں اور وہ ششش مراتب یہ ہیں عِلم[۱]۔ نُور[۲]۔ وُجود[۳]۔ شہود[۴]۔ رُوح[۵]۔ مثال[۶]۔ کہ واجب الوجود نے ان مراتب کیساتھ تعین پایا ہے۔ پھر وہ حرف ہ مخفف بصورت ھی منتقل مبدل ہوا مرکب بیا فتح و ضم سے مع شبات صورت پکڑی حرف یا سے کہ جامع کون و مکان ہے مراد عقول عشرہ سے ہے۔ پس ذکر کے وقت کلمۂ ھا میں مرتبہ احد تصور کرے اور ھُو کہنے میں واجب الوجود کو ششش مراتب مذکورہ ثابت کرے اور کلمۂ ھِی صورت مثال کہ غیب شہادت ایک بند میں پیوند ہیں اثبات کرے اور تمام کرہ عرش کو ایک حیوان ذی حیات تصور کرے حضرت غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز نے کلمۂ لا الٰہ سے ھا اور الا اللہ سے ھُو اور محمد رسول اللہ سے ھِی اختصار کیا ہے اور اس ھِی کو ساتھ حی کے مبدل فرمایا کہ حقیقت ابو الارواح کو ابو الاجساد مرتبہ جامع میں بتصور حی ثابت کرے جب تعین و تقید سے باہر آئیگا تو کرہ عرش بصورت ایک حیوان ظاہر ہو کے بہ لسان انسان حَیّ کہے گا اسوقت اس ذکر کے ثمرات و فوائد بیحد و حصر ظہور میں آئیں گے ✤

دیگر ذکر مکاشفہ

جلسہ مربع زانو چپ سے یا ھُو کہتے ہوئے سر کی گردش زانوئے راست اور کتف راست زانوئے چپ تک پہنچائے پھر اسی طرح یا مَن ھُو کی گردش زانوے چپ سے زانوئے راست تک پہنچائے پھر یہاں سے یا مَن لا اِلٰہ کی گردش بالملاحظہ وواسطہ زانوئے چپ سے بنفی ہر سہ خطرات کتف راست پر تمام کرکے اِلّا کو دماغ میں لیجا کر تین ضرب ھُو کی دل پر لگائے ذکر بارہ تسبیح۔ باشرائط مذکورہ بالا دو تسبیح نفی و اثبات اور چار تسبیح اثبات اور چھ تسبیح اسم ذات ہمیشہ بالملاحظہ و واسطہ پڑھتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں منور بنور حق ہوگا ✤

دیگر ذکر کڑکا حیدری۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ جناب قبلہ و کعبہ سید محمد غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ یہ ذکر ہمارا خاندانی آبائی و اجدادی ہے ترکیب اسکی یہ ہے کہ دوزانو بیٹھ کر اپنے دونو ہاتھ کو اپنے دونو زانو پر رکھے او ضرب اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی دہنی طرف اور پھر ضرب اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی بائیں طرف لگا کر لَا کو ناف سے نکالے اور ثلاثہ ضربات زانوئے چپ و راست و بالائے دوش راست پر لا کر اِلٰہَ کی ضرب دماغ میں اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب قلب پر بالملاحظہ و واسطہ لگائے او ضرب وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کی دہنے دوش پر اور ضرب اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی بائیں دوش پر لگا کر ضرب وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کی دماغ میں لگائے اِس طرح بار بار کرتا رہے تاکہ بیخودی طاری ہو ؀

ذکر حدادی

دیگر ذکر حدادی۔ بائیں طرف بالملاحظہ و واسطہ لَا اِلٰہَ بنفی ہر سہ خطرہ شروع کرے اور ہر دو زانو پر کھڑا ہو جائے اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب بقوت تمام دل پر بیٹھتے وقت لگائے اور ہر دو ہاتھ کا اشارہ بھی جیسے لوہار لوہے پر ہتوڑے کو مارتا ہے کرے کثرت و مداومت ضرور ہے فائدہ بے شمار ؀

ذکر آیۃ الکرسی

دیگر ذکر آیۃ الکرسی اَللّٰہُ کی ضرب دل پر لگا کر نفی ہر سہ خطرات بالملاحظہ و واسطہ لَا اِلٰہَ میں سر کو بائیں طرف سے دہنی طرف کو گردش دیکر اِلَّا کو دماغ میں لیجائے او ثبوت ذات پاک ھُو کی ضرب دل پر لگائے اور اَلْحَیُّ کی ضرب دہنی طرف اور اَلْقَیُّوْمُ کی ضرب بائیں طرف لگائے اسیطرح ہر روز ہزار بار تکرار کرتا رہے چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ انکشاف ملکوتی شروع ہو جائیگا۔

ذکر پاس انفاس

ذکر پاس انفاس لَا اِلٰہَ کو بزور اوپر کے سانس کے ساتھ کھینچ کر مغز میں لیجائے جب تنگی نفس ہو تو اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ دم کو آہستہ چھوڑے کہ معلوم نہو برعایت ملاحظہ و واسطہ اور نظر ناف پر رکھے اِسی طرح مدام دہن بستہ پاس انفاس میں مشغول رہے آہستہ دم چھوڑنے کو آگاہی کہتے ہیں جب دم بالا و زیریں یا دم حیات جمع ہو کر ایک ذات ہو جاتا ہے تو اسکو مجمع البحرین کہتے ہیں یہ مقام آبِ حیات ہے اُس وقت کا روح ہو جاتا ہے عالم طیر و سیر پیش آتا ہے او علم لدنی وَ عَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا رونما ہوتا ہے عمر کی درازی او خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے اور صاحب تجرید و تفرید و صاحب تصرف روزگار ہوتا ہے لیکن اس میں ترک جماع شرط ہے

بغیر اسکے ممکن نہیں ہیہ ذکر پاس انفاس مذکورہ شرف عظیم و برکت ہائے عمیم رکھتا ہے فقیر عارفان خدا کا ہے۔

ذکر فنا و بقا

اور یہ آٹھ قسم کا ہے اول زانوے راست کو استادہ اور زانوے چپ کو فرش کرکے ایک ضرب کلمہ اِلَّا اللّٰہ کی زانوئے استادہ پر اور دوم ضرب دل پر لگائے۔ دمادم اسیطرح کرتا رہے لیکن نفی کو منہوم رکھے دوم ہر دو زانو ہستادہ کرے اور نیم خیز ہوکر حالت ضرب میں سینہ کو پیش کرکے ضرب لگائے اور ضرب دوسری دل پر طریق سوم کھڑے ہوکر سیدھے پانو کو تھوڑا آگے کرکے رکھے اور حالت رکوع میں اول ضرب زمین پر اور دوسری ضرب کھڑے ہوکر دل پر لگائے طریق چہارم چار مصحف ہر چہار طرف اور ایک اپنے سامنے کھولکر رکھے اور وائیں طرف کے مصحف پر ضرب یا حیُّ اور بائیں طرف یا قیُّومُ سوم پر یا سمیعُ چہارم پر یا علیمُ کی ضرب لگائے اور ضرب اِلَّا اللّٰہ کی اول پیش مصحف پر اور ضرب ثانی دل پر لگائے۔ طریق پنجم مشعل آتش سامنے رکھے اول ضرب آتش پر اور ضرب ثانی دل پر لگائے۔ اسمیں انکشاف بہت سے کسی نہ طریق ششم۔ سیدھا لیٹے اور ضرب اول دہنی طرف اور ضرب ثانی دل پر لگائے طریق ہفتم ہر پنج انگشت دست راست کشادہ کرکے پیشانی پر رکھے اور ضرب لگائے پھر کف راست پر رکھکر ضرب لگائے پھر کف چپ پر رکھکر ضرب لگائے پھر دل پر رکھ کے اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگائے طریق ہشتم تصور فنائے خود و بقائے ذات حق قدم آگے بڑھاکر ضرب لگائے اور پھر قدم ہٹاکر دل میں ضرب لگائے۔

دیگر ذکر کشف روح مبارک آنحضرت صلعم

بعد نماز عشا آنحضرت صلعم کی صورت مثالیہ کا تصور کرکے اول درود شریف پڑھے پھر اس طرح ذکر میں مشغول ہو کہ دہنی طرف یا احمدُ بائیں طرف یا محمد اور دل پر یا رسُول اللّٰہ کی ضرب لگائے۔ گیارہ سو گیارہ مرتبہ اور بصورت محمہ قبلہ رُخ سو جائے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوگا۔

دیگر ذکر برائے کشف ملائکہ وہر روحے کہ باشد

اول بست و یکبار ضرب یَارَبُّ و یَارُوْحَ الْاَرْوَاحِ دل پر لگائے پھر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر دس بار یَارُوْحُ یَارُوْحُ کہے پھر اس طرح ذکر میں مشغول ہو کہ طرف راست سُبُّوْحٌ و طرف چپ قُدُّوْسٌ و بطرف آسمان رَبَّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ اور دل میں وَالرُّوْحُ کی ضرب لگائے۔ اِس طرح گیارہ سو گیارہ بار تا حصول مراد ہر روز بعد نماز عشا پڑھتا رہے ؎

دیگر ذکر کشف قبور

قبر کے پاس بیٹھ کر اول فاتحہ پڑھ کر بروح میت بخشے اور بطرف قلب خود متوجہ ہو کر کہے اِنْکَشِفْ لِیْ یَانُوْرُ پھر دل پر اسی کی ضرب لگائے پھر قبر پر عَنْ حَالِہٖ کی ضرب لگائے اسی طرح گیارہ سو گیارہ دفعہ ضرب لگا کر اپنے قلب کیطرف متوجہ ہوجائے

دیگر ذکر برائے کشف دقایق آیندہ وحصول امور مشکلہ

بعد نماز مغرب یا تہجد بہ راستا یَا حَیُّ و چپا یَا قَیُّوْمُ و بطرف آسمان یَا وَھَّابُ اور دل میں یَا اَللّٰہُ کی ضرب لگائے اسی طرح گیارہ سو گیارہ مرتبہ تا حصول مراد کہتا رہے ؎

ایضاً برائے کشف آیندہ۔ بعد وضو کو رد ہنی طرف یَا اَحَدُ بائیں طرف یَا صَمَدُ پھر بکتف راست یَا حَیُّ اور دل میں یَا قَیُّوْمُ کی ضرب لگائے تا حصول مدعا۔ اور یاد رکھو اوراد و اذکار و اشغال و مراقبات۔ خاندان قادریہ محبوبیہ غوثیہ جو اس خاندان ذی شان میں مروج و معمول ہیں وہ پانچ خمسہ ہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے موقع پر تحریر کرونگا یہاں) اول خمسہ اوراد و اذکار کا لکھتا ہوں ؎

اول خمسہ اوراد قادریہ غوثیہ جو بعد نماز صبح پڑھتے ہیں

(۱) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ایک سو گیارہ بار

یا تین سو ساٹھ بار پڑھے لیکن جب یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ کہے تو اپنا مونہ آسمان کیطرف اٹھائے اور جب اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کہے تو منہ سینہ و قلب کی طرف لائے مگر ضرب نہ لگائے پس جب اس ورد کی تعداد پوری کر چکے تو آخر میں فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ گیارہ بار پڑھ لیا کرے

(۲) بعد نماز ظہر یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ایکسو گیارہ یا تین سو ساٹھ بار

(۳) بعد نماز عصر فَسَہِّلْ یَا اِلٰھِیْ کُلَّ صَعْبٍ + بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ سَہِّلْ + ایک سو گیارہ بار یا تین سو ساٹھ بار اور حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ایک سو گیارہ بار یا تین سو ساٹھ بار *

(۴) بعد نماز مغرب دس مرتبہ یہ اعتصام پڑھے اَللّٰہُ الصَّمَدُ یٰ مَنْ عِبَادُکَ مَدَدِیْ وَعَلَیْکَ مُعْتَمَدِیْ پھر یہ درود پڑھے نَادِ عَلِیًّا مَظْھَرَ الْعَجَائِبِ + تَجِدْہُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ + لِیْ اِلَی اللّٰہِ حَاجَۃٌ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ + بِنُبُوَّتِکَ یَا مُحَمَّدُ وَبِوِلَایَتِکَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ مگر اس کو دس سے زیادہ نہ پڑھے اور پھر اس عتصام کو یَا اَبَا الْغَیْثِ اَغِثْنِیْ وَیَا عَلِیُّ اَدْرِکْنِیْ بِمُحَمَّدٍ وَعِتْرَتِہِ الطَّاھِرِیْنَ دس مرتبہ پڑھے پھر اس آیت کو رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ایکسو گیارہ بار پڑھے

(۵) بعد نماز عشا یا شیخ عَبْدُ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ ایک سو گیارہ بار یا تین سو ساٹھ بار پڑھکر اس آیت کو وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ایکسو گیارہ بار پڑھے اور ہر ورد کے اول و آخر ایک سو گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اور جب طالب صادق اوراد کی محنت کا عادی ہوجاتا ہے تو پھر اسکو خمسہ اذکار کی تعلیم دیتے ہیں۔ مثلاً صبح کی نماز کے بعد ذکر نفی و اثبات بموجب لطائف قلب اور نماز ظہر کے بعد ذکر ارہ نفی و اثبات اور نماز عصر کے بعد ذکر پاس انفاس نفی و اثبات اور نماز مغرب کے بعد ذکر مکاشفہ اور بعد نماز عشا ذکر تکبیر مجاہدین یعنے کڑکا جہری اسکے بعد پھر یہ خمسہ تعلیم ہوتا ہے *

ذکر سہ پایہ۔ دورۂ قادری۔ ذکر روح۔ ذکر پاس انفاس اسم ذات۔ ذکر ارہ اسم

ذات۔ ذکر آورد و برد۔ جو مخصوص حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھا۔ اسکے علاوہ اور ہر قسم کے اذکار کی بھی تعلیم ہوتی ہے؀

بیان ذکر اسم ذات قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ اَللّٰہُ۔ وَلَہٗ سے ماخوذ ہے واو الف سے بدل گیا اللہ ہوا اللہ کے معنی ہیں جاذب وجذب کنندہ عالم و اشیا کل عالم۔ اور جملہ عقول کو اپنی حقیقت سے حیرت میں ڈالنے والا۔؀

ذکر اسم ذات ہفت ضربی تک کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک ضربی قبلہ رخ ہوکر مونہ دہنی طرف پھراکے اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ دو ضربی روح اور دل پر ضرب لگائے۔ سہ ضربی چپ و راست سوم دل پر ضرب لگائے۔ چہار ضربی راست و چپ و پیش چہارم دل پر ضرب لگائے پنج ضربی راست و چپ و پیش و پس پنجم دل پر ضرب لگائے۔ شش ضربی۔ راست چپ پیش و پس فوق ششم دل پر ضرب لگائے۔ ہفت ضربی۔ راست و چپ پیش و پس تحت و فوق ہفتم دل پر ضرب لگائے۔ اسی طرح بار بار کرتا رہے۔ اور اگر بغیر ضربات کے زبانی ذکر کرے تو ہر روز ایک لاکھ پچیس ہزار بار پڑھتا رہے تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ **ذکر قلندری** دہنی طرف سے کلمہ اللہ کو شروع کرے اور ھُو کی ضرب دل پر لگائے۔ ابتدا میں آہستہ آہستہ پھر جوں جوں جوش آتا جائے آواز کو بلند کرتا جائے پھر ذکر خفی بحبس دم کرے یعنی ھُوَ اللّٰہُ کو ناف سے کھینچکر ام الدماغ تک لیجا کر حبس دم کرے اور ھُوَ اللّٰہُ کی جنبش ناف میں دے۔ جب تنگی نفس ہوجائے تو بلفظ اللہ ھُو دم کو چھوڑے اسی طرح بار بار کرے اس میں بہت کچھ اثر ہے جو کرے گا دیکھے گا۔ طیر و سیر و ساز سب کچھ اپنے جسم میں پائیگا؀

ذکر قلبی اسم ذات اگر چالیس روز ہر روز و شب دل سے اسم ذات کا ذکر کرے چالیس روز میں انکشاف عالم ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت و ہاہوت اور ایک ایسی حالت پیدا ہوگی کہ بیان نہیں ہوسکتا غرض بجز ذات بحت کے اسکو کچھ نظر نہیں آئیگا؀

دیگر ذکر ارّہ جلسہ مربع۔ رو بقبلہ آنکھیں بند کرکے زبان تالو سے لگاکر اسم ذات ناف سے بشدت تمام بدم و ارّہ گوں کھینچکر کتف راست پر لائے اور ھُو کی ضرب بقوت تمام

دل پر لگائے جیسے ارّہ کش چوب پر ارّہ کو کھینچتا ہے۔ اسی طرح دمادم نفس کو بزور آواز سخت بالملاحظہ صفات امہات دو واسطہ جاری رکھے اور یہ تصور کرے کہ میرے قلب پر ارّہ چلتا ہے اور بجائے بُرادہ کے دل سے ذرّات نُور صاف ہمراہ ھُو کے گرتے ہیں اور اُن سے تمام جسم میرا منور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح ذکر ارّہ نفی و اثبات میں بھی کیا جاتا ہے چنانچہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔

دیگر ذکر اسم ذات یک ضربی اَللّٰہُ کہتے ہوئے مونہ داہنی طرف کتف کے بلند کر کے ھُو کی ضرب دل پر ایسے زور سے لگائے کہ پہلوئے چپ خم ہو جائے اور اسم ذات کو ایک اسم اسماء صفات امہات سبع سے متصف کرے اور دمادم اُسکو کرتا رہے یہانتک کہ بیخودی طاری ہو۔

دیگر ذکر روح۔ ھُوَالاَوَّلُ پہلوئے راست ھُوَالاٰخِرُ پہلوئے چپ ھُوَالظَّاھِرُ درمیان دو زانو ھُوَالبَاطِنُ کی ضرب دل پر مارے۔ بار بار اسی طرح کرتا رہے۔

دیگر ذکر پاس انفاس اسم ذات جب سانس نیچے جائے اللّٰہ کہے اور ھُو کے ساتھ باہر آوے اور ہمیشہ خیال دل پر رکھے اور دلکو معمور نور سے دیکھے چند روز میں انوار ذاتی سے مشرف ہوگا۔ لیکن ہر وقت یہی تصوّر رکھے۔

دیگر ذکر سہ پایہ دورہ قادریہ۔ جلسہ دو زانو رو بقبلہ۔ آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگائے اور حبس دم کر کے بملاحظہ نور خط نورانی دل سے اِس طرح ذکر کرے کہ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کو ناف سے وسط سینہ میں لائے کہ مقام لطیفہ سر ہے پھر سینہ سے اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کہتا ہوا اُم الدماغ تک لیجائے اور وہاں سے اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کو عرش تک پہنچاوے پھر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ عرش سے اُم الدماغ میں اور دماغ سے اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کو سینہ میں اور سینہ سے اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کو ناف میں لائے یہ ایک دورہ ہوا۔ اِسی طرح بار بار عروج و نزول کرتا رہے اسکے ثمرات قلم میں نہیں آسکتے اب آگے کچھ اور بیان کروں گا۔

ایضاً ذکر سہ پایہ دورہ قادریہ ذکر سہ پایہ کے تین رکن ہیں اسم ذات کو مقام حدیث نفس میں اور ملاحظہ صفات امہات کو محل خطرہ میں اور نظر دل اسکے مرکز میں قائم کرے

اس واسطہ اسکا نام سہ پایہ ہے۔ جب اسمار صفات کو اسم ذات سے ملاتے ہیں
تو اصطلاح صوفیہ کرام میں ملاحظہ اور ارادہ کہتے ہیں اور اس منظور کو تصور و واسطہ و رابطہ
و برزخ کہتے ہیں۔ پس اس ذکر میں آٹھ شرطیں ہیں۔ چار داخلی یعنی شار و مد تحت و فوق
بغیر انکے ذکر ہی نہیں ہوتا۔ پنجم محاربہ ششم مراقبہ یہ دو شرطیں متداخلی ہیں اور متداخل
محاربہ شدہ میں ہے اور مداخل مراقبہ ملاحظہ ہیں ہفتم محاسبہ ہشتم مواعظہ یہ دو شرطیں
خارجی ہیں۔ ؎

برزخ و ذات و صفات و شار و مد و تحت و فوق	
	می نماید طالباں را کُل نفس ذوق و شوق

یاد رکھو کہ برزخ یعنے واسطہ و رابطہ تین قسم پر ہے۔ اول صورت مرشد کہ بوقت ذکر
نظر دل بجمال مرشد منور رہے کہ صورت مرشد جمال الٰہی ہے۔ یا اپنی صورت کو آئینہ میں
دیکھ کر نظر دل کی اپنی صورت پر قائم کرے یا نقش اسم اللہ کو برنگ طلائی تصور کرکے
نظر دل کی اس پر رکھے کیونکہ بغیر واسطہ کے اثر کم ہوتا ہے۔ اول متعدی۔ دوم لازمی سوم
متوسط ہے ذات مراد اسم ذات سے ہے کہ اسکے معنے دل میں موجود رکھے یعنی جذب کنندہ
جمیع عوالم اور صفات عبارت اسمار ائمہ سے ہے یعنی سَمِیْعٌ۔ بَصِیْرٌ۔ عَلِیْمٌ۔ احوال و اقوال
و افعال بلحاظ معانی شنونده۔ بیننده۔ داننده یعنی تمھارے اقوال و افعال و احوال
کو خوب سنتا۔ دیکھتا۔ جانتا ہے۔ اور شد مراد بر آوردن ہمزہ اسم ذات بسختی جانب
فوق۔ اور مد۔ عبارت کشیدن الف اسم ذات۔ جو لام کے آگے اسکے کھینچنے سے
پیدا ہوتا ہے اور تحت مراد ہے سر کو ناف کی طرف لیجانا۔ اور فوق برداشتن سر بطرف
ام الدماغ۔ محاربہ۔ اور یہ دو قسم ہے ایک صغیر دوسرا کبیر۔ محاربہ صغیر یہ ہے کہ دہن بستہ
بیک دم اسم ذات کو با ملاحظہ و واسطہ و شار و مد و تحت و فوق چالیس دفعہ کہہ سکے اور
چالیس سے زیادہ نسو تک محاربہ کبیر ہے اور جب ایک سو سے دو سو تک باشرائط
مذکورہ بڑھ جائے تو مقام محویت و استغراق ہے۔ پھر سلطان الاذکار ظہور کرتا ہے
ترکیب اسکی یہ ہے کہ مربع نشست میں دم کو ناف سے کھینچکر ام الدماغ میں حبس کرکے

بتصورِ بِی یَسْمَعُ۔ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کی ضرب دماغ میں اور بتصورِ بِی یُبْصِرُ اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کی ضرب دل میں اور بتصورِ بِی یَنْطِقُ۔ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کی ضرب ناف میں لگائے پھر دماغ میں۔ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ دل پر اَللّٰہُ بَصِیْرٌ اور ناف میں اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کی ضرب لگائے۔ اسطرح عروج ونزول کرتا رہے اور معانی اسماء صفات دل میں رکھے تاکہ مفہوم ملاحظہ بخوبی حاصل ہو اور خیال ملاحظہ میں رکھے تاکہ خطرہ مسدود ہو اور نظر دل میں دم وسطہ پر رہے تاکہ فنا فی اللہ میسر آئے اور ذاکر و مذکور کچھ باقی نہ رہے ان اذکار میں عین حال و نماسخ نہیں ایات قرب نوافل و تم قرب نہ یعنی سہو عین وبت اللہ پوشیدہ نہ رہے کہ جب طالب صادق اذکار جہریہ وخفیہ وسریہ سے بفضلہ تعالیٰ ترقی کرتا ہے تو ذکر روحی ومشاہدہ میں پہنچتا ہے یہاں غلبہ انوار ہیبت وجلال الٰہی سے بیہوش ہو جاتا ہے۔ اور جب ہوش میں آتا ہے تو اپنے آپ کو حقیر وعاجز دیکھتا ہے۔ پھر ترقی کرتا ہے اور انوار وجمال الٰہی میں مستغرق وحواس خمسہ سالک معطل وبے کار ہو جاتے ہیں۔ اور تجلی طالب کے دل میں قرار پکڑتی ہے۔ پھر دید وشنید وعلم وفعل وارادہ وکلام وغیرہ سالک کا عین خدا کا ہوتا ہے۔ اس مقام میں خدا آلہ اور سالک اس کا فاعل ہے اور جمیع اشیاء میں دیدۂ باطن سے ہستی حق کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مرتبہ کو قرب نوافل ومقام مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور اسکی نہایت نہیں۔ اس مرتبہ میں سالک کی نظر معرفت صنع سے صانع کی طرف جاتی ہے۔ اس مرتبہ کمالیت میں طالب کو سالک مجذوب کہتے ہیں مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ اس مرتبہ سے پھر ترقی کرتا ہے اور ظہور تجلی الٰہی بصورت اجسام سالک کے دل پر ہوتی ہے۔ اس مرتبہ میں نظر معرفت سالک صانع سے صنعت کی طرف ہوتی ہے اور تجلی ذاتی عاشق کے دل پر ظہور کرتی ہے۔ اس تجلی میں نور الٰہی کو بے مثل و مانند دیکھتا ہے اور ہستی حق کو حجاب کثرت اشیاء میں مشاہدہ کرتا ہے اور جو کچھ صفات وافعال از خود یا دیگر موجودات سے دیکھتا ہے بہ یقین کامل جانتا ہے کہ یہ صفات وافعال خدا تعالےٰ کے ہیں۔ اس مقام کا نام قرب فرائض ہے اور جو اس مرتبہ کمالیت کو پہنچتا ہے اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ تمام اشیاء میں ہستی ذات حق کو جلوہ گر دیکھتا ہے مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ یہ مقام بھی لانہایت ہے۔

جب طالب اس سے بھی ترقی کرتا ہے تو تجلی ذاتی بجمیع صفات ظہور پکڑتی ہے اور فنا در فنا حاصل کرتا ہے اور مرتبہ سوم میں بجز صانع کے کچھ باقی نہیں رہتا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ پھر بذاتِ حق بقا حاصل کر کے بچشم روح کہ نور ذاتی ہے۔ ذاتِ حق کو بے پردہ معائنہ کرتا ہے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ دل کی دو آنکھیں ہیں ایک اوپر دوسری نیچے۔ چشم بالائی کشادہ ہے اور وہ جسم سے متعلق ہے اور چشم پائیں جو مسدود ہے اس کا روح سے علاقہ ہے۔ جب سالک ذکر جہر میں بکوشش تمام بامر و شارِ تحت و فوق مشغول ہوتا ہے تو بعد چندے چشم بالائی بند ہونی شروع ہوتی ہے اور چشم زیریں بذکر خفی حبس دم سے مفتوح ہونے لگتی ہے خاندانِ قادریہ و چشتیہ میں رضوان اللہ علیہم اجمعین حبس دم اصل الاصول اور شرط اعظم ہے کہ بغیر حبسِ دم کے چشم روح کشادہ نہیں ہوتی لہٰذا ہر طالبِ صادق کو لازم ہے کہ ذکر جہر و خفی میں حبس دم کی کوشش بلیغ کرے۔ تا کہ چشم دل عالم ہیں مسدود ہو اور چشم روح ذات بیں کشادہ۔ کیونکہ بغیر کشادگی چشم روح کے انوار ذاتی کا حصول محال ہے ٭

فصل سوم۔ دربیان ذکر صلوٰۃ دائمی

اذکار الٰہی میں سے ایک ذکر کا نام صلوٰۃ دائمی ہے اور وہ ذکر باسم ذات کیا جاتا ہے اصطلاح صوفیہ کرام میں ذکر بمعنے یاد الٰہی، صلوٰۃ بمعنی نماز۔ دائمی بمعنے ہمیشہ۔ یعنی ذاکر بذکر اسم ذات ہمیشہ اور ہر وقت نماز میں ہے۔ نماز دو قسم ہے ایک تو یہ کہ جس میں تعین وقت و رکوع و سجود وغیرہ کی شرط ہے جیسے نماز پنجگانہ وغیرہ۔ پس اگر اس نماز پنجگانہ وغیرہ کے نمازی نے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کو دل میں قائم کر کے نماز ادا کی ہے یعنی بمشاہدہ یا بمراقبہ تو بیشک یہ نماز مقبول و موجب فلاح دارین ہے اور جسکی نماز اس شان و شوکت کی نہیں تو بقول شخصے مجرا بربادِ گناہ لازم۔ خالی از علت نہیں۔ دوسری قسم نماز کی یہ ہے کہ جس میں تعین وقت و رکوع و سجود وغیرہ کی شرط نہیں ہے اس نماز کا نمازی بلا تعین وقت و بغیر رکوع و سجود ہر وقت اپنی نماز میں مشغول رہتا ہے۔ اس کو

ذکر صلوٰۃ دائمی

ذکر اللہ دوامی کہتے ہیں اور اسی کا نام نامی صلوٰۃ دائمی ہے جسکی تشریح عنقریب بیان کی جائیگی۔ یہ نماز جمیع عبادات سے افضل و بہتر شمار کی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ[1] یعنے تحقیق نماز بے حیائی و بدکرداری سے روکتی ہے اور البتہ ذکر الٰہی سب سے افضل ہے (یعنے جو نماز کہ بنظر مشاہدہ یعنی کَاَنَّكَ تَرَاهُ یا بطور مراقبہ یعنی فَاِنَّهٗ یَرَاكَ ادا کی گئی ہے۔ وہ نماز بے حیائی و بدکرداری سے روکتی ہے۔ اور اگر وہ نماز بغیر مشاہدہ و مراقبہ کے ہے تو وہ بے سود اور برباد ہے) پس آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ ذکر الٰہی جمیع اعمال پر بدرجہا فضیلت رکھتا ہے اور نیز رسول علیہ السلام نے بھی ذکر اللہ کی فضیلت میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے جس کو میں مشتے نمونہ از خروارے اسی کتاب کے چوتھے بیان میں تحریر کرچکا ہوں۔ وہاں ملاحظہ فرمایئے۔ غرض صوفیۂ کرام ذکر اللہ دوامی کو صلوٰۃ دائمی ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی اُن کا فرمان ہے کہ اس نماز میں اطمینان قلب بدرجۂ غایت نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[2] یعنے دلوں کا اطمینان اللہ کی یاد میں ہے خبردار رہو اللہ کی یاد میں اطمینانِ قلوب ہے۔ اور اس نماز میں زیادہ خوبی کی ایک بات یہ بھی ہے کہ اس نماز کے نمازی کا قلب کبھی خدا سے غافل نہیں رہتا۔ اور اسکی حالتِ قلبی کسی طرح اور کسی حال میں متغیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی اصلی حالت پر ہمیشہ قائم و برقرار رہتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ[3] اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ یعنے تحقیق انسان پیدا کیا گیا ہے بے صبر۔ جب لگتی ہے اس کو بُرائی اضطراب کرنے والا ہے اور جب لگتی ہے اسکو بھلائی منع و بخل کرنے والا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (یعنے وہ نمازی جو ہمیشہ اپنی نماز میں ہیں اُنکے دل کو کوئی بُرائی اور بھلائی جنبش نہیں دے سکتی وہ اپنی اصلی حالت پر قائم و برقرار رہتے ہیں) پس اگر اس نماز سے نماز پنجگانہ مراد ہے تو اس نماز کے نمازی کی حالت

---

[1] پ ۲۱ ع ۱-۱۲ [2] سورہ رعد۔ پ ۱۳ ع ۱۰-۱۲ [3] سورہ معارج پ ۲۹ ع ۷-۱۲ +

قلبی برائی اور بھلائی کے پہنچنے پر قایم رہنی چاہیئے حالانکہ قایم نہیں رہتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نماز سے علاوہ کوئی اور نماز بھی ہے کہ جس کے نمازی کی حالت قلبی ہر دو حال میں اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتی ہے۔ اور اُس نماز کا نمازی بلا تعین وقت ہمیشہ اپنی نماز میں مشغول رہتا ہے۔ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ اسی نماز کو صلوٰۃ دائمی کہتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے آیۂ مذکورہ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک صحابی کو اسی صلوٰۃ دائمی کی تعلیم فرمائی ہے۔ کما قال ترمذی و ابن ماجہ[۱] عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنے عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ تحقیق احکام اسلام مجھ پر بہت ہیں پس خبر دو مجھ کو ساتھ ایک ایسی چیز کے کہ میں بھروسہ کروں ساتھ اُسکے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ تر رہے زبان تیری خدا کے ذکر سے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ احکام شریعت سے جس شخص کا اطمینان قلب پورے طور پر نہ ہو سکے تو وہ اپنی زبان کو خدا کے ذکر سے تر رکھے۔ اہل تصوف نے اس ذکر کا نام صلوٰۃ دائمی رکھا ہے اور یہ ذکر بغیر تعلیم پیر کامل میسر نہیں ہو سکتا پس اس کو لازم ہے کہ وہ اہل تصوف کی طرف رجوع کرے کما قال اللہ تعالےٰ[۲] فَسْئَلُوْا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی اہل ظواہر فرماتے ہیں کہ پہلوں سے دریافت کرو۔ اور صوفیون کا یہ مقولہ ہے کہ اہل تصوف اولیاء اللہ سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ چونکہ اہل تصوف ہمیشہ ذکر آلہی میں مشغول رہتے ہیں اس لیئے ان کا نام اہل الذکر رکھا گیا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ[۳] مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَہْلِ الذِّکْرِ یعنی جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں خدا کے ساتھ بیٹھوں پس وہ صوفیون میں بیٹھے کہ وہاں بغیر ذکر خدا کچھ تذکرہ نہیں ہوتا یہ لوگ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے موصوف و بذکر آلہی مشغول رہتے ہیں ۝

[۱] اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے عبداللہ ابن بسر سے روایت کیا ہے ۱۲ [۲] سورہ انبیاء پ ۱۷ ع ۱ ۔ سورہ نحل پ ۱۴ ع ۶ ۱۲ [۳] اس حدیث کو مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے ۱۲

گوشہ نشیند در حضور اولیا	ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

اور حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَ تَحَرَّکَتْ شَفَتَاہُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور اُسکے دولب میری یاد میں حرکت کرتے ہیں۔ اور دوسری حدیث قدسی میں آیا ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ وَ اَنِیْسُ مَنِ اسْتَانَسَ یعنی میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھ کو یاد کرتا ہے اور میں اس کا انیس ہوں جو مجھ سے طلب اُنس کرتا ہے۔ ۵

ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ	گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ

صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ پانچ وجود میں ہر ایک وجود کی استعداد کے موافق پانچ جداگانہ طریق پر اس ذکر صلوٰۃ دائمی کو تعلیم فرماتے ہیں۔ وہ پانچ وجود یہ ہیں واجب الوجود۔ ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔ عارف الوجود۔ واحد الوجود۔ ان وجودات میں ذکر صلوٰۃ دائمی کا طرز عمل اس طرح پر ہے۔ کما قال ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَۃٌ وَ ذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَۃٌ وَ ذِکْرُ الرُّوْحِ مُشَاہِدَۃٌ وَ ذِکْرُ السِّرِّ مُعَائِنَۃٌ وَ ذِکْرُ الْخَفِیِّ مُغَائِبَۃٌ واجب الوجود عنصری ناسوتی میں ذکر لسانی جس کو لقلقہ بھی کہتے ہیں کیا جاتا ہے یعنی زبان خدا کے ذکر میں ہمیشہ تر اور متحرک رہے کسی وقت بند نہ ہو۔ لقلقہ کے معنی حرکت کنندہ کے ہیں۔ اس وجود میں ذکر لسانی کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ ممکن الوجود۔ روحانی مثالی ملکوتی میں ذکر قلبی ہوتا ہے جسکو وسوسہ بھی کہتے ہیں یعنی قلب میں ذات حق کو موصوف بجمیع صفات کاملہ محظور رکھے اور قلب کو کبھی ذات حق سے غافل نہ ہونے دے۔ اس وجود میں اسی کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ ممتنع الوجود۔ ظلمانی جبروتی میں ذکر روحی مقرر ہے جس کو مشاہدہ بھی کہتے ہیں یعنی ہر شے کی حقیقت میں مشاہدہ ذات حق کرتا رہے غفلت کو کبھی راہ نہ دے۔ کما قال علی علیہ السلام مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللہَ فِیْہِ یعنی ہر شے کی حقیقت میں میں نے خدا کو دیکھا۔ یہ ممتنع الوجود مانع صور اشیاء ہے اسی کو حقائق اشیاء و اعیان ثابتہ بھی کہتے ہیں کہ جس کا ظہور اب تک نہیں ہوا۔ اور نہ ہو یہ موجودات اس کے آثار ہیں اس

۵ اس حدیث کو امام بخاری نے لکھا ہے ۱۲ سلہ اس حدیث قدسی کو شرح مثنوی میں بحر العلوم نے لکھا ہے ۱۲

وجود میں ہمیشہ ہر شے کی حقیقت میں ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتے رہنے کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ عارف الوجود۔ نورانی لاہوتی میں ذکر سری معین ہے۔ یعنی ہر شے کی حقیقت کو ذاتِ حق میں دوام معائنہ کرتا رہے جیسے دریا میں امواج و حباب۔ اس وجود میں حقائق اشیا کو ذاتِ حق میں مدام ملاحظہ کرنے کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ واحد الوجود۔ احدیت ذات یاہوتی میں ذکر خفی ظہور میں آتا ہے یعنی احدیت ذات میں محو در محو و فنا در فنا ہو جانے کا نام ذکر مغائبہ و صلوٰۃ دائمی ہے ؎

جب حباب اپنی گرہ کے توڑنے سے وا ہو گیا		صاف کہتا ہوں حقیقت میں وہ دریا ہو گیا

غرض تعینات صوری حسی میں یہ امواج و حباب و قطرہ نامزد ہے۔ اور جب تعینات حسی و صوری ٹوٹ گئے تو نہ یہ امواج و حباب و قطرہ رہا اور نہ وہ دریا فقط ایک ذات ہے جس کا نہ کوئی نام ہے نہ نشان اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ صلوٰۃ دائمی اور روزہ دائمی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

سُجُودُ الْقَلْبِ فِیْ ذَاتِ صَلٰوۃٌ دَائِمٌ وَصَلٌ		هُوَ الْمَسْجُوْدُ فِیْ قَلْبِ صِیَامٌ صَائِمٌ اَصْلُ

یعنی قلب کا سجدہ ذات الٰہی میں یہ صلوٰۃ دائمی و وصال ہے اور وہی ذات مسجود فی قلب ہے یہی اصلی صیام اور صائم ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک عبادت کے وقت ذاتِ الٰہی کی دید میں فنا ہو جانے کا نام نماز ہے بقول مولانا عطار صاحب علیہ الرحمۃ ؎

در نماز آن نگار را دیدن		ظاہر و باطن اے پسر بشمار
در عبادت کسے شریک مکن		زانکہ لاشریک ست حکیم نگار

پس حواس خمسہ ظاہری و باطنی کو خواہشات حیوانی و شہوانی سے روکنے کا نام اصلی روزہ ہے ؎

روزہ حفظ دل ست از خطرات		پس بود از مشاہدہ افطار

چونکہ قلب کا سجدہ ذاتِ الٰہی میں آور ذات حق عین حقیقت قلب ہے تو حقیقتِ قلب ساجد اور ذات الٰہی مسجود ہوئی۔ اول حالت کا نام سجود قلب فی ذات و صلوٰۃ دائمی و وصال ہے۔ اور حالتِ دوم کا نام مسجود فی قلب و روزہ اصلی ہے۔ سجدہ کے یہ معنی ہیں کہ اپنی ذات کو عاجز خیال کر کے کسی کے سامنے اپنا سر جھکا کر محو ہو جانا پس سالک جب مقام توحید میں پہنچتا ہے تو سالک کا قلب ذاتِ الٰہی کے عظیم جاہ و جلال میں اپنی ذات کو بندگی و بیچارگی

کی حالت میں بہت حقیر وفقیر وذلیل ومحتاج دیکھتا ہے اور بحکم وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اپنی انانیت وتعینات حسی کو قطع کر کے ذات الٰہی میں سجدہ کرتا ہے در محو وفنا ہو جاتا ہے۔ اور یہ انتہائے قرب ہے۔ اِس حالت کو سجودِ قلب صلوٰۃ دائمی و وصال حقیقی کہتے ہیں۔ اور جب سالک کے قلب سے انانیت قلبی وتعیناتِ حسی مرتفع ہو جاتے ہیں تو جملہ لذائذ محسوسات جمیع خواہشات نفسانی بھی معاً منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہ روزہ اصلی ہے اس وقت قلب سالک اپنی ذات میں صفاتِ الٰہیہ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي[۱] کی شان پاتا ہے۔ اس حالت کو سجودِ قلب و روزہ اصلی کہتے ہیں۔ پس تعینات میں شان عجز ہے اور لاتعین میں شانِ غیوری اور درحقیقت ایک ذات ہی جو ہر شان میں جلوہ گر ہے کہیں ساجد ہے اور کہیں مسجود اور کہیں عابد ہے تو کہیں معبود۔ اور کہیں طالب ہے تو کہیں مطلوب۔ اور کہیں عاشق ہے تو کہیں معشوق۔ اور بلحاظِ حقیقت ہر شان شیونات عالم میں خود ہی ساجد ہے اور خود ہی مسجود۔ اور خود ہی عابد ہے اور خود ہی معبود۔ اور خود ہی طالب ہے اور خود ہی مطلوب اور خود ہی عاشق ہے اور خود ہی معشوق۔ پس خود بخود ایک ذات ہے جو متجمع بجمیع صفات ہے اور کچھ بھی نہیں اہل باطن اپنے حوصلہ و استعداد کے موافق اس پانچ قسم مذکورہ بالا میں سے کسی نماز کی مشغولی ضرور رکھتے ہیں۔ پس اہلِ ظواہر اگر کسی درویش شوریدہ سر وژولیدہ مو کو ظاہری صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ دیکھیں تو اپنی زبان کو بدگوئی وسخت کلامی سے روکیں کہ شاید وہ کسی وجود میں صلوٰۃ دائمی جو تمہاری نماز سے ہزار ہا درجہ بہتر وافضل ہے پڑھتا ہو ظَنُّوا الْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا پر اکتفا کریں۔ ہ

کار درویشی ورائے فہم تست	سوئے درویشان تو منگر سست سست
زانکہ درویشی ورائے کارہاست	دم بدم از حق مر ایشاں را عطاست
زانکہ درویشان ورائے ملک ومال	روزی دارند ژرف از ذوالجلال

اِن وجودات خمسہ مذکورہ بالا کا حال مفصل وبیان مشرح مع لوازمات اور ان کا نزول وعروج آیندہ کسی مناسب موقعہ پر تحریر کیا جائیگا +

[۱] پ ۲۳ ع ۱۴ ۱۴ سورۃ ق ع ۵ ۔ ۱۲

فصل چہارم دربیان اشغال

اشغال جمع شغل ہے اور شغل یعنی مشغول شدن و توجہ کردن بکارے یا بگفتارے۔ یا بآوازے۔ یا بخیالے۔ اور یہ چار قسم ہے۔ دستی۔ لسانی۔ سمعی۔ نظری۔ شغل دستی۔ مثلاً دستکاری و صنعت و پیشہ و حرفہ ہے۔ اور شغل لسانی۔ گفتگو و تقریر و کتاب خوانی و قصہ خوانی و وعظ و قرآن خوانی و ورد و اذکار الٰہی ہے اور شغل سمعی یعنی متوجہ ہونا قوت سامعہ کا آواز و حرکت کی جانب اور اس میں سے معانی الفاظ مرغوبہ خود پیدا کرکے محو ہونا۔ اور فقرا اکثر اسی قسم کے اشغال کرتے ہیں۔ مثلاً شغل صوت سرمدی و شغل منصوری و شغل قلبی وغیرہ۔ اور شغل نظری و بصری۔ یعنی متوجہ کرنا قوتِ باصرہ کو کسی چیز مرئی کی جانب یہاں تک کہ وہ قوت نظر قائم ہوجائے جنبش نہ کرے اور وہ نظر ہر شے منظور نظر سے اثر اخذ کرنے لگے اور نظر میں اس قدر اثر پیدا ہوجائے کہ اگر کسی شے پر اثر نظر ڈالنا چاہے تو خیال کے ہوتے ہی اس پر اثر پڑنے لگے۔ چنانچہ اس کا عشر عشیر فواعد مسمریزم ہیں جسکو علم مقناطیسی کہا جاتا ہے اور فقرا میں اس قسم کے اشغال معمول ہیں مثلاً شغل آفتابی۔ و شغل مقاماً محموداً و شغل سلطاناً نصیراً و شغل روحی وغیرہ اور توجہ قلبی کو ان چار اقسام کے اشغال میں شرکت ہے اور فقرا کے نزدیک آخر و انجام ان اشغال کا ابتدا مراقبہ ہے۔ جو شخص کہ اشغال سے عاری ہے اور ان میں دل کی کچھ قوت پیدا نہیں کی وہ فوائد و نتائج علیا مراقبہ سے بھی بے بہرہ و محروم رہے گا۔ کیونکہ اس میں فقط تصور و خیال کو قائم کرنا ہوتا ہے اور وہ اسکے قواعد و حال سے ناواقف محض ہے گو وہ اپنے دل میں کچھ ہی کیوں نہ سمجھے۔ لیکن کمال محویت کو نہیں پہنچے گا ہاں یہ بات دوسری ہے کہ کوئی زبردست کامل اسکے حواس عشرہ کو قوی و قائم کردے مگر ہر ایک کو اس کا میسر آنا دشوار ہے البتہ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

تعلیم اشغال

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ فِیْ شُغُلٍ فٰکِهُوْنَ یعنی اصحاب جنت کے آجکے روز شغل میں خوش ہیں

بیان اشغال

تعلیم اشغال

۱۳۰۲ع ۲۳۶

شغل آفتابی۔ اول ٹوپی روئی دار ایسی سلوائے کہ سوائے سوراخ دو آنکھ کے اس میں کوئی جگہ کشادہ نہ ہو اور ابتدائے موسم سرما میں اس شغل کو شروع کرے ترکیب اسکی یہ ہے کہ بوقت طلوع آفتاب بلندی پر روبمشرق استادہ ہو اور ٹوپی چڑھا کر آفتاب کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھے یعنی پلک نہ مارے اور دیکھتے وقت تصور یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کا رکھے اور روز بروز وقت کو بڑھائے چند روز میں آفتاب کا قرص سیاہ ہو کر چکر کھاتا ہوا نظر آنے لگیگا اور ہر روز قریب آتا جائیگا یہانتک کہ عرصہ شش ماہ میں منہ سے داخل ہو قلب میں قیام کرے گا اُس وقت کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ انکشاف و تصرفات بیشمار ہونگے۔ خوراک دودھ چاول اور ہمیشہ استعمال تبرید کا رکھے اور آنکھوں میں ہر روز بوقت شغل مسکہ گاوی سلائی سے لگاتا رہے ؂

شغل منصوری۔ بغیر بالین زمین پر لیٹ جائے اور ہر دو شہ رگ گردن پر دو انگشت رکھے اُنکی جنبش محسوس ہوگی۔ اس تڑپ پر تصور انا الحق قائم کرے چند روز میں زور و شور سے آواز آسنے لگے گی اور دریائے عشق موجزن ہوگا۔ ذوق شوق روز افزوں ہوتا جائیگا یہاں تک کہ خودی سے بیخود ہو کر فنافی اللہ ہو جائیگا۔ اور اسی طرح شغل اسم ذات بھی کرتے ہیں یعنی اللہ کو اس تڑپ پر تصور قائم کرے ؂

شغل روحی۔ آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگائے اور قلب کو اللہ و غیر اللہ سے خالی کرے کسی قدر عرصہ کے بعد حقیقت بے نشانی و گم گشتگی طاری و ساری ہو جاتی ہے۔ جس کے بیان سے زبان گنگ ہے ؂

شغل برزخ اکبر۔ یہ تین قسم ہے حبس دم کر کے نظر درمیان دو ابرو کے رکھے یا نظر ہوا میں یا چشم چپ کو بند کر کے نظر چشم راست کو ترۂ راست بینی پر قائم کرے اور تصور کرے۔ نور بے کیف وجود مطلق کا کہ منزہ تقیدات سے ہے ظہور پکڑے گا چنانچہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شاہ علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے اور ان دونوں حضرات کا اسی میں خاتمہ ہوا لیکن ہر سہ قسم میں پلک نہ مارے اور جو کچھ دیکھے یقین جانے کہ میرا یہ مقصود ہے۔ اسکو شغل ہوائی بھی کہتے ہیں ؂

شغل آفتابی

شغل منصوری

شغل روحی

شغل برزخ اکبر

نقش شغل برزخ کبیر

شغل برزخ کبیر۔ انسانِ کامل کے ظاہر و باطن کو اپنا ظاہر و باطن قرار دے یعنے اُسکے ظاہری وجود کو اور اُسکے باطنی وجود کو اپنا باطنی وجود تصور کرے عرصۂ قلیل میں اُس کے اسرار اپنے میں نمایاں دیکھے گا۔ لیکن ہمہ تن مصروف ہو شب و روز یہ مشغلہ رکھّے ❖

نقش شغل اسم ذات

شغل اسم ذات۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے قلب صنوبری میں تصور نقش اسم ذات برنگِ طلائی کرے یہانتک کہ محو ہوجاوے۔ اِس میں بہت اسرار ہیں جسکی تفصیل یہ ہے کہ اول کاغذ کی لوح پر قلب صنوبری کی صورت بنوائے اور اسم اَللہ کو اُسکے اندر طلائی حروف میں لکھوائے پھر اس لوحِ منقش کو اپنے سامنے رکھکر اسم مذکور بغور دیکھے اور آنکھیں بند کرکے اپنے آئینہ دل میں اُس اسم طلائی کو برنگ نور ذات منقش دیکھے چند روز میں وہ نور خیال متشکل ہوجائے گا۔ اِس حالت میں سالک اپنے آپ کو اُس نقش کے مقابل یا بجانب تحت یا بطرفِ یمین و شمال سمجھے گا۔ اُس وقت سالک کو لازم ہے کہ بہت جد وجہد کرکے اپنے آپ کو اُس نور ذات تک پہنچائے۔ اسکو سیر الی اللہ کہتے ہیں اور جب اپنے آپ کو درمیان الف و لام کے دیکھے تو پھر اُس سے ترقی کرکے اپنے آپ کو درمیان ہر دو لام کے پہنچائے اور قیام کرے۔ پھر وہاں سے بھی بکوشش تمام اپنے آپکو درمیان درجہ لام و ہائے پہنچائے۔ پھر یہاں سے بھی بہمت تمام ترقی کرکے حلقۂ ہا میں پہنچ جائے۔ ابتدائے سیر و سلوک میں سالک اپنے سر کو حلقۂ ہا میں داخل پائیگا۔ آخرکار اپنے تمام جسم کو حلقۂ ہا میں پائیگا۔ اُس وقت سالک جمیع آفات و بلیات و خطرات سے محفوظ ہوکر حق تعالی کو محیط اور اپنے آپ کو محاط دیکھے گا۔ اِس کا نام سیر فی اللہ ہے اور جب قطرہ دریا میں فانی و ذرہ نور آفتاب ذاتی سے منور ہوکر اور پھر اُس مقام عالی سے اپنے پایۂ اسفل کی جانب نزول کرے گا تو اُس وقت اپنے ابنائے جنس کو اپنے ہمراہ عروج و نزول کرائیگا پس اس آمد و رفت و عروج و نزول کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں ❖

نقش شغل شطاری

شغل شطاری۔ آ ۔ اللہ ب ۔ برزخ ص ۔ ذات۔ اول اپنے دل میں اسم ذات کو جو متصف بجلال و جمال ہے حواس کو بند کرکے ایسا تصور کرے کہ مستغرق ہوجائے اور محویت طاری ہو جب قدرے ہوش میں آئے تو اس مقام سے برزخ کبریٰ میں کہ جسکو وحدت صرف و حقیقت

و حقیقت محمدی کہتے ہیں تنزل کرے۔ یعنی اس مقام میں سالک اپنے باطن کو وحدت صرف حقیقت محمدی تصور کرے اور جانے کہ اُس ذات نے جو متصف بصفت جلال و جمال تھی مجھ میں نزول فرمایا ہے یہاں سوائے آنکھوں کے جمیع حواس کو کھولدے تاکہ اس مقام میں ساکن ہو جب اس مقام سے تنزل ہو۔ اور دانائی و بینائی وغیرہ ظہور پکڑے تو آنکھوں کو کھولکر اپنے بدن پر نظر ڈالے اور ظاہر اپنے کو برزخ صغریٰ کہ وحدت جامعیہ و حقیقت آدمؑ ہے قرار دے بعدہ جو صفت صفات سبعہ سے رُونما ہو۔ اور صفات عبارت ہیں صفات سبعہ الٰہی سے بطریق قرب نوافل یعنی سالک یہ تصور کرے کہ میں فاعل ہوں اور حق آلہ ہے اور اپنے جمیع حواس کو اسکی صفات جانے وَخَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ معائنہ کرے تاکہ جمیع اسرار باطنی سالک پر ظہور پکڑیں پھر حقیقت انسانی سے ترقی کرکے حقیقت محمدی میں پہنچے اور وہاں سے ترقی کرکے ذات بحت میں قرار پائے اسی طرح عروج و نزول کرتا رہے تاکہ کُل مقامات کی سیر ہو جائے اور ذات آفتاب میں ذرہ فنا ہو۔

شغل معیت اَللّٰہُ مَعِیْ۔ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ۔ اَللّٰہُ حَاضِرِیْ اول دل سے اَللّٰہُ حَاضِرِیْ کہے اور شش جہات پر نظر کرکے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ دل میں تصور کرے کہ وہ مجھ میں حاضر ہے یا میں حضور پھر اَللّٰہُ نَاظِرِیْ دل سے کہے اور اپنی نظر اور جمیع موجودات کی نظر اپنے اُوپر رکھے اور دل میں تصور کرے کہ وہ ناظر ہے ساتھ ہماری نظر کے پھر اَللّٰہُ مَعِیْ دل سے کہے اور آنکھوں کو بند کرکے فکر کو سیر میں کہ فِی السِّرِّ اَنَا بِمُلَاحِظَۃٍ وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ متوجہ کرے اور دل میں یہ تصور کرے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔

شغل آئینہ۔ ایک بڑے آئینہ کو اپنے رُوبرو رکھے لیکن نظر سے ذرا بلند ہو اور ٹکٹکی باندھ کر آئینہ کو دیکھنا شروع کرے اور پلک نہ مارے اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کو دل میں پڑھتا رہے اور وقت کو بڑہائے یہانتک کہ تین گھنٹہ کی نوبت پہنچے اور اپنی پتلی یعنی مردم چشم پر نگاہ کو قائم کرے ہرگاہ کہ طالب کی نگاہ مردم چشم کی مردمک پر پڑیگی اُس وقت جو حال وارد ہوگا اُس کا بیان میں نہیں کرسکتا۔ ہاں اتنا کہتا ہوں کہ آنکھوں کی پتلیاں صعود کرکے اُم الدماغ کے نقطۂ اخفیٰ میں داخل ہوکر سویدائے قلب میں قائم ہونگی اور ظاہر و باطن ایک ہو جائیگا۔

شغل نسیم خوابی۔ اس کا طریق یہ ہے کہ بوقت خواب اپنے دل میں یہ مضبوط ارادہ کرے کہ میں خواب غفلت میں غافل ہوکر نہ سوؤنگا۔ اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا دل میں

شغل معیت

شغل آئینہ

شغل نسیم خوابی

خیال رکھے جب نیند کا غلبہ ہو آنکھیں کھول دیا کرے اور اس عادت کو بڑھائے۔ ایک سال میں خواب و بیداری یکساں ہو جائیگی یعنی دلش بیدار و چشمش در شکر خواب کا مضمون ہو جائیگا اس شغل کا بھی وہی اثر ہے جو شغل آئینہ میں ہوتا ہے۔ اگر ہر دو شغل کیا کرے تو سبحان اللہ جلد فائدہ ہو

شغل صوتِ سرمدی

شغل صوتِ سرمدی جسکو انحد اور آواز کن بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ آواز ہے کہ ازل الآزال سے جاری ہوئی ہے اور ابد الآباد رہیگی۔ ترکیب اسکی یہ ہے کہ جنگل یا کسی مکانِ تنہا میں جہاں کچھ شور و غل نہ ہو خاموش بیٹھ جائے اور کان لگائے۔ ایک آواز جھینگے کی سی آئیگی اس آواز پر خیال کو جائے۔ اور بعض آدمی سوراخ گوش کو انگشت سے بند کرتے ہیں یا مرچ سیاہ روئی میں لپیٹ کر سوراخ گوش کو بند کرکے بیٹھتے ہیں تا کہ واضح طور پر وہ آواز سننے میں آئے۔ پھر چند روز میں وہ آواز خود بخود ہر جگہ چلتے پھرتے آنے لگتی ہے۔ پھر اسقدر اسکا زور و شور ہو جاتا ہے کہ اس آواز کے سوا اور کچھ سنائی نہیں دیتا۔ پھر یہ دس آوازیں ہو جاتی ہیں اور ہر ایک جدا جدا معلوم ہوتی ہے۔ پھر چند مدت کے بعد نو آوازیں فنا ہو کر ایک آواز ایسی خوش الحانی کے ساتھ سنائی دیتی ہے کہ آدمی مست و مدہوش ہو جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے اسرارات اسپر ایسے منکشف ہونے لگتے ہیں کہ عقل حیران ہو کر رہجائیگی سو سنے گا اور دیکھے گا جسکو اسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور ان اشغال سے علاوہ خاندان قادریہ محبوبیہ غوثیہ میں یہ خمسہ اشغال معمول مخصوص ہیں:۔

شغل میت

شغل میت۔ بغیر بالین زمین پر مثل مردہ چت لیٹ جائے اور خیال کرے کہ میں مردہ ہوں اور موت کو یاد کرکے خاموش پڑا رہے یعنی خیال کرے کہ میرے پاؤں سے جان نکلکر زانو میں آئی۔ اب ران میں۔ اب کمر تک۔ اب سینہ تک۔ اب گلے میں آئی۔ اب نکل گئی اور دل میں تصور کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ کا کرے چند روز کے بعد حالتِ موت طاری ہونے لگے گی اور عجیب و غریب حالات پیش آنے شروع ہونگے۔ اگر منظور خدا ہے تو ایک عرصہ کے بعد مرتبہ مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا کا حاصل ہو کر موت حیات یکساں ہو جائیگی ۔

شغل بساط

شغل بساط۔ ام الدماغ میں ایک نقطہ آفتاب کی مانند بصورت ہ۔ هُوَ درخشان سمجھیں آنکھیں بند کرکے اور زبان کو تالو سے لگا کر دم کو ام الدماغ میں لیجائے اور وہاں حلقہ ہ کو منور بصورت آفتاب تصور کرے اور خیال کرے کہ یہ حلقہ هُوَ کہ عین ذات الٰہی بے جہت و کیف ہے ایسا کشادہ ہوتا ہے

کہ میرے وجود کو نابود کر کے اسکے قائم مقام بن گیا۔ بلکہ تمام عالم کو محیط ہوگیا ہے۔ اس کا نام شغل نفی بھی ہے اور اسی طرح کا ایک نقطہ قلب میں ہے جسکو سویدائے قلب کہتے ہیں۔ اس میں بھی بطریق مذکورۂ بالا تصور کرے تاکہ دونوں نقطے ایک ہوجائیں۔ یہاں تجلی ذات ہوتی ہے اور سالک فنا در فنا حاصل کرتا ہے مگر اس نقطہ سے باہر آجانا بغیر پیر کامل امر محال ہے ٭

شغل آورد برد نفی واثبات کے ساتھ اول دونوں گھٹنوں کو اس طرح پر استادہ کرے کہ پاؤں اور سُرین زمین پر رہیں۔ پھر چادر یا چمڑے کے تسمے یا رسّی وغیرہ سے اپنی کمر اور دونوں زانوؤں کو باندھکر بیٹھے جیسے گانو کے چودھری اپنی کمر اور گھٹنوں کو چادر سے باندھکر بیٹھا کرتے ہیں پھر دونوں کہنیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے سوراخ بند کرے اور ہر دو انگشت شہادت سے دونوں آنکھیں اور ہر دو انگشت میانہ سے دونوں سوراخ بینی اور ہر دو خنصر و بنصر سے ہر دو لب بند کرے اور راست سوراخ بینی کو بند کرکے خاموش بیٹھا ہوا اپنے دل کو جبتک سانس کے ضبط کرنے کی قدرت رکھتا ہو دیکھتا رہے۔ اور جب دم ٹوٹنے لگے تو سوراخ چپ بینی سے دم کو بتصور خیال کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه باہستگی تمام چھوڑ دے کہ دفعتاً دم کے چھوڑنے میں دماغ کو مضرت پہنچتی ہے بار بار اسطرح کرتا ہے اگر بوقت حبس دم و درمیان حابس دم و قت کشادگی دم بتصور کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه زبان قلب صنوبری سے کہتا رہے تو اس کا نام زد برد بالتمام ہے۔ اور شغل آورد برد باسم ذات بھی اسی طرح کیا کرتے ہیں اور ترکیب اسکی یہ ہے کہ بہ نشست مرقومہ بالا بیٹھکر باسم ذات دم کو ناف سے کھینچے یعنے اللّٰه کہتے ہوئے دم کو ام الدماغ میں لے جائے اور دم کو روک کر دماغ میں قرار پکڑے اور جب تنگی نفس ہو تو دم کو کلمہ ھُو کے ساتھ باہستگی تمام اسی طرح پر چھوڑے کہ اگر ناک کے مقابل روئی بھی ہو تو جنبش نہ کرے۔ اور اگر اثنائے حبس دم میں اللّٰه ھُو کی ضرب بتصور قلب سے دماغ میں لگاتا رہے تو اسکو بالتمام زد برد کہتے ہیں اور اگر زیادہ کشایش منظور ہو تو دورہ سہ پایہ قادریہ اسی ترکیب سے کرے اور دماغ میں بتصور اَللّٰهُ سَمِیعٌ اَللّٰهُ بَصِیرٌ۔ اَللّٰهُ عَلِیمٌ پھر عَلِیمُ اللّٰهِ۔ بَصِیرُ اللّٰهِ۔ سَمِیعُ اللّٰهِ پھر اَللّٰهُ سَمِیعٌ۔ اَللّٰهُ بَصِیرٌ۔ اَللّٰهُ عَلِیمٌ کی ضرب لگائے۔ یہ ایک دورہ ہوا یعنی عروج الطرفین۔ اسی طرح اگر ایک دم میں سو دورہ تک پہنچ جائیگا تو فنائے کلی حاصل ہوگی۔ اس شغل میں نرم کھچڑی بے نمک و روغن کھاتے ہیں۔ ۵

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند	گر نہ بینی سرّ حق بر ما بخند
آنکھ ناک مُنہ ڈھانپ کے نام نرنجن لے	اندر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

فائدہ۔ حبس دم میں دو امر ضروری ہیں یعنی حبس نفس۔ وحصر نفس حبس دم دو طرح پر ہے ایک بہ تخلیہ دوسرا بہ تملیہ۔ تخلیہ عبارت ہی کھینچنا دم کا بطن وناف اور اُنکے اطراف سے بطرف پشت اور روکنا دم کا سینہ یا دماغ میں۔ اور تملیہ مراد ہے کھینچنا دم کا شکم میں۔ اور شکم کو پُر باد و بانفخ کرکے دم کو بطن میں بند کرنا۔ اول ترکیب میں گرمی زیادہ ہے اور ثانی میں ہضم طعام حصر نفس عبارت ہی قطع نفس کم از حد درازی نفس بہر دو صورت مذکورہ بالا یعنی حصر نفس میں دم کو تا بہ درازی معہود بہر دو صورت مذکورہ بالا نہیں کھینچتے۔ اس میں شک نہیں کہ حبس نفس میں حرارت کشش دم تا بحد حرارت حصر نفس سے زیادہ حرارت رکھتی ہے لیکن نقصان کے ساتھ اور اصلی ترکیب اس شغل کی یہ ہی کہ پانی میں غوطہ لگا کر اس شغل کو کرے جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت شیخ عبدالخالق عجدوانی کو پانی میں اس شغل کے کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس صورت میں آنکھ ناک کان منہ کو انگلیوں سے بند کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر اتنا پانی غوطہ لگانے کے قابل نہ ملے تو بہ ترکیب مذکورہ بالا کرے۔ اور بہترین ولب لباب اشغال میں سے شغل کن فیکون ہی فاذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون[1]۔

شغل مقامًا محمودًا و سلطانًا نصیرًا کما قال اللہ تعالیٰ[2] اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا۔ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا یعنی (اے محمدؐ) قائم رکھ نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھ فجر کو بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو اور کچھ رات جاگتا رہ اس میں یہ بڑھتی ہے تجکو یہ بات۔ قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں اور تو کہہ کہ اے رب بٹھا مجکو سچا بٹھانا اور نکال مجکو سچا نکالنا اور کر میرے واسطے اپنی جانب سے غلبہ قوت یہاں چار مقام پر علمائے ظواہر و باطن کا اختلاف ہی۔ وہ چار مقام یہ ہیں۔ مقامًا محمودًا[1]

[1] پ ۲۳ ع ۵ – سورہ یٰسین ۱۲ [2] پ ۱۵ ع ۹ – ۱۲

ادخالِ صدق۔ اخراجِ صدق سلطاناً نصیراً۔ علمائے ظواہر فرماتے ہیں کہ مقام محموداً۔ وہ مقام عزت ہے جہاں رسولِ خدا صلعم بروز قیامت باستدعائے طلب شفاعت قائم ہونگے اور سجدہ میں جاکر طلب شفاعت کرینگے اس کا نام شفاعتِ کبریٰ ہے۔ اور ادخالِ صدق۔ مدینہ منورہ سے مراد ہے کہ بعد ہجرت جہاں آپکا قیام ہوا۔ اور اخراجِ صدق شہر مکہ معظمہ سے جہاں سے آپنے ہجرت فرمائی۔ اور سلطاناً نصیراً۔ اس غلبہ و نصرت سے مراد ہے جو بعد ہجرت رسول صلعم کو کفار پر حاصل ہوئی جسکی تصدیق اس آیت کریمہ میں موجود ہے قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنے اب کہدے اے محمدؐ یہ بات کہ آیا حق اور نکل بھاگا باطل بیشک باطل تھا نکل بھاگنے والا یعنی دین جاگا۔ کفر بھاگا۔ اور صاحب تفسیر لباب حضرت عمرؓ سے روایت کرتا ہے کہ رسول صلعم نے مقام محمود کی یہ تشریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو قریب کریگا اور اپنے ساتھ عرش پر بٹھائیگا۔ اور تفسیر بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ مقام محمود اللہ ہے اور قیام آنحضرت صلعم بحق نہ بنفس خود ہے۔ اور زبان اشارت میں اس کا نام مقام محمود ہے۔ اور صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ مقاماً محموداً وہ مقام قرب خلعت خاص ہے جو رسول خدا صلعم کو معراج میں حاصل ہوا۔ اور سلطاناً نصیراً وہ غلبہ قوت ذاتی اور اسرارات الٰہی ہیں جو منجانب اللہ تعالیٰ رسولِ خدا صلعم کو شب معراج میں عطا ہوئی اور نیز یہ ایک شغل ہے جو اُمتِ مرحومہ کے واسطے تحفتاً عنایت ہوا تاکہ وہ بھی آپکے اسرار معراج سے واقف ہوں جسکی تفصیل و ترکیب آگے لکھوں گا اور ادخالِ صدق عبارت ہے پورا قیام توحید ذاتی میں اور اخراجِ صدق مراد ہے پورا نکلنا تنزلات و تعینات جسمانی و حسی و ماسوی اللہ سے جب رسول خدا صلعم نے بحکم الٰہی اہل مکہ کو تعلیم توحید شروع کی تو کفار مکہ کہنے لگے کہ لوسنو محمد کی باتیں ہمارے اتنے خداؤں کو تو ملیا میٹ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سوائے ایک ذات الٰہی کے سب باطل ہیں بھلا ایسی بات کب ہو سکتی ہے اور یہ باتیں ہم کب سن سکتے ہیں کہ اتنے بہت خدا تو باطل ہوں اور ایک ذاتِ حق حق ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور ہم کبھی نہیں مانینگے ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔ رسول علیہ السلام کفار کی یہ باتیں سنکر اپنی ناکامی پر نہایت رنج کرنے لگے۔ کہ افسوس میری سعی مشکور نہ ہوئی۔ بدرجہ غایت غمگین ہوئے حکم الٰہی نازل ہوا

لے پ ۱۵ ع ۹-۱۲

کہ اے دوست اس میں کچھ فکر مت کر او غم مت کھا۔ یہ لوگ اندھے ہیں اور حقیقت توحید سے جاہل و راہِ راست سے بہت دور انکو قیامت کے روز بھی اپنے دیدار سے محروم رکھوں گا۔ یہ کوئی رنج کی بات نہیں۔ تم کوشش کئے جاؤ اس کوشش کے بدلے ہم تم کو باعزاز و تکریم معراج میں بلائینگے اور خلعتِ قرب عطا فرماکر تمھاری بزرگی ظاہراً و باطناً سب پر عیان کردینگے اور تمھاری اُمت کے لئے بھی مقام محمود او سلطاناً نصیراً کا تحفہ عنایت فرمائیں گے جسکی وجہ سے وہ تمھارے معراج کی کیفیت حاصل کریگی جسکی تعلیم آپکے اختیار میں ہوگی۔ تم ہمیشہ مقام محمود و ادخال صدق و اخراجِ صدق و سلطاناً نصیرا کی دعا ہماری جناب سے طلب کرتے رہو جب آنحضرت صلعم کی دعا منظور و قبول ہوئی اور بشرف تمام معراج میں بلائے گئے تو اللہ تعالی نے جو وعدے فرمائے تھے پورے کر دیئے چنانچہ قرآن شریف ناطق ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا[1] یعنی پاک ذات ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ جس کو ہماری برکتوں نے گھیر رکھا ہے تاکہ ہم اسکو دکھائیں اپنی قدرت کے نمونے۔ اہل ظاہر کے نزدیک مسجد حرام کعبہ شریف ہے اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس۔ اور اہل باطن فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے مراد ہے تنزلات جسمانی و تعینات حسّی ماسوی اللہ۔ اور مسجد اقصا سے عبارت ہے ذاتِ وحدت۔ باقی حال معراج و اسرارات و انعامات کا سورۂ والنجم میں مفصل مذکور ہے۔ وہاں دیکھو۔ پس جب رسول صلعم نے معراج میں قرب الٰہی پایا اور تنزلاتِ جسمانی و تعینات حسّی ماسوی اللہ سے پاک و صاف ہوگئے تو اجازت ملی کہ اب آپ تشریف لیجایئے اور معراج کا حال بیان فرماکر کہدیجئے کہ آیا حق اور نکل بھاگا باطل بیشک باطل تھا نکل بھاگنے والا۔ جب رسول صلعم معراج سے مشرف ہوکر لوگوں کی نظروں میں پھر تعینات و اعتبارات کی حالت میں واپس تشریف لائے اور سب کے سامنے کیفیت معراج بیان فرمائی تو کفار بہت متعجب ہوئے حکم الٰہی نازل ہوا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہ ہمارا انعام ہے۔ محمدؐ سچ کہتا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے ٹھیک دیکھا ہے اس میں کچھ شک و شبہہ نہیں آیندہ فرمانبرداری اختیار کرو۔ آپکے سامنے مؤدب رہو۔ زور سے مت بولو۔ اور محمدؐ صلعم کے ہاتھ پر بیعت

---

[1] پ ۱۵ ع ۱ - ۱۲

کرو کہ محمد صلعم کا ہاتھ عین خدا کا ہاتھ ہے۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ مقاماً محمودا و سلطاناً نصیرا ایک شغل ہے جو شب معراج میں اُمت مرحومہ کے لئے رسول صلعم کو مرحمت ہوا۔ جو شخص اسکو کرتا ہی حال قیامت و کیفیت معراج سے بخوبی واقف ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ جبکو شک ہو کر کے دیکھے۔ البتہ ہر امر میں استاد کامل کی ضرورت ہی اس سے اسکے نشیب و فراز دریافت کر کے عمل میں لائے ورنہ نقصان جسمی اُٹھائیگا۔ اسلئے فقراء میں اور خصوصاً خاندان قادریہ غوثیہ میں اس شغل کی تعلیم رسول اللہ صلعم سے آجتک برابر ہوتی چلی آتی ہے۔ اور فقراء ہنود میں بھی اس شغل کا بہت رواج ہو گیا ہے اور نہایت عمدہ طریقہ سے کرتے ہیں اور اپنی زبان میں اس کو ترکٹی دھیان کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم کو اس شغل ترکٹی دھیان یا صوت سرمدی سے جسے انہد بھی کہتے ہیں معراج نصیب ہوئی ہے وہ بڑا کذاب ہی اور مفتری۔ آنحضرت صلعم پر بہتان باندھتا ہے اَلْعِیَاذُ بِاللہِ جیسا کہ ایک ہندو نے اپنی کتاب مخزن برہم گیان کے صفحہ ۸۱ میں اور منشی فضل رسول صاحب حافظ امداد حسین صاحب میرٹھی نے اپنی کتاب ریاض الفقر کے ضمیمہ صفحہ ۱۳ میں اپنی نادانی و کم فہمی کی داد دی ہے۔ کیا یہ معراج کسی ذکر و شغل کا نتیجہ تھا نہیں ہرگز نہیں محض رحمت الٰہی و خاص عنایت و لطف پروردگار کا ثمرہ تھا۔ ورنہ ذکر و شغل پر اگر معراج کا ہونا منحصر ہوتا تو اکثر فقراء ہنود و مسلمان معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو جاتے حالانکہ یہ شرف آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا ؂

ترکٹی دھیان

ترکیب شغل مقاماً محمودا و سلطاناً نصیرا

شغل مقاماً محمودا و سلطاناً نصیرا

اول کپڑے کی اینڈوی پر مربع نشست اس طرح پر بیٹھے کہ داہنا پاؤں بائیں ران پر اور بایاں پاؤں دہنی ران پر رکھے اس نشست کو اہل ہنود پدم آسن کہتے ہیں۔ اور چند روز اپنے حواس کو جمع کرکے چراغ یا آئینہ یا سفید گلاس تلوریا پھٹک کا مقابل نظر سے قدرے اونچا رکھکر اس پر نظر کو جمائے اور پلک نہ مارے اور دل میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ورد رکھے۔ جب نظر جم جائے بلکہ کچھ صعود بھی کرنے لگے تو پھر ذرا مونہہ اونچا کرکے ہر دو آنکھ کی نظر کو بگوشہ قوسین ابرو متصل بیخ بینی قائم کرے لیکن پلک نہ مارے اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ورد برابر جاری رکھے تاکہ

انوارِ حق مثل روشنی چراغ منودار ہوں پھر نظر کو آہستہ آہستہ بسہولیت تمام قلب صنوبری کی طرف جسکو لطیفۂ قلب کہتے ہیں گردش دے تاکہ شب تار میں تجلی آفتابی منودار ہو اور رنگ برنگ کے عجائبات ظہور میں آئیں۔ پھر بکوشش تمام نظر کو بتصور منظور منتک یعنی پیشانی پر لائے کہ مقام لطیفۂ خفی اور خانہ مہتاب ہے۔ جب تپلی ہر دو چشم کی گوشۂ قوسین ابرو سے نکل کر مثلث بنا کر لطیفہ خفی میں پہنچ جائینگے تو اسکا نام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ ہے اے طالب حق اگر تو اسی طرح سعی اتم کریگا تو کچھ تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بوسیلۂ رسول صلعم و تحفہ کرامت قرب جو رسول علیہ السلام کو معراج میں انعام ہوا تھا تجکو بھی تیرے حسب لیاقت عطا کرے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یعنے قریب ہے یہ بات کہ تیرا رب تجکو مقام محمود عطا فرمائے یعنی قرب حق۔ جو شخص سال بھر تک فجر کے وقت چار گھڑی روزمرہ یہ عمل کریگا تو روز روشن میں ستارے آسمان پر دیکھے گا۔ اور لطیفہ خفی جو کہ خانہ مہتاب ہے مہتاب نظر آنے لگے گا۔ اور جب مہتاب نظر آنے لگے تو اسکے بعد شغل آفتابی جو پہلے مذکور ہو چکا ہے کرے کیونکہ جو اس مقام پر شغل آفتابی نہیں کرلیتا آیندہ انوارات کی تاب نہیں لاسکتا۔ پھر اسکو بے بہرہ واپس آنا ہوتا ہے۔ اور چشم ظاہری پھوٹ جاتی ہیں۔ لیکن جب آفتاب گز بھر کے فاصلہ پر آجائے تو شغل آفتابی کو ترک کرکے نظر کو لطیفہ خفی سے ام الدماغ کی طرف جسکو لطیفۂ اخفیٰ کہتے ہیں لیجائے اور جب دونوں تپلی لطیفۂ خفی سے صعود کرنے لگیں تو درمیان راہ دو کنڈ یعنے تالاب اور دو پہاڑ حائل ہونگے۔ انکے درمیان ہوتا ہوا نکلے۔ پھر آگے چلکر تین دریا سد راہ ہونگے یعنی ظاہر سوراخ بینی کے آخر میں ذرا اوپر کی جانب تین سوراخ ہیں اور ہر ایک سوراخ سے ایک دریا جاری ہے۔ دہنی طرف کے سوراخ سے سفید و شفاف شیریں پانی کا دریا جاری ہے۔ اور بائیں جانب کے سوراخ سے آتش خیز و شعلہ زن دریا سرخی مائل جاری ہے جسکو خواہشات نفسانی و شہوانی کہتے ہیں اور درمیان ان دونوں دریاؤں کے دریائے آبحیات ہے۔ دہنی طرف کے دریا میں غسل کرے۔ اور دریائے آبحیات سے پانی پیتا ہوا اسی دریا کا داہنا کنارہ پکڑ کر روانہ ہو۔ اور بائیں طرف کے دریا سے بہت دور بھاگے کہ جل مرنے کا خوف ہے۔ اسواسطے دریائے آبحیات کا بھی دہنا کنارہ لیکر چلتے ہیں۔ بائیں جانب

بائیں جانب نہیں چلتے۔ کہ کہیں کوئی لپیٹ نہ لگ جائے۔ پھر کئی منزل کے بعد ایک مقام ملیگا جہاں دس چتر دار یعنی حواس خمسہ ظاہری و باطنی سحر کار نہایت خوش الحانی سے انہد کے سرود بجا رہے ہیں۔ یہ مقام مخزن حواس ظاہری و باطنی کا ہے۔ لیکن انکے راگ و رنگ پر مائل نہو کہ ابھی دور جانا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی پر عمل کرکے مکشوفات و تلوینات سے روگردانی کرے۔ کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے لَقَدْ رَأٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی کی برکتوں میں سے کچھ عنایت فرمائے۔ اس مقام میں چھ ماہ کے بعد الہام شروع ہو جاتا ہے۔ پھر ام الدماغ یعنی لطیفہ اخفیٰ کی طرف رجوع کرے جسکو بحر ظلمات کہتے ہیں اور ہر سہ دریا مذکورہ بالا اسی بحر ظلمات میں آ کر گرتے ہیں۔ یہاں ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا مضمون اور تاریکی محض ہے گھبرائے نہیں کہ ع آب چشمۂ حیوان درون تاریکی است ﴿ بہمت تمام قدم آگے بڑھائے اور خداوند کریم سے یہ دعا اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ مانگتا ہوا روشنی کا تصور کرے۔ ناگاہ ہزارہا آفتاب کی روشنی منودار ہو جائیگی جو شخص پہلے شغل آفتابی کر چکا ہو گا وہ تو اس روشنی کی تاب لا سکے گا ورنہ بے نیل مرام یہاں سے واپس آنا ہو گا۔ بقول شخصے مجرا برباد گناہ لازم۔ آنکھیں پھوٹ جائینگی۔ یہاں تین درجے سلوک کے طے ہو جاتے ہیں یعنی ناسوت و ملکوت و جبروت۔ اسی کا نام مقام محمود ہے۔ اور طرح طرح کے کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ اور حال قیامت عیاں ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں سے جلد تر قدم آگے بڑھائے اور پتلی کو نزول میں گدی کیطرف اتارے اب منزل لاہوت شروع ہوئی جب سالک اپنے کشف و کرامات سے روگردانی کرکے ذات الٰہی کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ ذات اس کو اپنے غلبہ عشق میں سرگرم کر دیتی ہے اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی کی کیفیت چکھا کر اپنی ذات میں فنا کر دیتی ہے یعنی تنزلات جسمانی و تعینات حسی سے فنائے مطلق حاصل کرکے باقی بخدا ہو جاتا ہے اور پھر پرتوہ رسالت سے خلعت عبدیت و خلافت حاصل کرکے عالم تنزلات میں[ا] اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ کا رتبہ پاتا ہے۔ اسی کا نام سلطاناً نصیراً اور نصرت تامہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ

[ا] اس حدیث کو ابو داؤد ترمذی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے ۱۲

کبھی کسی خرابی کی وجہ سے جب تپلی کو چڑھاتے ہیں تو فوراً گر جاتی ہے۔ ہر چند کوشش کیجاتی ہے لیکن کچھ پیش نہیں جاتی بہت حیرانی و پریشانی دامنگیر ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں چت لیٹ کر کیا کرتے ہیں اور دونو ہاتھ سر کے جانب دراز کر دیتے ہیں فوراً تپلی چڑھ کر قائم ہو جاتی ہے اور اس میں دودھ چاول کی غذا کھاتے ہیں اور آنکھوں کو مسگاوی لگاتے رہتے ہیں تاکہ پٹھے نرم رہیں

فصل پنجم۔ دربیان مراقبات

مراقبات جمع مراقبہ ہے۔ اور محققین کے نزدیک مراقبہ کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنا اور اپنی توجہ قلبی کو رقیب کی جانب پھیرنا ہے۔ رقیب اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم الٰہی ہے اور بعض محققین فرماتے ہیں کہ شغل و مراقبہ میں کچھ فرق نہیں اسلئے کہ دونوں میں تصور و خیال سے کام لیا جاتا ہے۔ اہل تصوف کی مراد مراقبہ سے وہ حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت سے کچھ اعمال اعضاء میں اور کچھ دل میں پیدا ہوا کرتے ہیں اور یہ حالت دو قسم پر ہے۔ ایک تو یہ حالت ہے کہ ہر وقت رقیب قلب کو تاکنا اور اسکی طرف مشغول و ملتفت و متوجہ رہنا اور ہمیشہ اسی کو ملاحظہ کرنا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے دل میں خفیہ و ظاہر باتوں اور باطن کے احوال کا پورا عالم جاننا اور بندہ کو اپنے جمیع اعمال و کل نفوس کے تمام اکتساب پر زبردست رقیب سمجھنا۔ کیونکہ اسرار قلوب اس پر ایسے عیاں ہیں جیسے شمس نصف النہار بلکہ حرکت ذرہ بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ دوسری حالت یہ ہے کہ اسمائے الٰہی میں سے کسی اسم کے معنی یا کسی لفظ و آیت قرآنی یا غیر قرآنی کے معنی میں دل کے خیال و تصور و توجہ کو ایسا متوجہ کرے کہ وہی حالت اُسکے قلب پر ایسی طاری ہو کہ وہ خود معانی بن جائے اور اپنی خبر بھی نہ رہے مشتے نمونہ از خروارے۔ چند مراقبہ یہاں بیان کرونگا۔ باقی "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کا مضمون ہے یاد رہے کہ مراقبہ دل پر منحصر ہے جب دل متوجہ الی اللہ یا غیر اللہ ہوتا ہے تو سب اعضاء بھی اُسی کیطرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب دل کے تابع ہیں اور نتیجہ مراقبہ یہ ہے کہ تصور محبوب میں ایسا مستغرق ہو کہ پھر کسی کی بھی خبر نہ رہے حضرت ابن مبارک نے ایک شخص سے فرمایا کہ

رَاقِبِ اللّٰہَ تو اُسنے اسکے معنی دریافت کئے آپنے فرمایا کہ ہمیشہ اسی طرح پر رہ کہ تو خدا کو دیکھتا ہی۔ حدیث شریف میں آیا ہی کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اِس طور پر کر کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہی پس اگر تجکو یہ بات میسر نہو کہ تو اسکو دیکھ سکے تو یہ تو ہو کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ اِس حدیث میں پہلا مقام مشاہدہ ہی اور دوسرا مقام مراقبہ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ یعنی کیا تونے اپنے خدا کی طرف نہیں دیکھا کیسے دراز کیا سایہ کو اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی یعنی یہ نجانا کہ اللہ دیکھتا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ یعنی ضرور اللہ تمکو دیکھتا ہی۔ جب یہ معرفت یقینی ہوجاتی ہے اور شک سے خالی۔ تو وہ معرفت دل پر غالب ہو کر دل کو دبالیتی ہے اور رقیب و محبوب کے پاس لیجاتی ہے پس فقیر کو ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور میں خدا کو۔ اور اگر ہمیشہ نہو سکے تو عبادت کے وقت تو ضرور ہے کہ یہ خیال رکھے۔ اب چند مراقبات یہاں لکھتا ہوں مناسب کہ با ادب تمام رو بقبلہ دو زانو یا جس طرح آرام دیکھے بیٹھے اور آنکھیں بند کرکے دل کیطرف متوجہ ہو اور اس کلمہ یا آیت یا اسم کے معنی کا تصور کرکے ایسا مشغول ہو کہ خود محو ہو جاوے پس طالب صادق جب نماز و ذکر سے فارغ ہو تو مراقبہ کرے تاکہ فنا در توحید حاصل ہو

مراقبات

(۱) اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی یعنی کیا نجانا اُسنے یہ کہ اللہ دیکھتا ہے۔

(۲) اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اللہ نور آسمانوں اور زمین کا ہی

(۳) وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی اور وہ ہر شے کو محیط ہے۔

(۴) وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی اور تمہارے نفسوں میں ہی کیا تم نہیں دیکھتے۔

(۵) کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ یعنی جو اوپر زمین کے ہی فنا ہونیوالا ہے اور باقی رہیگی ذات تیرے رب صاحب بزرگی اور صاحب انعام کی۔

(۶) وَھُوَ مَعَکُمْ یعنی اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

(۷) فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی پس جدہر کو منہ پھیرو پس وہیں منہ اللہ کا ہے۔

(۸) ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ یعنی وہی اول ہی۔ وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر

مراقبات

مراقبہ معیت مراقبہ اقربیت

مراقبہ توحید

ہے وہی باطن ہے یعنی اول و آخر ظاہر و باطن کوئی نہیں - مگر وہ ہے -

(۹) مراقبہ قدس - حجرۂ تنگ و تاریک میں چشم کشادہ نظر ایک جگہ پر قائم کرے اور دل میں اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی کا تصور رکھے - دل سے آواز اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کی آویگی اور انوار مقدس سے مشرف ہوگا ✣

(۱۰) مراقبہ ہفت گام پنج مراتب - ہفت گام عبارت سبعہ صفات ذاتی سے ہے یعنی حیات علم ارادت قدرت سمع بصر کلام - اور پنج مراتب مراد ہے - ناسوت ملکوت جبروت لاہوت - ہاہوت - سے ہر مراتب میں یہ تصور کرے کہ وہ ذات پاک حَیّ ہے بحیات خود - عَلیم ہے بعلم خود مرید ہے بارادت خود قدیر ہے بقدرت خود سمیع ہے بسمع خود بصیر ہے ببصر خود کلیم ہے بکلام خود - جو چیز نظر آوے وہ ناسوت میں ہے اور ناسوت صورت ملکوت کی ہے اور ملکوت صورت جبروت کی - اور جبروت صورت لاہوت کی اور لاہوت صورت ہاہوت کی اور ہاہوت عین ذات ہے - ✣ پس وہ شے ہی حقیقت میں عین ذات ہے -

(۱۱) مراقبہ بحری - اپنے تئیں بحر ذات سمجھے - اور باقی اشیاء کو حباب کہ یہ سب اشیا ظاہر ہو کر مجھ میں فنا ہو جاتی ہیں - سب کی اصل میں ہوں ✣

(۱۲) مراقبہ قرب نوافل - سالک یہ تصور کرے کہ میں فاعل ہوں اور خدا آلہ ہے - یعنی سالک حیّ ہے بحیات حق علیم ہے بعلم حق مرید ہے بارادت حق قدیر ہے بقدرت حق سمیع ہے بسمع حق بصیر ہے ببصر حق کلیم ہے بکلام حق ✣

(۱۳) مراقبہ قرب فرائض - یعنی خدا فاعل اور بندہ اُس کا آلہ ہے یہاں سالک یہ تصور کرے کہ حق سمیع ہے بسمع سالک - اور موجود ہے بوجود سالک کلیم ہے بکلام سالک بصیر ہے ببصر سالک قدیر ہے بقدرت سالک حاضر ہے بحضور سالک ناظر ہے بنظر سالک حی ہے بحیات سالک مرید ہے بارادت سالک ✣

(۱۴) مراقبہ نہ قرب نوافل نہ قرب فرائض بلکہ عین ہے یعنی سالک یہ تصور کرے کہ وہ خود حی - سمیع - کلیم - قدیر - علیم - وغیرہ ہے ✣

مراقبات خمسہ قادریہ محبوبیہ غوثیہ

مخفی نہ رہے کہ اذکار و اشغال و مراقبات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ یعنی صفاتی و ذاتی و مشترک۔ پس انہیں اقسام میں سے ایک خمسہ لکھتا ہوں۔ داند ہر کہ داند وھُوھٰذا

(۱) اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اَللّٰہُ قَادِرِیْ

(۲) وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ۔ اَللّٰہُ مَعِیْ

(۳) فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۔ اَللّٰہُ شَاھِدِیْ

(۴) اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۔ اَللّٰہُ نَاصِرِیْ

(۵) وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۔ اَللّٰہُ حَاضِرِیْ

اور ان سب سے بہتر اور عمدہ مراقبہ بلفظ آنا ہے۔ بشمار بست و یکبار اور قادری موافق یازدہ اسم الٰہی کے کہ جو خاص ورد و شغل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھا۔ ورد و شغل رکھے اور اس خاندان قادریہ محبوبیہ غوثیہ میں سر الاسرار مراقبہ کن فیکون خمسہ وجودات ہے ؛

یاد رکھو کہ جب طالب صادق اوراد و اذکار و اشغال و مراقبات وغیرہ کرتا ہے تو اُس کو اس راہ میں چار کفر پیش آتے ہیں۔ ایک تو انکشاف سے پہلے آتا ہے اور تین بعد انکشاف۔ جو انکشاف سے پہلے آتا ہے وہ کفر شرعی ہے یعنی اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا اور اُسکے فرائض سے منکر ہونا جیسے کفار و مشرکین بت پرست ہیں۔ اور اپنی انانیت کو اُسکے سامنے قائم رکھنا جیسے ابلیس لعین ہے اور انکشاف کے بعد جو کفر پیش آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ کفر نفسی۔ قلبی۔ روحی۔ کفر نفسی وہ ہے کہ اس راہ میں طالب صادق کو پہلے نور نفس انکشاف ہوتا ہے۔ اُس کو خدا نہ سمجھے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [1] فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ یعنی پس جب ڈھانپ لیا اُسکو رات نے دیکھا

[1] پ ۷-۱۵-۶-۱۲

ایک تارہ (یعنی نور نفس) کہا یہ میرا رب ہے فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ یعنی پس جب وہ چھپ گیا کہا میں دوست نہیں رکھتا چھپ جانے والے کو یعنی جب اُس رتبہ سے ترقی پائی اور نور نفس فنا ہوا تو کہا کہ میں فانی کو دوست نہیں رکھتا فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ یعنی پھر جب دیکھا چاند کو روشن کہا یہ میرا پروردگار ہے یعنی جب نور نفس سے ترقی پاکر نور قلب نمودار ہوا (لطیفہ قلب کی روشنی قمر لیلۃ البدر کے مانند ہے) تو کہا یہ ہی میرا مطلوب ہے فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ یعنی پھر جب چھپ گیا تو کہا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو میرا پروردگار تو البتہ میں ہو جاؤنگا قوم گمراہوں سے یعنی جب نور قلب بہ سبب ترقی کرنے کے فنا ہوا تو گھبرا کر کہنے لگے کہ خدا بچائے ایسا نہ ہو گمراہ ہو جاؤں فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ یعنی پھر جب دیکھا سورج کو روشن کہا یہ میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی جب نور قلب سے ترقی پائی اور انکشاف نور روح ہوا تو کہنے لگے کہ بس یہی میرا پروردگار ہے سب سے بڑا روشنی والا (نور لطیفہ روح شمس کے مانند روشن ہے) فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ یعنی پھر جب چھپ گیا کہا اے میری قوم میں بیزار ہوں اُس چیز سے کہ تم شریک کرتے ہو میں تم شرکین کے ہمراہ نہیں ہوں یعنی جب نور روح سے ترقی پائی اور نور سبحانی بےکیف منکشف ہوا تو کہا اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی تحقیق میں نے متوجہ کیا اپنے مُنہ کو واسطے اُسکے جسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو توحید کرنے والا ہو کر اور میں نہیں مشرکین سے پس طالب کو لازم ہے کہ غیر نجات کو ہمیشہ نفی کرتا ہوا میدان توحید میں علم گاڑے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان بعد الکفر ہے۔ ۵

۵	ہنوز از کاف کفرت خود خبر نیست کفر و ایمان قرین یک دگر اند اولاً کفر باید اے درویش	حقائق ... ایمان را چہ دانی ہر کرا کفر نیست ایمان نیست ورنہ بےکفر کس مسلمان نیست

جب تک طالب کفر سے نہیں گذرتا مومن کامل نہیں ہوتا۔ بلکہ جبتک کفر و ایمان کے

جھگڑہ میں ہے محجوب ہے۔ چنانچہ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِنَّ الْکُفْرَ وَ الْاِیْمَانَ مَقَامَانِ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْشِ حِجَابَانِ بَیْنَ اللّٰہِ رَبِّیْ الْعَبْدِ یعنی کفر و ایمان ہر دو مقام ہیں عرش سے آگے۔ ہر دو حجاب ہیں درمیان خدا اور بندہ کے۔ ؎

عشق را با کفر و ایمان کار نیست	عاشقان را جز خدا در کار نیست
ہر کرا در معرفت محکم قدم	در گذشت از کفر و از ایمان ہم
چون ترا این کفر و این ایمان نماند	این تن تو گم شدہ این جان نماند
مرد میدان می شوی این کار را	مرد باشی این چنین اسرار را
پائے در نہ ہچو مردان و مترس	در گذر از کفر و از ایمان مترس
چند ترسی دست از طفلی بدار	باز شو چون شیر مردان سوئے کار

؎

بھر نامیکہ در اسلام بودیم	بجملہ بر مغان ایثار کردیم
چو از کونین ہر دو دیدہ بستیم	میان دیدہ خود دیدار کردیم

پہلے ہم ذکر صلوٰۃ دائمی میں وعدہ کر چکے ہیں کہ وجوداتِ خمسہ کا عروج و نزول شرح آیندہ کسی مقام میں تحریر کریں گے سو اب ہم اس وعدہ کو پورا کرتے ہیں۔

فصل ششم در بیان تجلیات الٰہی و تنزلات و تعینات وجودات خمسہ و تشریح اینہا مع لوازمات و تعلیم مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

زمانہ سابق میں یہ تعلیم خاندان قادریہ و چشتیہ میں بڑے زور سے ہوا کرتی تھی لیکن فی زمانا بجز اوراق کہیں نہیں نظر آتی۔ بلکہ خمسہ وجودات کا کوئی نام بھی نہیں جانتا افسوس صد افسوس۔ پس میں بھی اوراق میں ہی درج کرتا ہوں۔ مقصود اصلی سے پہلے اس امر کو بیان کرنا کہ احدیت ذات نے اپنی تجلیات سے وجوداتِ عالم کا ظہور کس طرح پیدا فرمایا۔ اور ذات کو ہر درجہ وجود میں ظہوراتِ عالم سے کیا نسبت ہے ضروری سمجھا گیا۔ اہل معرفت خوب آگاہ ہیں کہ ذات حق اپنی اصلی حالت پر اَلْاٰنَ کَمَا

بیان تجلیات الٰہیہ و تنزلات و تعینات وجودات خمسہ

کَانَ قائم وبرقرار ہے۔ اور عروج ونزول وتعینات سے منزہ ومقدس۔ لیکن صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے واسطے سمجھانے سالک بندی کے تنزلات وتعینات وتجلیات خمسہ وجودات ذات احدیت مقرر فرمائے ہیں یعنی تجلی اول واحد الوجود بتعین اطلاق عالم ہاہوت۔ تجلی دوم عارف الوجود بتعین وحدت وحقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عالم لاہوت۔ تجلی سوم ممتنع الوجود بتعین واحدیت واعیان ثابتہ عالم جبروت۔ تجلی چہارم ممکن الوجود بتعین ارواح جمیع مخلوقات عالم ملکوت۔ تجلی پنجم۔ واجب الوجود بتعین اجساد واجسام عالم ناسوت۔ پس ذات حق کو ہر درجہ وجود میں اپنے ظہورات سے جداگانہ نسبت ہے۔ یعنی عالم ناسوت واجب الوجود میں ذات کو اپنے مظہر صفات کے ساتھ حاکم ومحکوم کی نسبت ہے۔ اور عالم ملکوت ممکن الوجود میں ایسی نسبت ہے جیسے باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ اور عالم جبروت ممتنع الوجود میں نسبت محبوبیت کی ہے۔ اور عالم لاہوت عارف الوجود میں نسبت عاشقی ہے تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ظہورات کو ان پانچ وجودات میں ختم کیا ہے یعنی واحد الوجود۔ عارف الوجود۔ ممتنع الوجود۔ ممکن الوجود۔ واجب الوجود۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اول ذاتِ بحت نے بتعین اطلاق واحد الوجود نام پایا۔ کما قال علیہ السلام کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ[1] یعنے اللہ تھا اور نہ تھی اُسکے ساتھ کوئی شے پھر اُس ذات مقدس نے بتعین عارف الوجود جس کا نام نامی نور وحقیقت محمدی ہے بعلم اجمالی ظہور فرمایا کما قال علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ[2] یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے ہی نور کو اپنا مظہر بنایا۔ پھر اُس اپنے نور کے جمال بے مثال کو ملاحظہ فرماکر خود کو عاشق اور اُس نور قدسی کو اپنا محبوب بنایا۔ چنانچہ حدیث قدسی لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ گواہ ہے یعنی اے محمد صلعم اگر تو نہوتا میں البتہ اپنی ربیت کو ظاہر نہ کرتا اللہ تعالیٰ کو اس درجہ وجود میں اپنے مظہر کے ساتھ نسبت عاشقی کی ہے۔ پھر اس نور لطیف کو

---

[1] یہ حدیث بخاری میں ہے ۱۲۔

[2] یہ حدیث مواہب اللدنیہ میں ہے ۱۲

عرفان بخشا تاکہ اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب کی معرفت حاصل کرے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی تصدیق ہو جائے۔ پس اس عرفان کی وجہ سے اس نورِ مقدس کو روحِ قدسی کا خطاب عنایت ہوا۔ اور عالمِ جبروت حقیقت انسانی میں تعیّن ممتنع الوجود بعلمِ تفصیلی ظہور فرمایا۔ اِس درجہ وجود میں اُس روحِ قدسی نے بوسیلۂ شناخت خود ذاتِ واحد کو موصوف بصفات سبعہ شناخت کرکے ذات پر عاشق ہو گئی۔ اِس مرتبہ میں ذات کو اپنے مظہر سے نسبت محبوبیت کی ہے یعنی اس مقام میں ذاتِ الٰہی محبوب ہے اور مظہر عاشق پھر تعیّن ممکن الوجود جسکو عالمِ ملکوت کہتے ہیں ظہور فرمایا اور بوجہ کمالِ شانِ محبوبی خود روحِ قدسی سے ارواحِ غیر متناہی آئینہ ہائے مختلف الالوان کو ظہور میں لایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ[1] یعنی اور اسکی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اور اختلاف تمہاری بولیوں کا اور تمہارے رنگوں کا۔ البتہ اس میں نشانیاں ہیں واسطے عالموں یعنی عارفوں کے تاکہ اپنے حسن و جمال کو ان مرآۃ مختلفہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اِس مقام ممکن الوجود میں ذاتِ حق کو اپنے ظہور سے ایسی نسبت ہے جیسے باپ کو اولاد سے۔ اور اولاد کو باپ سے یعنی اس مرتبہ ملکوتیہ میں ذاتِ حق باپ کی مانند رحیم و کریم و تربیت و پرورش کنندہ ہے اور مخلوق کو اولاد کی طرح نہ خوفِ عذاب ہے نہ اُمید ثواب نہ خیال عطا نہ طلب عرفان نہ آرزوئے حصولِ کمالات پس ذاتِ حق واسطے اثباتِ ربوبیت و اجرائے حکم قضا و قدر خود ان ارواح کی تربیت کے لیے قہر و عطا و کرم و رحم کو ارواح پر اظہار کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا[2] عبودیت کا اقرار لیا اور سب کو وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کے خطاب سے مشرّف فرمایا۔ اور ہر ایک کو اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اپنی نیابت و خلافت کا حکم سنادیا۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ پھر عالمِ جسمانیات میں بھیج کر حکم قیام کا فرمایا۔ یہاں عالم ناسوت میں پہنچتے ہی ہر ایک کو دعوے خلافت ہوا کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

---

[1] پ ۲۱ ع ۶ - ۱۲ [2] پ ۹ ع ۱۰ - ۱۲ [3] پ ۸ ع ۷ سورۃ انعام ۱۲

درجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ یعنی اور اسی نے تمکو کیا ہے نائب زمین میں اور بلند کئے تم میں
درجے ایک کے ایک پر کہ آزمائے تمکو اپنے دیئے حکم میں۔ اس سے ہر ایک کو علم ہو گیا کہ ہم
نائب ہیں پس اس لئے ہر ایک نے دعوائے نیابت کیا۔ اور آپس میں ہر طرح کے نزاع و فساد
شروع ہوئے پھر ذاتِ حق نے بشانِ احکم الحاکمین اپنے بندگان خاص کی معرفت احکام بھیجنے
شروع کر دیئے پس ذات حق بدرجۂ واجب الوجود عالمِ ناسوت میں بمنزلہ حاکم کے ہے۔ پوشیدہ
نہیں کہ ذات او سبحانہ تعالیٰ نے بخمسۂ وجودات عالم ظہور فرمایا اور ہمنے ان تنزلات کا نام خمسۂ وجودات
رکھا ہے۔ آمدم برسر مطلب اب انکا عروج مفصل سنیئے ؛

تجلی پنجم معرفت واجب الوجود تعین اجسام

معرفت واجب الوجود تعین اجسام

تن خاکی روح نامی موکل میکائیل۔ اس موکل کا یہ کام ہے کہ اوپر سے فیض لے اور اجسام کو
دے یعنی پرورش اجسام اس کا کام ہے تشریح واجب الوجود بحسب اصطلاح علمائے شریعت وجود
باری عز اسمہٗ کو کہتے ہیں کہ جو بذات خود قائم و دائم ہے اور تغیر و تبدل و حدوث و فنا کو اس کے
سراپردۂ عزت کے گرد راہ نہیں اور جملہ وجود موجودات کونین اسکے ذاتی وجود سے نمود میں
آئی ہیں لیکن باصطلاح صوفیہ کرام اس جسد عنصری کو واجب الوجود یعنی لازم الوجود کہتے ہیں
یہاں وجود بمعنی جسم ہے کہ روح حیوانی و طبعی و نباتی نامی کو بغیر جسم عنصری ظہور میں ہرگز قیام و قرار
نہیں اسلیئے یہ جسد عنصری روح کیواسطے واجب و لازم قرار پایا۔ یہ وجود عنصری موجب نزول رحمت
و مورد ورود فیضان الٰہی ہے۔ اور سبب حصول مراتب و مقاصد غیر متناہی کا اگر یہ وجود عنصری نہوتا
تو کوئی شخص مرتبہ نبوت و رسالت و ولایت وغیرہ کو نہ پہنچتا۔ اس جسد عنصری میں اللہ تعالیٰ نے
اپنی عجیب و غریب حکمت بالغہ کا اظہار فرمایا ہے کہ عقل جزوی اسکے ادراک میں حیران و پریشان ہے
یعنی عناصر متضادہ کو ایک جا جمع کرکے ان میں حواس مختلفہ کو پیدا کرنا اور حواس میں لذائذ اور
لذائذ میں کیفیات کو قائم رکھنا وغیرہ وغیرہ جو فہم و قیاس عقلا و حکمائے زمانہ سے بالاتر ہے یہ عجیب
وجود ہے کہ جمیع وجودات یعنی ممکن الوجود و ممتنع الوجود و عارف الوجود و واحد الوجود سب اس میں
موجود ہیں اور پھر یہ خود ہر ایک وجود میں موجود۔ یہ عجیب عالم صغیر ہے کہ عالم کبیر بھی اسکے اندر لپٹا

ہوا ہی یہ طلسم الٰہی ہے۔ اس کا راز آج تک کسی پر منکشف نہیں ہوا۔ وَلَا یَعْلَمُ حَقِیْقَتَہٗ اِلَّا ھُوَ یہ احب الوجود تجلی پانچویں اور ممکن الوجود کا مظہر و پرتو ہے اللہ تعالیٰ نے اس وجود کو تن خاکی و روح حیوانی و طبعی و نامی عنایت فرمایا ہے اور تن خاکی و روح حیوانی کے اتصال سے قلب مضغہ گل صنوبری مع مدارج کمالات ظہور میں آیا چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے اِنَّ فِیْ جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضْغَةٌ وَفِی الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ ضَمِیْرٌ وَفِی الضَّمِیْرِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ اَنَا یعنی اس قلب مضغہ صنوبری میں یہ خود آور ممکن الوجود و ممتنع الوجود و عارف الوجود و واحد الوجود جو روح حیوانی و روح متحرک و روح ناطق و روح قدسی و ذات احدیت کے نام سے موسوم ہیں موجود ہیں سبحان اللہ یہ مضغہ صنوبری ہے یا خانہ طلسمات جس چیز کو ڈھونڈو وہ سب اس میں موجود بلکہ احدیت ذات کا پتہ بھی اسی میں ہی لگتا ہے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ پھر اس مضغہ صنوبری میں ایک قابلیت رکھی گئی ہے جس کا نام نفس امارہ ہے یعنی خواہشات مذمومہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ جب روح حیوانی طبعی نامی اس جسد عنصری میں قائم ہوئی تو چونکہ جسد پہلے ہی سے مجموعہ طلسمات عناصر متضادہ و حواس مختلفہ و لذائذ عجیبہ غریبہ کا پتلا بن رہا تھا آتے ہی گرفتار طلسمات ہوگئی اور ناجنسوں کی صحبت میں لذائذ کی طرف میلان کیا اور دل کی معین و مددگار بنگئی سچ ہے

صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند

دل میں امارگی کی صفت تو پہلے ہی سے موجود تھی دیوانہ را ہوسے بس است کا مضمون ہوگیا اسکی اشتغال کسے دل خصائل ذمیمہ خواہشات ملعونہ کا مخزن بن گیا۔ اسی واسطے انسان لذائذ حوسی و خواہشات حیوانی شہوانی میں مبتلا ہوئے بلا رہتا ہے اسی کو نفس امارہ کہتے ہیں یہ مقام روح نامیہ کا ہے اور جسم میں دل مضغہ گوشت بصورت گل صنوبر مقام نفس امارہ ہے۔ اگر کوئی طالب صادق اس قید جسمانی و کید نفس امارہ سے خلاصی و مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے راز سے آگاہی و منزل اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ سے ذات احدیت کی طرف عروج کرنا چاہے تو اول صفات ذمیمہ قلبی کو توحید اقوالی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عامل علی الشریعت ہوا و بموجب ارشاد پیر کامل ذکر لسانی میں جسکو تعلقہ کہتے ہیں مشغول رہے تاکہ کید نفس امارہ سے نجات پائے کما قال علیہ

ــــــــــ

لے قلب یعنی روح حیوانی طبعی۔ فواد یعنی روح متحرک ضمیر یعنی روح ناطق سر یعنی روح قدسی۔ انا یعنی ذات واحد الوجود

قلب مضغہ صنوبری۔ تن خاکی۔ آدم الحجاب

نفس امارہ

توحید اقوالی

السلام لِکُلِّ شَیْءٍ مِصْقَلَۃٌ وَ مِصْقَلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ تعالی تاکہ آئینہ قلب زنگ و ماتم سے پاک وصاف ہوکر عکس قبول کرنے لگے۔ پھر مراقبہ شرعی جس کا نام احسان ہے کما قال علیہ السلام فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کو ہر وقت مدنظر رکھے یعنی اللہ تعالی کو اپنے اقوال و اعمال و احوال پر سمیع و بصیر و حاضر و ناظر جانے پھر نفی و اثبات سے اسم ذات کی طرف رجوع کرے۔ اور بذکر اسم ذات مجرد از صفات ہمیشہ زبان کو متحرک رکھے تاکہ ذوق وشوق پیدا ہو۔ یہانتک کہ مستغرق ہوجائے۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی تصور رکھے کہ یہ میرا جسم خاکی مجھ سے علیحدہ ہوگیا ہے۔ یہانتک تصور کو بڑھائے کہ یہ جسم ناسوتی جدا نظر آنے لگے۔ پھر تجرید و تفرید کو اختیار کرے۔ ذمائم سے مجرد ہونے کا نام تجرید ہے۔ اور علائق سے منفرد ہوجانے کا نام تفرید۔ انکو مضبوطی سے اپنی ذات پر لازم سمجھے کہ پھر لغزش نہو۔ اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر درجہ وجود میں سالک کو مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنے جداگانہ کیفیت سے منکشف ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے نفس کی معرفت کے ذریعہ سے معرفت رب حاصل کرتا ہے اور سب مدارج کے اختتام پر معرفت ربّ الارباب ہوتی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ مثلاً عالم ناسوت میں معرفت نفس و معرفت رب بطور قیاس ہے یعنے اپنے نفس کی شناخت پر معرفت رب قیاس کرتا ہے پس اس درجہ میں سالک شق اول کے یہ معنی قیاساً مفہوم کرتا ہے کہ میں عبد ہوں بندہ ہوں محکوم ہوں مصنوع ہوں۔ اور شق ثانی کو اسی پر قیاس کرتا ہے کہ رب میرا معبود ہے مالک ہے حاکم ہے صانع ہے اور قیاس کرتا ہے کہ اس عالم کا کوئی صانع ضروری ہے جو اپنی صنعت کاملہ سے اسکو بطرز بوقلموں صفحۂ اظہار میں لایا ہے وہی میرا پروردگار ہے غرض اس درجہ وجود میں صانع کو صنعت سے شناخت کرتا ہے پس جب تن خاکی سالک کو الگ نظر آنے لگے تو اس حالت والیکو عارف کہتے ہیں۔ پھر اسم ذات میں ایسا مشغول ہو کہ ہر بن مو سے سلطان الاذکار جاری ہوجائے اسکے بعد وہ تن خاکی جو تصور میں جدا نظر آنے لگا ہے اُس تصور کو یک لخت اُٹھا دے۔ اور خواب ناسوتی سے بیدار و ہوشیار ہوکر واسطے حصول ممکن الوجود کے کوشش بلیغ کرے ممکن الوجود وہ وجود مثالی ہے جو حالت خواب میں

مراقبہ شرعی

تجرید و تفرید

قیاس

شہادت مبداء

اسی وجود کے مثال سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے اور یہ وجود مثالی شہادت مبداء میں حاصل
ہوتا ہے۔ شہادت مبداء واسطے ترک کرنے واجب الوجود و حاصل کرنے ممکن الوجود کے
مقرر ہے۔ شہادت مبداء وہ ہے کہ تن خاکی کے تمام حرکات و سکنات کو نگاہ میں رکھے اور
ساکن ہو کر باطن کیطرف متوجہ ہوجائے اور خوب بغور دیکھتا رہے کہ بوقت سکون جسد عنصری
میں جو وسوسہ حرکت و خطرہ ظاہر ہو بالیقین جانے کہ یہ ممکن الوجود کی طرف سے ہے شہادت
مبداء دو قسم ہے رسمی و عینی۔

شہادت مبداء رسمی

شہادت مبداء رسمی وہ ہے کہ اپنے تصور کو اس وجود خاکی
سے اٹھائے اور وجود مثالی روحانی کو جو خواب میں سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسکو اپنی
نظر تصوری میں قائم کرے اور بیقین خیال کرے کہ میرا خاص وجود یہی ہے نہ وجود خاکی
اور اس کا کمال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسکے تن خاکی میں سوئی گاڑدے تو کچھ خبر نہ ہو۔ اور

شہادت مبداء عینی

شہادت مبداء عینی یہ ہے کہ اپنے تن خاکی کو از سر تا قدم علیحدہ دیکھے اور اس کا کمال یہ ہے
کہ رنج و راحت لذت و تلخی بدرجہ مساوات ہوجائے بلکہ تکلیف و عذاب سے لذت زیادہ
اٹھائے جبتک سالک کو شہادت مبداء عینی میں وجود مثالی نظر نہ آئے ہر وقت حصول وجود
روحانی میں مشغول رہے یہانتک کہ وجود ناسوتی کو فنا و وجود ملکوتی میں بقا حاصل ہوجائے
اس حال کے صاحب کو واصل کہتے ہیں۔ یہ منزل ناسوت ہے۔

طریقہ حصول ممکن الوجود ملکوتی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ باجازت پیر کامل واقف اسرارات وجودات خمسہ اس مراقبہ میں مشغول ہو۔

گر نہ بینی سر حق بر ما بخند	چشم بند و گوش بند و لب ببند

یعنی مقام تنہائی میں حجرہ کا دروازہ بند کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور چشم و گوش و لب بند کر کے
اپنی نظر باطنی و توجہ قلبی کو اپنی نیت پر قائم کرے اور اسکی محافظت کرتا رہے کہ علم سے
پوشیدہ نہو جائے یعنی اپنے علم کو بھی قائم رکھے ایسا نہو کہ مدہوشی طاری ہوجائے اس میں
نقصان ہے ہوشیار رہے یہاں تسخیرات خلائق بدرجہ کمال ہے اس طرف ملتفت
نہو کہ طے منازل سے رہجائیگا۔ بلکہ ظہورات ذات حق کی جانب متوجہ رہے۔ اس شغل کو ہر روز

بعد نماز صبح چار گھنٹہ تک کرتا ہے اور بعد نماز ظہر پانچ بجے عصر تک مشغول رہے اور رات کو بعد نماز عشاء صوت سرمدی میں اَللہ ھُوْ کو شامل کرکے ھُوْ کو مثل دراز کھینچکر دماغ میں لیجائے اور حبس دم کرے اور جب دم بنہایت پہنچے تو آنا سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ عَلِیْمٌ کہکر چھوڑدے پھر اسیطرح ھُوْ کو آواز سرمدی کیساتھ دماغ میں لیجائے اور اسی آواز پر ھُوْ کا تصور جمائے رکھے ابتدا میں اپنے اُوپر یہ امر لازمی سمجھے کہ اپنے خیال و نظر دل کو اُسی آواز پر بلفظ ھُوْ قائم رکھے تاکہ خیال و نظر دل سمع میں قائم رہے ورنہ سمع سے پوشیدہ ہوجائیگی اور یہ نقصان ہے جبتک حبس دم کی طاقت رہے توجہ و نظر دل اُسی آواز میں تصور ھُوْ قائم رکھے اور اس بات کا بھی تصور رکھے کہ میں ہی سنتا ہوں میں ہی دیکھتا ہوں میں ہی جانتا ہوں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ اِس مراقبہ میں تصور ھُوْ با آواز سرمدی و توجہ نظر دل اس آواز پر اور شنوائی بینائی۔ دانائی معمول ہیں اسی طرح نو بار دم کو روکے اور چھوڑے اس شمار سے کم ورزش نکرے کہ یہ عدد اُمہات اعداد ہے اور اگر ہوسکے تو اکیس یا اکتالیس بار تک نوبت پہنچائے۔ پھر اس تعداد سے فارغ ہوکر ایک رکعت نماز اس ترکیب سے ادا کرے اور جس نیت سے پڑھیگا اُسکا اثر چالیس روز میں محسوس ہونے لگیگا یعنی اگر بہ نیت شہود و مشاہدہ ممکن الوجود و کشف کونی و آلہی و تصرفات و خوارق عادات و طی الارض و مشی علی الھوا و دریا وغیرہ یا حصول مال و دولت و تسخیر خلایق و فتوح وغیرہ غرض جس نیت سے پڑھیگا اُسکا اثر بہت جلد دیکھے گا۔ اِسکی ترکیب یہ ہے کہ کھڑے ہوکر واحدہ رکعت نماز بحصول ممکن الوجود اَللہُ اَکْبَرُ کہکر آنکھیں بند کرکے خاموش کھڑا رہے اور آواز سرمدی میں ھُوْ کو شامل کرکے دماغ میں لیجائے اور توجہ و نظر دل کو اُس آواز پر قائم رکھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسری بار اَللہُ اَکْبَرُ کہکر رکوع میں جائے۔ اور ھُوْ کا تصور اس آواز میں قائم رکھے پھر تھوڑی دیر کے بعد اَللہُ اَکْبَرُ کہکر قیام کرے اور اُس آواز میں ھُوْ کا تصور رکھے اور پھر اَللہُ اَکْبَرُ کہکر سجدہ میں جائے اور ھُوْ کے تصور کو قائم رکھے اور پھر اَللہُ اَکْبَرُ کہکر سجدہ سے سر کو اُٹھائے اور جلسہ میں اسی تصور کو قائم رکھے پھر اَللہُ اَکْبَرُ کہکر سجدہ میں جائے اور تصور کو قائم رکھے پھر اَللہُ اَکْبَرُ کہکر سر کو اُٹھائے اور اَلتَّحِیَّات کی جگہ تصور ھُوْ کو قائم رکھے پھر اَللہُ اَکْبَرُ کہکر دہنی طرف بہ نیت سلام مُنہ پھیرے اور تصور کو قائم رکھے پھر اَللہُ اَکْبَرُ کہکر بہ نیت سلام بائیں جانب مُنہ کو پھیرے اور اسی تصور میں بیٹھا رہے

ہفت شغل بہفت حروف

پھر جب چاہے کھڑا ہوجائے نماز ختم ہوئی لیکن ہر رکن میں نو بار حبس دم کرے اور چھوڑے اور نماز کے خاتمہ پر جو دعا طلب کریگا قبول ہوگی لیکن جسقدر ہر رکن میں دیر لگائیگا فائدہ زیادہ ہوگا۔ اور اگر ان سب ارکان میں حبس دم کرے تو بہتر ہے جب شہادت مبداعلیٰ میں سالک کو وجود ملکوتی نظر آنے لگے تو تن خاکی کو بحوالہ ہفت شغل سپرد خداوند کریم وحافظ حقیقی کرے۔ وہ ہفت شغل ہفت حروف یہ ہیں ثی۔ ھ۔ و۔ ن۔ م۔ ل۔ ک اول حرف یا کو زیر اقدام تصور کرکے ان کلمات کو طلب استقامت دعا مانگے یَسِّرْ لَنَا الْاِسْتِقَامَۃَ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا یَا اللّٰہُ یعنی اے اللہ تیری یاد میں مجھپر استقامت کو آسان کر اور میرے قدموں کو اپنی عبادت میں ثابت رکھ اور حرف ھا کو بجائے زانو متصور کرکے یہ دعا مانگے ھَدِّبْ جَلَسَتَنَا یَا اللّٰہُ یعنی اے اللہ میرے زانوؤں کو اپنی عبادت میں بیٹھا رکھ حرف واؤ بجائے قلب انفاس تصور کرکے یہ دعا مانگے وَسِّعْ قَلْبَنَا بِقَبُوْلِ فَیْضَانِکَ وَ احْفَظْ اَنْفَاسَنَا عَنِ الْغَفْلَۃِ یَا اللّٰہُ یعنے اے اللہ میرے دل کو فراخی بخش تاکہ تیرے فیضان کو قبول کرسکے اور میرے انفاس کو غفلت سے محفوظ رکھ کہ کوئی دم تیری یاد سے خالی نجائے۔ حرف نون بجائے سینہ تصور کرکے یہ دعا طلب کرے نَعِّمْنَا بِنِعْمَتِکَ الْحَقِّ یَا اللّٰہُ یعنے یا الٰہی اپنی نعمت حقانی و نورانی سے میرے سینہ کو پر کر دے۔ حرف میم کو بجائے حلقوم تصور کرکے اسکی دعوت یہ ہے مَہِّجْ الْحَانِیْ بِذِکْرِکَ یَا اللّٰہُ یعنی یا الٰہی میرے حلق کو اپنے ذکر میں الحان عطا فرما کہ ہر وقت تیری یاد میں مشغول رہے حرف لام بجائے پیشانی متصور ہے اس طرح دعا کرے لَقِّنَا ذِکْرًا اَفَاضَ النُّوْرَ لِکَ یَا اللّٰہُ یعنے یا الٰہی مجھے ایسا ذکر تلقین فرما کہ میری پیشانی ترے نور کا افاضہ کرکے منور ہوجائے حرف کاف بجائے دماغ متصور کیا ہے۔ اسکی دعوت یہ ہے کَمِّلْ مَشَامَّنَا بِذِکْرِکَ یَا اللّٰہُ یعنے یا الٰہی میرے دماغ کو اپنی یاد و محبت سے مکمل فرما کہ سوائے تیرے سب کو بھول جاؤں شہادت مبداعینی میں اشتغال کو بدرگاہ حق جل وعلی شانہ بعجز و نیاز ہمیشہ کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس وجود خاکی کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اپنے الطاف عمیم سے ممکن الوجود کی معرفت عطا فرما کر طریقت کی راہ دکھائے۔

تجلی چہارم تعین ممکن الوجود

ممکن الوجود

تن روحانی متحرک و روح حیوانی و موکل اسرافیل۔ اس موکل کا یہ کام ہے کہ ممتنع الوجود سے فیض لے

اور ممکن الوجود کو پہنچائے تشریح ممکن الوجود ممتنع الوجود کا مظہر و پرتو ہے حدیث قدسی میں خَلَقْتُ الْخَلْقَ کا اشارہ اسی ممکن الوجود کیطرف ہے۔ یہ منبع جمیع مخلوقات ہر دو عالم ہے بلکہ یہ جملہ عالم اجساد و عالم ارواح کا وجود ہے۔ ممکن الوجود وہ ہے جس کا عدم و وجود مساوی تھا قائم بذات حق ہو۔ اور یہ وہ وجود روحانی ہے جو عالم خواب میں اسی جسم خاکی کی صورت و شکل میں سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے اسی کو روح مسافر و روح جاری و روح سیرانی کہتے ہیں۔ اسی روح جاری کا نام ممکن الوجود ہے۔ بروز میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی مخاطب یہ ہی روح تھی۔ اور اسی روح نے جواب میں بَلٰی کہا تھا۔ اس روح کا قیام بروح ناطق ہے کہ وہ عین روح قدسی ہے جو پرتو ذات حق ہے یہ ممکن الوجود جائے ظہور اشیاء امکانیہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس وجود کو تن روحانی یعنی وجود ملکی و مثالی جو عالم خواب میں نظر آتا ہے اور روح متحرک و سیرانی جو بحالت خواب اس جسم مثالی کو اٹھا کر سیر و طیر کرتا ہے عنایت فرمایا اسکو خواب بیداری میں ہرگز آرام و قرار نہیں۔ تن روحانی و روح متحرک کے اتصال سے قلب منیب کا ظہور ہوا۔ اس قلب میں قابلیت لوامگی یعنی خواہش حصول اوصاف حمیدہ ملکیہ رکھی گئی ہے اور اسی کا نام نفس لوامہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یہ نفس آدمی کو برائی پر ملامت و نقص کی اصلاح و ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے اور توجہ تام بسوئے حق رکھتا ہے یہ قابلیت و حقیقت قلب منیب ہے۔ واجب الوجود عنصری کا نام ھَوا ہے اور ممکن الوجود روحانی کا نام صفا و عالم ھَوا میں سیر کرتا ہے اور یہ عالم صفا میں روح متحرک کا مقام قلب منیب ہے اور یہ روح ہمیشہ حرکت میں رہتی ہے اور اس میں قوت سیر و طیر اسقدر ہے کہ طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور فرش سے عرش تک پہنچ سکتی ہے اور اسکو سکون اسوقت ہوتا ہے کہ جب سالک متصف بصفات نفس لوامہ ہو کر قلب منیب میں داخل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ اِدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ یعنی جو شخص اللہ سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور آتا ہے قلب منیب میں داخل ہوا اس میں ساتھ سلامتی کے یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔ گویا آج سلامتی میں داخل ہو گیا لَهُمْ مَا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ یعنے اور واسطے انکے ہے جو کچھ کہ چاہیں گے بیچ اسکے۔ اور نزدیک ہمارے ہے زیادتی قلب منیب کی یہ خاصیت ہے کہ روح متحرک کی حرکات طبیعیہ کو اپنے میں قبض و جذب کرلیتا ہے یعنی روح

روح متحرک

تن روحانی

قلب منیب

نفس لوامہ

متحرک اپنی حرکات اختیاریہ سے کہ بمقتضائے طبع حقیقت میں وہ اضطراری ہیں اور دخول عالم ملکوت
کی مانع باہر آجاتی ہے حرکات اضطراریہ عادیہ عالم ملکوت میں نہیں ہیں کیونکہ ملائکہ ماموربامرحق ہیں
حرکت اختیاری نہیں رکھتے پس واجب الوجود عنصری کی حرکت باطن کو جو ممکن الوجود روحانی کی
روح متحرک میں ابھی کچھ باقی تھی قلب منیب نے جب اسکو جذب کرلیا پس قلب منیب کا کام ختم ہوا اب
کاروائی نفس لوامہ کی شروع ہوئی جب سالک بقیہ حرکات نفس امارہ سے کہ وہ صفات ذمیمہ میں
خبردار ہوکر آگاہی پالیتا ہے کہ اگرچہ نفس امارہ جاتا رہا ہے لیکن جو کچھ اس کے ذمائم کا اثر باقی رہ گیا ہے
اسکو نفس لوامہ زائل کردیتا ہے کیونکہ اسکے صفات حمیدہ ملکیہ ہیں۔ تو سالک اس مقام پر بصفات ملکوتی
متصف ہوکر باقی ماندہ صفات آلودگی سے صفائی حاصل کرلیتا ہے۔ اسوقت سالک کو بہ حیثیت احاطہ
معرفت حق یہ فہم وہم ہوتی ہے فہم وہم وہ ہے کہ جو کچھ اس کے لائق حال ہو معرفت الٰہی حاصل کرے
یعنی جیسے واجب الوجود عنصری میں فہم قیاس تھا کہ صانع کو بہ صفت صنعت شناخت کیا تھا اب ممکن الوجود
میں فاعل کو فعل سے شناخت کرتا ہے یعنی سالک اپنی ذات کو فعل و ذات حق کو فاعل جانتا ہے۔
پس اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے یہی معنی ہیں۔ صانع و فاعل میں یہ فرق
ہے کہ صانع غیب میں ہے اور فاعل حضوری ہیں۔ ملائکہ بفہم وہم حق تعالےٰ کو بالیقین فاعل و
حاضر بالفعل جانتے ہیں۔ اور امر حق کو بعینہ متصرف و نافذ دیکھتے ہیں اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کرسکتے
کہ ماموربامرحق ہیں۔ اس مقام میں سالک کا فہم وہم بھی اسی قبیل پر ہوجاتا ہے۔ اور اپنے افعال طبعی
کو بالکل ترک کردیتا ہے اور کوئی فعل بدون امر حق اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا اس کا نام توحید افعالی ہے اور
بعد توحید افعالی سالک کو تجرید و تفرید کا اختیار کرنا لازم ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو عالم ملکوت میں فاعل افعال دیکھکر
اپنے افعال سے مجرد ہوجانے کا نام تجرید ہے اور اپنے افعال طبعی سے مبرا منفرد ہوکر وجود روحانی میں دخل
ہونا اور ملائکہ کے مانند طاعت و عبادت میں بامتثال امر حق مشغول ہوجانے کا نام تفرید ہے جب سالک
کی توحید افعالی تجرید و تفرید کے ساتھ مکمل ہوجاتی ہے تو راہ طریقت بے تکلف اس پر کشادہ ہوجاتا ہے بغیر کلید
توحید منزل فقر کا کوئی دروازہ کشادہ نہیں ہوسکتا ہر منزل کی توحید جداگانہ مقرر ہے اور فقر کے ہر ایک مقام
و منزل میں سالک سے اول توحید کا سوال ہوتا ہے اگر سالک نے جواب شافی دیا تو حکم آگے جانے
کا ملتا ہے ورنہ واپس کیا جاتا ہے۔ اور جب حکم مل جاتا ہے تو اس پر عبادت طریقت لازم ہوجاتی ہے

نفس لوامہ

توحید افعالی

تجرید و تفرید

اطوار طریقت

یعنی یہ بجرید و تفرید تام نفی خطرات میں مشغول ہوا اور جو خطرہ دل میں آئے ہمیشہ اسکو نفی کرتا رہے اور مقام خطرہ
میں ذکر الٰہی کو قایم رکھے یعنی غیر اللہ سے اعراض کر کے متوجہ الی اللہ رہے اسکو مراقبۂ طریقت بھی کہتے
ہیں یہ مقام بدرجۂ غایت سیر و طیر کا ہے جہان چاہے ارادہ کے ساتھ ہی پہنچ سکتا ہے اور یہ حاصل
نہیں ہو سکتا مگر ذکر قلبی میں۔ اور ذکر قلبی کو وسوسہ کہتے ہیں یعنی قلب بنیب کو باسم ذات با تصور صفات
اسماے حسنے امثال رحمن و رحیم و کریم و قادر و رزاق وغیرہ سے ہر وقت ذاکر رکھے یا زبان ممکن الوجود کو باسم ذات
با تصور صفات قلب نیب میں ذاکر رکھے اس سے معرفت و محبت زیادہ ہوتی ہے اس کو مشاہدہ طریقت
کہتے ہیں اور صاحب حال کو عارف اس مقام پر انکشاف عالم ملکوت و صفات اسماے الٰہی کا اسقدر ظہور
ہوتا ہے کہ اسکے ذوق و شوق میں بالکل بے خبر و مدہوش ہو جاتا ہے ایسی حالت والے کو عاشق کہتے ہیں
کشف کونیات و اشیاء مغیبات اس منزل ملکوت کا لازمہ ہے اور بوجہ عجائبات الٰہی سالک کو اس عالم
ملکوت سے نکلنا بسا دشوار ہو جاتا ہے اس پر فریفتہ نہ ہو کہ منزل مقصود ابھی بہت دور ہے۔ ع

شاید برسر پل ایستادن

اگر سالک کو اس عالم سے نکلنا منظور ہو تو اسکی یہ صورت ہے کہ کمر ہمت باندھکر راہ منزل حقیقت کی جستجو میں
شہادت وجدا کو اختیار کرے کہ شہادت وجدا واسطے انقطاع ممکن الوجود عالم ملکوت و حصول ممتنع الوجود عالم
جبروت کے معین ہے۔ ممکن الوجود وہ ہے کہ کبھی نیست اور کبھی ہست بخود قیام نہیں رکھتا مگر بروح ناطق
اور اس کی یہ شناخت ہے کہ عالم خواب میں اپنے وجود امکانی سے کبھی نیست اور کبھی ہست ہوتا ہے
یعنی حالت خواب میں کبھی ظاہر ہو کر تماشا دیکھتا ہے اور کبھی خواب غفلت میں معطل و معزول ہو کر پوشیدہ
ہو جاتا ہے اور کوئی شے اسکو نظر نہیں آتی پس جو چیز اس کو معزول کر کے اپنے میں پوشیدہ کر لیتی
ہے اسی کو ممتنع الوجود کہتے ہیں اور اسکا حصول شہادت وجدا پر موقوف ہے اور یہ دو قسم ہے شہادت وجدا اسمی
و شہادت وجدا عینی۔ شہادت وجدا اسمی یہ ہے کہ سالک اپنے ممکن الوجود کو یک لخت ترک کر کے نسیاً
منسیاً کر دے اور ہوشیاری و بیداری میں حالت خواب غفلت کو اپنے اوپر طاری کرے اور اس
استغراق کو یہانتک بڑھاوے کہ حواس وجود فنا ہو وجود ناپید اور راہ خطرہ مسدود ہو جاوے اور شہادت
وجدا عینی یہ ہے کہ جو اوصاف ممکن الوجود میں مثل سیر و طیر و عبادت نکی و صفات لوامہ معرفت وغیرہ
حاصل کر چکا ہے سب کو نفی کر دے کہ یہ جملہ حجاب راہ حقیقت ہیں سالک جب اوصاف ممکن الوجود سے

سے پاک و صاف ہوجاتا ہے تو اس وقت ممتنع الوجود نظر آتا ہے پس سالک اپنے ممکن الوجود کو بدعوت ہفت شغل سپرد خدا کرے وہ ہفت شغل ہفت حروف یہ ہیں ق۔ ف۔ غ۔ ع۔ ظ۔ ط۔ ض حرف قاف متعلق کلام و نطق ہے دعوت اسکی یہ ہے قَدِّسْ کَلَامَنَا فِیْ مَدْحِنَاکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ میرے کلام کو اپنی حمد و ثنا میں پاک کر یعنی اس زبان سے پاک زیادہ اور زبان عنایت فرما کہ جو تیری مدح کے لائق ہو۔ حرف فا متعلق حس شامہ ہے دعوت اسکی یہ ہے فَرِّحْنَا بِرَاحِیْنِکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ اپنی رحمت و فرحت کی خوشبو سے میرے دماغ کو فرحت بخش تاکہ تری محبت و رحمت میں گرفتار رہوں حرف غین متعلق بصر ہے دعوت اس کی یہ ہے غَنِّمْنَا بِلِقَائِکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ اپنے دیدار کی غنیمت میری آنکھوں کو نصیب فرما۔ حرف عین مہملہ سمع کے متعلق ہے اسکی دعوت یہ ہے عَلِّمْنَا الْقُرْاٰنَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ مجھے قرآن شریف تعلیم فرما تاکہ تیری معرفت حاصل ہو۔ حرف ظا معجمہ متعلق عقل ہے اسکی دعوت یہ ہے ظَہِّرْ ظَرْفَ اِسْتِعْدَادِنَا بِجَوْہَرِکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ میرے عقل کے ظرف استعداد کو قوت بخش تاکہ تیرے جوہر نور ذاتی میں مستعد ہو کر تیری معرفت حاصل کروں حرف طا کا تعلق قلب سے ہے اور اسکی دعا یہ ہے طَہِّرْنَا بِطَمَانِیَّتِکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ میرے دل کو اپنی رضامندی کے ذوق و شوق میں خوش کر تاکہ اطمینان قلب ہو۔ شغل ہفتم دعوت بحرف ضاد معجمہ جو تمام جسم کے متعلق ہے ضَیِّنَا بِضِیَاءِکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ میرے تمام جسم کو اپنے نور ذاتی سے منور فرما۔ تاکہ تیرے محل قرب میں جگہ پاؤں۔ شہادت وجدامیں ان اشغال کو بدرگاہ خداوند کریم جاری رکھے اور وجود روحانی یعنی ممکن الوجود سے نظر کو بالکل اٹھادے اور کسی خطرہ و صورت کی طرف متوجہ نہ ہو سب کو نفی کرتا ہے یہاں تک کہ دل میں کوئی خطرہ نہ آنے پاوے۔ بفضلہ تعالیٰ ان اشغال کی برکت سے شہادت وجدا پورے طور پر حاصل ہوجاوے گی۔ اور شہادت وجدا کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ممتنع الوجود عطا فرمائیگا یعنی جیسے اول بوجود ناسوتی سے انتقال کرکے دوسرے وجود ممکن الوجود ملکوتی میں آیا تھا۔ اسطرح ممکن الوجود سے انتقال کرکے وجود سوم ممتنع الوجود جبروتی میں داخل ہوجائیگا اسوقت سالک کو واصل اور اس عمل کو وصل طریقت کہتے ہیں

تجلی سوم بہ تعین ممتنع الوجود

تن ظلمانی و روح ناطق و موکل عزرائیل۔ اس کا کام یہ ہے کہ فیض عارف الوجود سے لے کر ممتنع الوجود کو

پہنچائے۔ تشریح۔ یہ ممتنع الوجود عارف الوجود کا مظہر و پرتوہ ہے جسکو واحدیت کہتے ہیں اور تجلی سوم۔ یہان ممتنع عبارت معدوم سے ہے اور وجود بمعنی صورت ہستی پس ممتنع الوجود وہ ہوا جس میں وجود صورت شئے معدوم ہو یعنی وہ ظہور میں مانع صور اشیار و شریک باری ہو یعنی ازل الآزال میں بجز ذات خدا کسی شئے کا وجود نہ تھا فقط ذات خدا تھی چنانچہ حدیث نبوی صلعم اس پر گواہ ہے کَانَ اللّٰهُ وَ لَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ یعنی اللہ تھا اور اُسکے ساتھ کوئی شئے نہ تھی۔ یہ منزل جبروت وراہ حقیقت ہے۔ اس منزل میں بجز ذات آلہی کسی شئے کا وجود نہیں وہ محض معنی ہیں جنکو اعیان ثابتہ و حقیقت اشیار کہتے ہیں جن کا ظہور اب تک عدم میں ہے یعنی ہستی ذات حق و نیستی بحت نصیب ممتنع الوجود کو ہے اور اسی نہیں کو ممتنع الوجود کہتے ہیں اور وہ ایک جود ہے کہ نہ بخود قایم و نہ تغیر اعتبار یہ رکھتا ہو۔ اس کو نسبتًا لا امکان کہتے ہیں جو جمیع وجودات اشیار ممکنہ کا مقام ہو یعنی جملہ موجودات نے اسی لا امکان میں ظہور پکڑا ہو نیستی سے مراد ظلمت ہو۔ یہ ممتنع الوجود تن ظلمانی رکھتا ہو یعنی جلال عظمت آلہی برنگ ظلمت نمودار ہے کہ ع۔ کہ آب چشمہ حیوان درون تاریکی ہست۔ جس کا کچھ رنگ نہ ہو اُس کا نام ظلمت ہو پس روح قدسی کی صفت جلالی کا نام ظلمت ہو جسکو روح ناطق کہتے ہیں روح قدسی و روح ناطق میں ایسا فرق ہو جیسے آگ اور گرمی میں کہ درحقیقت ہر دو ایک چیز ہیں یعنی جو آگ ہو وہی گرمی ہو اور آگ کی گرمی مانع دخول اشیار ہے اور اگر کچھ اس میں آجاے تو آتش اپنے رنگ میں ہم رنگ کر لیتی ہے۔ اسی طرح سالک جب اس مقام میں پہنچتا ہے تو اسکے جملہ خطرات و انانیت وغیرہ ہم ہو کر ہم رنگ بن جاتے ہیں۔ ناطق بمعنی مدرک یعنی ہر دو وجود ظاہری عنصری و باطنی ممکنی میں جو صورت و خطرہ و اشارہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے وہ یا دراک خود اس کا عالم و مدرک ہو۔ ممتنع الوجود مظہر ذات حق و پرتوہ عارف الوجود ہے اس میں روح قدسی ہو۔ اور ممتنع الوجود میں روح ناطق اور یہ ایک دوسرے کے عین ہیں غیر جلال روح قدسی کا نام روح ناطق ہو کہ سالک کے خطرات قلبیہ کو اپنے حریم کے گرد پھٹکنے نہیں دیتی۔ اسی روح ناطق کا نام ممتنع الوجود ہی پس تن ظلمانی و روح ناطق کے اتصال سے قلب سلیم نمودار ہوا۔ جو جمیع خطرات غیر اللہ سے سلامت باکرامت ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ[1] لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ یعنی جس دن نہ نفع دیگا مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی لاے اللہ کے

تن ظلمانی

روح ناطق

[1] پ ١٩ ع ٥ س ٢٦

نفس مطمئنہ

پاس قلب سلامت ایضاً وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ
یعنی اور تحقیق تابعون اس کے سے البتہ ابراہیم تھا جس وقت کہ آیا اپنے رب کے پاس ساتھ دل سلامت
کے یعنی حنیف و موحد بن کر۔ اور اس قلب سلیم میں قابلیت مطمئنگی کی رکھی گئی ہے جس کا نام نفس مطمئنہ ہے
اور ہستی روح قدسی چونکہ سب پر اپنی انانیت رکھتی ہے تو سالک کو لازم ہے کہ جب اس انانیت میں پہنچے
تو ہوشیاری تمام اپنی دانائی کا تصور رکھے اور تمام خطرات کو نفی کرتا رہے یہاں تک کہ اپنی صورت کو بھی
بھول جائے کوئی شئے نظر میں باقی نہ رہے اور ہر وقت اسی خیال میں قائم و ناظر رہے کہ ممتنع الوجود
معلوم و منظور نظر ہو جائے اور اسی کے شوق میں مستغرق رہے۔ اور جب ممتنع الوجود سالک کے پیش نظر ہو جاتا
ہے اور اس میں غوطہ لگاتا ہے تو ایک ظلمت نمودار ہوتی ہے کہ درحقیقت وہ ظلمت نہیں بلکہ وہ
جلال ہستی روح قدسی ہے جسکو روح ناطق کہتے ہیں جو برنگ ظلمت نظر آتی ہے۔ اور یہ روح اپنی اور غیر کی
انانیت پر ناظر و شاہد ہے اور اسکی خاصیت یہ ہے کہ سالک کے جملہ خطرات صوری و معنوی کو اپنے میں
قبض کر لیتی ہے۔ اور وجود کو قائم رکھتی ہے سالک کو اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا ہوتی
ہے۔ کہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ
وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی اے نفس میرے ذکر میں آرام پانے والا رجوع کر (دینی و دنیاوی انانیت سے)
اپنے پروردگار کی طرف خوش ہے تو پسند کیا گیا پس داخل ہو میرے بندگان شائستہ کے گروہ میں اور
داخل ہو میرے (وصال کے) بہشت میں یعنی اپنے دین و دنیا کی انانیت کو بالکلیہ ترک کرکے یہاں
داخل ہو کیونکہ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ
فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی یعنی تحقیق میں ہوں پروردگار تیرا پس اتار ڈال دونوں جوتیاں اپنی (یعنی انانیت
دینی و دنیاوی) تحقیق تو بیچ میدان پاک کے ہے کہ نام اس کا طوے ہے (یعنی میدان عشق و
محبت) اور میں نے پسند کیا تجھکو پس سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک اپنی انانیت کے
دور کرنے میں ہر چند کوشش بلیغ کرتا ہے لیکن سعی مشکور نہیں ہوتی اور دفع کرنے میں قادر نہیں ہو سکتا
کہ یہ انانیت بھی عطیہ ذات حق ہے آخر ناچار بدرگاہ پروردگار بعجز و انکسار و آہ و زاری دعا کرتا ہے
پس حق سبحانہ و تعالیٰ اسے دعا فقیر درماندہ مستجاب فرماتا ہے اور اسکی انانیت قبض کرکے سالک کو اپنی

ذات میں فنا کر دیتا ہے یہ حالت اس وقت میسر آسکتی ہو کہ جب سالک جمیع شرائط و لوازم ممتنع الوجود بجا لا کر کما حقہ اُسکی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور اس وجود میں حصول معرفت آلہی کا طریقہ یہ ہے کہ سالک بنفس خود ممتنع الوجود میں آئے اور روح ناطق جو مدرک اشیاء ے جزو کل ہو اور قلب سلیم جو قابل معرفت آلہی ہو اور نفس مطئینہ جو ذوق و شوق آلہی رکھتا ہے ہر ایک کو اپنے اپنے کام میں مشغول رکھے اور خود بھی بکمال ذوق و شوق اسی کام میں مستعد ہو کر استقامت اختیار کرے یہاں تک کہ ہر دو عالم جسمانی اور روحانی و انفسی و آفاقی پیش نظر ہیں تا کہ تجلیات آلہی اپنی جمال بے مثال سے پردہ اٹھائے اور عین بعین نمایان ہو جاوے اس کے بعد منزل حقیقت میں آکر معرفت حق سبحانہ و تعالی بموجب استعداد قلب سلیم ممتنع الوجود حاصل کرتا ہے یعنی معرفت آلہی کے واسطے یہی قلب سلیم مخصوص ہے جب سالک اس مقام میں مشاہدہ ذات حق کرتا ہے تو نفس مطئینہ آرام و تسکین پاتا ہے۔ یاد رکھو کہ یہی قلب سلیم قابل معرفت آلہی و سر اور الہامات شہنشاہی ہو پس سالک جب ممتنع الوجود میں پہنچتا ہو تو بے نہایتی علوم و معرفت خداوندی سے بدرجہ غایت حیران ہو جاتا ہے اور خود شناسی و خدا شناسی سے بفہم گمان سرگردان رہتا ہے۔ یہان فہم گمان بمعنی حیرت سے یعنی اس مقام پر کسی شے کی تمیز و تشخیص باقی نہیں رہتی گرداب حیرت میں گرفتار و متحیر ہو کر کہتا ہے کہ میں کیا ہون ہست ہون یا نیست یا سب کچھ میں ہی ہون یہ کیا ہے کہ کبھی نیست ہون کبھی ہست۔ اور اگر کچھ ہون تو پھر میں کیا ہون اور ایسا ہی خدا کی نسبت کہتا ہو کیونکہ یہ ممتنع الوجود درمیان ممکن الوجود و عارف الوجود کے ایک برزخ ہو جو ہر دو وجود کا جامع و غلبہ احکام یکے بعد دیگرے کا مانع ہو اور چونکہ اسکا برزخ ہر دو جانب رہتا ہے اسلیے اپنی نسبت اور خدا کی نسبت بفہم گمان ہست و نیست کا حکم لگاتا ہو اور بہت متردد و پریشان ہو جاتا ہو لیکن فہم گمان کے بعد ہی اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے سالک کو بتوحید احوالی متصف کر دیتا ہو۔ توحید احوالی وہ مرتبہ ہو کہ سالک جملہ صفات حق اپنی ذات میں پاتا ہو اور غنا و انانیت حاصل کرتا ہے جب صفات حق یعنی جلال و جمال و خالقیت و رزاقیت و قدرت و فاعلیت وغیرہ اپنی ذات میں پاتا ہو تو اپنے احوال سے اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرتا ہو۔ پھر اللہ تعالی اپنی عنایت و لطف سے سالک کو اپنی صفات ذاتیہ قدیمہ کہ وہ حیات و علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر و کلام ہو عطا فرماتا ہو جب سالک اپنی ذات میں ان صفات کاملہ کا ظہور دیکھتا ہی تو بوحدانیت حق اقرار کرتا ہو۔ اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے

حصول معرفت آلہی

فہم گمان

توحید احوالی

معنے اتحاد صفاتی سالک پر منکشف ہوتے ہیں اس وقت خدا کے ساتھ اتحاد و یگانگی پیدا کرتا ہے۔ مگر عبودیت ابھی باقی رہتی ہے اسکا نام اتحاد صفاتی ہے پھر اس پر غلبۂ عشق الٰہی زیادہ ہو جاتا ہے اور کمال بیقراری میں ہر وقت مشتاق دیدار جمال بے مثال کا رہتا ہے اور آتش عشق و سوز و گداز بدرجہ نہایت بڑھ جاتی ہے۔ مگر مشاہدہ جمال جو ثمرۂ عشق و محبت ہے بغیر تجرید و تفرید حاصل نہیں ہوسکتا پس سالک یہاں تجرید و تفرید اختیار کرے اس مقام کی تجرید یہ ہے کہ سالک اپنی ذات میں جو عکس صفات حق پاتا ہے اُن سے اعراض کرے بلکہ تمام جذبہ صفت جلال و جمال و سوز و گداز سے درگذرے اور تفرید یہ ہے کہ علاقہ صفات سے روگردان و مفرد ہو کر منزل حقیقت میں قدم رکھے اور حقیقت سے یہ مراد ہے کہ اپنی ان صفات کو ظلال و عکس صفات حق جانے اور اپنی ذات میں جملہ صفات کا ظہور ذات حق کی طرف سے تصور کرے مثلاً احیاء و ممات و رزاقی و عطا و جود و لطف و جبر و قہر وغیرہ سب کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرے اور مراقبہ حقیقت کو اپنا معمول و ملزوم رکھے یعنی نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ قرب معیت بلکہ بلحاظ مظہریت اپنی ذات میں ذات حق کو عین سمجھے اور دیکھے اس مراقبہ والے کو عالم کہتے ہیں۔ اس میں ذکر روحی نصیب ہوتا ہے یعنی مشاہدہ حق۔ اس بات کا سمجھنا البتہ دشوار و مشکل ہے کہ ممتنع الوجود میں مشاہدہ حق کیونکر حاصل ہوسکتا ہے۔ اب ذرا خوب غور کرو کہ دید روح قدسی مشاہدہ حق مانا گیا ہے اور مشاہدہ یا معنی اسم فاعل ہے یا اسم مفعول یعنی بینندہ یا دیدہ شدہ تو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے یہ معنی ہوئے کہ جسنے روح قدسی کو دیکھا وہ بینندۂ خدا ہے یا جس کو روح قدسی نظر پڑا بعینہٖ اُس نے خدا کو دیکھا یہ مشاہدہ صفاتی ہے کہ روح کو بصفات الٰہیہ متصف دیکھتا ہے اس مشاہدہ والے کو عارف کہتے ہیں مگر ابھی تمیز صفات میں ہے کیونکہ سالک کو یہاں مشاہدہ روح تمثیل صفات میں ہوتا ہے اور بعد مشاہدہ صفاتی منزل عالم جبروت شروع ہوتی ہے اور اس کا طریقہ تحصیل یہ ہے کہ اس حدیث قدسی کا مراقبہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اس صورت سے کرے کہ روح قدسی کو عین ذات حق اور اُسکی صفات کو عین صفات حق تصور کرے اور یہاں تک اس تصور کو بڑھالے کہ روح اور اسکے صفات عین ذات حق نظر آنے لگیں۔ چونکہ کلام جلال و عظمت و منزلت منزل جبروت کی ہے سالک اس منزل میں پہنچکر اور اپنے حال سے بیخبر

ہوکر حالت حق اختیار کرتا ہے اور منصوروار نعرۂ انا الحق لگاتا ہی اسوقت اسکو عاشق کہتے ہیں
اِس مرتبہ میں سالک پر جملہ صفات آلہیہ کا ظہور ہوتا ہے یعنی ذاتِ حق کی جانب سے سالک
کو ایک ایسی حالت و قوت و قدرت و امداد حاصل ہوتی ہے کہ جو کچھ چاہتا ہے کرسکتا ہے
لیکن اِس حالت میں بسبب کمال لذت و جمال روح کے وہ کسی طرف ملتفت نہیں ہوتا یہ مقام
سالک کے واسطے بلائے جان بے درمان ہو جاتا ہے اور اس مقام سے نکلنا بساد شوار
جیسے شاہ منصورؒ۔ اِس منزل میں قیام کرنا زہر قاتل ہے۔ یہ حالت انتہائے ممتنع الوجود منزل
جبروت و ابتدائے حالت عارف الوجود منزل لاہوت کی ہے۔ پس اس وقت سالک شہادت
عمداً کو اختیار کرکے عارف الوجود میں ترقی کرے کہ شہادت عمداً واسطے ترک کرنے منزلِ
جبروت و حاصل کرنے منزلِ لاہوت کے مقرر ہے۔ چونکہ منزل لاہوت متعلق عارف الوجود
ہے اور عارف الوجود میں اُسوقت پہنچتا ہے کہ جب شہادت عمداً نظر کو ممتنع الوجود سے اُٹھائے جیسے
کہ پچھلے ہر دو وجود سے نظر کو اُٹھایا تھا یعنی اپنے ممتنع الوجود کے عرفان و روح کی انانیت
و صفات سے اپنی نظر کو اُٹھائے اور منزل جبروت کی کسی صفت کو خیال میں نہ لائے۔ اور
سب سے ترک تعلق کرکے منزلِ لاہوت کی راہ لے۔ لیکن ممتنع الوجود سے عارف الوجود کی طرف
انتقال کرنا اور عالم جبروت سے عالم لاہوت کی طرف جانا سخت مشکل و بساد شوار ہے۔ ہر ایک
آدمی کا کام نہیں کہ بحر ناپیدا کنار ذات میں غواصی کرکے در غرر عرفان کو ہاتھ میں لائے مگر ذٰلِکَ
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؎

	پائے در دریا منہ کم گو ازان	برلب دریا خمش کن لب گزان	
	گرچہ صد چون من ندارد تاب ہو	لیک می نشکیبم از غرقاب ہو	

منزلِ لاہوت جسکو حقیقتِ محمدی کہتے ہیں ایک برزخ ہے درمیان کثرت و احدیت کے جسکی
شان میں مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ آیا ہے یہاں سالک دو نظر یعنے
دو جانب توجہ رکھتا ہی ایک توجہ بسوئے معرفت عالم کہ وہ ممتنع الوجود ہے اور چونکہ وہ خود بھی عین
ممتنع الوجود و مقید ہے تو اُسکی نظر معرفت بھی ذات عالم کی طرف مقید ہوگی کہ وہ ممتنع الوجود ہے
اس لئے کہ جب وہ خود مقید و ممتنع الوجود ہے تو اسکی نظر معرفت بھی ممتنع الوجود و مقید ذات عالم ہی ہے

اور دوسری توجہ بجانب معرفت ذات حق کہ وہ عارف الوجود ہے جو قید عالم سے باطلاق حق اطلاقیت رکہتا ہے تو نظر معرفت سالک کی بھی باطلاق ذات حق مطلق ہو جاتی ہے پس یہاں شہادت عمدا کو اختیار کرے اور یہ دو قسم ہے۔ اسمی و عینی۔ شہادت عمدا اسمی یہ ہے کہ سالک کو ہر منزل میں جو کچھ معرفت حاصل ہوئی ہے اس سے دست بردار ہو۔ کہ علم کثرتی ہے نہ وحدتی اس علم کو نفی کرے اور اس معرفت سے جو دو نظر و توجہ رکہتا ہے منہ موڑے اور اپنے اوپر فراموشی اشیاء لازم سمجھے اور اپنے نفس و انانیت کو مٹائے۔ شہادت عمدا عینی یہ ہے کہ شہادت عمدا اسمی سے ترقی کر کے اپنی خودی و خود بینی سے گزر کر فنا ہو جائے لیکن نہ از علم بلکہ اپنی نیستی و ہستی کو نگاہ رکھے اور شناسا رہے اور صفات سے مجرد صفات میں مفرد ہو جائے۔ جب یہ حالت طاری ہو تو بکمال عجز و انکساری اور بدرجہ غایت آہ و زاری بدرگاہ حق سبحانہ و تقدس بذریعہ ہفت شغل مناجات میں مشغول ہو تاکہ او سبحانہ و تعالیٰ اپنی جود و کرم سے عارف الوجود کی تمام ماہیت منکشف فرمائے اور اپنے جمال بے مثال سے حجاب اٹھائے اور اس ممتنع الوجود کو سپرد خدا کرے۔

مناجات ہفت شغل ہفت حروف یہ ہیں

ص۔ ش۔ س۔ ز۔ ر۔ ذ۔ د مناجات بحرف صاد بقضائے خدائے تعالےٰ صَبِّرْنَا فِیْ قَضَائِكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ اپنی قضا میں مجھ کو صبر عطا فرما۔ مناجات بحرف شین بشکر خداوندی شَکِّرْنَا فِیْ شَہَادَتِكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ اپنی شہادت میں مجھ کو شکر نصیب فرما مناجات بحرف سین مہملہ۔ باسرار الٰہی سِرْنَا فِیْ سِرِّكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ اپنے اسرارات میں مجھکو سیر کرا مناجات بحرف زا معجمہ۔ بزینت وجود۔ زَیِّنَّا بِزِیْنَتِكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ اپنی زینت میں میرے وجود کو زینت بخش۔ مناجات بحرف را مہملہ بطلب رحمت۔ رَحِّمْنَا فِیْ رُبُوْبِیَّتِكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ بواسطہ ربوبیت خود مجھ پر رحمت نازل فرما۔ مناجات بحرف ذال منقوطہ بطلب ذوق و شوق ذکر الٰہی ذَکِّرْنَا فِیْ ذِکْرِكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ مجھکو اپنے ذکر میں ذوق و شوق عنایت فرما۔ مناجات بحرف دال مہملہ بطلب راہ راست و دخول باسرارات الٰہی دُلَّنَا اِلٰی وُصُوْلِكَ وَاَدْخِلْنَا فِیْ سِرِّكَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے اللہ میری راہ نمائی فرما اپنے وصول کی طرف اور مجھکو داخل کر اپنے اسرارات میں

شہادت عمدا عینی شہادت عمدا اسمی

مناجات ہفت شغل ہفت حروف

تجلی دوم بہ تعین عارف الوجود

تن نورانی روح قدسی مؤکل جبرائیل۔ اس مؤکل کا کام یہ ہے کہ فیض احدیت ذات سے لیتا ہے اور وحدت حقیقت محمدی کو پہنچاتا ہے اور کبھی فیض احدیت ذات سے بلا واسطہ پہنچتا ہے۔ تشریح۔ یہ عارف الوجود واحد الوجود کا مظہر و پرتو ہے جسکو وحدت و حقیقت محمدی کہتے ہیں اور تجلی دوم۔ جب واحد الوجود احدیت ذات نے کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً سے فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کی تجلی فرمائی تو عارف الوجود یعنی ہستی بخود دانا کا ظہور ہوا جسکو علم اجمالی و وحدت و حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجود کا تن نورانی ہے کما قال علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو ظاہر فرمایا اور اس وجود کے تن نورانی کو روح قدسی کے اتصال سے قلب شہید ظہور میں آیا۔ [لہ] اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ یعنی تحقیق اس میں البتہ نصیحت ہے واسطے اس شخص کے کہ ہو واسطے اس کے دل آگاہ یا ڈالا اس نے کان کو (جو مخبر دل ہے) اور وہ گواہی دہندہ ہے۔ اور قلب شہید میں ایک قابلیت رکھی گئی ہے جس کا نام ملہمہ ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا یعنی اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اسکو بنایا پھر اس کو ملہم کیا۔ نفس بمعنی خواہش و ملہمہ بمعنی الہام کردہ شدہ یعنی یہ قلب ہمیشہ عالم غیب و کلام حق و دیدار ذات و اسرارات معرفت و رویت انوار الٰہی کا مشتاق اور انہیں الہامات کا ملہم رہتا ہے۔ عارف الوجود وہ ہے جو اپنی ہستی پر خود دانا ہے اور ہستی ہائے جملہ وجودات اسی کے ساتھ قائم اور اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے مستغنی۔ یہ وجود اپنے ماتحت سے متصف باطلاق ہے بلکہ مماثل اطلاق ذات حق ہے جو جمیع ہستی ہائے ممکنات سے منزہ و مقدس ہے پس جب سالک ممتنع الوجود سے ترقی پاکر عارف الوجود میں آتا ہے تو اپنی اصلی شناخت جو مستلزم حقیقی شناخت رب الارباب ہے پہنچ جاتا ہے اور اس پر مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنے پورے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں یعنی ذات مطلق کو اپنے عارف الوجود میں حاصل کر لیتا ہے اگرچہ سالک ممتنع الوجود میں جمیع صور و اشکال ما سوائے اللہ سے نظر اٹھا کر خود ناظر و شاہد ہو گیا ہے۔ لیکن ممتنع الوجود کی ایک صفت شاہدی خود دی و خود بینی کی اس میں اب تک باقی ہے جب اسکو بھی فنا کر دیگا تو پھر عارف الوجود میں پہنچیگا کہ وہ اپنی ذات

[لہ] پ ۲۶ - ع ۱۷ سورہ ق ۱۲۰

ہیں اور اپنے اوپر خود بخود شاہد و ناظر ہے۔ تم پہلے اس بات کو معلوم کر چکے ہو کہ لازم الوجود خاکی کی روح
نامی نباتی و طبعی حیوانی ہے اور ممکن الوجود روحانی کی روح متحرک اور ممتنع الوجود ظلمانی کی روح ناطق و
عارف الوجود نورانی کی روح قدسی جب سالک یہ سب مراتب وجودات طے کرتا ہوا عارف الوجود میں
آتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو کچھ مشاہدہ و کلام و رویت و الہام و پیام و ذوق و تجلی وغیرہ اس کو عطا فرماتا ہے
اول عارف الوجود میں پھر ممتنع الوجود میں پھر ممکن الوجود میں پھر واجب الوجود پر ظاہر ہوتا ہے جو کلام
مرتبہ نور میں ہے اس کو راز اور جو روح پر آتا ہے اس کو الہام اور جب دل میں آتا ہے تو اشارہ اور جو
نفس میں گذرتا ہے اس کو بشارت اور جب گوش جسمانی میں پہنچتا ہے تو اسکو ہاتف کہتے ہیں۔

غرض اس بیان سے یہ ہے کہ روح قدسی جو متعلق تن نورانی عارف الوجود کے ہے یہی قابل
کلام الٰہی و لایق مشاہدہ ذات حق ہے۔ گو تن نورانی و روح قدسی دو نام ہیں لیکن در حقیقت وہ ایک
ہی ذات ہے جیسے شمس و شعاع شمس اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے اور روح
قدسی کا مشاہدہ اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ جب قلب شہید جو تن نورانی و روح قدسی سے ظہور میں آیا
ہے گواہی دے اور اعتراف کرے۔ نفس ملہمہ جو قلب شہید کی قابلیت کا نام ہے اس کو اللہ تعالیٰ
نے ایک فہم عطا فرمایا ہے جس کا نام فہم آگاہ ہے اور اسکی خاصیت رفع شک و تردد کی ہے یعنی جو کلام
و رویت و معرفت و الہام وغیرہ نفس ملہمہ کو حاصل ہوتا ہے فہم آگاہ اُس کا شک و تردد رفع کر دیتا ہے
اور ایسی تحقیق کرتا ہے کہ سالک کو پھر کسی طرح کا کوئی شک و شبہہ باقی نہیں رہتا چنانچہ جب حضرت
ابراہیم علیہ السلام مقام معرفت حقیقت محمدی یعنی عارف الوجود میں پہنچے تو نفس ملہمہ نے تحقیق و
تنقیح کے بعد کہا کہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
پس سالک فہم آگاہ کو مرتبہ کلام و رویت و معرفت و الہام وغیرہ میں نگاہ رکھے تاکہ جو کچھ غیب سے پہنچے
اس کو مرتبہ آگاہی تک پہنچاوے کہ یہ آگاہی مرتبہ توحید ذاتی کی ہے جب تحقق سالک کا مرتبہ آگاہی
میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات کو باحاطہ ذات حق امواج میں مثل حباب کے پاتا ہے اور اس احاطہ
کی شناخت ذوق و وجدان و معرفت سے حاصل ہوتی ہے پھر اس پر توحید ذاتی کھل جاتی ہے اور اس کا
جمال سے تعلق ہے کہ عارف الوجود مرتبہ جمال میں ہے۔ توحید ذاتی کے بعد سالک کو تجرید و تفرید کا اختیار
کرنا لازم ہوتا ہے اس مرتبہ کی تجرید یہ ہے کہ سالک روح قدسی و قلب شہید و نفس ملہمہ فہم آگاہ

فہم آگاہ

توحید ذاتی

تجرید و تفرید

سے گذر جاسے اور فراموش کر دے اور تفریدیہ ہے کہ اپنی ذات کو محض نیست ونابود جانے اور حق تعالی کے ساتھ مفرد و یگانہ ہو جائے تاکہ راہ معرفت نظر آئے راہ معرفت بعد تکمیل تجرید و تفرید و توحید ذاتی منکشف ہوتی ہی پس اپنے کمال عجز وانکساری کا اقرار کر کے سالک اپنے اوپر اس تصور سے نظر کو قایم کرے کہ میں بغیر صفات مجرد و مفرد بیچارہ وار ردائے کبریائی میں مخفی و مستور ہون یہی مرتبہ میں فعل عبد فعل خدا ہوتا ہے۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور حدیث قدسی مَا زَالَ عَبْدِيْ الخ گواہ ہے۔ اس مقام میں بلوازم عبودیت قیام کرے کیونکہ عبادت سے محبت بڑہتی ہی اور محبت سے عشق اور عشق سے وصال میں آتا ہے اور قابل دیدار آلہی ہو جاتا ہے۔ پس جمیع لوازم عبودیت بجالائے تاکہ مراقبہ معرفت میں پہنچ جائے مراقبہ معرفت بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ[1] کو اختیار کرے تاکہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنے پورے طور پر منکشف ہو جائیں یہان مراقبہ کے یہ معنے ہیں کہ میں اسکو دیکھ رہا ہون ہر وقت کلام آلہی کا مشتاق اور اسی فکر مین مستغرق رہے کہ میں اس کلام پاک سے کب مستفیض ہون گا اس مراقبہ والے کو عالم کہتے ہیں یہان ذکر سری یعنی معاینہ حق حاصل ہوتا ہے۔

ذکر سری یہ ہے کہ سالک جب اس مقام کے مراقبہ کو نگاہ رکھتا ہے تو اللہ تعالی اپنے کمال الطاف و عنایت سے اپنی آگاہی و کلام و معرفت اس کی استعداد کے موافق اسکو روزی فرماتا ہے تاکہ کلام آلہی کی حقیقت کو شناخت کر سکے اور کلام کے بعد راز خفی ہی جو حق تعالی کی ذات خاص سے مخصوص ہی۔ پس ذکر سری یاد ہے اور اس کا معائنہ راز خفی ہی جب راز خفی عیان ہو جاتا ہی تو منزل لاہوت میں پہنچ جاتا ہی یعنی اس منزل کا وصول بعد ذکر سری ہی اس حالت والے کو واصل کہتے ہیں اسکے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس منزل کا واصل راز خفی کے ادراک سے اپنی ذات میں ایک قسم کی قربت و عظمت پاتا ہی منزل لاہوت مقام بیباکی ہی جو شخص ابتداءً اس میں داخل ہوتا ہی اور کلام آلہی میں محرمیت حاصل کرتا ہی تو بے اختیار اسکو قرب وانانیت پیدا ہو جاتی ہی اور دوسرے کسی کو اس مرتبہ قرب میں اپنے برابر نہیں جانتا اور بجز ذات حق نہ کوئی چیز اسکو نظر آتی ہی۔ لہذا منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اَنَا الْحَقّ کا اعلان کرتا ہے کیونکہ عارف الوجود مطلق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور یہ بحر ناپیدا کنار کی ایک

ذکر سری

منزل لاہوت

[1] اس حدیث کو امام بخاری رح نے حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

موج ہی۔ اور موج کو بحر سے انفکاک نہیں یعنی بحر محرود ہی۔ پس اس منزل کی ابتدائی حالت میں وصل اپنی
ذات کو مع ذات حق و ذات عالم ایک جانتا ہی اور دو سمجھتا ہے اور کچھ بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ اسلئے بنغمہ
اَنَا الْحَق پکارتا ہے۔ اہل معرفت اسکو اس منزل کی ابتدائی حالت و ساغر اول جانتے ہیں اسپر اکتفا
نہیں کرتے کہ یہ عارف الوجود کا ادنی مرتبہ و منشار خودی ہی محل قرب خلاص وحدت خاص الخاص
ذاتی آگے ہی۔ اب شہادت شہید اکو اختیار کرے تاکہ مقام اختصاص قرب خاص الخاص میں واصل ہو۔
یہ شہادت شہید اوسطے ترک کرنے عارف الوجود و حاصل کرنے خاص الخاص قرب ذات حق کے مقرر
ہی۔ اس قرب کا نام قرب اختصاص احدیت ذات واحد الوجود ہی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ اسی کا عنوان
ہی۔ اور اَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ اسی کی شان ہی۔ یہ مرتبہ معشوقی ہی اور مقام انتہائے فقر۔ شہادت
شہید بھی دو قسم ہے۔ رسمی و عینی۔ شہادت شہید رسمی یہ ہی کہ اس منزل کی ابتدائی حالت میں جو کچھ
اوصاف سالک کو حاصل ہوئے ہیں ان سب کو نفی کرے اور جو کچھ زبان سے سرزد ہوا ہی اس سے
بیزار ہوکر توبہ کرے اور ان سب امور کی اضافت بذات خود منسوب کرے اور اپنی ذات کو نیست و نابود
سمجھکر ذات حق کو موصوف بجمیع صفات ثابت و قائم کرے اور اپنی نظر جلال احدیت ذات پر رکھے
اور اپنی جملہ صفات کو شمع جلال احدیت ذات پر پروانہ وار جلا کر فنا کر دے۔ اور شہادت شہید عینی
یہ ہی کہ اس فنا شہادت رسمی کے بعد جو کچھ سالک کے وجود میں ظاہر ہوا ہی یعنی کلام و قدرت و
حیات و ارادہ و علم و سمع و بصر تمام کو ذات حق کی جانب منسوب کرے اور جمیع صفات کو تجلیات
ذات سمجھے اپنی ذات کو درمیان نلائے تاکہ بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ کے معنی عیاں ہوں اور
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا مضمون منکشف ہو جائے۔ بعد شہادت شہید ابدرگاہ مجیب
الدعوات بذریعہ ہفت شغل عارف الوجود کو بہ امان حق سبحانہ تعالی سپرد کرے تاکہ قرب احدیت و مرتبہ
محبوبیت حاصل ہو۔ ہفت شغل ہفت حروف یہ ہیں خ ح ج ث ت ب ۔ اشغل اول بحرف خاء
معجمہ دعا الطلب خلعت خلافت خَلِّعْنَا فِیْ خِلَافَتِکَ یَا اَللّٰہُ یعنے اے اللہ مجکو اپنی خلافت و محبوبیت
کا خلعت عطا فرما۔ شغل دوم بحرف حاء مہملہ دعا الطلب محبت حَبِّبْنَا فِیْ حُبِّکَ یَا اَللّٰہُ یعنے اے اللہ
میری محبت تیری محبت میں ہو۔ شغل سوم بحرف جیم معجمہ دعا الطلب جمال جَمِّلْنَا فِیْ جَمَالِکَ یَا اَللّٰہُ یعنی اے
اللہ اپنے حسن و جمال میں مجہ کو جمال عنایت فرما۔ شغل چہارم بحرف ثاء مثلثہ دعا الطلب ثبات ثَبِّتْنَا فِیْ

شہادت شہید
شہادت شہید رسمی
شہادت شہید عینی
ہفت شغل

ثَبَاتَكَ يَا اَللهُ یعنی اے اللہ مجکو اپنے ثبات محبت وعشق میں ثابت قدم رکھ شغل پنجم بحرف نار شناة نو قانیہ دعا بطلب تمام نعمت تَمِّمْ عَلَيْنَا نِعْمَائَكَ يَا اَللهُ یعنے اے اللہ اپنی نعمتیں مجھ پر تمام کر شغل ششم بحرف با موحدہ دعا بطلب نور بِدِّ دَنَانِي بِبَهْجَتِكَ يَا اَللهُ یعنی اے اللہ مجھ کو اپنی خوش حالی و دیدار و معرفت میں منور کر شغل ہفتم بحرف الف دعا بطلب فنا اَدْرِ نَا الْفَنَاءَ فِي اَحَدِيَّتِكَ يَا اَللهُ یعنی ای اللہ مجکو اپنی ذات احادیت میں فنا کرتا کہ تجھ میں بقا پاؤں۔ ان اشغال کو ہمیشہ بعجز و انکسار کرتا رہے تاکہ باب رحمت واحد الوجود کشادہ ہو۔

تجلی اول احد الوجود بہ تعین اطلاق

تشریح واحد الوجود تعین اول و منزل ھاھوت ہے۔ ذات لاتعین نے اس مقام پر احد الوجود مطلق نام پایا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب سالک عارف الوجود سے ترقی پاکر واحد الوجود میں جو اطلاق ذاتی ہے آتا ہے تو ذات حق میں فنائے اتم حاصل کرکے باقی بہ بقائے ذات حق ہو جاتا ہے۔ اِس فنا ہونے کا نام ذکر مغائبہ ہے اِس کو ذکر خفی بھی کہتے ہیں چنانچہ ذکر صلوۃ دائمی میں معلوم کر چکے ہو واحد الوجود بمعنی واحد بمعنی مطلق ہے۔ چونکہ یہ مقام اطلاق ہے یہاں جائے دم زدن نہیں کہ بیانِ زبان و ادراک عقول و افہام و اذہان سے باہر ہے مگر اس منزل میں سالک پر دو تجلی کا ظہور ہوتا ہے اول تجلی جلالی۔ دوم تجلی جمالی تجلی جلالی یہ ہے کہ سالک اپنی ہستی کو مع علم اولین و آخرین جو عارف الوجود میں حاصل کر چکا ہے ان جملہ صفات کو اس تجلی میں محو و فنا کرکے بیٹھتا ہو اور کور مسکین و عاجز رہ جاتا ہے۔ اور تجلی جمالی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات احدیت کی تجلی کو بارادتِ خود سالک پر از سر نو عیان فرماتا ہے اور پھر علم اولین و آخرین اسکو نصیب و عطا فرما دیتا ہے۔ تجلی جلالی مرتبۂ عاشقیت ہے اور تجلی جمالی درجۂ معشوقیت و محبوبیت اور یہ اول سے افضل و بالاتر و اقصائے مراتب فقر ہے اِس سے آگے کوئی مقام نہیں یہ مرتبہ نور ہے بلکہ نُورٌ عَلٰی نُور ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اَللهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَنُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ يَهْدِي اللهُ بِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ لیکن یہاں سعی و کوشش سالک منقطع و جد و جہد معطل و معزول بجز ارادتِ الٰہی کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ سلوک منزل و قطع مراحل عارف الوجود کی

فنا احد

بقا احد

شہادت شہید تک ختم ہو چکی اب تو محض اوسبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار ہے خواہ وہ محبوب بنا رکھے یا عاشق رکھے۔ البتہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نظر دو قسم کی ہے۔ ایک نظر ظاہری جو اس جسم خاکی ظاہری کے متعلق ہے اور یہ مسکین و حقیر و فقیر و محتاج ہے اور دوسری نظر باطنی جو روح قدسی کے متعلق ہے اور یہ مستغنی و قادر و منزہ و مقدس ہے نظر ظاہر نظر باطنی کے تابع ہے وہ مقید ہے اور یہ مطلق یہ نظر باطنی جسم میں جا بجا سیر کرتی رہتی ہے پس عارف الوجود بمشابہ نظر ظاہری کے ہے اور واحد الوجود بمنزلہ نظر باطنی کے۔ اب عارف الوجود کو بجز اسکے کچھ اختیار نہیں کہ وہ عجز و انکسار و عبادات و مناجات بدرگاہ واحد الوجود بالحاح کرے تا کہ اللہ تعالیٰ عنایات و الطاف خود جذب اور اپنے کلام سے محرم راز و فَاَوْحٰىٓ اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى[1] سے سرفراز فرمائے یہ مقام معراج و مرتبہ محبوبیت ہے جو بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میسر آتا ہے۔ اور شغل نفی و اثبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہاں ختم اور ماسوائے اللہ کا اضافی وجود غیب سے منتفی ہو جاتا ہے بجز ذات واحد الوجود کچھ متصور نہیں ہوتا۔ جب سالک واحد الوجود میں آتا ہے تو اس کو اس منزل ہاہوت میں چند وجدان پیش آتے ہیں جنکی وجہ سے وہ مفہوم کرتا ہے کہ میں واحد الوجود میں آگیا ہوں۔ وہ وجدان یہ ہیں۔ وجدان اول۔ دو نظریں یعنی نظر ظاہری و باطنی جن سے انانیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ سالک جب اس منزل میں آتا ہے تو اسکی ہر دو نظر اور وجود جمع اشیاء خارجیہ اسکے ادراک میں محو در فنا معلوم ہوتا ہے بلکہ اپنے وجود کو بھی کھو بیٹھتا ہے یہاں بجز واحد ہستی مطلق کچھ ادراک نہیں کر سکتا۔ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ذات مطلق نے اپنے پرتو ذاتی سے عارف الوجود کو کہ وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ظہور میں لایا اور عارف الوجود کی ہستی سے ممتنع الوجود یعنی اعیان ثابتہ کی ہستی نمود میں آئی اور اعیان ثابتہ کی ہستی سے ممکن الوجود ظاہر ہوا اور ممکن الوجود سے واجب الوجود یعنی لازم الوجود ہویدا ہوا جنکی تشریح تحریر میں آچکی ہے پس لازم الوجود مظہر و پرتو ممکن الوجود اور ممکن الوجود مظہر و پرتو ممتنع الوجود و ممتنع الوجود مظہر و پرتو عارف الوجود و عارف الوجود مظہر و پرتو واحد الوجود کا ہے اسی لحاظ سے واحد الوجود کی یافت لازم الوجود جسد انسانی میں پائی جاتی ہے بلکہ جمیع وجودات جسمانیات میں اربع وجودات یعنی ممکن الوجود و ممتنع الوجود و عارف الوجود و واحد الوجود بحسب وجود موجود پائے جاتے ہیں اور بالخصوص وجود انسانی میں جو مظہر ذات و صفات الٰہی ہے اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ عیان و نمایان ہیں

[1] سورہ نجم ع ۱ پ ۲۷ ع ۵ - ۲

اسی لیئے یہی وجود عنصری انسانی واجبہ مامور بہ تحصیل عرفان ہوا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ لے لیعرفون اس پر دلیل بین ہے جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ہر ایک وجود عنصری میں یہ چاروں وجود مذکورہ بالا مضمر ہیں تو ہر ایک لازم الوجود عنصری پر لازم ہے کہ اپنے وجود میں طلب یافت ذات حق کرے کہ یہ وجودات خمسہ ایک دوسرے کے عین ہیں ہر ایک وجود میں اپنی ذات کو دیکھے اور اپنے وجود میں ہر ایک کا ملاحظہ کرے۔ البتہ پیر کامل کی تعلیم کی ضرورت ضرور ہے۔ وجدان دوم توحید و قرب اور اسکی علامت بے نیازی ہے کہ جب سالک مرتبہ توحید و قرب واجب الوجود میں پہنچتا ہے تو وصف بے نیازی ذات حق اس پر غلبہ کرتی ہے۔ اور سالک سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے اَلْفَقِيْرُ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى نَفْسِهٖ وَلَا اِلٰى رَبِّهٖ اسی مقام کا بیان ہے یہ منزل قرب تمام منازل سے فصل و اعلیٰ تر ہے کہ ذات حق سالک پر اپنی استغنائی کی تجلی مبذول فرماتی ہے یہ عکس معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سالک کو اسی مقام پر علم اولین و آخرین حاصل و ذکر خفی نصیب ہوتا ہے یہ مقام عارف الوجود کی انتہا و واحد الوجود کی ابتدا ہے ذکر خفی بمعنے فراموشی یعنی وصال محبوب میں فنا و غائب ہو جانیکا نام ذکر خفی ہے اور ذکر پانچ قسم ہیں زبانی۔ قلبی۔ روحی۔ سری۔ خفی۔ یعنی۔ تقلقہ۔ وسوسہ۔ مشاہدہ۔ معائنہ۔ مغائبہ۔ مثلاً کوئی عاشق دور افتادہ جب اپنے معشوق مسافر کا زبانی ذکر کرتا ہے تو اس کو تقلقہ کہتے ہیں اور جب اس کے آنے کی خبر سن کر دل میں سوچتا ہے تو اس کو وسوسہ قلبی کہتے ہیں اور جب قریب سے دیکھ لیتا ہے تو اسکو مشاہدہ روحی کہتے ہیں اور جب ہم کلام ہوتا ہے تو اس کا نام معائنہ سری ہے اور وصال میں سب کی فراموشی اور اپنی فنا کا نام ذکر خفی و مغائبہ ہے۔ وجدان سوم۔ نور ہے یعنی اس مقام پر سالک ہر ذرہ میں نور ذات حق دیکھتا ہے اور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مشاہدہ کرتا ہے وجدان چہارم لباس باعتبار صفات مثلاً کافر۔ مومن۔ عابد۔ زاہد۔ ولی عارف نبی پس یہ تمام لباس صفاتی ہیں۔ اور ذاتی واحد جیسے بادشاہ وزیر۔ قاضی مفتی۔ لشکری۔ گدا۔ وغیرہ ہیں۔ ان میں ہر ایک شخص لباس صفاتی سے متمیز ہو سکتا ہے اور اگر ان سب کا لباس امتیازی اتار کر ان کو بالکل برہنہ کر دیا جائے تو کوئی شخص ہرگز یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ ان میں سے بادشاہ و لشکری و گدا کونسا ہے پس سالک جب منزل واحد الوجود میں قدم رکھتا ہے تو یہاں کوئی لباس صفاتی باقی نہیں رہتا نہ اپنا نہ غیر کا

لے پ ۲۷ ع ۲ سورہ والذاریات ۱۱۷۔

فقط ایک ذات مطلق کا ظہور ہے جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔ سالک آخر فنائے اتم حاصل کر کے
باقی بہ بقائے حق ہو جاتا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؎

پس عدم گردم عدم چون ارغنون	گویدم کانا الیہ راجعون

ع راجع آن باشد کہ باز آید بشہر

واحد الوجود نقطہ ذات ہے جس کا بیان محال عقل ہے۔ مگر اہل تصوف نے اس نقطہ ذات کو آٹھ
نام سے موسوم کیا ہے یعنی مرتبہ واحد الوجود۔ مرتبہ توحید ذاتی۔ مرتبہ خفی۔ مرتبہ قرب۔ مرتبہ نور۔ مرتبہ
وراء الورا۔ مرتبہ احدیت۔ مرتبہ لا ابن۔ پس جو شخص مرتبہ واحد الوجود میں پہنچا اُسنے خدا کو شناخت
کیا کہ یہاں بجز ذات واحد الوجود کچھ موجود نہیں۔ اور جو کوئی مرتبہ توحید میں آتا ہے وہ جملہ اشیاء عالم
میں ذات حق کو دیکھتا ہے مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰهَ فِیْهِ کے یہی معنے ہیں۔ اور جو مرتبہ خفی
میں گیا وہ اپنی ذات کو ذات حق میں نفی دیکھتا ہے اور حقایق ذات الٰہی میں ایسا محو و نابود ہو جاتا ہے
کہ نہ عبد رہتا ہے نہ معبود۔ اور جس میں عظمت و کمال قدرت پیدا ہو گئی وہ مرتبہ قرب میں پہنچا۔ اور جسکو
جملہ عالم نور نظر آیا وہ مرتبہ نور میں گیا۔ اور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[5] کی حقیقت سے آگاہ ہوا
اور جسکی نظر سے زمان و مکان ہر دو عالم مرتفع ہو گیا اور ذات حق کو لا مکان دیکھا وہ مرتبہ وراء الورا میں
پہنچا۔ اور جس نے عالم کو ذات حق میں اور ذات حق کو عالم میں بمرتبہ عروج و نزول دیکھا وہ مرتبہ احدیت
میں آیا۔ اور جس نے عالم کو نفی و ذات حق کو ثابت دیکھا اور بجز ذات حق کہیں کسی شے کا کچھ نشان نہ
پایا وہ مرتبہ لا ابن میں پہنچا۔ غرض سالک ان علامات سے معلوم کر سکتا ہے کہ میں کون سے مرتبہ
میں آگیا ہوں حسب استعداد سالک ان تجلیات کا ظہور ہوتا ہے۔ ہر مرتبہ میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ
عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنے اپنے عرفان نفس پر تصور کرتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عارف الوجود
بمنزلہ نظر ظاہر کے ہے۔ اور واحد الوجود مرتبہ نظر باطن مگر در حقیقت دونوں ایک ہی ذات ہیں جیسے
آئینہ میں صورت عکسیہ اور جسم میں عکس روح و عالم میں عکس ذات حق و نفس میں عکوس صور اشیاء عالم شعر

اور در دل من است و دل من بدست دوست	چون آئینہ بدست من و من در آئینہ

یہ عجب وحدت ہے کہ بدیدہ احول میں کثرت نمودار ہے اور یہ عجیب کثرت ہے کہ بنظر حق بین ذات واحد الوجود

[5] پ ۱۸ سورہ نور ع ۱۰

قایم و برقرار ہے جب سالک بارادہ الٰہی ذات احد الوجود میں پہونچ جاتا ہے تو پھر بجز ذات احد الوجود کی نظر میں کچھ باقی نہیں رہتا نہ عبد نہ معبود نہ عشق نہ عاشق نہ معشوق نہ محبت نہ محب نہ محبوب۔ ؎

عشق و عاشق محو گردد این مقام	خود ہمان معشوق ماند والسلام

پس نظر ظاہری نظر باطنی کا پرتو و عکس ہے اور بسبب وجود جسمانی اضافی ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک ہی ذات ہیں جیسے شمع فانوس کہ اسکا نور جو درون فانوس ہے وہی نور برون فانوس بھی موجود ہے پس اگر فرق ہے تو اضافت کا ہے۔ اور جب حجاب اضافی بھی منتفی ہوگیا تو پھر وہی ایک نور لاتعین ہے جو پہلے تھا پس درمیان بندہ و ذات واحد الوجود کے یہی فرق اضافی ہے اور کچھ بھی نہیں جیسے زیور طلائی جب تعین صوری ٹوٹ گیا تو پھر وہی سونا ہی سونا ہے۔ ؎

جب حباب اپنی گرہ کے بند سے وا ہو گیا	صاف کہتا ہوں حقیقت میں وہ دریا ہو گیا

اور حضرت ابوبکر دقاق فرماتے ہیں اَلْفَرْقُ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اَلْعُبُوْدِیَّۃُ یعنی میرے اور خدا کے درمیان فرق عبودیت کا ہے اور حضرت منصور حلاج کا قول ہے لَافَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَبِّیْ اِلَّا بِصِفَتَیْنِ صِفَۃُ اللّٰہِ ذَاتِیَّۃٌ وَصِفَۃُ الْقَائِمِیَّۃِ فَقِیَامُنَا بِہٖ وَذَاتُنَا مِنْہُ یعنی کچھ فرق نہیں میرے اور میرے پروردگار کے درمیان مگر بسبب دو صفتوں کے ایک صفت ذاتیہ ایک صفت قائمیہ پس ہمارا قیام اسکے ساتھ ہے اور ہماری ذات اسکی ذات سے ہے اور حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ فَرْقٌ اِلَّا اَنِّیْ تَقَدَّمْتُ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ یعنی کچھ فرق نہیں میرے اور اسکے درمیان لیکن میں نے تقدیم کی بندگی کی طرف جمال چہرہ ربوبیت بغیر خال عبودیت وصف کمال نہیں رکھتا کیونکہ ربوبیت بغیر عبودیت کے محال ہے

بے عاشق و عشق حسن معشوق کجاست	تا عاشق و عشق نیست معشوق کجاست
در فتوائے عشق اگرچہ این قول خطاست	مشاطہ حسن یار بے صبری ماست

اور حضرت اویس قرنی کا قول ہے کہ اِذَا تَمَّتْ عُبُوْدِیَّۃُ الْعَبْدِ یَکُوْنُ عَیْشُہٗ کَعَیْشِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی جسوقت تمام ہوئی عبودیت عبد کی پس ہو جاتی ہے اسکی عیش مانند عیش اللہ تعالی کے۔ اور اتمام عبودیت اسوقت ہوتی ہے کہ جب تقصیر و توقیر برابر ہو جاوے۔ بلکہ جو کچھ خدا کیلیے ہے بندہ میں اسکا ظہور ہو ہرگاہ قطرہ دریا میں شامل ہو کے فنا ہو گیا اور تعین نیست و نابود پس عیش دریا عین عیش قطرہ ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تشہد میں دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ

مِنْ مَسِيْحِ الدَّجَّالِ یعنی آلہی میں پناہ مانگتا ہون ترے ساتھ عذاب قبر سے اور پناہ مانگتا ہون ترے ساتھ دجال یک چشم سے۔ قبر سے مراد قید جسمانی و بشری ہی اور دجال عبارت نفس امارہ سے ہے اور نفس امارہ کو یک چشم اس لیئے کہا گیا ہی کہ اسکی توجہ ظاہر کی طرف ہوتی ہی باطن کی طرف متوجہ نہیں جب انسان اس مقام میں پہنچ جاتا ہی اور حجاب دار گرہ تعین کی توڑ دیتا ہے تو بس بحیز ذات کچھ باقی نہیں رہتا۔ جاننا چاہیئے کہ معشوق لاہوت میں ہی یعنی ذات بحت میں اور عاشق لاہوت میں اور عارف جبروت میں اور وصف ملکوت میں اور واقف ناسوت میں یہ نزول ہوا عروج میں جب واقف وقوف پاتا ہے تو وصف میں آتا ہے اور وصف سے عرفان میں اور عرفان سے معارف میں اور معارف سے روبیت میں تو روبیت عاشق نباقی ہی اور جب عاشق ہوتا ہی تو اپنے آپ ہی کو پاتا ہی۔ پس ناگاہ کمین گاہ وحدت سے تیغ عشق۔ ع

این عشق نہ جائے کارسازی ست	عشق دار کہ تیغ بے نیازی است

چمکتی ہی تو ماسوائے المحبوب سب کو شربت فنا چکھاتی ہی بجز معشوق کچھ باقی نہیں رہتا یعنی عاشق و عشق دونون معشوق میں فنا ہو جاتے ہیں پس كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا مراد لاہوت سے ہی اور فَاَحْبَبْتُ لاہوت سے اور اَنْ اُعْرَفَ جبروت سے اور فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ عبارت ملکوت و ناسوت سے ہی۔ ع

تو مباش اصلا کمال این است وبس	تو در و گم شو وصال این است وبس

سلطان عشق کے چار تخت ہیں یعنی لاہوت۔ جبروت۔ ملکوت۔ ناسوت۔ مراد لاہوت سے سر یعنی نور ہے۔ اور جبروت سے روح۔ اور ملکوت سے دل۔ اور ناسوت سے جسم پس تن خدمت میں دل کے ہے اور دل محبت میں روح کے اور روح قربت سر میں۔ اور سر وصال خدا میں ہی جو وحدت بے کثرت ہی وہ منزل خاص الخاص کی ہی اور جو وحدت با کثرت ہے وہ مقام خاص کا ہی اور جو کثرت بے وحدت ہے وہ منزل عام کی ہی پس خاص الخاص مقام محض امن و امانی میں ہی اور خاص مقام حیرانی میں اور عام نادانی میں۔ علم الیقین مقام طالبوں کا ہی اور عین الیقین منزل متوسطوں کی اور حق الیقین مقام واصلون کا ہی اور واصلوں کو موت نہیں کہ بحق باقی ہیں۔ ع

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور مرتبۂ واحد الوجود کو باعتبارات یہ کہتے ہیں۔ توحید ذاتی۔ مرتبہ ذکر خفی۔ مرتبہ نور۔ مرتبہ قرب۔ مرتبہ رؤالو

مرتبہ احدیت۔ مرتبہ لاتعین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صورت مراقبہ۔ ہم یہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ عارف الوجود وہ ہے جو اپنے وجود پر دانا ہو یعنی وہ ہستی جو دانائے خود ہے اور وہ ہماری تمام ہستیون سے منزہ ہو اور اپنی ہستی میں قیام رکھتا ہے اور لاتناہی ہے۔ اور واجب و ممکن و ممتنع اسکے ساتھ قایم اور اسکی طرف محتاج ہیں اور وہ ان سب سے مستغنی ہو۔ لہذا یہ وجود اپنے ماتحت کی نسبت منفصل باطلاق ہو یعنی اس وجود کا اطلاق مماثل و مشابہ اطلاق اور تمام ہستیون سے منزہ و مقدس ہو۔ اسی اعتبار سے یہ مرتبہ ورار الورا کا ہو مخفی نہ رہے کہ ورار الورا ایک مکان ہو اور تمام مکان اُسکے پرتوہ سے ظہور میں آئے ہیں۔ اور مکان اسکو کہتے ہیں کہ جس میں صورت و شکل قرار پکڑے اور نمودار ہو یعنی مکان بمعنی بودن ہو۔ پس اللہ تعالی نے جسکو پیدا کیا ہے وہ ایک مکان ہو چنانچہ عناصر یعنی آب اشیار آبی کا مکان ہے اور آتش مکان اشیار آتشی۔ سو باد مکان اشیار بادی و خاک مکان اشیار خاکی کا ہے پس یہ عناصر بھی خود بخود ایک دوسرے کے مکان و مکین ہو گئے ہیں جیسے صفا مکان باد اور باد مکان آتش اور آتش مکان خاک اور خاک مکان آب یعنی جو چیز جس میں قرار پائے وہ اس کا مکان ہو۔ پس ہر شے کا مکان ایک اسم کے ساتھ موسوم ہو گیا ہو مثلاً صفا و ہوا و مکان و لامکان و ورار الورا پس ورار الورا اس حضرت کا بطون ہو کہ تمام قابلیات اسمار و صفات آلہی اس میں مستقر ہیں اور وہ مظہر و مکان اعیان ثابتہ کا ہو۔ اے سالک ذاتِ آلہی کا بھی ایک مکان ہے جس کو ورار الورا کہتے ہیں اور یہ ورار الورا صفاتِ آلہی کا ہیولا ہے کہ جمیع صفات اس میں ظاہر ہیں اور ورار الورا کے پرتوہ سے لامکان پیدا ہوا ہے کہ لامکان اسکی صورت ہے اور صفا سے ہوا پیدا ہوئی اور ہوا مظہر مرأت لازم الوجود ہے کہ لازم الوجود ہوا میں ظاہر ہے اور یہ وہ ہوا ہے کہ تمام جسمانیات عرش سے فرش تک اور سمک سے سماک تک و اعلی علیین سے اسفل السافلین تک اس میں ظاہر و ہویدا ہیں۔ ان حضرات صوفیہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک ورار الورا جمیع ہیولات کا ہیولا ہے اس لیے کہ لامکان جمیع صفات آلہی اور تمام قابلیات غیر متناہی کا مظہر ہے اور لامکان ورار الورا کے پرتوہ سے ظہور میں آیا ہے پس ورار الورا ایک مکان ہوا علی ہذا القیاس جمیع مراتبات قابلیات حسب مراتب ایک دوسرے کیلیے مظہر و مسکن ہیں فاعرف پس سالک کو چاہیئے کہ ایک کا تماشا دوسرے میں دیکھے۔ مثلاً صفا کو ہوا میں اور ہوا کو صفا میں اور مکان کو

صورت مراقبہ

لامکان میں اور لامکان کو مکان میں اور لامکان کو وراء الوراء میں۔ بلکہ ہمیشہ وراء الوراء کے مطالعہ مشاہدہ میں رہے اور اس مرتبہ کا کمال حاصل کرے اگر سالک نے یہاں دنیا میں یہ مرتبہ نہایت حاصل نہ کیا تو پھر کب کریگا کہ تحصیل کمال اسی مرتبہ میں ہے اے سالک جو شخص وراء الوراء میں پہنچ گیا پس وحدت ذات میں مل گیا یہ مرتبہ واحد الوجود کا ہے کہ ازل الآزال میں اس کے سوا کسی شئے کا وجود نہ تھا اور نہ اب ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کا نام نامی وجود مطلق احدیت ہے پس مناسب کہ طالب صادق واسطے حصول اس مقام کے شغل مراقبہ بیرنگی ہمیشہ کرتا رہے اور مراقبات بیرنگی سے اعظم ترین مراقبہ یہ ہے

طریق مراقبہ واحد الوجود۔ اوّل غسل کرے اور لباس طاہر پہن کر دوگانہ ادا کرکے روبقبلہ بیٹھے اور استغفار و درود شریف پڑھے اور آنکھ بند کرکے اپنی توجہ قلبی کو حقیقت جامعیہ بیرنگ میں متوجہ کرکے اس وجود کے مراتب میں کہ جو اطلاق و تقییدات سے مطلق ہو معائنہ کرے بامرہ تعالیٰ چند روز میں فنا ہوکر شان بیرنگی حاصل کریگا اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس مراقبہ کی ممارست سے جمیع ماسوائے اللہ منتفی ہو جائینگے۔ اور اگر اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شائبہ تعین یا کوئی دوسرا امر منظور خاطر ہو تو وجود مطلق کی ذات میں پناہ گزیں ہو تاکہ اس میں رسوخ حاصل ہو اور پھر اس رسوخ سے آنکھ کھولے اور ہر ایک موجود کے وجود میں خاص وجود مطلق کو بچشم ظاہر دیکھے جیسا کہ پیشتر بچشم باطن دیکھا تھا غرض اس مراقبہ میں بکوشش تمام ایسا مستغرق ہو کہ پھر کسی قاطع سے منقطع نہ ہو بس منجمد ہو جائے۔ اس کو ذکر سر السر کہتے ہیں۔ توحید میں یہ مرتبہ علیا ہے۔ اور درجہ قصویٰ ہے۔ اور اس کے افتتاح کیواسطے ہمیشہ ذکر اسم ذات سری کرتا رہے تاکہ ہمیشہ انشراح ہوتا رہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

باب سوم در تلقین حق الیقین و بیان سوم قیام اقلیم حقیقت

حقیقت بمعنے اصل شئے جیسی کہ وہ ہے۔ اس اقلیم میں چندے قیام اسلیئے ہوتا ہے کہ اپنی حقیقت سے آگاہی و نفس کی شناخت و معرفت ذات الٰہی کے ظہور کی ابتدا ہو اور خودی مٹے اور خدائی کے آثار نمودار ہوں۔ اسی مقام پر خود شناسی و خداشناسی کا ظہور ہوتا ہے جب طالب سیر وجود سے علی قدم مراتب فارغ ہوتا ہے تو پیر اسکو اقلیم حقیقت میں تفکرات کی تعلیم فرماتا ہے اور ہر ایک بلا سے بچاتا ہوا بمدد توحید حقیقت معرفت کی طرف لے جاتا ہے توحید حقیقت یعنی اسم و مسمی کی تمیز اٹھا دینا۔

طریق مراقبہ واحد الوجود

باب سوم در تلقین حق الیقین

فصل اوّل دربیان تفکرات

اذکار و اشغال و مراقبات کے بعد تفکر کا مرتبہ ہے یعنی جب آئینۂ دل مصقلۂ اذکار وغیرہ سے مصفا و مجلا ہو جاتا ہے تو کملین ہمیشہ تفکرات میں مشغول رہتے ہیں کہ اسمیں آیات بینات و عجیب و غریب اسرار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اِس لیئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دانشوروں کو عبرت و تدبر و تذکر و تفکر کی بہت کچھ ترغیب فرمائی ہے اور عقلمندونکو اپنی آیات بینات و قانون قدرت کاملہ کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے کیونکہ تفکر مفتاح انوار ربانی و مبداء بصیرت رحمانی ہے اور علوم و معارف کیلئے حال بے زوال۔ اور نیز رسول صلعم نے بھی فضیلت تفکر کو بڑے شد و مد سے بیان فرماکر لوگوں کو بڑے زور سے اسطرف متوجہ فرمایا ہے کیونکہ اِس میں توحید ذاتی و کمال وحدت حقیقی کا ظہور پورے طور پر ظاہر و نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیۃ نازل ہوئی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ[1] تو فرمایا کہ خرابی ہو اُس کی جو اُسکو پڑھے اور فکر نہ کرے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ[2] اَعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَقَّھَا مِنَ الْعِبَادَۃِ یعنی اپنی آنکھوں کو عبادت میں اُن کا حصہ دو۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھوں کو عبادت میں کیا حصہ ہے آپ نے فرمایا کہ کلام الٰہی میں نظر و فکر کرنا اور اُسکے عجائبات سے عبرت پکڑنا۔ اور عیسیٰؑ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا ثانی کوئی دُنیا میں ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں جس کی گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جسکے کلام میں حکمت نہ ہو وہ لغو ہے اور جس کا سکوت فکر نہ ہو وہ سہو ہے اور جسکی نظر عبرت کیلئے نہ ہو وہ لہو ہے۔ اور ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے لیئے فکر کرنا آخرت کی آڑ ہے اور اولیاء اللہ کے حق میں عذاب اور آخرت میں فکر کرنا مورث حکمت اور دلونکو زندہ کرتا ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہیں اور فکر سے ذکر کے یہاں تک کہ اُنکے دِل گویا ہو جاتے ہیں اور حکمت بولنے لگتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَشْرَفُ الْمَجَالِسِ وَاَعْلَاھَا اَلْجُلُوْسُ مَعَ الْفِکْرَۃِ فِیْ مَیْدَانِ التَّوْحِیْدِ وَالتَّنَسُّمِ بِنَسِیْمِ الْمَعْرِفَۃِ وَالشُّرْبِ

[1] پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۰ ترجمہ یعنی آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلتے آنا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔ ۱۲

[2] اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ ۱۲

بکاسِ المحبۃ من بحرالوداد والنظر بحسن الظن باللّٰہ عزّ وجلّ ثمّ قال بالھا من مجالسِ ما احلھا ومن شراب ما الذہ طوبیٰ لمن رزقہ یعنی سب سے اشرف واعلیٰ مجلس یہ ہی کہ توحید کے میدان میں فکر کیساتھ بیٹھ کر معرفت کی ہوا کھائے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے نوش کرے اور اللہ تعالیٰ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے پہر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا ہی کہنا ہے بہت عمدہ ہیں اور اس پینے کی چیز کا کیا ہی کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ شخص ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے یہ بات نصیب کی ہو۔ تفکرات جمع تفکر کی ہے اور یہ بھی ایک قسم کا مراقبہ ہے تفکر کے معنے ہیں کسی کار یا امر میں یا شے یا لفظ و عبارت و گفتگو و کلام میں غور و تامل و خوض و فکر کرنا ہے

اے پردہ نشین این گذرگاہ
بے عشق بسر نمے شود راہ

قومے کہ ز خود بریدہ رفتند
این بادیہ را بسر بریدہ رفتند

در فکر بجو ششئے در آویز
تا خود کششے رسد کہ برخیز

سر برخط اونہی زمانے
تا یابی ازین سخن نشانے

چون فکر ترا بتو رساند
پس عشق ترا ز تو ستاند

یک جذبہ او ترا دران دم
بہتر ز عبادت دو عالم

باید کہ سر از کشش نتابی
تا بو کہ کشند مر ابیابی

فکر است کلید این معانی
تا رہ نبری بخود ندانی

ناذکور طلب چہ خواہی از ذکر
این است خلاصہ ہمہ فکر

دانستن فکر مشکل آمد
بے داری دیدہ و دل آمد

فکر تو ہنوز خار خار است
چون فکر نماند عین کار است

از فکر بفکر مے توان رفت
آن کس کہ برفت و بے نشان رفت

یک بار مجرد از صفت شو
در بحر محیط معرفت شو

اے خواجہ دمے قلندری کن
از محنت جسم جان تہی کن

تا یک نفس اندرین خرابی
بے منت جان حیات یابی

بربند بحکم دیدہ آز
تا ہمدم شاہ گردی اے باز

بر ساعد او قرار مے کن	در صحن بقا شکار مے کن
اے گم شدہ خویش را طلب کن	گر یافتۂ مرا ادب کن

اور فکر کے معنے ہیں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو معرفتوں کو دل میں موجود کرکے تیسری معرفت کا حاصل کرنا مثلاً اگر کوئی دنیادار یہ معلوم کرنا چاہے کہ بہ نسبت دنیا کے آخرت اختیار کرنا کس طرح بہتر ہے تو اس کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ کسی اپنے بزرگ سے یہ سنے کہ بہ نسبت دنیا کے آخرت بہتر ہے اور سنتے ہی اسکو سچا جان کر بغیر اس کے کہ حقیقت امر پر اسکی بصیرت کچھ کارگر ہوئی ہو یقین کرلے اور صرف اس کے کہنے پر اعتبار کرکے اپنے عمل سے مائل آخرت کی ترجیح کا ہو جائے تو اسکو تقلید کہتے ہیں نہ معرفت۔ اور دوسرا طریق یہ ہے کہ اوّل اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ پائدار چیز کا اختیار کرنا بہتر ہے پھر اس کا علم ہوا کہ آخرت بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس تیسری بات کو معلوم کرنا بغیر پہلی دو معرفتوں کے غیر ممکن ہے پس دل میں پہلی دو معرفتوں کا موجود کرنا تیسری معرفت تک پہنچنے کے لیئے تفکر و اعتبار و تذکر و نظر و تامل و تدبر کہلاتا ہے۔ لیکن یہ تین یعنی تفکر و تامل و تدبر بلفظ مترادف ہیں و معنے واحد رکھتے ہیں اور تذکر و اعتبار و نظر ان کے معانی میں فرق ہے پس دو معرفتوں کے موجود کرنے کو اعتبار اس لیئے کہا گیا ہے کہ ان دونوں سے تیسری معرفت کی طرف عبور کرسکتے ہیں اور اگر عبور نہ ہوا ہو صرف دونوں معرفتوں پر آگاہی ہوئی ہو تو اس کو تذکر کہتے ہیں نہ اعتبار اور نظر و تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اس میں تلاش تیسری معرفت کی ہے پس جو شخص طالب تیسری معرفت کا نہیں اسکو ناظر نہیں کہیں گے اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو شخص متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو تذکر میں یہ فائدہ ہے کہ دل پر معارف مکرر جم جائیں اور اس میں سے محو نہ ہوں اور تفکر کا یہ فائدہ ہے کہ علم بڑھتا جائے اور جو معرفت حاصل نہ تھی حاصل ہو جائے۔ پس تذکر و تفکر میں یہی فرق ہے۔ معارف بے شمار ہیں اور وہ سب دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دل میں جسقدر طاقت ہوتی ہے اسی قدر عرش عرفان پر پرواز کرتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ دل ایک سوار ہے اور اس کا زادراہ تسکین و اطمینان دہندہ ذکر آلہی ہے تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ[۵] أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یعنی دلوں کا اطمینان ذکر آلہی میں ہے آگاہ ہو کہ ذکر آلہی میں دلوں کا اطمینان ہے اور یہ سوار واسطے حاصل کرنے کنز مخفی فقر کے کہ جس سے کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا مراد ہے

[۵] سورہ رعد پ ۱۳ ع ۱۰-۱۲

تیار کیا جاتا ہے اور علم محافظ و عقل مدد کہ سواری اور فہم و فراست اسکے سلحہ ہیں اور یہ جمیع مجاہدات و اشغال و مراقبات و تفکرات اس کے مخبر و سپاہ نما پس جسقدر ان جوائج حنہ دری کے سر انجام میں تغافل و کاہلی کریگا اسی قدر گنج مخفی فقر سے جو مقصود اصلی ہے دور و درماندہ رہیگا ہاں اگر خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے چھپت پھاڑ کر کچھ عنایت فرمادے تو یہ اس کی بخشش ہے مصرعہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج ○ پھر کسی چیز کی حاجت و ضرورت نہیں ہے

	پرواد یکھیں نہ پچھوا باؤ	جب لاگین پرسن کے چاؤ	

مگر یہ شاذ و نادر ہے۔ غرض جب معارف دل میں جمع ہوتے ہیں اور ایک خاص ترکیب سے ملتے ہیں تو ان سے ایک اور معرفت حاصل ہوتی ہے یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے اور جب یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ پھر دوسری معرفت سے ملتی ہے تو اس سے ایک اور نتیجہ برآمد ہوتا ہے اسطرح ثمرات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور فکر بھی بے انتہا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ غرض دل جو خالص نور ربانی و اسرار الٰہی ہے اس میں یہ قدرت رکھی گئی ہے کہ ان وسایل کے ذرائع سے وہاں تک پہنچ سکتا ہے ورنہ ذات الٰہی میں کسی حس کی رسائی نہیں کیونکہ وہ ذات شمس نصف النہار کی طرح بلکہ اس سے بھی کروڑوں درجہ زیادہ مبیّن و ظاہر ہے کہ کثرت شعاع سے حواس عشرہ خیرہ و واماندہ دیدہ ہیں۔ البتہ یہ اسی دل میں قوت ہے کہ اپنی توجہ خاص سے کسی شعاع کے وسیلہ سے کہ وہ حبل المتین ہے کنگرہ تقدیس پر کمند ڈال کر اس گنج مخفی سلطانی میں جا پہنچتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ تفکر کے معنے دل میں دو معرفتوں کو جمع کر کے ان سے تیسری معرفت کو حاصل کرنا ہے۔ اور اس میں پانچ درجہ ہیں۔ اوّل تذکر یعنی دل میں دو معرفتوں کو جمع کرنا۔ دوم تفکر یعنی ان دونوں معرفتوں سے معرفت مقصود کا طلب کرنا۔ سوم حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور اس سے دل کا منجلی ہونا۔ چہارم حصول نور معرفت سے دل کا حال بدل جانا۔ پنجم جس طرح دل کا حال بدلتا جاے اسی طرح جمیع اعضا و جوارح ظاہری و باطنی دل کے تابع و خادم ہیں۔ واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور ہم اسی کو بیان کرتے ہیں اور دین سے ہماری یہ مراد ہے کہ جو معاملہ خدا تعالیٰ و بندہ کے درمیان ہو وہ دین ہے اس صورت میں فکر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ فکر خدا کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہوگا یا انسان کی ذات و صفات و افعال سے

اور جو فکر کہ خدا سے متعلق ہے وہ یا تو اسکی ذات و اسمار حسنے میں ہوگا یا اسکی صفات و افعال و ملک و ملکوت و تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کے ہوگا لیکن اسکی ذات میں فکر کرنا ایک ممنوع شرعی ہے دوسرا یہ کہ اسکی کنہ ذات میں عقل جزوی انسانی حیران و سرگردان ہے بجز ناکامی و بدنامی کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ ف

تو آن در بلاغت بہ سحبان رسید	نہ در کنہ بے چون سجان رسید

جو ذات کہ عقل و قیاس و گمان و وہم و فہم و ادراک و خیال سے برتر ہو اُس میں فکر کرنا محض نادانی نہیں تو اور کیا ہے آدمی تیر کیسی نشانہ پر لگاتا ہے بھلا جو ذات کہ بے نشان و نام ہو وہاں شست باندھنا کمال بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے اور جو دریا کہ بے پایان ہو جسکی نہ کوئی حد ہو نہ کنارہ نہ کوئی ابتدا ہو نہ انتہا ایسے بحر محیط و مواج میں اپنی فکر کی زورق چلانا اور عقل ناقص کی بانس ہی لگانا اپنی تباہی کا سامان و ہلاکی کا باعث نہیں تو اور کیا ہے جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا ہے کہ تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ یعنی تم فکر کرو اللہ کی مخلوقات میں اور مت فکر کرو خدا کی ذات میں پھر ایسی جگہ ہم کیوں فکر کریں جہاں رسول صلعم کی نافرمانی ہو اور عقل کی حس باطل پس مناسب یہ ہے کہ بحکم رسول صلعم ہم بھی مخلوقات میں جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے فکر کریں۔ کیونکہ جو غرض ہماری ذات کے فکر کرنے میں ہے وہ مخلوق میں بھی حاصل ہو سکتی ہے کہ مخلوق بھی ظہور حق ہے اور بہتر و برتر مخلوقات میں سے خلقت انسان ہے۔ کقولہ تعالیٰ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنی البتہ ہم نے آدمی کو پیدا کیا اچھی سے اچھی صورت میں۔ کیونکہ جمال صورت و کمال معنی رکھتا ہے اور پھر ہم کو یہ مژدہ سنادیا کہ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی اور تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے یعنی جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری ہی ذات میں موجود ہے اس لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یعنی جس نے اپنے نفس و ذات کو پہچان لیا پس تحقیق اسکو عرفان رب حاصل ہو گیا کیونکہ اس میں نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کی شان ہے اور حضرت امام محمد غزالی رح اپنی کتاب احیاء میں فرماتے ہیں کہ اگر شوق و محبت کا حال پیدا کرنا چاہے اور اپنی ہستی کو ذات الٰہی

ف پ سورہ التین میں ۱۲ ف پ ۲۷ سورہ والذاریات ع ۲-۱۲ ف بعض محققین فرماتے ہیں کہ یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے اور مولانا عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو مانتے ہیں ف سورہ ص ع ۵ پ ۲۳ ع ۱۳-۱۲

ہیں فنا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت و کبریائی میں فکر کرے اور اس میں چند مقام ہیں اور سب سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے ناموں کے معانی میں فکر کریں لیکن ایسا فکر کرنا شرع شریف میں ممنوع ہی جیسا اوپر ذکر ہوا کیونکہ عقلیں اسکی کنہ ذات میں حیران ہیں بجز صدیقوں کے اور کوئی اس طرف آنکھ کھول کر دیکھ نہیں سکتا اور وہ بھی نہ ہمیشہ بلکہ جب نظر ان کے جمال لایزال پر پڑتی ہی تو وہ خود بھی تاب نلاکر ذات آلہی میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر عقلوں کو تو اسکی ذات و صفات سننے کی بھی تاب نہیں ہوتی بلکہ تھوڑی بات جسکی تصریح بعض علماء نے کی ہی کہ خدا تعالیٰ مکان و اطراف و جہات سے پاک ہے اور وہ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر نہ ملا ہوا ہے نہ جدا۔ اتنی بات کے سننے سے بعض لوگوں کی عقل ایسی حیران ہوتی ہے کہ وہ اسکی ذات سے بھی منکر ہو گئے کیونکہ نہ سننے کی طاقت نہ سمجھنے کا ادراک بلکہ اتنی بات کی بھی برداشت نہ کر سکے جب ان سے کہا گیا کہ خدائے تعالیٰ کے نہ سر ہے نہ پانو۔ نہ ہاتھ ہے نہ آنکھ نہ عضو ہے نہ جسم نہ معین و مقدار و حجم تو کہہ اٹھے کہ یہ بات تو خدا کے جلال و عظمت میں نقصان پیدا کرتی ہے اور یہ ان کے فہم کا قصور ہے نہ ذات کا نقصان بلکہ وہ ذات ادراکات ابصار و افہامات عقول سے برتر و الطف ہے۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ ذات صفات سے باہر نہیں اور انسان اعلیٰ ترین صفات آلہیہ میں سے ہے اور اس میں ظہور روح قدسی ہوا ہے تو پھر ہم کیوں بے ٹھکانے بھٹکیں اور خالی ٹکے لگاتے پھریں۔ اے عزیزو اگر تم صفات و مخلوق کا راستہ اختیار کر کے ذات کا سراغ لگاؤ گے تو ضرور کسی ٹھکانے لگ جاؤ گے۔

فصل دوم در تشریح تعلیم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بحضرات امام حسن و امام حسین علیہما السلام

سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی ذات و صفات میں فکر کریں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے جگر گوشہ و فرزند دلبند کو تعلیم فرمایا ہے۔ وھو ھذا

	یَا وَلَدِیْ فِکْرُكَ فِیْكَ یَکْفِیْكَ	فَلَیْسَ شَیْءٌ خَارِجًا مِنْكَ
۵	وَدَاءُكَ فِیْكَ وَمَا تَشْعُرُ	دَوَاءُكَ مِنْكَ وَلَا تُبْصِرُ

وَتَزْعَمُ اِنَّكَ جِسْمٌ صَغِيْرٌ	وَفِيْكَ انْطَوىٰ عَالَمُ اَكْبَرُ
وَاَنْتَ اُمُّ الْكِتَابِ الَّذِيْ	مَاحَرْفِهِ يُظْهِرُ الْمُضْمَرُ

ترجمہ

یعنی اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں تیرے لیے کافی ہے	کیونکہ کوئی شئے تجھ سے خارج نہیں ہے
اور تیرا درد تیرے اندر ہے اور تو نہیں جانتا	اور تیری دوا تجھ میں ہے اور تو نہیں دیکھتا
اور تجھ کو گمان ہے کہ تو چھوٹا جسم ہے	اور حالانکہ تیرے اندر ایک عالم اکبر لپٹا ہوا ہے
اور تو وہ ام الکتاب ہے	کہ اپنے حرفوں سے دل کی بات جانتا ہے

تشریح اس کلام فیض نظام کی یہ ہے کہ یا وَلَدِیْ فِکْرُكَ فِیْكَ یَکْفِیْكَ یعنی اے میرے فرزند ترا فکر تجھ میں ہی ترے لیئے کافی ہے یعنی تو اگر خدا کا دیدار چاہے اور اپنی شناخت تو اپنے اندر فکر کر کہ خدا تجھ میں ہے نہ تجھ سے جدا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی اور تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔ ایک روز عبداللہ بن عمرؓ نے رسول صلعم سے سوال کیا کہ اَیْنَ اللّٰہُ۔ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِہٖ یعنی اللہ کہاں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دل میں اسکے بندوں کے وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الْعَمَاءِ یعنی تاریکی میں ہے جو سویدا ر قلب انسانی سے مراد ہے ۵

نباشد عیب پرسیدن ترا خانہ کجا باشد	نشانے دہ اگر یابم کہ آن اقبال ما باشد

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالیٰ بندوں کا دل خدا کا عرش ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی یعنی خدا عرش پر ستوے ہے۔ جب مومن کا دل عرش ٹھیرا تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل پر استوے ہے۔ اے فرزند دل میں سوچ اور اپنے نفس میں فکر کر کہ تو کون ہے کیا تھا کیا صورت پائی۔ تیری اصل کیا ہے گوش ہوش سے سن۔ کہ تیری اصل ذات بحت ہے۔ اول منزل میں حقیقت محمدی نام پایا۔ دوسری میں حقیقت انسانی تیسری میں روح۔ پھر مثال پھر تیرے رہنے کو یہ جسم کثیف ملا تاکہ تو اپنی اصل کو بھول جائے اس جسم کثیف نے اپنی کثافت کا اثر ڈالا اس اثر صحبت نے تجھکو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور تو کہنے لگا میرا جسم ہے میں جسم ہوں میں فلانے کا باپ ہوں فلاں کا بیٹا ہوں میں بھوکا ہوں میں پیاسا ہوں میں

۵ سورہ ط ع ۱ پ ۱۶ ع ۱۰-۱۲

ننگا ہوں میں اندھا ہوں میں لنگڑا ہوں میں عاجز ہوں رے فرزند نہ تو جسم ہے نہ تیرا جسم ہے نہ تو کسی کا باپ نہ بیٹا نہ بھوکا ہے نہ پیاسا نہ ننگا ہے نہ اندھا نہ لنگڑا ہے نہ عاجز۔ غرض جو کچھ ہے ان صفات سے موصوف یہ جسم ہی جسم ہے باپ ہے تو جسم اور بیٹا ہے تو جسم کل عیوب اس جسم میں ہیں تجھ میں کوئی عیب نہیں تو روح پاک وصاف ہے تو خلیفۃ اللہ ہے یہ جسم ایک اعتباری و خیالی لباس ہے جب تو نے ہزاروں ایسے لباس بدل ڈالے ایکدن اسکو بھی اتار دیگا اسکے نہ ہونے سے تیرا کسی طرح نہ پہلے حرج ونقصان تھا نہ پھر ہوگا تو جیسا تھا ویسا ہی رہیگا بلکہ اسکے ساتھ محبت کرنے سے پستی میں گریگا اور ہمیشہ مبتلائے غم والم رہیگا پس بالقصد اس سے محبت کا رشتہ توڑ اور اسکی الفت سے منہ موڑ تاکہ عذاب سرمدی سفر سے چھوٹے اور اپنے اصلی وطن میں پہنچکر آرام پائے حب الوطن من الایمان ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل وریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی مے کرد	مے گفت گدا بودن کنعان خوشتر
؎ آن وطن مصر و عراق و شام نیست	آن وطن شہرے است کز نام نیست

جب تم اوپر کے تنزلات وتعینات واضافات کو اپنے سے الگ کر کے فکر کروگے تو یقین کامل ہے کہ تم اپنی اصل حقیقت کو پہنچ جاؤگے۔ عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے فَلَيْسَ شَيْءٌ خَارِجًا مِّنْكَ حالانکہ کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں سب چیز تیرے اندر موجود ہے حکیم سنائی فرماتے ہیں۔ ؎

آسمان ہاست در ولایت جان	کار فرمائے آسمان جہان
در رہ روح پست و بالا ہاست	کوہ ہائے بلند و دریا ہاست

اکثر علما محققین ان آیات وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ[1] اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ[2] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان فی الحقیقت جمال ظاہری وباطنی رکھتا ہے اور یہ نسخہ جامعہ مجموعہ کاملہ ہے اس میں جمیع موجودات عالم خلق وامر ملکی وملکوتی علوی وسفلی منطوی ومندرج ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نسخہ جامع جمیع کمالات ظاہری وباطنی پیدا کیا ہے۔ یہ مجموعہ جامع جمیع علوم وفنون وصنعت وغیرہ کا ہے کوئی علم کوئی ہنر کوئی پیشہ کوئی صنعت اس سے باہر نہیں جو کچھ موجود ہے اسی کی نمود ہے سب چیز اسکے اندر موجود ہے حقیقت میں انسان گنج مخفی کا نمونہ ہے خلیفۃ اللہ اسکا خطاب ہے

[1] سورۃ تغابن ع ۱ پ ۲۸ ع ۱۵-۱۲ [2] پ ۳۰ سورۃ التین ۱۲

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا مقام ہے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی اس کا کلام ہے[1] وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ[2] وَعَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[3] وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا اس کا علم ہے - یہ مخزن اسرار ربانی ہے یہ مطلع انوار سبحانی ہے سب شے اس میں موجود ہے کوئی چیز اس سے خارج نہیں ہے

اے نامہ نسخۂ الٰہی کہ توئی	وے آئینہ جمال شاہی کہ توئی
بیرون ز تو نیست ہرچہ در عالم ہست	در خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

اس لیئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ اے فرزند اپنے اندر فکر کر جو چیز تجھکو مطلوب ہے اپنے ہی میں طلب کر وہ اپنے ہی اندر پائیگا - کوئی شے تجھ سے باہر نہیں جسکی خارج میں تلاش کرے ہے

وَدَاءُکَ فِیْکَ وَمَا تَشْعُرُ	دَوَاءُکَ مِنْکَ وَلَا تُبْصِرُ

یعنی اور تیرا مرض تیرے اندر ہے اور تو نہیں جانتا - اور دوا بھی تیرے ہی پاس ہے اور تو نہیں دیکھتا یعنی تیرا درد اور تیری دوا تجھ ہی میں ہے - کفر و شرک تیرے لیئے درد ہے - کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا[4] یعنی اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک لایا جائے اور بخشتا ہے سوائے اسکے جسکے واسطے چاہتا ہے - اور جو کوئی شرک لائے اللہ کے ساتھ پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہی دور کا اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ[5] شرک البتہ بڑا ہی ظلم ہے اور توحید و معرفت اس درد کی دوا ہے جب بہ یقین دل تم نے جان لیا کہ حقیقتاً ذات پاک کے سوا کوئی موجود فی الخارج نہیں اور یہ جو کچھ نظر آرہا ہے کل موجودات فقط ایک وہمی خیالی اعتبارات پر وابستہ ہے یہ معدوم محض ہے مگر موجود حقیقی اول و آخر ظاہر و باطن ذات پروردگار ہے تو بس یہ ہی اس درد کی دوا ہے یعنی باوجود اسکی ہستی کے اپنی ہستی کا ثبوت کرنا یہ درد ہے اور اپنی ہستی کو اس کی ذات میں فنا کر دینا یہ دوا ہے - ہے

وَتَزْعُمُ اَنَّکَ جِسْمٌ صَغِیْرٌ	وَفِیْکَ انْطَوَی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ

اور تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے اور حقیقت میں تیرے اندر ایک عالم اکبر لپٹا ہوا ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان میں عالم اکبر مندرج ہے جو شخص سلوک نقشبندیہ ابتدا سے انتہا تک

[1] سورہ علق پ ۳۰ [2] سورہ کہف ع ۹ پ ۱۵ ع ۲۱ - ۱۲ [3] پ ۱ ع ۴ - ۱۲ [4] پ ۵ ع ۱۴ سورہ نساء
[5] سورہ لقمان ع ۲ پ ۲۱ ع ۲۱ - ۱۲

طے کرچکا ہے یا جس نے سیر انسانی کی ہو وہ میری اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے کہ عالم کون و عالم امر ہر دو انسان میں مندرج ہیں بلکہ روح اللہ بھی اس میں موجود ہے۔ جو ذات و صفات اللہ تعالیٰ کی ہو وہی ذات و صفات روح اللہ کی ہو جب اللہ تعالیٰ سب اشیاء پر حاوی و محیط ہو تو اسی طرح روح اللہ بھی حاوی و محیط ہے۔ پس انسان عالم صغیر ہے مجملاً از روے صورت اور آفاق عالم کبیر ہے مفصلاً از روے معنے۔ لیکن از روے مرتبہ انسان عالم کبیر ہے اور آفاق عالم صغیر۔ ۵

اے آنکہ ترا ہست ملک اسکندر و جسم	از حرص مباش در پے نیم درم
عالم ہمہ در تست و لیکن از جہل	بیدا نشنۂ تو خود را در عالم کم
۵ وَاَنْتَ اُمُّ الْكِتَابِ الَّذِیْ	مَا تَرَفَهُ يُظْهِرُ الْمُضْمَرُ

یعنی تو وہ ام الکتاب ہے کہ اپنے حرفوں سے دل کی بات جا نتا ہے اول معلوم کرنا چاہیے کہ کتابیں دو ہیں۔ ایک ام الکتاب کہ جس میں حال مجمل مندرج ہو جیسے قرآن شریف میں سورہ فاتحہ کہ تمام قرآن مجید بطریق اجمال اس میں مندرج ہو دوسری کتاب مبین کہ جس میں اس حال مجمل کی تفصیل ہو جیسے قرآن شریف الحمد سے والناس تک سورہ فاتحہ کی تفصیل ہو۔ اب یاد رکھو کہ عالم بھی دو ہیں۔ ایک عالم امر یعنی جو قسمت پذیر نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ دوسرا عالم خلق جسکی تقسیم و مساحت ہو سکے چنانچہ اِنَّ اللّٰہَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ میں اسطرف اشارہ ہو اور انہیں دونوں کو عالم آفاقی و نفسی بھی کہتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنی اب ہم دکھاوینگے انکو اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جاوے ان پر کہ یہ ٹھیک ہو۔ پس انسان ام الکتاب ہے یا عالم امر یا عالم نفسی اور جملہ موجودات کتاب مبین ہو یا عالم خلق یا عالم آفاقی یعنی وہ مجمل ہے اور یہ سب اسی کی تفصیل اور اس اجمال و تفصیل کا مرجع و مآب ذات باری ہو اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ اِنَّ الْحَقَّ مُبْدَءُ الْکُلِّ وَمَعَادُہٗ وَ اِلَیْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ یعنی اللہ تعالیٰ سب کا مبدا و معاد ہے اور تمام امور اسی کی طرف پھر جانیوالے ہیں اور انجام کل امور کا اللہ کی طرف ہے تو اب ضرور ہے کہ کل موجودات اپنی ہستی سے پہلے ذات خدا میں با

۱؎ بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۱۰-۱۲ ۲؎ پ ۲۵ ع ۱ سورہ حم سجدہ رکوع ۲ ۳؎ سورہ اعراف ع ۷ پ ۸ ع ۱۳-۱۲

ذات خدا کل موجودات میں موجود ہو لیکن یہ امر متحقق ہو کہ ازل الآزال میں صرف ذاتِ خدا تھی اور کچھ نہ تھا چنانچہ حدیث میں وارد ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٌ یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا۔ اور کوئی شے اُسکے ساتھ موجود نہ تھی اور مضمون اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ سے ظاہر ہو کہ جیسا تھا ویسا ہی اب ہے پس معلوم ہوا کہ عالم امر و خلق غیر ذات نہیں بلکہ اعتبارات ہیں ؎

حق ز ایجاد جہان افزون نشد	آنچہ اوّل آن نبود اکنون نشد
در اثر افزون شد و در ذات نے	ذات را افزونی و آفات نے

پس ذات حق اس اعتبار سے کہ کل موجودات مجملاً اس میں مندرج ہو۔ ام الکتاب ہے اور علم حق اس اعتبار سے کہ جو کچھ ذات میں مجمل تھا علمِ الٰہی میں مفصل ہے اور جو اس میں پوشیدہ تھا وہ اس میں ظاہر ہے۔ کتاب مبین ہے پس ذاتی علم ذات کا تمام اشیاء کے علم کو مستلزم ہو اور تمام اشیاء ذات حق میں اس طرح ہیں جیسے گٹھلی میں درخت یعنی علمِ حق ذات حق کا آئینہ ہو اور ذاتِ حق علم حق میں ظاہر ہے۔ اس واسطہ حقایق الٰہیہ میں ذات حق ام الکتاب ہے اور علم حق کتاب مبین اسی طرح حقایق موجودات میں قلم ام الکتاب ہے اور لوح محفوظ کتاب مبین۔ یعنی جو کچھ قلم میں مجمل تھا وہ لوح محفوظ میں مفصل ہوا۔ اس نقشہ میں دیکھو۔

ذات بحت مبداءِ کل	ذات حق	علم حق
ذات حق	ام الکتاب	کتاب المبین
حقایق الٰہیہ	ذات حق	علم حق
حقایق الموجودات	قلم	لوح محفوظ

پس ذات حق میں اور قلم میں بسبب اجمال اور کلیت کے مشابہت ہو کیونکہ دونوں ام الکتاب ہیں اس لیے قلم مرتبہ کونیہ میں ذات کا آئینہ ہوا یعنی جو کچھ ذات میں اجمالاً درج ہے وہی قلم میں موجود ہے اور لوح محفوظ مرتبہ کونیہ میں علم الٰہی کا آئینہ ہے یعنی جو کچھ بحیثیت جزئی و تفصیلی علم حق میں موجود ہے وہی لوح محفوظ میں ظاہر ہے پس عالمِ امر میں عقل اوّل جس کو قلم کہتے ہیں ام الکتاب ہے اور روح جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں کتاب مبین ہے اسی طرح عالمِ خلق ہے جس میں عرش ام الکتاب ہے اور کرسی کتاب مبین اس نقشہ میں دیکھو۔

حقائق الموجودات	ام الکتاب	کتاب المبین	یعنی جو کچھ عرش میں مجمل ہے کرسی میں مفصل ہے یہی
عالم امر	عقل کل یعنی قلم	روح یعنی لوح محفوظ	پس باب بہ سبب اجمال کے عرش و قلم میں مشابہت
عالم ملک یا خلق	عرش	کرسی	ہے اسی طرح بوجہ تفصیل لوح محفوظ و کرسی میں مناسبت

ہے اس لیے مرتبہ جس میں عرش قلم کا آئینہ ہے اور کرسی لوح محفوظ کا پس قلم یعنی عقل نسخہ ذات و لوح نسخہ علم اور عرش نسخہ قلم اور کرسی نسخہ روح ہے اور انسان کامل بالفعل اور انسان عام بالقوہ ایک ایسا نسخہ ہے جو تمام نسخوں کا جامع ہے اور تمام میں مستخرج و مستنبط یعنی چیدہ و برگزیدہ ہے یہ نقشہ دیکھو۔

ذات بحت مبدا کل		ام الکتاب	کتاب المبین
حقائق الٰہیہ		ذات حق	علم حق
حقائق موجودات	امر	قلم یعنی عقل نسخہ ذات	لوح یعنی روح نسخہ علم
	خلق	عرش نسخہ قلم	کرسی نسخہ روح
	انسان جامع کمالات		

جیسے ذات حق بالاجمال ام الکتاب اور اس کا ذاتی علم بالتفصیل اپنی ذات کی کتاب مبین ہے ایسے ہی ذات انسان کامل بالفعل اور ذات انسان عام بالقوۃ ام الکتاب ہے اور اس کا ذاتی علم اپنی ذات کی کتاب مبین ہے اور جسطرح علم الٰہی آئینہ ذات الٰہی ہے اسی طرح علم انسان آئینہ ذات انسان ہے پس ذات حق تعالیٰ اور ذات انسان میں باعتبار کلیہ اجمال مشابہت ہے کیونکہ دونوں میں تمام اشیاء بوجہ کلی و اجمالی موجود ہیں اور جو شے علم الٰہی میں بوجہ جزئی و تفصیلی ظاہر ہے وہی انسان کامل کے علم میں بالفعل اور انسان عام کے علم میں بالقوہ ہویدا ہے بلکہ اُس کا علم اس کا علم اور اُسکی ذات اسکی ذات ہے لیکن نہ بطریق اتحاد و حلول و صیرورت کیونکہ یہ بات دو وجود میں ہوتی ہے اور یہاں سوائے ایک وجود کے اور کچھ نہیں اور کل موجودات اسی ایک وجود سے موجود ہے اور اس وجود کے بہت سے ظہور ہیں جن کو عالم کہتے ہیں اور بہت سے بطون ہیں جن کو اسمار کہتے ہیں اور ان دونوں یعنی ظہور و بطون میں ایک برزخ ہے کہ وہ انسان ہے پس تمام ظہور کا آئینہ ہے اور بطون بطون کا آئینہ اور جو چیز ان دونوں کے درمیان ہے وہ باعتبار اجمال و تفصیل کے آئینہ ہے کہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ اب ہم پھر اسی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جیسے فیما بین ذات حق اور ذات انسان اور علم حق اور علم انسان کے مشابہت ہے یعنی جو اُس میں مجمل ہے وہی اس میں مجمل ہے اور جو اس میں مفصل ہے وہی اس میں مفصل ہے اسی طرح فیما بین قلم اور روح انسان کے اور روح و قلب انسان کے اور عرش و

جسم انسان کے اور کرسی و نفس انسان کے مشابہت ہے ان میں ہر ایک اپنے اپنے مشابہ کا آئینہ ہے نقشہ آئینہ مشابہت دیکھو

ذات حق	ذات انسان
علم حق	علم انسان
قلم	روح انسان
لوح محفوظ	قلب انسان
عرش	جسم انسان
کرسی	نفس انسان

یعنی جو کچھ قلم میں مجمل ہے وہی روح انسان میں مجمل ہے اور جو کچھ لوح میں مفصل ہے وہی اسکے قلب میں مفصل ہے اور جو کچھ عرش میں مجمل ہے وہ اُسکے جسم میں مجمل ہے اور جو کچھ کرسی میں مفصل ہے وہ اُسکے نفس میں مفصل ہے پس انسان ایک کتاب ہے جامع کتب آلہیہ و کونیہ کی اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ذاتی علم اللہ تعالیٰ کا تمام اشیاء کے علوم کو مستلزم ہے اور بیشک وہ تمام اشیاء کو اپنی ذات کے علم سے جانتا ہے ایسا ہی ہم بہ نسبت انسان کے کہتے ہیں کہ اس کا علم ذاتی تمام اشیاء کے علم کو مستلزم ہے اور بیشک وہ جمیع اشیاء کو اجمالاً و تفصیلاً جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[۱] اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا یعنی اپنا لکھا پڑھلے تو ہی کفایت کرتا ہے آج کے روز اپنا حساب کرنے کو غرض جس نے یہ کتاب پڑھی تو اُس نے بے شک معلوم کرلیا جو ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور جو ہوگا پھر اگر تو سب نہیں پڑھ سکتا تو اس میں سے جتنی ہو سکے پڑھ لے کما قال اللہ تعالیٰ الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ یعنی یہ وہ کتاب کامل ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں الف سے اشارہ طرف احدیت ذات حق کے ہے جیسے وہ ذات احدیت ازل الآزال میں سب سے پہلے ہے ایسے ہی الف بھی مقدم ہے اور لام سے اشارہ ہے وجود کی طرف کہ جو موجودات پر پھیلا ہوا ہے کیونکہ ل میں ایک ستون ہے وہ تو الف ہے اور ایک دامن ہے اور وہ نون کا دائرہ ہے اور نون کہتے ہیں دائرہ کون کو پس الف کا ذیل سے متصل ہونا کون کے اوپر وجود کے پھیلنے کی دلیل ہے اور م سے وجود جامع کی طرف اشارہ ہے کہ وہ انسان ہے پس عالم انسان وہ کتاب ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ یعنی کہدے اے محمد اللہ بس ہے گواہ میرے اور تمھارے درمیان اور جسکو کتاب کا علم ہے فقد ابا و لدی هو ام الکتاب و علم الکتاب وانت الکتاب فی علمک بک علم الکتاب لا [illegible] لا یابس و هو عالم الملکوت ولا اعلیٰ منه الا فی کتاب مبین و هو انت یعنی پس اے میرے فرزند تو وہ ام الکتاب ہے اور علم الکتاب اور تو کتاب ہے

[۱] سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۲-۱۲ [۲] سورہ رعد ع ۶ پ ۱۳ ع ۱۴-۱۲

اور تیرا علم تیری اپنی ذات کا علم الکتاب ہے اور نہ کچھ تر یعنی عالم ملک اور نہ خشک یعنی عالم ملکوت اور نہ اس سے برتر مگر کتاب مبین میں ہے اور وہ تو ہی ہے اسی واسطے جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے حضرت امام ہمام کو یہ تعلیم فرمائی کہ پس اپنے ہی نفس میں فکر کر اسی میں درد ہے اور اسی میں اس درد کی دوا ہے کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور یہ جو کچھ کہ نظر کے سامنے موجود ہے یہ سب محض اعتبارات ہیں عالم اکبر خود تیرے اندر موجود ہے کوئی شے خارج میں نہیں ہے بلکہ صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے غرض کہ انسان ایک نسخہ عجیب جامع کل ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں ذرا شک نہیں فی الحقیقت وہ کتاب ذات انسان ہے اور یہی وہ کتاب جو انسان کامل و خیر البشر پر نازل ہوئی ہے وہ ذات انسانی کا مصرف ہے اور اسکے حالات جزوی و کلی سے حکایت کرنیوالی ہے یعنی وہ مراتب کلیہ و جزئیہ انسانی کا مجمل و مفصل بیان ہے اور انسان اسکی وحدت و جمعیت کا مرتبہ ہے اس لیے کہ اسکے مقامات و مراتب اور ذات و صفات و افعال کے فرق کا بیان اس کتاب منزل میں ہے کیونکہ وہ کتاب ذات و اسماء و صفات و افعال و مراتب عوالم و اہل عالم کے ہر موقع سے اور اسکے اہل کے اقتضا سے باجمال و تفصیل حکایت کرتی ہے اور یہ تفاصیل انسان کے مراتب ہیں اور وہ سب کا مجموعہ ہے پس ثابت ہوا کہ یہ کتاب انسان کی معرف ہے اور کلی و جزوی مراتب کی بیان کرنے والی ہے اس کتاب میں سورہ فاتحہ ام الکتاب ہے کیونکہ جو اس کل کتاب میں مفصل ہے وہ سورہ فاتحہ میں مجمل ہے اور فاتحہ بسم اللہ میں اور بسم اللہ باء میں اور باء نقطہ میں مندرج ہے اور نقطہ احدیت ذات ہے۔ اور تمام کتاب میں جو حروف مقطعات و مفصلات و الفاظ و کلمات اور آیتیں اور سورتیں ہیں ان سے یہ مراد ہے کہ کتاب کی کشادگی سب سے متعین ہوگئی ہے اور اس میں تمام حالات کا مندرج ہونا عبارت ہے عدم انبساط سے جو شخص اس قول کو سمجھ لیگا تو اسکو اس آیت کے معنی کھل جائینگے قال اللہ تعالیٰ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا[۱] یعنی کیا تو نے رب کی طرف نہیں دیکھا کیسے دراز کیا سایہ اور اگر چاہتا تو اسکو ٹھیرا رکھتا پس کیا ہم نے آفتاب کو سایہ کی شناخت پر راہنما پھر پکڑا ہم نے سایہ کو اپنی طرف آسان پکڑنا مَدَّ الظِّلَّ یعنی سایہ کی درازی عبارت ہے نقطۂ وجودیہ کی کشادگی سے اور حروف الٰہیہ کونیہ کے تعینات سے اور سکون عبارت ہے نقطۂ وجودیہ کے کشادہ نہ ہونے سے اور حروف الٰہیہ کونیہ کے عدم تعین سے اور شمس عبارت ہے ذات حق سے اگر آفتاب احدیت مطلع عزت سے نہ چمکے تو سایہ نذارد ہے یہاں سایہ ہمسایہ آفتاب ہے ؎

او چو خورشید است و ما چون سایہ ایم	ہم چو نور و سایہ با ہمسایہ ایم
تابع نور است سایہ روز و شب	نور خواہی گو بیا سایہ طلب

[۱] یعنی عالم امر ۲ ؎ سورۂ فرقان ع ۴ پ ۱۹-۶-۳۶-۱۲

	ہستی سایہ یقین از نور دان	سایہ را بے شک دلیل نور خوان
	مینماید سایہا از عکس نور	سایہ را از نور نتواں کرد دور
	گر نہاں گردد زمانے نور خود	سایہ ہم ناچیز گردد سربسر
	سایہ را چون محو نورِ خور شود	وصل او را در زمان در خور شود
ف	گر نہ خورشید جمال یار گشتے رہنموں	از شب تاریک غفلت کس نبردے رہ بروں
ف	روئے صحرا چو ہمہ پرتو خورشید گرفت	نتواند نفسے سایہ بآن صحرا شد

اس آیۃ کی تفسیر بھی تفسیر جواہر میں خوب لکھی ہے وہاں دیکھو یہ نقطۂ وجودیہ خزانہ ذات احدیت کُنتُ کَنزاً[1] مخفیاً سے اب یہ نقطہ بائے بسم اللہ کا نقطۂ وجودیہ کیطرف اشارہ ہے اور بائے بسم اللہ کا اشارہ دوسری ام الکتاب کیطرف کہ وہ قلم ہے اور بسم اللہ کا اشارہ تیسری ام الکتاب کیطرف کہ وہ عرش ہے اور فاتحہ کا اشارہ کتاب جامع کیطرف کہ وہ انسان ہے اور بیشک یہ سب ظہور سے پہلے جمیع مراتب میں مندرج تھا جیسے جمیع اشیاء اسکے ظہور کے بعد اس میں مندرج ہیں اور نقطہ کا کشادہ ہونا اپنی ذات میں کتاب مبین اول کیطرف اشارہ ہے اور بار کا کشادہ ہونا سین تک کتاب مبین ثانی کیطرف اور بسم اللہ کے حرفوں کا متصل و منفصل ہونا کتاب مبین ثالث کیطرف اور فاتحہ میں مکرر ہونا ان حرفوں کا جو بسم اللہ میں ہیں اور ایک کا ایک سے مشابہ ہونا کتاب جامع کیطرف اشارہ ہے اور تمام قرآن مجید فاتحہ سے والناس تک مراتب عالم اور اسکے اجزا کی طرف اشارہ ہے۔ **فافہم** ۔ اِس نقشہ کو دیکھو

۱	نقطہ بائے بسم اللہ	نقطہ وجودیہ
۲	بائے بسم اللہ	قلم
۳	بسم اللہ	عرش
۴	فاتحہ	انسان
۵	کشادگی نقطہ	کتاب مبین اول یعنی علم حق
۶	کشادگی بار کی سین تک	کتاب مبین ثانی یعنی لوح محفوظ
۷	اتصال و انفصال حروف بسم اللہ	کتاب مبین ثالث یعنی کرسی
۸	مشابہت و تکرار حروف بسم اللہ و فاتحہ	کتاب جامع یعنی انسان کامل
۹	تمام قرآن لیعنی فاتحہ تا والناس	مراتب عالم و اسکے اجزا کیطرف اشارہ

رباعی درخانہ اگر کس ست حرفی بس ست

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیمے کن اگر ترا دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ
درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

پس انسان کو اپنی ذات کا فکر اپنے نفس کا عرفان اپنی حقیقت کا انکشاف کافی ہے اور یہ حدیث فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ فَاعْرِفْ نَفْسَكَ يَا اِنْسَانُ تَعْرِفْ رَبَّكَ یعنی پس تحقیق اللہ تعالیٰ

[1] اس حدیث کو امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اور امام بخاری و مسلم نے علیٰ صُوْرَتِهٖ تک بیان کیا ہے ۱۲

نے پیدا کیا انسان کو اپنی صورت پر پس پہچان اپنے نفس کو اے انسان تاکہ پہچانے تو اپنے خدا کو پس جب عرفان حاصل ہوا تو امر و نہی کی تعمیل اور خدائی اور بندگی کے القاب اور اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً کا خطاب ایسا ہے جیسے سکندر قاصد بن کر نوشابہ کے روبرو گیا تھا۔ چونکہ نوشابہ نے پہچان لیا تھا تو فوراً پکار اٹھی ؎

میانجی نہ شاہ آزادہ	فرستندہ نے فرستادہ

اگر اس مشت خاک میں سر کبریائی پوشیدہ نہ ہوتا تو سجدہ جو صرف حضرت ذات پاک کیلئے مخصوص ہے ملائکہ سے آدمؑ کو نہ کرایا جاتا چونکہ اس ویرانہ میں خزانہ سلطانی پنہاں رکھنا منظور تھا اسلیئے عالم ملکوت میں منادی کیگئی فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ[1] یعنی پس جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی جان تو گر پڑو اسکے آگے سجدہ میں۔ الحاصل تمام ملائکہ نے تعمیل حکم کی سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس لعین نے حکم نہ مانا انکار و استکبار کیا مردود بارگاہ ٹھیرا۔ آدمؑ کو بہکایا جنت سے نکلوا دیا خود گمراہ بنا اوروں کو گمراہ کیا۔ ارباب فہم کو اس مقام پر غور کرنا چاہیئے کہ جب کوئی شئے حضرت انسان سے خارج نہیں اور عالم اکبر خود اسکے اندر موجود و مندرج ہے اور اسکو خود اپنے نفس میں فکر و غور کی ہدایت کی گئی تو یہ کیا تماشا تھا۔ کون مسجود تھا اور کون ساجد اور انکار کس نے کیا اور حکم کس نے دیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ[2] یعنی وہ اللہ کہ پیدا کیا تم کو پھر تم میں سے کیا بعض کو کافر اور بعض کو مومن۔ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور بعض مفسرین نے یوں معنے لکھے ہیں کہ وہ اللہ جس نے پیدا کیا تم کو پھر تم میں سے ہر واحد کے بعض اجزا کو کافر (مثل افعال قبیحہ عادات خبیثہ کے) اور پیدا کیا تم میں سے ہر واحد کے بعض اجزا کو مومن (مانند اعمال صالحہ و اخلاق حسنہ کے) ہر واحد تم میں سے جامع ان دو جزو کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے جو شخص جس جزو کا تابع ہے۔ چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

کاندریں یک شخص ہر دو فعل ہست	گاہ ماہی باشد او گاہ شست
نیم او مومن بود نیمیش گبر	نیم او حرص آوری نیمیش صبر
گفت یزدانت فَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ	باز مِنْكُمْ كَافِرٌ وگبر کہن
ہمچو گاوے نیمہ جلدش سیاہ	نیمہ دیگر سفید او ہمچو ماہ

[1] سورہ ص ع ۵ پ ۲۳ ع ۱۳-۱۲ [2] پ ۲۸ ع ۱۵ سورہ تغابن ع ۱۶-۱۲

ہر کہ این نیمہ بہ بیند رو کند	ہر کہ آن نیمہ بہ بیند کد کند
از جمال یوسف اخوان بس نفور	لیکن اندر دیدۂ یعقوب نور

جبکہ یہ سب کچھ اُسکے اندر داخل ہو پس یہی آدم ہو یہی رحمٰن ہو یہی فرشتہ یہی شیطان ہے ۵

رحمٰن و رحیم و رحمت اللہ مائیم	شیطان رجیم و لعنت اللہ مائیم
ہر نیک و بدے کہ در جہان مے گذرد	باللہ مائیم ثم باللہ مائیم

جب امر ربی یعنی روح تن خاکی میں پھونکی جاتی ہو تو عقل و فہم و تمیز و ادراک و ہوش و حواس مثل ملائکہ اس کے سجدہ کو سر جھکاتے اور اطاعت بجالاتے ہیں لیکن ہوائے شہوانی اور لذات و خواہشات نفسانی بالکل نافرمان اور آدم کے شیطان ہیں اسکو بے نیازی کے نعیم مقیم سے نکال کر حاجتمندی اور حرص و ہوا کی زمین پر لا ڈالتا ہے ہر چند کہ روح و عقل و نفس ہر ایک بجائے خود جدا ہے لیکن ذات انسان سے کوئی خارج نہیں اگر کہا جائے کہ خود انسان ہی روح ہو عقل ہو نفس ہو تو در حقیقت درست ہے اور اگر کہا جائے کہ صرف روح یا صرف عقل یا صرف نفس تو انسان نہیں یہ بھی سچ ہو۔ انسان کہتا ہی کہ میری روح ہے میری عقل ہو میرا نفس ہو پس وہ کون ہو جسکی طرف یہ سب مضاف ہیں اگر بغور سوچو تو وہ خود ہی مضاف ہے اور خود ہی مضاف الیہ پھر خود اس کا کہیں پتہ نہیں روح بھی ہو عقل بھی ہو نفس بھی ہو لیکن انسان کہان اگر عقل رہنما ہے تو کس کے لیے اور نفس گمراہ کنندہ ہو تو کس کے واسطے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت وضلالت کا فاعل اپنی ہی ذات کو بتلایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ [۱] فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ یعنی پس گمراہ کرتا ہے اللہ جسکو چاہتا ہو اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے [۲] وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنۡ یُّضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ یعنی اور اگر چاہتا اللہ تو تم سب کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا و لیکن گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہی اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہے [۳] اَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَہَدَی النَّاسَ جَمِیۡعًا یعنی اگر اللہ چاہے تو راہ پر لائے سب آدمیوں کو [۴] وَلَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَیۡنَا کُلَّ نَفۡسٍ ہُدٰىہَا یعنی اگر ہم چاہتے تو ہم دیتے ہر نفس کو سوجھ اپنی راہ کی۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ یعنی جسکو اللہ

[۱] سورہ فاطر ع ۲ - پ ۲۲ ع ۱۳ - ۱۲ [۲] پ ۱۴ ع ۱۹ سورہ نحل ع ۱۳ - ۱۲ [۳] سورہ رعد ع ۴ پ ۱۳ ع ۱۰
[۴] پ ۲۱ ع ۱۰ - سورہ سجدہ ع ۲ - ۱۲

ہدایت کرے کوئی اس کا گمراہ کنندہ نہیں اور جسکو گمراہ کرے کوئی اس کا ہادی نہیں غرض کیا ہدایت کیا ضلالت ہر فعل کو اپنی ہی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر کیا آدم کون فرشتہ کیا شیطان سو دیکھو جب حضرت موسیٰ کوہ طور سے چالیس روز کے بعد توریت لیکر واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی و گمراہی میں دیکھا تو عرض کیا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۤءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۤءُ[1] یعنی یہ مگر تیرے ہی کرتوت ہیں گمراہ کرتا ہے تو ساتھ اسکے جسکو چاہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہے۔ اگر شیطان و رحمن دو فاعل ہوتے جیسے گبر و ترسا۔ اہرمن[2] و یزداں[3] کہتے ہیں تو خدا کی خدائی آدھی رہ جاتی۔ ایک راہ پر لاتا ایک بھٹکاتا ایک بناتا ایک بگاڑتا پس اس کھینچا تانی میں خلقت تمام ہو جاتی۔ کما قال اللہ تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا[4] یعنی اگر ہوتے اِن دونوں میں (یعنی زمین و آسمان میں) اور خدا سوائے اللہ کے تو البتہ دونوں خراب ہو جاتے۔ اِس سے ثابت ہے کہ ذات واحد کے دو صفات ہیں ایک صفت جمال دوسری صفت جلال۔ اور یہ دونو صفات حضرت انسان میں موجود ہیں پس وہ خود ہی ہادی ہے خود ہی مضل پس کیا خوب فرمایا ہے وَدَاۤئُكَ وَدَوَاۤئُكَ فِيْكَ فَلَيْسَ شَيْءٌ خَارِجًا مِنْكَ اَنْتَ اُمُّ الْكِتَابِ یعنی خیال دوئی درد و غم ہے اور وحدت و یگانگی دوا ہے تم جس وقت تجھکو فکر کرنے سے یہ راز منکشف ہوگا تو ظاہر ہو جائیگا کہ کوئی شئے تجھ سے خارج نہیں اور جب انکشاف توحید اِس وسعت کو پہنچیگا تو معلوم ہوگا کہ تو ام الکتاب ہے حضرت شیخ فریدالدین صاحب عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں +

تو بمعنے جان جملہ عالمے	ہر دو عالم خود توئی بنگر دمے
لوح محفوظ است در معنی دلت	ہر چہ مے خواہی شود زو حاصلت
در حقیقت خود توئی ام الکتاب	خود ز خود آیات حق را باز یاب
صورت نقش الٰہی خود توئی	عارف اشیا کماہی خود توئی
انتخاب نسخہ عالم توئی	سر شناس علم الآدم توئی
تو بمعنے برتری از انس و جان	ہر چہ بینی خود توئی بنگر بدان

[1] سورہ اعراف پ ۹ ۔ ع ۸ ۔ ۱۲ [2] اہرمن یعنی مضل ۔ ۱۲ [3] یزداں یعنی رحمن ۔ ۱۲ [4] سورہ انبیاء پ ۱۷ ۔ ع ۲ ۔ ۱۲

از کمال قدرتش این بی شکی ــ هر دو عالم را نماید در یکی
نقش آدم را رقم نوعی زند ــ هر دو عالم را درو پنهان کند
در سه گز قالب نماید در عیان ــ هر چه بود و هر چه باشد در جهان
بحر عمان آمده در کوزهٔ ــ گرد عالم از درشش در یوزهٔ
هست انسان برزخ نور و ظلم ــ مطلع الفجرش همین گفتند هم
برزخ جامع خط موهوم اوست ــ چون نماید و هم تو معلوم اوست
آنچه مطلوبت جهان در جهان ــ هم تو داری باز جو از خود نشان
من عرف زان گفت شاه اولیا ــ عارف خود شو که بشناسی خدا
دانش آفاق را از نفس خوان ــ تا که گردی عارف اسرار دان
گر همی خواهی که گردی حق شناس ــ خویش را بشناس از راه قیاس
تا ز راه کشف و تحقیق و یقین ــ عارف خود شو که حق این است همین
گر بسر خود بیابی تو رهی ــ هم ز خود تو از خدا هم آگهی
هم ملک هم نه فلک بشناختی ــ چون بکنهٔ خویشتن ره یافتی
چون بدانی تو کماهی خویش را ــ علم عالم حاصل آید مر ترا
کے شود این سر ترا عین الیقین ــ تا نگردی محو حق اے نازنین
چون بعشق دوست گردی جانفشان ــ پر ز خود بینی همه کون و مکان
شد مقید روح تو در حبس تن ــ کے توانی کرد فهم این سخن
تا نگردی بے خبر از خود تمام ــ کے خبر یابی ز حق اے نیکنام
گر بقا خواهی فنا شو کین فنا ــ چون بمعنے بنگری باشد بقا
گر بکنه خود ترا باشد رهی ــ از خدا و خلق بے شک آگهی
آنکه سبحانی همی گفت آن زمان ــ این معانی گشته بود او را عیان
هم ازین رو گفت آن بحر صفا ــ نیست اندر جبه ام غیر از خدا
آن انا الحق گفت این معنی نمود ــ گر بصورت پیش تو دعوائے نمود

لیس فی الدارین آن کو گفته است　　در این معنے چه نیکو سفته است

هر کس این معنے بنوعے باز گفت　　گه نهان وگه عیان این راز گفت

هر که این ره را بپایان برده است　　هم ازین معنے بیانے کرده است

گر همی خواهی که یابی زین نشان　　سر بنه بر خاکپایے کاملان

گر بامرش سیر گردی این طریق　　نیست گردی عاقبت هم زین رحیق

چون نماند از توئی با تو اثر　　بے گمان یابی ازین معنے خبر

سرور اقطاب عالم بایزید　　آنکه خود را آنچنان که هست دید

زو یکے پرسید شیخا عرش چیست　　شیخ گفت او را منم بر ظن بایست

گفت کرسی چیست گفتا که منم　　لوح گفتا گفت دانا که منم

باز پرسیدا و که چه بود خود قلم　　شیخ گفتش گر ندانی هم منم

باز پرسیدش که حق را بندگان　　گفته اند و حال هست اندر زمان

که چو ابراهیم و موسے اند بدل　　چون محمد ہمچو عیسے اند بدل

شیخ گفتا آن همه آخر منم　　هم بمعنے آفتاب روشنم

گفت میگو بند حق را در جهان　　بندگان بودند هستند این زمان

قلب شان جبرئیل و میکائیل وار　　باز عزرائیل و اسرافیل وار

گفت صدق آور که آن جمله منم　　تا نه پنداری من این جان و تنم

بایزیدش گفت هر کو در خدا　　محو گردد از خدا نبود جدا

در حقیقت هر چه هست اے مرد دین　　خود همه حق است و باطل نیست این

او چو فانی گشت اندر نور رب　　حق همه خود را به بیند اے عجب

او چو خالی کرد خود را از خودی　　دید خود را عین نور ایزدی

صد هزاران بحر در قطرهٔ نهان　　ذره گشته جهان اندر جهان

لامکان اندر مکان کرده مکان　　بے نشان گشته مقید در نشان

کے بگنجد بحر اندر قطرهٔ　　مهر پنهان چون شود در ذرهٔ

این ابد عین ازل آمد یقین — باطن این جا عین شد ظاہر مبین

پیش چشمت ہست دریائے روان — دیدہ دانستی ازانی در گمان

عین آبی آب مے جوئی عجب — نقد خود را نسیہ مے گوئی عجب

من کہ آبم تشنہ آبم چرا — در عطش اندر تب و تابم چرا

شد بنقش موج ما دریا عیان — موج ساز و بحر را فاش جہان

خویش را از راہ خود بردار زود — کے کنی تا با خودی از خویش سود

گنج عالم داری و کد مے کنی — خود کہ کردہ آنکہ با خود مے کنی

بادشاہی از چہ مے گردی گدا — گنج ہا داری چرائی بے نوا

جملہ عالم ہست حاجت مند تو — تو گدا یا نہ چہ گردی کو بکو

ازتوئی دریائے تو خش پوش شد — خس نماند بحر گر در جوش شد

مانع راہ تو ہم ہستی تست — نیست شو تا رہ بجو دیابی درست

گشت خورشیدت نہان در زیر میغ — قیمت خود را ندانستی دریغ

مخزن اسرار ربانی توئی — مجمع اوصاف رحمانی توئی

ہر چہ موجود است در عالم توئی — وانچہ تو جویائے آنی ہم توئی

نظر بسوے خود کن کہ تو جان و دل ربائی — مفگن بخاک خود را کہ تو از بلند جائی

تو ز چشم خود نہانی تو کمال خود چہ دانی — چو در از صدف برون آ کہ تو بس گران بہائی

تیری دوا تجھی میں ہے تجھ کو خبر نہیں — ترا مرض تجھی سے ہے تجھ کو نظر نہیں

تنہا سا جسم جانتا ہے اپنے آپ کو — پیچیدہ تجھ میں عالم اکبر مگر نہیں

ام الکتاب تو ہے کہ جس کے حروف سے — ظاہر ہے سب چھپا ہوا کچھ مستتر نہیں

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ہست انسان برزخ نور و ظلم — مطلع الفجر ش ازین گفتند ہم

عابد و معبود غیر یار نیست — در حقیقت غیر او دیار نیست

سرِ نہان است در زیر نقاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
دیدراہ تو توئی آمد بدان	ورنہ حق پیدا است در کون و مکان
نیست از خود شو کہ تا یابی نجات	چون تو برخیزی نشنید حق بجات
دیدۂ حق بین اگر بودے ترا	اورخ از ہر ذرہ بنمودے ترا

فصل سوم در بیان صورت تفکر

ہر انسان کو لازم ہے کہ تنہائی میں بیٹھکر دل کی طرف ہو کر بغور سوچے کہ میں کون ہون اور خدا کیا شے ہے اور ظہور عالم جو نمودار ہے کیا چیز ہے۔ چند روز میں اسکو خود بخود منکشف ہو جائیگا کہ میں یہ جسم نہیں ہون کیونکہ جب جسم نہ تھا تو میں موجود تھا اور جب یہ جسم و صورت نہ رہیگی تو بھی میں ہون گا میں روح اللہ ہون نفخت فیہ من روحی وہ روح میں ہی ہون۔ ۵

شد بہ نفس موج ما دریا عیان	آنچہ در عالم تو جویا فی منم
چون ظہور جملہ اشیار ما ست	مظہر اوصاف رحمانی منم
ہر دو عالم شد بنور ما عیان	اصل ہر پیدا و پنہانی منم
نیست عالم در حقیقت جز طلسم	گنج بے پایان اگر دانی منم

تفکر بطریق دیگر

دلائل مذکورہ بالا سے جب تم کو یہ ثابت اور بیقین دل وحق الیقین متحقق ہو گیا کہ بجز ذات خدا کچھ موجود نہیں اور نہ کوئی چیز ذات الٰہی سے خالی تو بس طریق فکر اس طور پر ہے کہ مثلاً تم نے کسی چیز کو اشیائی ممکنات سے دیکھا یا سنا یا کہا تو اُس وقت سوچنا چاہیئے کہ یہ چیز عالم ناسوت یعنی عالم اجسام میں ہے اور ناسوت صورت ملکوت و عالم مثال کی رکھتا ہے اور ملکوت صورت جبروت و عالم ارواح کی رکھتا ہے یعنی حقیقت انسانی اور جبروت صورت لاہوت وحقیقت محمدی کی رکھتا ہے اور لاہوت صورت ہاہوت و احدیت کی ہے تو ناسوت عین ہاہوت و ذات بحت ہے پھر تنزل کرے یعنی ہاہوت باطن لاہوت کا ہے اور لاہوت باطن جبروت کا اور جبروت باطن ملکوت کا

اور ملکوت باطن ناسوت کا پس لاہوت عین صورت ناسوت کی ہے جو جلوہ گر اور ظاہر ہے اسی طرح عروج و نزول کرتا رہے اور ہر شے کو اسی خیال سے دیکھے چونکہ ہر ایک چیز ایک خاص اسم الٰہی کا مظہر ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْمَخْلُوْقَاتِ اسکے یہی معنے ہیں کہ جس چیز کو دیکھو اسی میں راہ موصل الی المطلوب ہے بطریق نزول و عروج جبکہ ہر چیز مظہر الٰہی ہے اور ہر ذات میں ذات الٰہی موجود ہے تو بس اپنی ذات میں فکر کرنا بہتر و افضل ہے کہ میں کون ہوں کیا ہوں؟ اور کیا تھا۔ اس طرح فکر کریگا اپنی ذات میں خدا کو پائیگا +

بدرون قست مصری کہ تو نی شکر ستانش	چہ غم است گر زبیروں و رد شکر نداری
شدہ ام مثال صورت بمثال بت پرستان	تو چہ پوسفی ولیکن سوئے خود نظر نداری
بخدا جمال خود را چو در آئینہ ببینی	بُت خویش خود تو باشی بکسے گذر نداری

اس تفکر و تصور میں یہ چار وادی پیش آتے ہیں۔ وادی استغنا۔ وادی توحید۔ وادی فقر وفنا وادی بقا۔ چنانچہ حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ ہر وادی کی صفت تحریر فرماتے ہیں۔

در اوصاف ہر چہار وادی (صفت وادی استغنا)

بعد ازاں وادی استغنا بود	نے درو معنی و نے دعوے بود
می جہد از بے نیازی صرصرے	میزند بر ہم بیک دم کشورے
ہشت جنت نیز آنجا مردہ ایست	ہفت دوزخ ہمچو یخ افسردہ ایست
قدرتے تو دار دایں جائے کہن	خواہ اینجا ہیچ کن خواہی مکن
گر دریں دریا ہزاراں جان فتاد	شبنمے در بحر بے پایاں فتاد
گر بیک رہ گشت ایں نہ طشت گم	قطرہ در ہفت دریا گشت گم

یہاں طالب مستغنی ہو کر خوشی مناتا ہے کرامات کا ظہور خاطر خواہ ہوتا ہے۔ جو کم حوصلہ ہوتے ہیں وہ یہاں کا توطن اختیار کرتے ہیں۔ لیکن پیر کامل اپنے مرید کو اس منزل میں زیادہ رہنے نہیں دیتا تاکہ مغرور ہو کر مقام اصلی کے پہنچنے سے نہ رہجائے بعجلت تمام وادی توحید میں لاکر بیداری کی تعلیم فرماتا ہے اور مرید حیرت کے گرداب میں جا پڑتا ہے۔ یہ منزل نہایت

پر خوف و خطر ہے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ بھلا اُجاڑ سنسان میدان میں کس کا جی لگتا ہے اس جنگل میں شیر کے جگر والا مرد رہ سکتا ہے دوسرے کی کیا ہستی ہے۔

وادی یعنی میدان

صفت وادی توحید

بعد ازان وادی توحید آیدت
منزل تفرید و تجرید آیدت

روئے ہا چوں زین بیابان در کنید
جملہ سر از یک گریبان بر کنید

گر بسے بینی عدد گر اندکے
از یکے باشد بدین دہ دریکے

چون بسے باشد یک اندر یک مدام
از یک اندر یک یکے باشد تمام

نسبت اینک کان احد آید ترا
زان یکے کاندر عدد آید ترا

چون برون است این ز حد و در عدد
از ازل قطع نظر کن و ز ابد

چون ازل گم شد ابد ہم جاودان
ہر دو را کے ہیچ ماند در میان

چون ہمہ ہیچے بود ہیچ آن ہمہ
کے بود در اصل جز ہیچ آن ہمہ

اور اس وادی توحید میں ایک گرداب حیرت آتا ہے کہ نہایت سخت و شدید عقبہ ہے کہ دین و ایمان کفر و اسلام کچھ نہیں رہتا۔ نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ دوسرے کی۔

گرداب حیرت

صفت گرداب حیرت

بعد ازان گرداب حیرت آیدت
کار دائم درد و حسرت آیدت

ہر نفس اینجا چو تیغے باشدت
ہر دمے اینجا دریغے باشدت

آہ باشد درد باشد سوز ہم
روز باشد نے شب و نے روز ہم

آتشے باشد فسردہ مرد این
با دل و جان سوختہ از درد این

مرد حیران چوں رود زین جایگاہ
در تحیر مردہ و گم کردہ راہ

ہر چہ زد توحید بر جانش رقم
جملہ گردد محو از او نیز ہم

گر بدو گویند ہستی یا نہ
نیستی گوئی کہ ہستی یا نہ

در میانی یا بروئی از میان
فانئی یا باقئی یا ہر دوئی
گوید اصلا من ندانم چیز من
عاشقم اما ندانم کیستم
لیک از عشقم ندارم آگہی

بر کناری یا نہانی یا عیاں
یا نہ ہر دو توئی یا نہ توئی
این ندانم آن ندانم نیز من
نے مسلمانم نہ کافر چیستم
ہم دل پر عشق دارم ہم تہی

جب طالب یہاں اپنے پردہ پڑنے سے سنبھال لیتا ہے تو پھر شیخ بعجلت تمام یہاں سے نکال کر وادی فنا میں لاتا ہے۔ اس منزل میں فنا در فنا و محو در محو کی تعلیم فرماتا ہے یہاں طالب کو بالکل بیخبری کا عالم ہوتا ہے بعض لوگ یہاں رہجاتے ہیں یہ وادی ششم ہے ❊

صفت وادی فقر و فنا

بعد ازان وادی فقرست و فنا
عین این وادی فراموشی بود
صد ہزاران سایۂ جاوید تو
بحر کلی چون بجنبش کرد رائے
ہر دو عالم نقش آن دریا بود
ہر کہ در دریائے کل گم بودہ شد
دل در یںجا نیست در آسودگی
گر از یں گم بودگی یابی نشان

کے بود این جا سخن گفتن روا
گنگی و کری و مدہوشی بود
گم شدہ بینی زیک خورشید تو
نقشہا در بحر کے ماند بجائے
ہر کہ گوید نیست آن سودا بود
دائما گم بودۂ کل بودہ شد
مے نیابد ہیچ جز گم بودگی
صنع بینی گرد بے کارش دہند

فصل چہارم دربیان اقلیم معرفت و فنا و بقای سالک

معرفت کے معنی ہیں کسی چیز کا پہچاننا چونکہ یہاں شناخت خود و شناخت حق حاصل ہوتی ہے اسلیے اسکا نام معرفت رکھا ہے جب فنا اتم حاصل ہو جاتی ہے تو پھر طالب کو پیر کامل وادی بقا میں لیجاتا ہے اور تعلیم صحو کی فرما کر ملک بے زوال معرفت کلی میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ وادی ہفتم ہے ❊

وادی فقر و فنا

[illegible]

صفت وادی بقا

نیست ہرگز گر نو است و گر کہن — از بقا و از فنا کس را سخن
ہمچنان کاو از دور است از نظر — شرح او دور است از وصف و خبر
تا تو ہستی در وجود و در عدم — کے توانی زد درین منزل قدم
چون نہ این ماند نہ آن در رہ ترا — از بقا روشن شود آنگہ ترا
منزل دور است از جان آہ کن — جان چو راست گشت عزم راہ کن
درنگر تا اول و آخر چہ بود — تا بآخر دانی این آخر چہ بود
نطفۂ پروردہ در صد عز و ناز — تا شدہ ہم عاقل و ہم کارساز
کردہ او را واقف اسرار خویش — داد او را معرفت در کار خویش
بعد ازانش محو کردہ برگ گل — زان ہمہ عزت در افگندہ بذل
باز گردانیدہ او را خاک راہ — باز کردہ فانی او را چند گاہ
پس میان این فنا صد گونہ راز — گفتہ با او گفتہ بے او نیاز
بعد ازان او را بقائے داد کل — عین عزت کردہ بر وی عین ذل
تا نیابی در فنا کم کاستی — در بقا ہرگز نہ بینی راستی
نیست شو تا ہست از پے در رسد — تا تو ہستی ہست در تو کے رسد

فصل پنجم خلاصہ ماتقدم بطرز تمثیل و بقیہ حالات طلسم مذکور

غرض اس ہفت وادی خونخوار سے بغیر رہبر کامل گذر محال ہی اور بعض کاملین اپنے مرید کو تاریکی میں چلاتے ہیں تاکہ گھبراکے منازل سے رہ نجائے ایسا شخص لاکھوں میں کوئی ایک ہوتا ہی اور بعض مردانِ خدا ایسے زبردست ہوتے ہیں کہ مرید کو اپنی صحبت کی ریل میں بٹھا کر وادی توحید میں لاتے ہیں اور توحید سے معرفت میں پہنچا دیتے ہیں ایسا مرد خدا کروڑوں میں کوئی ایک ہوتا ہی جیسا اس زمانہ میں جناب قبلہ حضرت مولانا سید محمد غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس سرہ تھے جب سالک مقام معرفت میں پہنچ جاتا ہی تو سلطانِ معرفت کو کہ جسکے شوق دیدار میں یہ مصیبتیں اٹھا کر پہنچا ہے

وادی بقا
خلاصہ ماتقدم بطرز تمثیل و بقیہ حالات طلسم

طلب و تلاش کرتا ہی اور جب بغور دیکھتا ہی تو ہر منزل و مقام میں حاکم و محکوم پیر و مرید رسول و امت و بندہ و خدا شہنشاہ و رعایا اپنے آپ ہی کو پاتا ہی بقول عارفے کہ جس وقت ذات بیچون و بے نمونے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ[1] کا فرمان جاری کیا تو میں بھی لاتعین و بطون سے تعین و ظہور میں آیا حکم ہوا کہ اس وقت تیرا رہنا یہاں مناسب نہیں۔ جا۔ اور ملک معرفت کی سیر کر وہ یہاں سے کئی منزل ہی ہر منزل میں عقبہ اور ہر عقبہ میں شدائد بسیار و مشقت ہائے بیشمار ہیں اور وہ طلسمات سے معمور ہے اگر تو صحیح و سلامت پہنچا تو ازل سے ابد تک تیری قرارگاہ ہی اور اگر کچھ بھی عہد شکنی کی اور ڈگمگایا تو یاد رکھ کہ فراق ابدی میں مبتلا رہیگا۔ آب ہمارے وزیر اعظم کی خدمت میں جا اور جو کچھ فرماویں اسپر کاربند ہو بموجب حکم حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[2] عہد و پیمان کرکے وزیر اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام حقیقت محمدی ہی یہاں سے بھی یہی حکم ہوا کہ تو ہمارے نائب کے پاس جا اور جو کچھ دریافت کرنا ہو دریافت کرکے اپنی راہ لے بموجب ارشاد کے وزیر ثانی حقیقت انسانی کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ جا اپنے ملک کی سیر کر جو مسکن تیرے آبا و اجداد کا ہی میں نے عرض کیا کہ کچھ اس ملک کی تعریف اور راہ کی کیفیت تو بیان فرمائیے تب جانے پہلے پہچونگا کیونکر۔ فرمایا کہ یہاں سے کچھ منازل طی کرکے ملک معمور طلسمات میں پہنچیگا جس کا نام عالم اجسام و انفاس ہی اول تیرا گذر ایک طلسمی[3] شہر میں ہوگا جس میں دو[4] دریا ہیں اور سات[5] پہاڑ اور تین[6] منزلیں اور چار[7] طبقے اور اسکی دو فصیلیں ہیں ایک ظاہر دوسری باطن ہر ایک فصیل کے پانچ پانچ دروازہ ہیں اور ہر دروازہ پر ایک ایک دربان متعین ہی فصیل اول کے پہلے دروازہ کا نام لمس ہے دربان لامسہ خون پر بیٹھا ہی صلح و فساد اس کا کام ہی اور حاکم شہر اشیاء کی سختی و نرمی کا طلسم اسکے ہاتھ میں ہی دوسرے دروازے کا نام بصر دربان اس کا باصرہ ہے اور ناظم شہر خوبصورت و بدصورت اشیاء کا طلسم رکھتا ہی تیسرے دروازے کا نام سمع دربان اسکا سامعہ ہے آگ پر بیٹھا ہوا ہی خوش آوازی و بدآوازی کا طلسم اسکے قبضہ میں ہی وہ جاسوس اور مخبر شہر ہی چوتھے دروازے کا نام ذوق ہی دربان اسکا ذائقہ خمیر کے چبوترہ پر بیٹھا ہی چیزوں کی خوش و بدگواری کا طلسم رکھتا ہی اور وکیل شہر ہی پانچویں دروازے کا نام شم ہی دربان اسکا شامہ ہوا نشین ہی اور شہر کی صفائی کی خبر رکھتا ہے

---

[1] یعنی میں پوشیدہ خزانہ تھا مجکو بھایا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ ۱۲ [2] سورہ احزاب ع ۹ پ ۲۲۔ ۵۶۔ ۱۲
[3] طلسمی شہر یعنے جسم ۱۲ [4] دو دریا یعنی پانی و خون ۱۲ [5] سات پہاڑ یعنے ہفت اندام ۱۲ [6] تین منزلیں یعنی طفلی۔ جوانی پیری
[7] چار طبقے یعنے اربع عناصر ۱۲ ❖

طلسم خوشبو و بدبو اُسکے خفیا میں ہے دوسری فصیل کے پہلے دروازہ کا نام حس مشترک ہے اُسکے دربان کا نام
حس مشترک کہ پانی پر بیٹھا ہے اِسی طبع مائل برطوبت فراموشی کا طلسم رکھتا ہے جو بات پوچھو فوراً بیان کرتا ہے پر یاد
نہیں رکھتا دوسرے دروازہ کا نام خیال ہے اسکا دربان متخیلہ خاک نشین طبع خشکی مائل طلسم نافہمی رکھتا ہے اور
جب سمجھ جاتا ہے تو فراموش نہیں کرتا اسوقت نام اسکا ذاکرہ ہے تیسرے دروازہ کا نام وہم ہے دربان اسکا واہمہ
ہوا نشین طبع مائل بہ برودت تذآبی فتنہ پردازی لغو گوئی کا طلسم رکھتا ہے چوتھے دروازہ کا نام فکر ہے
دربان اسکا مدرکہ آتش نشین طبع مائل بحرارت گاہ بصفات ملکی و گاہ بصفت شیطانی موصوف ہے عجائب و
غرائب طلسمات و شعبدات و کیمیا و سیمیا و ہیمیا و سحر و جادو کا طلسم رکھتا ہے طرح طرح کی چیزیں اور رنگ برنگ
کی اشیا جمع کر کے جدا کرنا اسکا کام ہے پانچویں دروازہ کا نام حفظ ہے دربان اسکا حافظہ یادداشت کا
طلسم رکھتا ہے مگر مکر و حیلہ اسپر غالب ہو جاتا ہے تو وہ تخمیر پر بیٹھا ہوا ہے معتدل مزاج بڑا امین محافظ شہر
ہے اور اس شہر میں مختلف قسم کے لوگ رہتے ہیں کوئی خام کو جلاتا ہے کوئی پکاتا ہے کوئی بلع ہے کوئی
تقسیم کنندہ ہے لطیف کو لطیف کثیف کو کثیف پہنچاتا ہے کوئی ایسا ہے کہ جو چیز اُسے ملتی ہے اپنے
میں شامل کر لیتا ہے کوئی ہر اشیا کو مہیا و مرتب کر کے شہر کی مرمت میں مشغول ہے اور ایک شخص مہیب
صورت خوفناک شکل طریقہ چاپلوسی رکھتا ہے پھر تمکو ایک عجیب عجوزہ بڑھیا پیرزالہ نامی مکارہ خونخوار
ملیگی کہ ہزارہا طرح کی طلسمات و شعبدات رکھتی ہے اِس سے بچنا ذرا دشوار ہوتا ہے اگر ان سب بلیات
سے بسلامت گزر گیا تو آگے چار[1] مقام و ہفت[2] وادی خونخوار ہیں ہر ایک بڑے بڑے طلسمات سے
معمور ہے اگر خدانخواستہ کسی طلسم میں پھنس کر رہگیا تو بس گیا گزرا ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ فراق
ابدی میں گرفتار ہوگا اِن مقامات و منازل کا طے کرنا دل سے ہوتا ہے نہ پاؤں سے مگر ان دشوار
گذار مقامات اور وادیوں سے نکلنا بغیر مدد پیر کامل خیال محال ہے اگر بفضلہ تعالیٰ کوئی مرد خدا
مل گیا تو سب مشکلیں آسان ہو جائینگی ورنہ اپنی بدقسمتی کو رویا کرنا۔ جاؤ رخصت خدا حافظ بموجب
ارشاد وزیر ثانی کمر ہمت کو چست کر کے ؎

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیہا		درین دریائے بے پایان درین طوفان موج افزا

روانہ ہوا اور بمدد پیر کامل منازل و مقامات طے کرتا ہوا معرفت میں پہنچ کر جب آنکھ کھلی اور بغور دیکھا تو اول
و آخر ظاہر و باطن حاکم و محکوم و شہنشاہ و وزیر و پیر و مرید منزل و مقام سب کچھ میں ہی میں تھا میرے
سوا دوسرا نہ تھا۔ فَفَہِمَ مَنْ فَہِمَ۔ لب لباب اِس قصہ کا بلکہ تمام کتاب کا بقول حضرت

[1] شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت ۱۲ [2] طلب۔ عشق۔ معرفت۔ استغنا۔ توحید۔ حیرت۔ فقر و فنا و بقا ۱۲

غوث صمدانی قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز یہ ہے کہ وہ وجود مطلق تعالیٰ شانہ مستغنی عن العالمین نہ عاشق ہے نہ معشوق نہ خالق ہے نہ مخلوق نہ صانع ہے نہ مصنوع نہ رازق ہے نہ مرزوق نہ عابد ہے نہ معبود نہ غافر ہے نہ مغفور نہ فاعل ہے نہ مفعول۔ بلکہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہدے خدا یگانہ ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ خدا بے نیاز ہے لَمْ يَلِدْ نہ اُسنے جنا وَلَمْ يُوْلَدْ اور نہ جنا گیا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہیں اُسکے جوڑ کا کوئی تعالیٰ شانہٗ عَمَّا يَصِفُوْنَ ط لیکن یہ مقولہ اکثر آدمیوں کے پیمانہ فہم وادراک سے باہر ہے حضرت ابوبکر واسطی نے فرمایا ہے کہ "خلق در راہ حق نیست وحق در راہ خلق نیست" یعنی خدا یگانہ ہے اور اگر یگانہ ہے تو یہ بھیڑ بھاڑ کیسی ؎

جبکہ اس بن نہیں کوئی موجود	پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اور اگر یہی بھیڑ بھاڑ ہے تو خدا کا پتہ محال ہے۔ سمجھ میں کیا خاک آئے۔ ایک سمجھنے والا ایک سمجھ۔ ایک وہ جس کو سمجھے۔ جب یہ ہنگامہ ہے تو یکتائی وتوحید کہاں۔ اور اپنا مسلک تو اَلتَّوْحِيْدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَاتِ مَا سِوَى اللّٰهِ ہے۔ غرض ہم ہیں تو خدا نہیں اور اگر خدا بالذات موجود ہے تو ہم ندارد ہیں پس فہم اس امر کا اسوقت ممکن ہے کہ نہ فہم رہے اور نہ صاحب فہم نہ مفہوم یا ان تین مراتب میں سے کسی مرتبہ کی پوری سمجھ رکھتا ہو علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ ورنہ یہ زبانی باتیں زندقہ والحاد وکفر کی ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؎

برسماع راست ہر تن چیز نیست	طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس تمام کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ میں نے اپنے خیال کے موافق لکھا ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے اور نہ آجتک کسی پر یہ راز منکشف ہوا کہ ہمارے حضرت جناب قبلہ مولٰنا مولوی سید محمد غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس سرہ العزیز بھی وجود وشہود وتشبیہ وتنزیہ میں سے کوئی خاص مسلک رکھتے تھے کیونکہ بحر ناپیداکنار کے غواص کو مسلک ومقام سے کیا سروکار وہاں نہ یارائے گفتار نہ پائے رفتار نہ تاب افکار البتہ جب بیان میں تعلیم فرماتے تھے تو ہر مسلک ومقام کی تشریح وتوضیح ہوتی تھی نہ کسی کا اثبات مقصود تھا نہ کسی کی نفی بلکہ ہر مسلک کو بجائے خود صحیح ودرست فرماتے تھے اور جو معاملہ ورائے مسلک ومقام ہے وہ تقریر وبیان سے خارج ہے اسکو نہ کوئی ابتک کہہ سکا اور نہ آیندہ کہہ سکے گا۔

ع نکتہ دان راگنگ باید شد زحرف۔ البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے حضرت اقدس کا اثر تعلیم اور آپکے فیضان صحبت کا نتیجہ ہے ورنہ میں کہاں اور بحر لاتعین کی غواصی کہاں اور پھر اُس میں سے دُربائے معارف کا نکالنا اور عرصۂ شہود میں لاکر آنکو پیش کرنا میری تاب وطاقت سے باہر ہے یہ تو اسی سحاب گہربار کے رشحات اور اسی بحر مواج کے قطرات ہیں۔ والسلام

خیالِ شب

ایک رات تنہائی میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آپنے جس بے نام و نشان کی سراغ رسانی کے لئے یہ کتاب لکھی ہے
اور اس میں حمد و ثنا۔ یا تو یہ محتمل بر کذب ہے یا مبنی بر سہو و خطا کیونکہ بغیر دیکھے بھالے کسی کے اوصاف حمیدہ
و کمالات پسندیدہ و خوبی ہائے حسن و جمال و سیرت ہائے خوش خصال سُنے سنائے بیان کرنا کہاں تک
وقعت کے قابل و صحیح ہو سکتے ہیں اِس لئے کہ اس بے نام و نشان تک کسی کی رسائی ہی نہیں
تو حمد و ثنا کیسی اور براہین صادقہ و نصوص قطعیہ ست کہ زبان زد خلائق ہے کہ وہ ہے اور ضرور ہے
مگر بقول شخصے ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ✣

جو نا دیکھوں اپنے نیناں	میں نہ مانوں گر کے بیناں

تاکہ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ہو۔ پس اِس خیال کے آتے ہی یہ خبط دل میں سمایا کہ جب وہ ہے تو اس بے نشان
کو کہیں تلاش کروں اور اگر اس سعی و کوشش میں کامیاب ہو کر دیکھ پاؤں تو اُس کے سامنے
صدق دل سے سیس نواؤں اور سچے گُن گاؤں ✣

اُس بے نشان کی تلاش مرتبہ احدیت میں

اول میں نے مرتبہ احدیت ذات بحت وجود مطلق پر کہ ہستی محضہ و ہویت مطلقہ ہے نظر ڈالی اور ہر چند
ادراک فکر و عقل نے اُسکی جستجو میں کوشش بلیغ فرمائی لیکن شاہین تیز پرواز ادراک عقل و فکر اُسکے کنگرہ
تقدیس تک پرواز نہ کر سکا اور ذاتِ مطلق کو مطلق بے نام و نشان پایا۔ اسلئے کہ اس مرتبہ میں کوئی
حامد ہے نہ محمود۔ نہ واصف ہے نہ موصوف نہ عابد ہے نہ معبود۔ نہ ذاکر ہے نہ مذکور۔ نہ طالب ہے نہ مطلوب
نہ عاشق ہے نہ معشوق۔ نہ محب ہے نہ محبوب۔ نہ کوئی عارف ہے نہ معروف۔ بلکہ وہ ہستی محضہ ہے۔ اب
دریافت کروں تو کس سے بھلا جہاں کسی کا بھی کچھ پتہ نہ چلے تو بقول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ
یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ یعنے اللہ تھا اور کوئی شے اُسکے ساتھ نہ تھی۔ تو یہاں کس کی حمد و ثنا اور کون حامد و محمود جب
میں نے یہ دیکھا کہ اس دریائے ناپیدا کنار میں تیری حمد و ثنا کی زورق نہیں چل سکتی بلکہ ہم ہلاکت ہے بقول
سعدی رح ✣

گر از کس نبرد ست کشتی برون	نبر سد خرد مند ازین بحر خون
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار	درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار

ناچار خوف زدہ ہو کر بمجبوری تمام بے نیل مرام وہاں سے واپس ہوا ✣

کین جا ہمیشہ باد بدست است دام را	عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

پس میں نے احدیت سے وحدت کی طرف رخ پھیرا۔

اُس مطلوب کی تلاش مرتبہ وحدت میں

جب مجھکو مرتبہ احدیت سے مایوسی ہوئی تو میں نے مرتبہ وحدت کیجانب رجوع کیا کہ اگر وہ مطلوب قلبی یہاں ملجائے تو اُسکے آگے سر جھکاؤں اور اکناف عالم میں اسکی خوبی ہائے کمال و جمال کی دہوم مچاؤں۔ تلاش و تجسس میں سرگرم ہوا اور بغور تامل دریائے تفکر میں غوطہ لگایا پس خوبی قسمت سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا یہ گوہر بے بہا ہاتھ میں آیا یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں جناب باری سے یہ حکم صادر ہوا کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی تو سجدہ کر اور ہمارے قریب ہوجا۔ تو آپ نے بحکم الٰہی سجدہ کیا اور مرتبہ وحدت میں پہنچے آپکی نظر اول توحید افعال پر پڑی اور یہ ایک حجاب ہوا اور مانع ترقی۔ تو آپنے دفع حجاب کے لئے عرض کی کہ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے عفو و عذاب ہر دو فعل ہیں پھر یہاں سے ترقی پاکر آپکی نظر توحید صفات پر پہنچی اور یہ دوسرا حجاب ہی تو آپنے یہ دعا رفع حجاب کے لئے مانگی کہ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصہ سے۔ رضا و غصہ ہر دو صفت ہیں پھر یہاں سے ترقی کرکے توحید ذاتی میں پہنچے اور ارادہ حمد و ثنا کیا تو وہاں پر عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کبریائی دیکھ کر گھبرا گئے اور فوراً ہی یہ دعا مانگی کہ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ یعنی میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھسے میں پوری نہیں کرسکتا تیری حمد و ثنا جیسا کہ تو خود ہی اپنی حمد و ثنا کرے یعنی اس مرتبہ میں تو خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود ہے پس تو آپ ہی اپنی حمد و ثنا کرسکتا ہے میری قدرت و مجال نہیں کہ میں تیری حمد و ثنا کرسکوں۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ اب میں نے سوچا کہ اللہ اکبر یہاں بھی تو اسی بحر ذخار کی مواجی ہو رہی ہے کہ آن سرور انام علیہ التحیۃ والسلام تعریف الٰہی میں اپنا عذر و نقصیر بیان فرمارہے ہیں کہ اس مقام پر تو وہ خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود اور خود ہی واصف ہے اور خود ہی موصوف اور خود ہی ذاکر ہے اور خود ہی مذکور اور خود ہی عابد ہے اور خود ہی معبود اور خود ہی طالب ہے اور خود ہی مطلوب اور خود ہی عاشق ہے اور خود ہی معشوق اور خود ہی محب ہے اور خود ہی محبوب اور خود ہی عارف ہے اور خود ہی معروف پس میں نے غور کیا کہ تیری حمد و ثنا کی بانس بلی اس قلزم محیط میں کب لگ سکتی ہے۔ اے راقم

اِس گرداب جانگاہ سے نکل کہ یہاں بھی خوف ہلاکت ہے ؎

کسانے درین رہ فرس راندہ اند	بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند
چو شب ہا نشستم درین سیر گم	بخیر گرفت آستینم کہ قم
برو این دام بر مرغ دگر نہ	کہ عنقار ا بلند است آشیانہ

جبکہ اس مرتبہ میں بھی اُس بے نشان کا کچھ سراغ نہ چلا تو آخر کار اسی تلاش میں مرتبہ واحدیت میں آیا

اُس محبوب کی جستجو مرتبہ واحدیت میں

جب مجھ کو یہ ثابت ہو چکا کہ اس ذات گم گشتہ کا سراغ لگنا ان دو مراتب مذکورہ بالا میں امر محال ہے تو میں مرتبہ واحدیت کیجانب کہ وہ مرتبہ انسان ہے مائل ہوا۔ اور اپنے خیال محقق سریع السیر و طائر بلند پرواز حقیقت شناس و عقل دوربین نتیجہ رس کو اطراف عالم میں دوڑایا کہ جاؤ۔ اور اُس حبیب قلبی کا کہیں سے کچھ پتہ لاؤ۔ ایک عرصہ دراز میں سخت حیرانی و پریشانی کے بعد یہ نلیون صاحب ایلچی تشریف لائے۔ اور بیک زبان ہوکر بیان کرنا شروع کیا۔ ؎

نہیں لگتا ترے ناقہ کا پتہ اے لیلی	چھان مارے ترے مجنوں نے بیابان کتنے
یہان بیت الصنم خالی وہاں بیت الحرم خالی	پتا لگتا نہیں اُس کا عرب خالی عجم خالی

ہاں البتہ جستجو و تحقیقات سے ثابت ہوا ہے اُسکا اظہار ضروری ہے وہ یہ ہے کہ یہ کل طلسمات خانہ جو دیدہ و نمود میں آ رہا ہے یہ سب حضرتِ انسان کی ذات و صفات کا نور و ظہور ہے۔ اس گردش میں جہان دیکھا انسان ہی کو دیکھا اور انسان ہی کو پایا بجز انسان کے کچھ نظر نہ آیا خالق انسان مخلوق انسان رازق انسان مرزوق انسان صانع انسان مصنوع انسان شاہ انسان رعایا انسان حاکم انسان محکوم انسان طالب انسان مطلوب انسان عابد انسان معبود انسان عارف انسان معروف انسان عاشق انسان معشوق انسان محب انسان محبوب انسان مرشد انسان مرید انسان رسول انسان مرسل الیہ انسان جابجا قابض و متصرف انسان ؔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي[1] انسان کی جان وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ[2] انسان کا عنوان وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ[3] انسان کی شان وَهُوَ مَعَكُمْ[4] یعنی إِنِّي مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ یہ کامل معیت کا بیان ہے سب جگہ زمین و آسمان و مافیہا میں انسان ہی کی دھوم دھام ہے اور کل اشیا پر انسان ہی کا تسلط و قبضہ ہے اور باقی سب مخلوقات طفیلی ہے جو کچھ آپ کو

[1] سورہ ص پ ۲۳ ع ۱۳۔ [2] سورہ والذاریات ع ۱ پ ۲۶ ع ۱۲۔ [3] سورہ ق ع ۲ پ ۲۶۔ [4] سورہ حدید ع ۱ پ ۲۷ ع ۱۶ ۱۲

مطلوب ہے وہ انسان ہی ہیں ہے جمیع اسرارات آلہیہ انسان میں موجود ہیں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اے بجمیع صفاتِ جمالہٖ وجلالہٖ۔ والانسان سری وانا سرہٗ کا شاہد حال اور انس یعنی محبت یہ صفات الٰہیہ میں سے بدلیل فَاَحْبَبْتُ اوّل درجہ کی صفت ہے اور انسان صفت مشبہ انس سے مشتق ہے اور رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم صفاتِ الٰہیہ میں غور و فکر کرو نہ ذات میں کہ صفات ذات سے منفک نہیں ہے۔ اس ذریعہ سے ذات تک پہنچ جاؤ گے پس انسان اپنی ہی ذات میں غور و تامل کرے تاکہ وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا راز منکشف ہو۔ ؎

تا صفاتت رو نماید سوئے ذات	در گذر از ذات و بنگر در صفات

اسی لحاظ سے حضرت جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے فرزند جگر گوشہ کو اپنے ہی اندر غور و فکر کی تعلیم فرمائی ہے یا ولدی فلم لعرفنیک تکفیک الخ۔ جب سر ذات و صفات انسان ہی کے اندر موجود ہی تو پھر دوسری جانب نظر کو دوڑانا محض خام خیالی اور بالکل خلافِ عقل نہیں تو اور کیا ہے۔ اور مولنا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ؎

جہاں گشت موجود بے ہیچ ریب	چو ہر اسم را مظہر آمد ز غیب
شہادت پذیرفت از غیب این	رسیدند از علم اسما بعین
جہان جسم و انسان مگر جان درو	جہان فرع اصل است انسان درو
کہ دارد درین مرتبت اختصاص	بہر طور او را ظہوریست خاص
ولیکن نہ دانستہ قدر خویش	تو روح جہانی و از روح بیش
کہ کونین در نشأت تست جمع	بدان گر بدانی بانفاسے سبع
مجو ہر چہ جوئی بجائے دگر	توئی نسخۂ جامع و مختصر
کہ اوّل تو بودی و آخر توئی	بدانی بہ افنائے قیدِ دوئی

اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میری گنجایش بجز قلب انسانی کے اور کہیں نہیں پس جبکہ ذاتِ الٰہی انسانی قلب میں ہی ہے۔ چنانچہ مولنا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

من نگنجم ہیچ در بالا و پست	گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نگنجم این یقین دان اے عزیز	در زمین و آسمان و عرش نیز
لیک گنجم در دلِ شکستگان	من نگنجم در زمین و آسمان
گر مرا جوئی درین دلہا طلب	در دلِ مومن بگنجم اے عجب

تو پھر غیر جگہ تلاش کرنا بے سود ہے۔ بقولِ شاعر ؎

دل جسے کہتے ہیں بتلاؤ یہ گھر کس کا ہے؟ رات دن شام و سحر اس میں گذر کس کا ہے؟
یوں تو سب کہتے ہیں یہ خانۂ حق ہے تحقیق کیوں نہیں کہتے خدا ہم میں ہے ڈر کس کا ہے؟

اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قلبُ المؤمنِ عرشُ اللہِ تعالیٰ یعنی قالبِ انسانی جلوہ گاہِ الٰہی ہے اور بایزید بسطامیؒ کو شیخ نابینا نے جو تعلیم فرمائی ہے اسکو مولنا رومؒ علیہ الرحمۃ نے یوں لکھا ہے

سوئے مکہ شیخ امت بایزید از برائے حج و عمرہ مے دوید
او بہر شہرے کہ رفتے از نخست مر عزیزاں را بکردے باز جست
گفت حق اندر سفر ہر جا روی باید اول طالب مردے شوی
بایزید اندر سفر جستے بسے تا بیابد خضر وقتِ خود کسے
دیدہ نابینا و دل چون آفتاب ہمچو فیلے دیدہ ہندوستان بخواب
بایزید او را چو از اقطاب یافت مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
گفت عزم تو کجا اے بایزید رخت غربت را کجا خواہی کشید
گفت عزمِ کعبہ دارم از ولہ گفت ہیں با خود چہ داری زاد رہ
گفت دارم از درم نقرہ دویست نک بہ بستہ سخت بر گوشہ رویست
گفت طوفے کن بگردم ہفت بار وین نکوتر از طوافِ حج شمار
وان درمہا پیش من نہ اے جواد داں کہ حج کردی و حاصل شد مراد
عمرہ کردی عمر باقی یافتی صاف گشتی بر صفا بشتافتی
حق آن حقے کہ جانت دیدہ است کہ مرا بر بیتِ خود بگزیدہ است
کعبہ ہر چندے کہ خانہ برِّ اوست خلقتِ من نیز خانہ سرِّ اوست
تا بکرد آن خانہ را در وے نرفت واندرین خانہ بجز آن حی نرفت
کعبہ را یکبار بیتی گفت یار گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
چشم نیکو باز کن در من نگر تا بہ بینی نور حق اندر بشر
چون مرا دیدی خدا را دیدۂ گرد کعبۂ صدق بر گردیدۂ

اور رسول علیہ السلام سے لیکر تا این زمان جمیع اہل اللہ کا کلام اسی طرز و بیان پر آرہا ہے چنانچہ نظم

خود ہی اسی کتاب میں لکھ چکے ہو کہ جب انسان کو اپنے نفس کا عرفان ہو جاتا ہے تو مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ۔ وَسُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ وَ اَنَا الْحَقّ وغیرہ وغیرہ کے نعرہ لگاتا ہے بس ہم کہہ چکے کہ بغیر انسان کے آپ کو خدا کا پتہ کہیں نہیں ملیگا ہماری تحقیقات میں جو کچھ ثابت ہوا ہے بیان کر دیا آئیندہ آپکو اختیار ہے جب ان محققین نے بدلائل عقلی و نقلی ثبوت کامل پہنچا دیا کہ وہ ذات انسان میں ہی ہے بقول شخصے کہ ؎

خدا بندہ میں آ کر یوں نہاں ہے	کہ جوں بوئے گل کی گل کے درمیاں ہے

الشیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کا مقولہ ہے کہ فِی الْخَلْقِ عَیْنُ الْحَقِّ اِنْ کُنْتَ ذَاعَیْنٍ وَفِی الْحَقِّ عَیْنُ الْخَلْقِ اِنْ کُنْتَ ذَاعَقْلٍ یعنی خلق میں عین حق ہے اگر تو صاحب بصیرت ہے اور حق میں عین خلق ہے اگر تو صاحب عقل ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ ؎

او در دلِ من ہست و دلِ من بدستِ اوست	چون آئینہ بدستِ من و من در آئینہ
خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں	عجب نسبت ہے بندہ اور خدا کی

واہ سبحان اللہ ع ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں ہے ؎

یار نزدیک تر از من بمن است	وین عجب تر کہ من از وے دورم
چہ کنم با کہ توان گفت کہ او	در کنارِ من و من مہجورم
مجھ میں اس میں ربط ہے اے ذوق مثل بو گل	وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

ان بیانات سے یہ تو میں نے مان لیا کہ وہ ذات انسان میں مخفی و مستور ہے بلکہ ہر جگہ اسکا ظہور ہے کہ اسکے بغیر کوئی شی شے کے نام سے نامزد نہیں ہو سکتی۔ لیکن میری غرض تو یہ ہے کہ بغیر دید حمد و ثنا قابل پذیرائی نہیں ورد ید امر محال ہے چنانچہ مولنا روم علیہ الرحمۃ کا مقولہ ہے۔ ؎

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جان دستور نیست
جان ز پیدائی و نزدیکی است گم	چون شکم پُر آب لب خشکے چو خم

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ یعنی اسکو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں (نہ ظاہری نہ باطنی) اِلَّا مَا شَاءَ اللہُ اور وہ آنکھوں کو (یعنی آنکھوں کی بینائی کو) دیکھتا ہے اور وہ لطیف خبردار ہے۔ جب اسکو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی حمد و ثنا شنی سنائی کا کیا اعتبار ہے۔ اور دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ آنکھیں ہیں پر وہ تو گونگی اور زبان گویا اندھی یعنی مخبر تو گونگا اور حامد یعنی متکلم اندھا اور محمود بے نام و نشان وہمی و خیالی تو اب فرمائیے

سورہ انعام ۱۳۶ پ ۱۸۶-۱۲

کہ ایسی حمد و ثنا بجز خیالی پلاؤ کے کیا نتیجہ رکھتی ہے مرتبہ احدیت میں تو نہ کوئی حامد ہے نہ محمود نہ حمد اور مرتبہ وحدت میں خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود اور خود ہی حمد اور مرتبہ واحدیت میں اسکا کچھ کھوج اور نشان ملتا نہیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ انسان میں ہے اور کوئی کہتا ہے کہ سب میں ہے اور سب جگہ ہے اور کوئی کہتا ہے کہیں بھی نہیں۔ بہر حال بے دیکھے بھالے حمد و ثنا وہم و وسواس پر دلالت کرتی ہے شارع علیہ السلام کا حکم ناطق ہے کہ غیب پر ایمان لاؤ اور یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ کے گروہ میں شامل ہو کر غیبت میں حمد و ثنا کرتے رہو۔ اگر چہ تم اسکو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تم کو دیکھتا ہے اور تمہاری سب باتیں سنتا ہے اور سب کو جانتا ہے پس حکم حاکم منظور و قبول کر کے بے دیکھے بھالے حمد و ثنا کرنے پر مجبور ہیں اسکا نام حمد و ثنا شرعی ہے نہ حقیقی اور جن کو عرفان نفس و معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ کہکر و یدا رہیں مستغرق و فنا ہو جاتے ہیں کہاں کی حمد اور کون حامد اور کیسا محمود۔

سورج کے سامنے نہیں شبنم کو کچھ قرار	ہم پاس تم جو آئے تو پھر ہم کہاں رہے

افسوس صد افسوس

(ذوق)	اُسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا	اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا	(رباعی)
	ڈھونڈا کرے کوئی لاکھ کیا ملتا ہے	دن کا کہیں رات کو پتہ ملتا ہے	
	جب تک کہ ہے بندگی خدائی کا حجاب	بندہ کو بھلا کہیں خدا ملتا ہے	

سوال۔ ان دلائل مذکورہ بالا سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اس ذات بے نام و نشان کو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا اور بغیر دید حمد و ثنا بھی قابل وثوق نہیں لیکن انسان جسکی عالم میں دھوم دھام ہو رہی ہے کچھ اس کا بھید کچھ نہیں کھولا کہ یہ کیا شے ہے؟ آیا انسان جسم ہے یا جان یا جسم و جان دونوں ملکر انسان ہے اور اس میں یہ بولتا کیا چیز ہے جو ہمیشہ کہتا رہتا ہے کہ میں ہی ہوں۔ اور میں ایسا ہوں اور میں ویسا ہوں اور میں یہ کرتا ہوں اور میں وہ کر ڈالتا ہوں اس کا حال تو کچھ بیان کیجئے کہ یہ کون ہے اور کیا ہے؟

جواب۔ جمیع عقلاء و عرفائے زمانہ یہی فرماتے چلے آئے ہیں کہ جسم مکان فرضی ہے اور جان یعنی روح مکین مجازی اسی کا نام انسان ہے اور جو جسم انسانی میں متکلم ہے یعنی روح اسی کو بولتا کہتے ہیں اور اسکو نفخہ و نفس رحمانی بھی کہتے ہیں یعنی اللہ میاں کی پھونک یا آواز۔ چنانچہ کفار نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روح کی بابت سوال کیا کہ روح کیا شے ہے تو سرکار نے رسول علیہ السلام پر حکم صادر فرمایا کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی تو کہدے (اے محمدؐ) روح میرے

پروردگار کا حکم (یعنی آواز یا پھونک) ہے اور تمکو بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے یعنی تم اسقدر قلیل علم سے پروردگار کی کارسازی و حکمت علمی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اب سرکاری حکمت عملی اور کارسازی کا حال اور آواز و پھونک کی حقیقت سنئے۔ مخفی نہیں کہ زمانہ حال میں ایک یوروپین فلاسفر نے مشین الٰہی کے کل پرزوں کو دیکھ کر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے ایک مشین جسکو فوٹو گراف اور گراموفون کہتے ہیں ایجاد کی ہے اور اسکا یہ خاصہ ہے کہ اگر کوئی آواز یا پھونک کسی قسم کی یا کسی شخص کی اس میں بھر دیجائے اور پھر اسکو کتنے ہی فاصلہ دور دراز پر لیجا کر اسکو کوک دیا جائے تو اسمیں سے بعینہٖ اسی شخص کی اور اسی قسم کی آواز آنے لگتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص اسکے اندر بول رہا ہے یا قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ یا غزل ٹھمری وغیرہ گا بجا رہا ہے۔ حالانکہ وہ بولنا یعنی بولنے والا مکہ مدینہ یا کلکتہ دہلی۔ آگرہ یا لندن یا امریکہ بیٹھا ہوا وہیں بول رہا ہو اور اگر اس مشین کو کھولکر دیکھا جائے تو پیٹ خالی فقط لوہے پیتل وغیرہ کے چند پرزے ہیں اور کچھ بھی نہیں اب فرمایئے کہ وہ بولتا کیا شے ہے۔ صرف اس میں بولنے والے کی آواز بھری ہوئی تھی اور کچھ بھی نہ تھا۔ یہ تو نقلی مشین کا حال ہے اب اصلی مشین الٰہی کی حقیقت سنیئے ٭

مشین الٰہی کا بیان

حکیم مطلق نے روز ازل میں جسم انسانی کی مشین یعنی بانسری بنائی اور اسکو کل پرزوں سے درست کیا اور اس میں عظیم الشان طلسم قایم کر کے اپنی روح یعنی اپنی آواز اور پھونک اس میں بھر دی چنانچہ حکیم قدیم ملائکہ کو حکم فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ[1] یعنی پس جب میں اسکو ٹھیک بنا چکوں (یعنی جسم انسان کی طلسمی مشین کو) اور پھونکوں اس میں اپنی روح (یعنی بھر دوں اس میں اپنی پھونک و آواز) تو تم گر پڑو اسکے آگے سجدہ میں یعنی میری اس حیرت انگیز کارسازی و حکمت عملی کو دیکھکر کہ بنایا کچھ اور کر دکھایا کچھ فوراً ہی سجدہ کرنا پھر اس مشین کی کوک چڑھا کر اسکو عالم ناسوت میں بھیجدیا۔ اور یہاں آتے ہی وہی بولی بولنے لگے جو حکیم مطلق نے اس میں بھر دی تھی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بشنو از نے چون حکایت میکند	وز جدائی ہا شکایت می کند
دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہان پنہان است در لبہاے وے

[1] سورہ ص ع ۵ پ ۲۳ ع ۱۳ - ۱۲

یک دہان نالاں شدہ سوئے شما
دمدمہ این نائے از دم ہائے اوست
سر پنہان است اندر زیر و بم
آنچہ نے میگوید اندر این دو باب
لیک داند ہر کہ او را منظر است
بر سماع راست ہر تن چیر نیست
در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام

ہائے ہوئے در فگندہ در سما
ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست
فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
گر بگویم من جہاں گردد خراب
کاین فغان و این سر ہم زان سر است
طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
پس سخن کوتاہ باید والسلام

سبحان اللہ! کیا خوب فرمایا ہے حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ نے

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم

اگر اس مشین کو کھولکر دیکھو تو بجز گوشت و پوست و خون و استخوان رگ و پے وغیرہ کے اور کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ بانسری کی طرح پیٹ خالی ہے۔ آب تم خود ہی غور کر کے اس میں فیصلہ کر سکتے ہو کہ یہ آواز کس کی ہے اور اس جسم میں جان یعنی روح کیا شے ہے اور یہ گفت و شنید کون کرتا ہے۔ یہ اسی طلسم ساز کبیر الشان کی طلسم سازی ہے کہ اس ننھے سے جسم انسانی میں عالم کبیر کہ جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا بھر کر عقول ملائکہ کو چکر میں ڈال دیا ہے اور وہ پکار اٹھے کہ سُبحَانَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ ؕ فقط وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدٰی

خاتمہ کتاب بر کلام مولنا عطار رحمۃ اللہ علیہ

صفاتش ذات و ذاتش چون صفات است
تو گوئی تو گفتہ است در ذات
چو طالب را طلب آید پدیدار
چو آید لشکر عشق از کمین گاہ
عذاب اینجا و آں جا در حساب است
تو رسم عاشقان ہرگز ندانی
بخود ہستی ز بہر دین گرفتار

چو نیکو بنگری خود جملہ ذات ست
کہ التوحید اسقاط الاضافات
بیاید او بقدر خویش اسرار
نماند عقل را از ہیچ سو راہ
ہر آن عاشق کہ مراد خطاب است
کہ در ماندہ بخود و بس ناتوانی
حقیقت بت پرستی ہمچو کفار

برسوائی قدم زن هر دمے تو / یقین این جایگه نامحرمی تو
خراباتی شو این جا در خرابات / رها کن مسجد و زهد و مناجات
چو من در عشق کے آید پدیدار / که لعنت را شو و رحمت خریدار
ملامت میکشم در هر دو عالم / منم در عشق جانان شاد و خرم
ملامت می کشم در عشق دلدار / نیندیشم دمی از لعنت یار
چرا از لعنت حق مے گریزی / چرا با عاشقان اینجا ستیزی
چو ابلیس ار تو مردی حق شناس / ز لعنت در نمود عشق مهراس
اگر مانند شیطان رهبری تو / قدم در کفر و لعنت بسپری تو
غلط این بد که خود بینی نمود او / عیان عشق او کلی ربود او
یقین این بد که سرّ او بدیده / نکرده سجده او لعنت گزیده
حقیقت عاشق جانب سوا است / که دائم اندرین سر پایدار است
چنان کاندر جهان او خوار آمد / یقین در عشق بر خوردار آمد
که در لعنت چنان او استوار است / که دائم اندرین سر پایدار است
تو چون عاشق شدی در آخر کار / نمودے لعنت آید پدیدار
شو اندر آخر کارت نظر کن / دلت از کفر روحانی خبر کن
اگر در کفر آئی عشق بینی / نمودے عشق هم از عشق بینی
اگر از کافری بوئے بری تو / ز بود چرخ و انجم بگذری تو
اگر کافر شوی باشی مسلمان / ولے گفتن چنین هر جائے نتوان
اگر از کافری خواهی نشانے / کنون بشنو ز من شرح و بیانے
من اندر کافری عاشق نبودم / هم اندر کافری صادق نبودم
چو کافر گشتم و کفران گزیدم / ز کفران روئے خویش خوب دیدم
من اندر کافری اسرار دارم / نمودے جزو و کل دلدار دارم
من اندر کافری بگزیده ام یار / هم اندر کافری من دیده ام یار
همه کفر جهان دارم بیک بار / شدم کافر چنین در روئے دلدار
چو جانان رخ نمودم رایگانے / من این لعنت گزیدم در نهانے
حقیقت نیست جز ذاتت در اسرار / چه باشد لعنت این جا مرد هشیار
زهے آن کس که اینجا حق بداند / بجز رحمت دگر لعنت نداند
دم تو هست عین نفخ رحمان / که این جا حق شناسد عین شیطان
از آن نامحرمی و مانده غافل / که این معنی نکو بستی تو حاصل

مسلمانی رها کن گرد کافر مگر تا چند باشی در پئے ستر
دمے بنگر تو این رمز و اشارات بنو دم عشق و مردم در عبارات
هنوزم این بیان ماندست بسیار ولیکن تا نه بینیم من خریدار
عنان را باز کش از راه اسرار که هر کس نیست خود آگاه اسرار
بجز من هیچ کس رازم نداند وگر داند بخود حیران بماند
بجز من هیچ کس من چون شناسد کسے باید که او چون من شناسد
بے جستم درین جا صاحب درد که باشد همچو من اندر میان فرد
که تا با او بگویم سر احوال بنو دِ خویشتن در عین احوال
کجا گویم چو همرازے ندیدم نخواهم چون هم آوازے ندیدم
بیانِ من بجز من کس نداند هر آن کو خواند این حیران بماند
برین گفتار من جان بر فشان هان بمعنے و بصورت بے نشان هان
که بعد از ما وفاداران هشیار بخاک ما فرو گریند بسیار
نو لرزان مانی اندر راه ترسان ز هر چیزے دلِ خود را مترسان
اگر خود را نترسانی درین راز به بینی ناگهان انجام و آغاز
اگر خود را نترسانی ز هر کس رسی اندر خدا این ره ترا بس
اگر خود را نترسانی درین سر شود اسرار باطن جمله ظاهر
اگر خود را نترسانی نترسی عیان فاش است چندینی چه پرسی
همه یک ذات دان اینجا حقیقت نه کفر است و نه دین و نے طریقت
نگنجد درین جا کفر و اسلام نگنجد درین جا ننگ و بدنام
هر آن عاشق که او جانان نگردد حقیقت شمس او رخشان نگردد
همه من باشم و جانان نباشد برین صورت جز این آسان نباشد
دوئی چون نیست اینجا آخر کار یکے باشند چه نقطه چه پرکار
درین دریا چه ماهی و چه خرچنگ که هر یک گوهرے دارند در چنگ
من و تو جمله یکسانیم بنگر درون جمله جانانیم بنگر
یکے حرف است چندینی کتاب است یکے نور است چندینی حجاب است
ازین معنی که میگویم شکے نیست که در حق الیقین غیر از یکے نیست
نداند بے خبر اسرار توحید که او دمے نگردد جز عین تقلید
حجاب خویش اینجا صورت تست اگر خواهی چو مردان خدا جست
حجاب صورتت بر دار از پیش که تا معنی بیابی مرد درویش
غبار صورتت چون رفت حق یاب چرا چندین شدی مانند سیماب

تو برداری حجاب ترک گوئی
چو نیکو بنگری خود جمله اوئی

تو هستی و وے صورت حجاب است
ز صورت جمله اعداد حساب است

تو هستی او و او در تو نمودار
حجاب اکنون ز پیش خویش بردار

ز صورت چون بروں آئی بهیک بار
ترا برخیزد از هر نقش پندار

رهت نزدیک تو دوری ز خود یار
بخود از خود تو مغروری در نیکار

طلب می کردمش تا باز دیدم
نموده گم و لے در وے رسیدم

وصالش را طلب کردم ز هر کس
چو دیدم جملگی من بوده ام بس

گمان بگذار و ناالِ یقین باش
چو مردان خدا تو پیش بین باش

تو اوئی گر گمان برداری از پیش
یقین بنمایدت جانان رخ خویش

همه در تست تو اندر گمانی
از ان اسرار من اینجا ندانی

همه در تست تو اندر وصالی
نه نقصانی که دائم در کمالی

همه در تست در عین وصالی
چرا افگنده خود را در وبالی

همه در تست بردار این گمان را
که تا بے شک یکے بینی عیان را

تو از ذاتی و ذات اندر تو موجود
از ان پنهان شد استی تو ز مقصود

توئی سلطان سرِّ لا مکانی
به معنی برتر از کون و مکانی

زمین و آسمان نور تو وارد
همه ذرات منشورے تو وارد

خدا با تست و تو در جستجوئی
درین معنی تو چون نادان روئی

تو با اوئی و او با تست همیشه
چرا در جستن و جوئی همیشه

چو بودی تست او را می چه جوئی
چو او اینجاست با تو تو چه جوئی

دلا حق بین که حق داری تو در خویش
طلب کن در بر خود دلبر خویش

دلا حق بین که حق خواهی شدن تو
در آخر جزو کل خواهی شدن تو

حقیقت حق عیان و تو خدائی
عجائب می کنی از خود جدائی

بنی یا بی چه گویم گر بدانی
خدائے آشکارا و نهانی

ز جمله فارغ این جا باش و بنگر
که این جاگه توئی جبار اکبر

که تو هستی خدا این را یقین دان
خدائے اولین و آخرین دان

وجود تست این جا عین بیچون
که بنمود است رخ از کاف و از نون

همه بازار تست و تو خدائی
عجائب می کنی از خود جدائی

بهر معنی که مے گویم ترا باز
یکے یابی ز خود انجام و آغاز

یکے دیدست این جا جز یکے نیست
حقیقت جز خدایم بے شکے نیست

خدا دان و خدا بین و خدا گرد
وگر غیر است از و از وے جدا گرد

حقیقت جز خدا غیر است دریاب
براه فقر صد سیر است دریاب

خدا شد این که این سرّ بے بروا و
بسے اسرار گویا بندہ اسرار
دما دم فہم کن سرّ الٰہی
بہ شرح که مے گویم ندائی
نه ہر کس صاحب اسرار گردد
که ہمچون مصطفےٰ در سرّ اسرار
زمن این راز بشنو بار دیگر
یقین در عشق کل این جا قدم زن
چو مردان زن انا الحق گرد کافر
یقین بر کافری بر گو انا الحق
چو مردان زن انا الحق تو ہمیشہ
انا الحق گوئے وبگذر کل از دین
چو مردان زن انا الحق تو میندیش
انا الحق زن چو مردان تا توانی
انا الحق گو وجز از حق مبین حق
دما دم زن انا الحق با من این جا
دما دم زن انا الحق ہمچو من تو
دما دم زن انا الحق در ہمہ راز
انا الحق گوئے بر مانند **عطار**
دما دم زن انا الحق چون توئی حق
دما دم زن انا الحق چون الٰہی
بگو این جا حقیقت آشکارا
ہر آن کو راز بین باشد درین کار
ہر آن کو سرند اندر سر فشاند
که مے بینی که چون منصور و عطار
چو سر این جا بریدی حق تو باشی
چو سر این جا بریدی ہم چو عطار
چو سر این جا بریدی ہمچو عطار
نمے گویم که جان در باز این جا
کسے این جام معنی در کشیدت
حقیقت چیست این جا سر بریدن

بجز یک سے کے حقیقت بنگرد او
ولے ہرگز نباشد ہمچو **عطار**
که سے گفتم ترا من بے کما ہی
ہمیں ترسم چنین غافل بمانی
نه ہر سر لایق دیدار گردد
شود کلی ز خود او نا پدیدار
که مے گویم ترا اسرار دیگر
انا الحق با من این جا دم بدم زن
چو این معنی ز تو گشت است ظاہر
نه باطل باش الا جملگی حق
مترس از روبہان چون شیر بیشہ
ہم اندر حق حقیقت عین حق بین
که در حق مے نگنجد کفر با کیش
که بہ بست اسرارِ معانی
یقین گفتم ترا اسرارِ مطلق
چو گفتم راز کلی روشن اینجا
انا الحق در ہمہ آفاق زن تو
درون حق نگر انجام و آغاز
که آب زندت این جا بر سر دار
شدہ فاش اندرین جا راز مطلق
سر دگر چون زنان عذرے نخواہی
انا الحق دگر کنندت پارہ پارا
شود در عافیت اندر سر دار
یقین در کشتن او حیران بماند
نخواہد سر بریدن زود ناچار
حقیقت در خدا مطلق تو باشی
تو باشی نقطۂ اسرارِ پرکار
ترا برخیز وا ز ہر نقش پندار
فنا شو تا بیابی راز این جا
که چون عطار از خود سر بریدت
وصالِ خویش در خود باز دیدن

نه چندان است اینجا سر اسرار
که جان آید ز گفتن من پدیدار

نه چندان است این جا که معانی
که بتوان کردنم او را بیانی

ولے این راز را محرم بشاید
که دریابد بهمان زانسان که باید

که این داند نه هر ناچیز جاهل
کسے باید که باشد مرد کامل

هزاران شرح گفتم از حقیقت
تو ماندستی هنوز اندر طبیعت

بجفتم با تو اسرارے که دارم
نمودم با تو هر کارے که دارم

اگرچه شرح بسیار است این را
ولیکن مردمے جوید یقین را

گرامی گوے این اسرار عطار
که در خوابند جمله نیست هشیار

عیان است اندرین جا آنچه جستی
یقین میدان که برگام نخستی

بگرد هستی تو چیزے گم چه جوئی
چو گم چیزے بگردی مے چه جوئی

گمان بردار اے نموده خود را
فگنده هستی سر نیک و بد را

همه از تست و در تست این همه راز
نه کس آمد نه کس خواهد شدن باز

بجز خود هرچه بینی بت بود آن
چو بت بشکست یابی گنج پنهان

تو خود بشناس چون حقی تو در حق
شده فاش اندرین جا راز مطلق

گذر کن هم ز جان و جسم و تقلید
که تا بے شک رسی در دیدن دید

نه جان هست و نه جسم است و عیانان
گر ابر گویم این اسرار پنهان

تو هم هستی بخود خود را طلب کار
حقیقت نقطه در عین پرکار

بجز از خود نظر کن هم توئی تو
چرا اکنون توئی اندر دوئی تو

همه اندر طلب مطلوب حاصل
همه با جان و دل بے جان و بے دل

حقیقت چیست بیش اندیش بودن
ز خود بگذشتن و باخویش بودن

حقیقت بین و بگذر از همه باز
وجود خویش را اندر همه باز

بدان این و چنان گم شو درین کار
که سرگردان شوی مانند پرکار

چنین خواهی شدن در آخر کار
که ویرانی پذیرد نقش پرکار

شنفتن این باز بے تقلید گفتی
ز اعیان و ز دید و بد گفتی

که می داند که این اسرار ها چیست
که دل هر لحظه خون بر جائے بگریست

چنین اسرار هائے برگزیده
نه کس گفته نه کس هرگز شنیده

که از دور فلک تا دور آدم
نگفته است این معانی تا درین دم

ز هر اسرار ها اسرار دان کو
حقیقت و اصلی اندر جهان کو

بزن کوس معانی همچو عطار
برافگن پرده از روے اسرار

اشتہار

(۱) کتاب ہذا **تعلیم غوثیہ** الموسوم بہ **مراۃ الوحدت** مع مرقعہ بیش بہا حضرت خلیفۃ اللہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ٭

قیمت :- اعلیٰ بنگال پیپر پر بلا جلد پانچ روپے (عہ) آرٹ پیپر پر مجلد آٹھ روپے آٹھ آنہ (عہ۸)

(۲) تذکرۂ غوثیہ معروف بہ **شجرۂ معرفت** :- اس کتاب کو تیسری مرتبہ خصوصیات ذیل کے ساتھ حسب الارشاد حضرت اقدس مولائی مرشدی مؤلف مدظلہ العالی طبع کیا گیا ہے اور قیمت بلا جلد تین روپے آٹھ آنہ (عہ۳) رکھی گئی ہے۔

(ا) چند جدید ارشادات حضرت سلطان العارفین قلندر قادری اضافہ ہوئی ہیں (ب) دستور العمل سجادگان درگاہ شریف مکمل درج ہوا ہے (ج) حواشی کو حسب طریقہ حال صفحے کے نیچے ثبت کیا گیا ہے (د) صحت کا اہتمام مکرر اور سہ بارہ مقابلہ سے کیا گیا ہے ٭

حق تصنیف کتاب نمبر ۱ و ۲ ہر طرح محفوظ ہے کوئی صاحب بلا اجازت مؤلف قصد طبع نہ فرمائیں اور نہ مجاز ترجمہ وغیرہ کے ہیں علاوہ ان کتابوں کے جن کا اشتہار میں نے تذکرۂ غوثیہ میں دیا ہے کتب ذیل بھی ہمارے دفتر میں برائے فروخت شائقین کرام اور ذی علم صاحبان کے لیے موجود ہیں اور جو کتاب اور منگائی جاوے وہ بھی مہیا کر کے ارسال خدمت کی جائے گی

کتب مرتبہ کنائندہ آنریبل سید محمود صاحب مرحوم بیرسٹرایٹ لا و جج ہائی کورٹ

(۳) **کتاب الطلاق** مطابق کتب مذہب حنفی از شرح مجمع البحرین قیمت عہ کتاب **الشفع** از ہدایہ در مختار و شرح وقایہ و مجمع البحرین و فتاوائے قاضی خان و عینی شرح کنز قیمت ایک روپیہ عہ

(۴) **التذکیر** ہر سہ حصہ اس پر بہت سے اخبارات نے پسندیدہ ریویو دی ہیں نظم و نثر میں نہایت فصاحت سے بچوں اور بوڑھوں کے لیے نصائح ہیں قیمت حصہ اول ۳ر حصہ دوم ۲ر حصہ سوم ۳ر

جن اصحاب کو ضرورت ہو حسب پتہ ذیل بذریعہ وی پی یا نقد قیمت بھیجکر طلب فرمادیں تاجران ذی شان جو پچاس یا سو جلد سے زیادہ کے خریدار ہیں کمیشن کی بابت خط و کتابت کر سکتے ہیں ٭

المشتہر قاضی مؤمن الدین احمد عقیل۔ کوچہ سعد اللہ خان دریا گنج دہلی



بسم اللہ الرحمن الرحیم
پیش رو حمد خدائے کریم

سن بولے حق سے طالبو خوشخبری — دیکھو تفسیر علم الاسماء کی
تصویر جو صورت و تصور میں آئے — وہ مرآت وحدت میں نظر آئے گی

غوث پانی پت کے فیض عام کی تمہید ہے — مرشد رہ سالکان مسلک تفرید ہے
شان بے رنگی کی نیرنگی کا جلوہ ہے عیان — مرآت وحدت ہے یا آئینہ توحید ہے
تذکرہ میں ہو چکا ہے ذکر جس تعلیم کا — یہ اسی کی بیت کی تکمیل کی تسوید ہے
تذکرہ بھی چھپ گیا تعلیم بھی کامل ہوئی — نزہت توحید مثنوی کا روز عید ہے
علم سینہ تو سفینہ میں اگر دیکھا نہ ہو — دیکھ لو تعلیم خوشتر جو شوق دید ہے
مسئلہ ہے ترانے اسکے مضمون سے عیان — علم اور عالم کی یکتائی کی تشیید ہے
سب کے پہلے انکے ہیں کیا وجود اعیان جو — جود فرد و وجود پاک کی تائید ہے
ان کتابوں کی خریداری کریں گے بے قید — طالبان راہ وحدت سے مجھے امید ہے

قاضی محتشم الدین احمد قادری

مکتبہ نقاش — صلاح الدین احمد

